بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۷۸۶

کاویۂ علی الغاویہ

یا

تعلیمات جدیدہ پر ایک نظر

مولفہ و مرتبہ

آسی ۔ معتمد انجمن خدام الحنفیہ امرتسر ہاتھی گیٹ

جسمیں

تعلیمات مرزائیہ کو خصوصاً اور دیگر تعلیمات کو عموماً زیر بحث لاکر انتہائی دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ جانبین کی طرف سے جو غلط فہمیاں پڑی ہوئی ہیں ۔ اٹھ کر زیر بحث مسائل کا مبحث بہت مختصر ہو جائے ۔ اور باہمی تنافر اور تخالف کا کسی قدر خاتمہ ہو کر کسی خاص نتیجہ پر پہنچنے کی راہ پیدا ہو ✤

قد طبع فی آفتاب برقی پریس امرتسر باہتمام شیخ محمد احمد

بار اول ۔ تعداد ۱۰۰۰ ۔ (قیمت فی نسخہ عام ایکروپیہ خاص عہ علاوہ محصول) مارچ ۱۹۳۱

اقتباسات الثقات على الكاوية على الغاوية

(١) قال مولانا العلام محمد اعزاز علي ملاذ من الاديبات مدرسة الحديث ديوبند. اطلعت على ما في هذه الرسالة التي تقلع اطماع الملاحدة فوجدتها مفيدة غراء جامعة لصنوف الرد على الفرقة الغلامية المرزائية ولعمري انها تفيد الاسلام والمسلمين وتدافع عن الاديان والمؤمنين جزى الله المولف خيرا -

(٢) قال مولانا الفهامة غلام مصطفى مفتى بلدة امرتسر مد ظله العالي اني طالعت الرسالة ودلائلها المندرجة فيها فوجدتها مفيدة للعلماء ولسائر الناس موافقة لمذهب اهل السنة والجماعة وما عليه السلف الصالحون مغنية عما سواها في هذا الموضوع من الرسائل المبتكرة الباحثة عن التعليمات المرزائية لانها حاوية بكل مبحث يتعلق لما نحن فيه كما لا يخفى على من يطالعها. لان من الفها هو خبير بهذه المسائل نفع الله بها المسلمين وتقبلها منه خدمة للاسلام. هذا -

(٣) قال مولانا العلام الحاج نور احمد المرحوم مفتى بلدة امرتسر اغتنموا ايها المسلمون هذه الصحيفة الغراء فانها كاسمها كاوية على الفئة الغاوية الزائغة عن الصراط المستقيم كافية في ابطال ما اخترعته المرزائية من المحدثات في الدين والبدع في الاسلام مغنية عما سواها من التاليفات الصغيرة والكبيرة في هذا الباب مع كثرتها. فعضوا عليها بالنواجذ واجعلوها عدة للمعارك - فيا لها من حصن حصين لاهل السنة والجماعة وسلاح منيع للمؤمنين جزا الله المصنف عنا وعن سائر المسلمين خير الجزاء - اذ اتى فيها من البراهين والدلائل بما ازهق به نفوس المحدثات في الاسلام والبدعات فيه -

(٤) قال مولانا المولوى عبد الغفور الغزنوى ناظم المدرسة السلفية امرتسر اني طالعت بعض مقامات هذه الرسالة فوجدتها صحيحة موافقة لمذهب اهل السنة والجماعة -

(٥) قال مولانا المولوى عبد الرحمن مدرس المدرسة النعمانية امرتسر - قد اخبرنا النبي عليه السلام انا خاتم النبيين لا نبي بعدي وسيكون في امتي كذابون، لا تزال طائفة من امتي على الحق ظاهرين - فقد شاع من الفتن في هذا الزمان ما ليس لها نظير في الايام الخالية - فقامت تلك الطائفة لدفاع الفتنة الحاضرة فكانت كما قال عليه السلام ظاهرة على الغاوية - والفوا كتبا ورسائل في هذا الموضوع كثيرة ولكن احسنها جمعا واتمها فائدة هي الرسالة المعنونة باسم الكاوية على الغاوية - متع الله المسلمين بها وشكر الله للمولف سعيه - فطوبى لمن اتخذ هاجنة في التحصن عن مذهب اهل السنة والجماعة

(٦) قال مولانا الحاج المولوى محمد حسين مدرس الحديث مدرسة سلفيه امرتسر - اني رأيت هذه الرسالة فوجدتها نافعة لمن ينظر في التعليمات المرزائية ولمن لم ينظر فيها باحثة على جميع ما عليه المرزائية من الاصول والفروع مغنية عن سائر الكتب المؤلفة في الرد على المرزائية حاوية لجميع ما احدثوه في الاسلام بطرز انيق موافقة لاهل السنة والجماعة ولما عليه السلف الصالحون. واجبة الحصول لكل مسلم اذ هي العروة الوثقى لمن اراد ان يصون ايمانه من تسويلات من اخطأ في الدين وهذه جعل الله المصنف من الذين قال فيهم النبي عليه السلام الذين يصلحون ما افسد الناس من بعدي من سنتي - هذا والله اعلم بالصواب -

(٧) قال مولانا العلام والعلامة القمقام المولوى محمد داوود الغزنوى بن مولانا المولوى عبد الجبار المرحوم الغزنوى يا للعجب العجاب ما لهذا الكتاب لا يغادر صغيرة ولا كبيرة من مزخرفات المرزائية الا وقد مزق اديمها وكشف عوارها للناظرين - فلله در المصنف حيث اتى بكتاب هو فصل الخطاب في هذا الباب - وهو حري بان يكتب بالذهب المذاب اذ ما هو الا بحر عباب - قد سقى الخصم سم الحتوف ورماهم بشهب البراهين حتى رغم منه الانوف - وظهر الفرق بين الحق والباطل والحالي من جيده والعاطل - وان هذا الزمان قد عاد الاسلام فيه كما بدا غريبا - وانعكست القضية فصارت البدعة سنة وانقلبت السنة بدعة والمعروف منكرا والمنكر معروفا - وظهر اعجاب كل ذي رأي برأيه - فعليكم بالكتاب والسنة وما جرى عليه جمهور الصحابة وائمة الدين

قال اللہ تعالیٰ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

آج تمہارا مذہب میں نے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر انتہا تک پہنچا دی ہے
اور مذہب اسلام تمہارے لئے انتخاب کیا ہے

جن لوگوں نے اسلام کو نامکمل سمجھ کر تجدید و ترمیم یا تنسیخ و تحریف شروع کر دی ہے اور اپنے آپ کو مصلح قوم، مجدد دین، مہدی، یا مسیح، ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں کہ ہم اسلام کا روشن پہلو دکھلا کر دین محمدی کے اصل رخ سے پردہ اٹھا رہے ہیں

ایسے محرفین کیلئے یہ رسالہ

الکاویۃ علی الغاویۃ

لکھا گیا ہے جس میں عام شبہات کا عموماً اور مرزائی تعلیم کا خصوصاً ایک ایسا خاکہ پیش کیا گیا ہے کہ جس کے دیکھنے سے ناظرین خود معلوم کر سکیں گے کہ مرزائی تعلیم یا نئی اصطلاحات میں کہاں تک تحریف و تنسیخ سے کام لیا گیا ہے

مصنفہ و مؤلفہ

محمد عالم آسی عفی عنہ معتمد خدام الحنفیہ ہاتھی دروازہ امرتسر

مطبوعہ آفتاب برقی پریس امرتسر

اگست ۱۹۳۰ء

تعداد ایکہزار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَحدَہٗ ۔ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیٍّ لَّانَبِیَّ بَعدَہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ
اجمعین اِلٰی یَومِ الدِّینِ وَبَعدُ فیقول العبد العاصی محمّد عالم عفو عنہ
بن عبد الحمید الوتیر الآسی یوسیر عفا اللہ عنہما لیقل من یومن باللہ ورسولہ الحمد
لِلّٰہ رب الآلمین ای التراب علی لاہ راس المولمین الرحمٰن الرحیم من الرہام ای ذلک
التراب علیہ کالرہام ۔ ثم لیتوجہ الی مالک ناصیۃ فیقول مالکِ یوم الدین اے
ماللّٰہ یا رب یقصد دینک ۔ فَلیَقُل مخاطبا لذلک البدع ایاک نابد ای تنفر منک
وایاک نستعین من الاین فلقینا منک تعبا ونصبا ۔ ثم لیتوجہ الی اللہ تعالےٰ
بالتیابۃ عن البذع اھدنا للسراط المستکیم ۔ الذی فیہ الموانع کالکوماء صراط
الذین انمت علیہم وانزلت علیہم النوم من الغفلہ غیر المغضوب علیہم ای ھم
لیسوا ممن غضب علیہم فی شئ ولا الضالین من الضلان ثم لیعتقد ان الصلوۃ
علی النبی ولا عبادۃ لہ کما لاحمد للاہ لا الصلوۃ علیہ فمن یھدہ اللہ فلا مضل لہ و
من یضللہ فلا ھادی لہ فلیستمع ما اقول ولیصغ لما القی علیہ وھو انہ

ہمزائی تعلیم کے متعلق علمائے اسلام کی تصانیف جو مجھے حاصل ہوئی ہیں انکو ترتیب دیکر آپکی خدمت میں پیش کرنیکی
کی جرأت کرتا ہوں امید ہے کہ آپ اسکو بنظر استحقار نہ دیکھیں گے اور اگر اس سے کچھ فایدہ ہوا تو مؤلف کو
دعائے خیر سے یاد فرمائینگے اور اگر کہیں سقم یا نقص نظر آئے گا تو اس کی تصحیح سے بندہ کو مطلع کرکے

ممنونیت کا تمغا حاصل کریں گے ؛

مَیں اِس موقعہ پر اِس رسالہ کا نام بھی آپکو تشریحاً بتانا چاہتا ہُوں کہ اسکو **کاویہ** تصور کیا گیا ہے جو عموماً ٹین سازوں کے پاس ہُوا کرتا ہے اور جس سے ٹانکے لگایا کرتے ہیں **علی الغاویہ** سے یہ مطلب ہے کہ جن گمراہ کُن لوگوں نے مسلمانوں میں **تفریق بین للمسلمین** کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اُن کے سینہ پر یا اُن کے دِل میں جو **اتحاد بین المسلمین** کو دیکھکر حسد اور کینہ کا گھاؤ پڑگیا ہے اُس پر علاج بالحیّ کے طریق پر یہ رسالہ داغ دینے کا کام دیتا ہے اور بس۔ کیونکہ جب انسان علاج سے تنگ آجاتا ہے توحسب دستور قدیم اٰخرُالدَّوَاءِ الکَیّ پر عمل پیرا ہوجاتا ہے مگر آجکل چونکہ برف سے یہ طریق علاج کیا جاتا ہے تو آپ بھی اسکو کِی بالبرد ہی تصور کریں ؛ رَبِّ اشرح لی صدری ویسّر لی امری

(۱) مرزا صاحِب کون تھے اُنکے تاریخی حالات کیا ہیں؟

قادیانی نبی کی تاریخ مختصر یہ ہے کہ اسکی ولادت ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۰ء میں ہوئی اور وفات بمقام لاہور احمدیہ بلڈنگس ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء (۱۳۲۶ھ) کو بروز منگل بتقریب میلہ بھدرکالی آناً فاناً تقریباً ایک گھنٹہ میں ہی حرکت قلب بند ہونے سے ہوئی جس کی وجہ بقول بعض بدہیضہ تھا اور بقول بعض درد گردہ کا دورہ تھا اُس وقت کے بالمقابل مخالفت اور تردید کرنے والوں کا خیال ہے کہ حضرت صوفی پیر جماعت علیشاہ صاحب کی بددعا کا نتیجہ ہے کہ جھٹ پٹ اِس فتنہ سے نجات ملی۔ بہر حال کچھ بھی ہو۔ وفات فوری ہُوئی۔ پھر لاش ریل پر لاد کر بٹالہ ضلع گورداسپور میں اُتاری گئی جو موٹر وغیرہ کے ذریعے اٹھوا کر قادیاں کے بہشتی مقبرہ کے ایک کونہ میں برسرِ جوہڑ دفن کی گئی اور اب تک وہیں موجود ہے مگر پہلے کی نسبت اِس میں کچھ تبدیلی واقع ہوگئی ہے جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایکدفعہ مسلمانوں نے یہ آمادگی ظاہر کی تھی کہ "نبی کا جسم سلامت رہتا ہے قبر کھود کر دیکھیں کہ آیا اِس معیار پر نبوّتِ مرزا صحیح اُترتی ہے یا نہیں"؟ تو خلیفہ محمود

کو رات کے وقت الہام ہوا کہ دشمن قبر اکھیڑ رہے ہیں اسلیئے صبح ہی قبر کو سطح کر کے لکڑی اینٹ پتھر اور مٹی سے تقریباً چھ گز مربع میں پختہ کیا گیا۔ تا کہ کوئی مخالف سرنگ لگانے میں بھی کامیاب نہ ہو سکے اس واقعہ سے ہمیں یہ خیال مزید ہوتا ہے کہ یا تو نبی کا صحیح الجسم رہنا ان کے نزدیک صحیح روایت نہیں ہے اور اگر صحیح ہے تو قادیانی نبی کی نبوت میں شاید نتیجہ یقین نہیں ہے اور یہی قرین قیاس بھی ہے کیونکہ لاہوری پارٹی قادیانی کو مسیح تو مانتی ہے مگر اس قدر نبوت کی قائل نہیں ہے جس قدر قادیانی خلیفہ کے مرید اسکی نبوت کو بڑھا رہے ہیں چنانچہ خلیفہ محمود اپنی کتاب انوار خلافت کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں کہ اَلْعَوْدُ اَحْمَدُ رسول علیہ السلام کا دوبارہ ظاہر ہونا پہلے کی نسبت اعلیٰ اور افضل ہے اور اس عقیدہ کی بنیاد رَجْعَة کُبْرٰی کے اصول پر ہے جو مذہب شیعہ سے حاصل کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ تو حرمین شریفین میں ظاہر ہوئے ہیں اور اسلام کا بیج بو گئے ہیں مگر دوسری دفعہ آپکا مکمل ظہور قادیاں ضلع گورداسپور میں ہوا ہے جس سے اسلام کو تکمیل تک پہنچایا گیا ہے لیکن یہ اصول تناسخ تسلیم کرنے کے بعد صحیح تصور ہو سکتا ہے ورنہ جب اسلامی اصول کی رو سے سرے سے تناسخ ہی باطل ہے تو رجعت کیسے قابل تسلیم ہو سکتی ہے ؟

بعض لوگ تو سرے سے یہی کہتے ہیں کہ جب قادیانی نبی کی لاش قادیاں لائی گئی تھی تو اس سے ہی نبوت قادیانی مشکوک ہو چکی تھی کیونکہ اسلام میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ

"نبی جہاں مرتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے"

اس اصول کو حضرت یوسف علیہ السلام کی لاش سے توڑا جاتا ہے مگر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی پہلے مصر میں ہی دفن ہوئے تھے آپکا صندوق دریائے نیل کے وسط سے اس وقت نکال کر شام میں پہنچایا گیا تھا جبکہ چند صدی کے بعد بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی تھی اب یہ اصول قائم رہا کہ "نبی جہاں مرتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے" اور اس اصول کے مطابق قادیانی نبوت کو بھی اس وقت صحیح ماننا قرین قیاس تھا جبکہ کچھ عرصہ کے

لیئے لاہور میں قادیانی نبی کو بھی دفن کیا جاتا اور مناسب یہی تھا کہ اس دارالہجرۃ میں ہی مقبرہ بنا رہتا کیونکہ اَلْعَوْدُ اَحْمَدُ کے قاعدہ کے مطابق قادیانی نبوّت ظِل اور وجود ثانی نبوت محمدیہ کے بننے کی دعویدار تھی مگر نہ معلوم کس کمزوری یا مجبوری سے اس معیار کے مطابق تصحیح نبوت نہ کی گئی ؎

سلسلۂ نسب کی متعلق براھین میں لکھا ہے کہ قراچار قوم برلاس (مغلیہ خاندان) کا بہترین فرد سب سے پہلے چھٹی صدی ہجری میں مسلمان ہوا اور چغتائی خاندان کا وزیر رہا۔ اخیر میں جنگی وزارت پر بھی مامور ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی قوم برلاس کو سمرقند سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر موضع کش میں آباد کیا جہاں اسکے پوتے برقال کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے طراغی اور حاجی برلاس جو شیخ شمس الدین فاخوری کے دو نو مرید بنے اور جب طراغی کے ہاں فرزند پیدا ہوا اور شیخ کی خدمت میں پیش کیا تو شیخ نے سورۂ ملک پڑھتے ہوئے اس کا نام تمود رکھا۔ برلاس اور اسکی بیوی حلیمہ گو بڑی نامور تھے مگر تمود نے اُن سے حکومت چھین لی تھی اور کش سے نکالدیا تو برلاس خراسان میں جا برا اور جب تیمور نے خراسان فتح کیا تو وہ علاقہ اپنے چچازاد بھائیوں کو جاگیر دیا اور برلاس کی اولاد میں سے ھادی بیگ پیدا ہوا جس نے ۵۳۰ھ میں اپنا وطن خراسان چھوڑ کر کش کو اپنا قیامگاہ بنا لیا چند ایام کے بعد وہاں سے نکلکر دریائے بیاس کے کنارے جنگل میں پناہ لی اور اسلام آباد گاؤں کی بنیاد ڈالی اور یہیں اپنی قوم کا قاضی بنگیا۔ اب اسلام آباد کو قاضی ماجھی کہنے لگے پھر بگڑ کر صرف قاضی رہ گیا بعد ازاں قاضیاں بنا اور بگڑ کر قادیان کی شکل اختیار کی ؎

سکھوں کے عہد میں قاضی عبید اللہ مغل قادیانی اپنے علاقہ میں حکمران تھے گورنر لاہور نے قاضی صاحب کو قادیان سے نکالدیا اس نے چند نفوس کے سوا سب قادیانی مار ڈالے جنمیں سے مرزا گل محمد سلطنت کیطرف سے دوبارہ قادیان کا حکمران بنگیا۔ اس وقت اسکا نام مکہ بھی تھا کیونکہ مرزا گل محمد کے دستر خوان پر رات دن ساٹھ ستر مہمان رہتے تھے اور اسلامی تعلیم کا مرکز تھا اس لئے کاسہ لیسوں نے اسے مکہ کہنا شروع کر دیا مگر سکھوں نے گل محمد کے قبضہ میں صرف پچاسی دیہات کی ریاست

چھوڑی۔ باقی خود سنبھال بیٹھے اور جب مرزا عطا محمد ولد گل محمد گدی نشین ہوا تو اُس وقت صرف قادیاں پر ہی قبضہ رہ گیا تھا۔ اس وقت اسکے اردگرد چار برج اور فصیل بھی موجود تھی ان کا بھی سکھوں نے محاصرہ کرلیا اور رام گڑھی سکھوں نے سمجھوتہ کی غرض سے قلعہ کے اندر آکر دروازہ کھول لیا۔ اور اپنی فوجیں داخل کرکے قادیاں کو فتح کرلیا۔ عطا محمد جان بچا کر کسی ریاست میں پناہ گزین ہوا اور وہیں مرا۔ تو اس کے بیٹے غلام مرتضیٰ حکیم نے رنجیت سنگھ کے دربار میں رسوخ پیدا کرکے قادیان کو معہ پانچ گاؤں کے دوبارہ حاصل کیا کچھ عرصہ بعد مرزا غلام احمد اُس کے ہاں پیدا ہوا۔ اور اسی سال رنجیت سنگھ مرگیا (۲۷ جون ۱۸۳۹ء) غلام احمد کیساتھ ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی مگر وہ جلد مرگئی۔ ابتدائی تعلیم مولوی فضل الٰہی کے سپرد ہوئی۔ دس سال کے بعد انتہائی تعلیم کیلئے مولوی فضل احمد کے سپرد کیا گیا۔ سترہ سال گذرے تو مولوی گل علیشاہ نے فلسفہ منطق اور نحو کی تکمیل کرائی اور خود مرزا غلام مرتضیٰ نے طب بھی پڑھادی۔ اسکے بعد ریاست واپس دلانے کے مقدمات میں اپنے فرزند غلام احمد کو لگادیا مگر کامیابی نہ ہوئی بلکہ اسمیں انعام ماہوار اور پنشن بھی خرچ ہوجاتی تھی مگر پھر بھی ناکامی ہی رہتی تھی اس لئے اسکو سیالکوٹ عدالت خفیفہ میں بھرتی کرادیا۔ چنانچہ قادیانی نبی پندرہ روپے کا محرر مقرر ہوا۔ پھر بغرض ترقی روزگار مختاری کے امتحان میں شامل ہوا مگر فیل ہوگیا اور نوکری چھوڑ کر گھر بیٹھ گیا اور مسجد میں ڈیرہ لگالیا۔ مرزا غلام مرتضیٰ نے اخیر عمر میں ایک جامع مسجد بنوائی تھی جسکے ختم ہوتے ہی پیچش سے آپ بھی دنیا سے رخصت ہوگئے اور اسی مسجد کے کونے میں حسب وصیت دفن ہوئے اسکے بعد قادیانی نبی جبکہ چالیس برس تک پہنچ چکا تھا۔ روزے رکھنے شروع کئے اور خوراک بالکل کم کردی۔ یہاں تک کہ آٹھ پہر میں صرف چند تولے خوراک رہ گئی۔ اس کے بعد مذاہب کا مطالعہ شروع کیا تو اسلام کو ہی برحق پایا۔ پھر الہامات شروع ہوگئے چنانچہ پہلا الہام والسماء والطارق تھا جس میں جسمیں مرزا غلام مرتضیٰ کی وفات کو نماز مغرب کا وقت بتایا گیا تھا۔ پھر واللہ یعصمك من الناس کا الہام ہوا جو قادیانی نبی نے انگوٹھی میں نگین پر کھدوالیا تھا چودھویں صدی کے آغاز میں مجدد

ہونے کا دعویٰ کیا جسکے ضمن میں مسیح موعود بروز محمدی وغیرہ سب کچھ آگیا تھا اور سب سے پہلے براہین احمدیہ کتاب لکھی جسمیں الہام درج کیئے جو اخیر عمر تک سنگِ بنیاد کا کام دیتے رہے اور اس میں یہ بھی ذمہ لیا کہ اسلام کی صداقت پر تین سو دلائل لکھے جائیں گے مگر افسوس کہ ایک دلیل بھی پوری نہ ہو سکی اس کتاب کے متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں لکھا تھا کہ یہ کتاب ایسی ہے کہ جسکی نظیر اسلامی دنیا میں نہیں ملتی اور جب یہ کتاب شائع ہو کر لاجواب ثابت ہوئی تو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء سے بیعت لینی شروع کر دی۔ پھر مخالفین سے اخیر دم تک جھگڑے ہوتے رہے یہاں تک کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۶ ہجری کو وفات پائی جیسا کہ اس باب کے شروع میں گذر چکا ہے (ماخوذ از تاریخ مرزا مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری و سیرت مسیح مصنفہ معراج الدین عمر احمدی)

(۲) مسیحِ قادیانی سے وفات میں غلطی ہوئی

یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ لاہور میں مسیح قادیان کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء ۱۳۲۶ھ کے دن نوہی طور پر واقع ہوئی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نو سال پہلے یہ حادثہ پیش آگیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ملک الموت کو مرزائی تجاویز کا علم نہ تھا ورنہ وہ ضرور نو سال اور انتظار کرتا۔ بہرحال لاعلمی کی وجہ سے اس نے غلطی کی ہے لہذا قابل معافی ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ بائیبل میں حضرت دانیال علیہ السلام کا ایک مقولہ یوں درج ہے کہ "جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائیگی اور وہ مکروہ چیز جو لوگوں کو خراب کرتی ہے قائم کی جائے گی ایک ہزار دو سو نوے (۱۲۹۰) دن ہونگے مبارک ہے وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس (۱۳۳۵) روز تک آتا ہے۔ پر تو اپنی راہ پر چلا جا۔ جبتک کہ وقت اخیر آوے کہ تو چین کریگا اور اپنی میراث پر اخیر کے دنوں میں اٹھ کھڑا ہوگا" (دانیال ۱۲/۱۱)

اس پیشگوئی کو بغیر سوچے سمجھے مسیح قادیاں نے اپنے اوپر یہ الفاظ چسپان کیا کہ حضرت

دانیال علیہ السلام نے مسیح قادیانی کا زمانہ بعثت ۱۲۹۰ھ ہجری اور زمانہ وفات ۱۳۲۵ھ ہجری
قرار دیا ہے (حقیقۃ الوحی ص۱۹۹ تحفہ گولڑویہ ص۱۱۶/۱۱۴) اس کی تائید میں یہ بھی لکھدیا ہے کہ ٹھیک ۲ ع
۱۲۹۰ھ ہجری میں یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا (حقیقۃ الوحی ص۱۹۰) مگر عزرائیل سے
غلطی یہ ہوئی کہ بغیر حقیقۃ الوحی پر نظر ڈالنے کے نو سال پہلے ہی مسیح قادیانی کو دار البقاء میں لے گیا
اب مرزائیوں میں اس غلطی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے چنانچہ لاہوریوں نے تو یہ کہہ کر جان
چھڑائی کہ ملہم کا قول حجت نہیں ہوتا اس لیئے مسیح قادیانی نے جو کچھ پیشگوئی مذکور سے سمجھا تھا
غلط تھا (اہلحدیث ۱۰۔ اپریل ۱۹۳۰ء) البتہ قادیانیوں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے ہیں.
جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) مرزا[۳] صاحب نے سنہ ہجری سے مراد سنہ بعثت نبوی مُراد لیا ہے کیونکہ ہجرت کے پہلے دس ع۳
سال بعثت کا زمانہ ہے اس لیئے ۱۳۳۵ھ ہجری سے دس سال کم کرنے سے ۱۳۲۵ھ نکل
آتا ہے جو تقریباً ۱۳۲۶ھ ہجری سے ملتا جاتا ہے جبکہ مسیح قادیانی نے وفات پائی ہے ؛

(۲) اگر یوں کہا جائے کہ حقیقۃ الوحی میں خاص مدت بعثت اور وفات مذکور نہیں ہوئی بلکہ
اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ۱۳۳۵ھ تک وفات ہو جائیگی تو اس وقت ۱۳۲۶ھ میں وفات
کا ہونا مضر نہیں ہے بلکہ اس کی صداقت کا نشان ہے ؛

(۳) یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ پیشین گوئی حدّ و د بعیت قادیانی کے اپنی مخصوص صداقت
نکلتی ہے اس لیئے اگر حدود بعیت سے خارج غیر احمدیوں میں مشتبہ رہے تو کوئی بڑی بات
نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک سرے سے جب بائیبل ہی مُحرّف اور مشتبہ ہے تو اس قول
کی صداقت کیسے پیش ہو سکتی ہے بلکہ غیروں کے نزدیک یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہوگی

(۴) اگر اس پیشین گوئی کو بطریق مفہوم لیا جائے تو کسی مخالف کو دم مارنے کی بھی گنجائش نہ رہیگی
کیونکہ تخمینی اندازہ ہمیشہ کمی بیشی پر مشتمل ہوتا ہے۔ الفضل ۱۴۔ اپریل ۱۹۳۰ء

لیکن ہر ایک غیر جانبدار کو بھی یہ ماننا پڑتا ہے کہ مرزائیوں کی یہ چار تاویلیں صرف طرفداری کی

بنیاد پر ہیں ورنہ ایام الصلح اردو صفحہ ۵ میں خود مسیح قادیانی کا مقولہ درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہجرت سے پہلے تیرہ سال مبعوث ہو کر کفار کی تکالیف برداشت کرتے رہے اب اس حساب سے
سنہ بعثت اور سنہ ہجرت کا باہمی فرق تیرہ سال کا ہوا اور وفات قادیانی میں جب ۱۳۲۵ ہجری سے
تیرہ سال کم کر کے سنہ بعثت قائم کیا جائے تو سنہ ۱۳۲۲ ہجری نکلتا ہے اب اس لحاظ سے مسیح قادیانی
کی وفات سنہ ۱۹۰۸ء سے پہلے تین چار سال ہونی چاہئے تھی شاید ملک الموت کو اس حساب فہمی میں غلطی
ہوئی ہوگی کہ تین چار سال تک جان لینے کو حاضر ہی نہیں ہو سکا اور یہ کہنا بھی مفید نہیں ہے کہ
یہ پیشین گوئی بیعت کرنے کے بعد موجب یقین ہے کیونکہ مرزا صاحب نے تو اسکو مخالفین کے سامنے
اپنی صداقت کا نشان بتلایا ہے اب اگر اس کی تصدیق پر ہی اسکی صداقت منحصر رہی تو صرف
ملفوظات میں درج ہونے کے قابل ہو جائیگی مناظرہ میں اسکو پیش کرنا عبث ہوگا علی ہذا القیاس
جب غیر احمدی بائیبل کو ایک تاریخ الرسل اور کلام بشر جانتے ہیں اور وہ بھی کئی تبدیلیوں
کے بعد ہمارے سامنے موجود ہوئی ہے تو اس سے کسی پیشینگوئی کا استنباط کرنا شرعی دلیل نہیں ہے
صرف عیسائیوں کے مقابلہ میں کچھ کہنے کا مصالحہ ہے ورنہ اصل میں تمام استنباط غلط ہے کیونکہ

اول تو کتاب دانیال کے آخری صفحہ پر وہ مقولہ درج ہے جس میں دو ہزار دو سو نوے دن مذکور
ہیں سال مذکور نہیں ہیں۔ دنوں کو سال سمجھنا خلاف عقل ہے اب اس حساب سے مسیح قادیانی کو
پونے چار سال کے اندر ہی اندر ختم ہو جانا چاہئے تھا اس لئے ہمارے خیال میں مرزائیوں کو یہ
مقولہ سخت مضر پڑتا ہے کیونکہ صرف چار سال کی مدت مسیح قادیانی کیلئے بہت کم ہوگی ؛

دوم یہ کہ کتاب دانیال کو اول سے اخیر تک پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بخت نصر کے
زمانہ میں حضرت دانیال خواب کی تعبیر کرتے تھے اور خود بھی خوابیں دیکھتے تھے جن کا ظہور
جلد ہو جاتا تھا اور جب بخت نصر مر گیا اور اس کا بیٹا تخت نشین ہوا تو اس وقت آپ تعبیر
خواب میں مشہور رہتے تھے اس کے بعد جب دارا بادشاہ شہر بابل پر حکمران ہوا تو اس وقت آپکو
ایک خواب آیا جس کا خلاصہ یوں ہے کہ آپ نے دجلہ پر موجود ہو کر شمالی اور جنوبی بادشاہوں کی

باہمی کشمکش ایک ہیبب صورت میں دیکھی تھی جسکی تعبیر میں آپکو دوسرا خواب آیا کہ فرشتوں نے آکر بتلایا تھا کہ اس خواب کے ظاہر ہونے میں صرف پونے چار سال رہ گئے ہیں جو بارہ سو نوے (۱۲۹۰) دن کے مساوی ہوتے ہیں وہ وقت تھا کہ جب دارا اور سکندر کی لڑائی کا آغاز ہو رہا تھا چنانچہ اسی عرصہ میں دارا مارا گیا اور سکندر نے حکومت بابل کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اب خواہ مخواہ مسیح کے متعلق اس مقولہ کو پیش کرنا سراسر غلطی ہے یا مرزا صاحب کو ٹھوکر لگی ہے کیونکہ اس مقولہ کے اوّل آخر زمانہ کا لفظ موجود ہے شاید انہوں نے اسلام کا آخری زمانہ سمجھ لیا ہوگا جو کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں ہے ؛

سوم اس مقولہ میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ "ایک مکروہ چیز بھی قائم کی جائیگی" اب اگر اس مقولہ کا تعلق مسیح موعود قادیانی سے مانا جائے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑیگا کہ وہ مکروہ چیز مرزائی تعلیم ہے ورنہ مرزائی ہی بتائیں کہ وہ مکروہ چیز کیا تھی کہ اُن کے مسیح کے عہد میں قائم ہوئی۔ مجیب صاحبان اگر ذرا "قائم کی جائیگی" پر گہری نگاہ سے غور کریں گے تو مطلع بالکل صاف نظر آجائیگا ؛

چہارم یہ بھی ایک چلیستان بنجاتی ہے کہ مقولہ دانیال میں دنوں کو سال سمجھکر ۱۲۹۰ھ بعثت مسیح قادیانی سمجھا جائے اور اسی طرح ۱۳۳۵ھ کو خواہ مخواہ دانیال کے ذمہ ڈالنا سراسر افتراء اور بہتان بنجاتا ہے اصل بات یہ ہے کہ مرزائیوں نے ۱۲۹۰ھ بعثت مرزا تو مقولہ دانیال سے استنباط کیا ہے اور العو ماحمد کی بنا پر ۴۵ سال جناب رسالتمآب کی زندگی سے عمر بعثت و تبلیغ شامل کی ہے اور انہوں نے مرزا کو ۱۳۳۵ھ تک پہنچانے کی تجویز کی تھی مگر خدا تعالیٰ کو چونکہ منظور نہ تھا۔ ۹ سال پہلے ہی مار ڈالا تا کہ کسی طرح مماثلت محمدیہ پیدا نہ ہو سکے ؛

پنجم یہ کہ حسب تصریح قادیانی مسیح قادیانی کی تبلیغی عمر ۱۲۹۰ھ ہجری سے ۱۳۲۶ھ تک ختم ہو جاتی ہے جو صرف ۳۶ سال بنتے ہیں اب مرزائیوں کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ "مسیح قادیانی اگر سچا نبی نہ ہوتا تو چالیس سال کے اندر مر جاتا"

اور اگر ۱۳۲۵ھ وفات تصور کیا جائے تو پھر چالیس سال سے پانچ سال نابود ہو جاتے ہیں مگر یہ عمر تو قادیانی مسیح کو نصیب نہیں ہوئی ورنہ عذر پیش ہو سکتا تھا کہ چار پانچ سال کا کیا عذر ہے۔ ایسی کمی بیشی ہوا ہی کرتی ہے لیکن ابتدائے عمر مسیح قادیانی پر مختلف سال کرنا اور وفات میں تخمینی سال پیش کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ مرزائی قوم کی ضمیر بھی ان کو ضرور ملامت کرتی ہوگی کہ ایسی چالبازیوں سے کام نہیں چلتا ؛

(۳) مسیح قادیانی کا مراق اور ذیابیطس

مراق وہ جھلی ہے جو پیٹ کے اندرونی اعضائے تغذیہ کو باہر کے صدمات سے بچانے کیلئے لپٹتی ہے حرارت جگر سے جب خون جلکر سوداویت قبول کرلیتا ہے تو اس کا جائے وقوع مراق یا معدہ کا آخری حصہ یا انتڑیوں کا ابتدائی حصہ یا خود طحال یا کوئی اور جگہ جو پردہ مراق کے نیچے ہوتی ہے بنجاتا ہے جس سے کھٹی ڈکاریں۔ قبض دائمی۔ پیٹ کا پھولنا۔ سوزش موضع مادہ اور تبخیر پیدا ہوجاتی ہے اور اس سے دماغ میں فتور آجاتا ہے ؛

ذیابیطس میں گردے خشک ہو جاتے ہیں اور زیادہ گرمی یا سردی سے اُن کی خشکی اس قدر بڑھتی ہے کہ اسکو دفع کرنے کے واسطے گردے مجبور ہو جاتے ہیں کہ جگر سے زیادہ پانی طلب کریں جو مقدار کہ وہ پہلے طلب کیا کرتے تھے مگر چونکہ خود جگر میں پانی کا کوئی خزانہ موجود نہیں ہوتا اس لئے وہ معدہ سے درخواست کرتا ہے اور معدہ بصورت پیاس انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ہر وقت پانی پیتا رہے مگر بدقسمتی سے اُس پانی سے گردے کچھ فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ کیونکہ جب پانی وہاں پہنچتا ہے تو وہ اُسکو اپنی کمزوری کی وجہ سے سنبھال نہیں سکتے اس لئے پانی فوراً مثانہ میں چلا جاتا ہے اور وہاں سے پیشاب بن کر باہر نکلجاتا ہے بغیر اس کے کہ اس میں کچھ بو یا رنگت کی تبدیلی واقع ہو۔ اسی طرح یہ رہٹ چلتا ہوا زندگی کے چار پہر میں انسان کو چھ سیر پانی پینے کیلئے مجبور کرتا ہے اور چونکہ دماغ کی بہترین خوراک گردوں سی ہی

جاتی ہے اس لیئے دماغ کی کمزوری ظاہر ہونے لگتی ہے اور جب اس کے ساتھ مراق کی تکلیف بھی شامل ہوجاتی ہے تو دماغ کا بالکل ہی ستیاناس ہوجاتا ہے اور جنون کے آثار پیدا ہوجاتے ہیں غصہ تیز ہوجاتا ہے خلوت پسندی کو تقویٰ ظاہر کیا جاتا ہے اور اسی قسم کے پیچ در پیچ حالات دامنگیر ہوجاتے ہیں کہ بیمار کے خیالات اسکے قابو سے باہر نکلجاتے ہیں کبھی اسکو دھواں نظر آتا ہے کبھی بجلی چمکتی نظر آتی ہے کبھی نورمیں مبتلا ہوجاتا ہے تخیلات کا اس قدر زور ہوجاتا ہے کہ جس سے اپنے دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست تصور کرنے لگتا ہے کبھی خود بادشاہ اور فرشتہ بنتا ہے کبھی رسول اور کبھی خدا۔ اور کبھی اخبار بالغیب میں بھی سچا نکلتا ہے وغیرہ وغیرہ غرضیکہ اعتدال مزاج کے خلاف ایسی حرکات کا مرتکب ہوتا ہے جس سے صحیح المزاج کو نفرت پیدا ہوجاتی ہے اور اسکو وہی لوگ بہترین انسان سمجھتے ہیں کہ جو یا تو خود بھی نکتہ خیال سے مختل الدماغ ہوتے ہیں اور یا وہ پورے طور پر دماغی امراض سے واقف نہیں ہوتے ممکن ہے کہ انجو بہ پسندی بھی یہاں مقناطیس کا کام دیتی ہو ورنہ طبی تحقیقات میں ایسے خیالات اور حرکات کو سفاہت اور جنون سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس قسم کی حکایات اُن کی کتابوں میں درج بھی ہیں ؛

آجکل چونکہ پوری صحت انسانی دماغ میں گذشتہ ایام کی نسبت بہت کم پائی جاتی ہے اور لوگ تمدن جدید میں آکر تیز گرم مصالحوں چٹ پٹی غذاؤں اور تیز سریع النفوذ ادویہ کے معتاد ہوگئے ہیں اس لیئے حرارت کبدی کی شکایت سے ایسے امراض مزمنہ کے شکار ہورہے ہیں کہ انکا علاج کرنا مشکل ہوگیا ہے اور اسی تمدن کا نتیجہ ہے کہ حرکت قلب کے بند ہونے سے غیر محدود ناگہانی اموات وقوع میں آتی ہیں خفقان ۔ضعفِ قلب ۔نزلہ ۔زکام ۔ آتشک ۔ جریان اور سل و دق تو ملکی بیماریاں تسلیم کی جاچکی ہیں اور دوران سر یا ذیابطیس یا بواسیر خونی اور بادی سے اگر ایک خاص جماعت مریض ثابت ہو تو کچھ تعجب نہیں ہے اور ممکن ہے کہ انہی امراض کی بنیاد پر لوگوں نے تفہیم الٰہی ۔ اجتہاد جدید ۔ وحی جدید اور جابجا مہدویت یا مسیحیت کے دعاوی کا اشتہار دیا

شروع کر دیا ہے اگر یہ لوگ اپنے دماغ کا تنقیہ کرائیں تو دھرمپال کی طرح امید ہے کہ بہت جلد اپنے دعاوی
کی تکذیب میں اپنی تحریرات کو نذرِ آتش کر دیں مگر وجاہت طلبی اور شہرتِ اسمی کی بلا ایسی دامنگیر
ہو رہی ہے کہ توندل کی طرح اپنی شہرتی توند کا علاج کرنے کی بجائے اُسے بڑھانا فخر سمجھے ہوئے ہیں
مرزا صاحب کی تعلیم پر نظر ڈالنے سے اس امر کی پوری تصدیق ہوتی ہے کہ بیماری کو اپنا
مایۂ ناز سمجھنا ان ہستیوں میں زیادہ شیوع پذیر ہو رہا ہے کہ جن میں تقدّس، نخوت، خود داری یا
خود آرائی نے گھر کر لیا ہوا ہے چنانچہ مرزا صاحب نے بھی اپنی صداقت کو اپنی دو بیماریوں دورانِ سر
و کثرتِ پیشاب میں منحصر کر دیا ہے آپ اربعین ۳ و ۴ میں بڑے تقدّس اور فخریہ لہجہ میں رقمطراز
ہیں کہ "مسیح موعود کے متعلق جو احادیث میں آیا ہے کہ ان پر دو چادریں ہوں گی اُن سے مُراد ۴
حسب تاویل تعبیر خواب دو بیماریاں ہیں جو بندہ میں موجود ہیں دورانِ سر اور کثرتِ پیشاب
مؤخر الذکر اس شدّت سے ہے کہ رات کو سو سو دفعہ پیشاب کرتا ہوں اس کی وجہ سے خفقان اور
ضعفِ قلب اس قدر ہے کہ ایک سیڑھی پر سے دوسری پر پاؤں رکھتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے
کہ مَیں اب مَرا کہ مَرا۔ اب جس شخص کو ہر وقت خوفِ جان لاحق ہو اور موت سامنے نظر آ رہی ہو
اُس کو کب جُرأت ہو سکتی ہے کہ خدائے لم یزل کی نسبت افترا پردازی سے کام لے۔ ڈاکٹروں
نے تسلیم کیا ہے کہ کثرتِ پیشاب کا مریض مسلول و مدقوق کی طرح موت کے نرغہ میں پھنسا ہُوا ہوتا
ہے اور گھُل گھُل کر اس کا تمام بدن لاغر ہو جاتا ہے اس لئے مخالفین خود ہی فیصلہ کریں کہ
میں کیسے مُفتری ہو سکتا ہوں" (انتہی بمفہومہ) اس مضمون کا نام دردِ دل رکھا گیا ہے ؎

اس تحریر میں مرزا صاحب نے گو اپنی صداقت کا بیّن ثبوت دیا ہے اور ہمکو بھی اُن سے کچھ ہمدردی
پیدا ہو سکتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اگرچہ اس دلیل سے افتراء کا شبہ تو کافور ہو گیا مگر دُوسرا شبہ جو
اس سے بھی بڑا ہے پیدا ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ مختل الدماغ تھے اس لئے نہ آپ کے اس
استدلال پر صحت کی توقع ہو سکتی ہے اور نہ آپکے ضمنی دعاوی کو صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے کیونکہ
آپ اختلالِ دماغ کے معترف ہیں اس لئے آپکے کسی دعویٰ کی صداقت پر کوئی دلیل پیش نہیں ہو سکتی

5 ریویو جلد ۲۵ ص ۲ کے پہلے ۲۰ نمبروں میں بار بار آپ لکھ گئے ہیں کہ مجھے مراق ہے مگر یہ مرض موروثی
نہیں ہے بلکہ خارجی اثرات کا نتیجہ ہے جیسے تبض دائمی - دماغی کام - کثرت غم قوم - بدہضمی ـ اسہال
اور دماغی محنت وغیرہ - بہرحال ایسا مریض مصروع کی طرح اپنے **خیالات** پر قابو نہیں پاسکتا - حالانکہ
6 نبی کیلئے ضروری ہے کہ اپنے دماغ پر قابو پائے اور اُسے اپنے جذبات پر قابو پانا ضروری ہے۔

ریویو اگست ۱۹۲۶ء میں لکھتے ہیں کہ مراق - جنون - مرگی - مالیخولیا نبوت کے منافی ہیں کیونکہ ایسے مریض اپنے خیالات اور جذبات پر قابو نہیں پاسکتے (مفہوم) ناظرین خود ہی دیکھ لیں کہ مرزا صاحب نے اپنی تکذیب خود اپنے لفظوں سے اپنی ہی کتابوں میں کس صفائی سے کی ہے جزاہ اللہ خیرا۔

ذیل کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس گھر کے تمام چیدہ افراد اس موذی مرض مراق کا شکار ہیں کتاب منظور الٰہی ص ۲۴۴ میں آپکا مقولہ درج ہے کہ میری بیوی کو بھی مراق ہے میرے ہمراہ سیر کو وُہ بھی جاتی ہے کیونکہ طبی نکتہ خیال سے مریض مراق کو چہل قدمی مفید ہوتی ہے ریویو جلد ۲۵ ص ۹ میں مذکور ہے کہ ضعف اعصاب جس کی وجہ سے مراق کا مرض پیدا ہوتا ہے موروثی ہوا کرتا ہے اس کی علاوہ مرض مراق خورد و نوش کی بدنظمی سے بھی پیدا ہو جاتا ہے اور اس موذی مرض کا اثر جبکہ موروثی ہو تو مدتوں تک آئندہ نسلوں میں چلا جاتا ہے۔ ریویو اگست ۱۹۲۶ء ص ۳۰۰ میں مذکور ہے کہ مراق گو مرزا صاحب کو موروثی نہ تھا اور مرزا صاحب سے ہی شروع ہوا ہے مگر اس کا اثر آپکی اولاد میں بھی ضرور موجود ہے چنانچہ خلیفہ محمود صاحب کہا کرتے ہیں کہ مجھے بھی مراق کا مرض ہے اور کبھی کبھی اس کا دورہ پڑتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ موذی مرض اس خاندان میں اب موروثی بنگیا ہے (مفہوم) اب اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ مراق کا دورہ کبھی کبھی پڑتا ہے اور ہر وقت اس کا اثر نہیں رہتا اس لئے جو اقوال خواہ باپ کے ہوں یا بیٹے کے حالتِ صحت میں ظاہر ہوتے ہوں گے ان کی صداقت میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ ایک اور مشکل پیش آجاتی ہے کہ ہمکو کیسے معلوم ہو کہ فلاں قول حالت مراق میں کیا گیا ہے اور فلاں قول اس مرض کے اثرات ختم ہوجانے کے بعد کیا گیا ہے؟ اس لیئے ہمیں ایک فہرست طبی طور پر تیار کرنی چاہئے جس سے ثابت ہوجائے کہ جو افعال یا اقوال زیر اثر مرض مراق کہے

گئے ہوں ان کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہئے اب اس موذی مرض کے اثرات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حب الخلوۃ۔ سوداوی مادہ کی خاصیت ہے کہ مریض تنہائی کو زیادہ ترجیح دیتا ہے معراج الدین احمدی لکھتا ہے کہ جب مرزا صاحب سیالکوٹ کی ملازمت سے مستعفی ہو کر گھر چلے آئے تو مطالعہ کتب اور مسجد کی عزلت میں آپکو استغراق کمال تک پہنچگیا تھا۔ باپ کہا کرتا تھا کہ مجھے تو یہ فکر ہے کہ غلام احمد ۷
روٹی کہاں سے کھائیگا؟ وہ تو دنیا کی کسی کام کا بھی نہیں ہے۔ کوئی پوچھتا کہ غلام احمد کہاں ہیں؟ تو باپ کہتا کہ کہیں مسجد میں ہوگا۔ سقاوہ کی کسی ٹونٹی کے ساتھ لگا ہوا ہوگا۔ اگر وہاں نہ ملے تو کسی کونہ میں پڑا ہوگا اور اگر وہاں بھی نہ ملے تو کسی لپیٹی ہوئی صف میں تلاش کرو۔ ممکن ہے کہ وہ لیٹا ہوا ہو اور کوئی شخص اسکو صف میں لپیٹ گیا ہو کیونکہ اُسے تو ہلنے جلنے کی بھی تاب نہیں ہے دیکھئے مرزا صاحب کا یہ عین عالم شباب ہے اس میں حب خلوت کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی صف میں بھی لپیٹ جائے تو ذرہ بھر احساس نہیں۔ مریداس خلوت کو استغراق فی ذات اللہ تصور کرتے ہیں مگر جو حالات جس شکل میں ہمارے پیش کئے جاتے ہیں ان میں خلوت ذکر و شغل کی بجائے صرف سستی اور کاہلی کو لئے ہوئے ظاہر ہوتے ہیں اس لیئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مرزا صاحب عین شباب میں ہی مراق سی بیماری

(۲) فساد الفکر اس کے ثبوت میں صرف مسئلہ طاعون ہی کافی ہے دافع البلاء ۱۹۰۲ء میں لکھتے ہیں
قادیاں طاعون سے اسلئے محفوظ رکھا گیا ہے کہ اس میں خدا کا فرستادہ اور رسول بذات خود موجود تھا۔ چاروں ۸
طرف دو دو میل تک طاعون کا زور ہے مگر قادیاں طاعون سے پاک ہے بلکہ جو طاعون سے بھاگ کر آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ خدا ایسا نہیں ہے کہ میری موجودگی میں قادیان کے لوگوں کو عذاب دے۔ اخبار الحکم ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۲ء میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے فرمایا کہ اگرچہ طاعون تمام بلاد پر ۹
اپنا پُرہیبت اثر ڈالے گی مگر قادیان یقیناً یقیناً اس کی دستبرد سے محفوظ رہیگا اور بار بار فرمایا کہ جہاں ایک بھی راستباز ہوگا اس جگہ کو خدا تعالی طاعون سے بچائیگا۔ مرزا صاحب جب یہ عمارت بنا چکے اور طاعون نے اس عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجادی تو قادیان سے یہ عذر پیش کیا گیا کہ حفاظت کا مطلب یہ تھا کہ طاعون قادیان کو جھاڑو کی طرح صاف نہ کر جائیگی اور اتنا نہیں سوچا کہ جھاڑو

پھیرنے والا طاعون (طاعون جاذف) تو کسی شہر میں ہی نہیں ہوا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ طاعون کے بعد لوگ پھر آباد ہو جاتے ہیں۔ قادیان میں بھی طاعون آیا لوگ بھاگ گئے اور پھر آباد ہو گئے اس لئے ایسے الہام اور ایسی تاویل کا کوئی خاص مطلب نہیں نکلتا۔ قادیاں میں شدتِ طاعون کا مرزا صاحب خود ہی اقرار کرتے ہیں حقیقۃ الوحی ص۲۲۴ میں ہے کہ طاعون کے دنوں میں جبکہ قادیاں میں طاعون
10 زوروں پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا اور ص۲۳۲ میں ذرا اس مطلب کو دبی زبان سے لکھا ہے کہ ایکدفعہ کسی قدر شدت سے طاعون قادیاں میں ہوئی اب مرزائی گو یہ کہہ سکتے ہیں کہ حفاظتِ قادیاں کا زمانہ دوسرا ہے اور طاعون کا زمانہ اور ہے مگر اہل بصیرت کیلئے ایسی تاویل بالکل غلط ہوگی کیونکہ مرزا صاحب کی ہستی بقول مرزایاں راستبازی کا نمونہ تھی اور آپ تمام عمر قادیاں ہی میں رہے۔ اس لئے جو بھی زمانہ مراد لیا جائیگا اس میں یہ دقت پیش آئیگی کہ مرزا صاحب کی موجودگی میں عام آبادیوں کیطرح وہاں بھی شدت سے طاعون کا حملہ ہوا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ سوچ کر الہام نہیں کیا کرتے تھے بلکہ جلدی سے کچھ لکھ دیا اور جب جھوٹا نکلا تو حاشیہ آرائی شروع کر دی۔ کیا یہ بھی صداقت ہے؟

(۲) نِسیان۔ اس کے متعلق براہین احمدیہ کا وجود ہی کافی ثبوت ہے کہ اس میں دعویٰ تو یہ کیا ہے کہ تین سو دلائل صداقت اسلام پر پیش کیئے جائیں گے مگر آگے چل کر سب کچھ بھول گئے یعنی ساری براہین میں ایک دلیل بھی مستقل پیرایہ میں پیش نہیں کر سکے اور دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس میں اعلان مقدمہ چار فصلیں اور ایک خاتمہ ہوگا مگر کتاب شروع ہوئی تو اعلان میں مخالفین کے سامنے اس قدر بیجا شرطیں پیش کیں کہ دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے صرف اپنی بچاؤ کی صورت نکالی تھی ورنہ کوئی ذی عقل نہ ہی ایسے شرائط پیش کرتا ہے اور نہ ہی انکو قبول کر سکتا ہے اعلان کے بعد جب مقدمہ شروع ہوتا ہے تو اپنی کتاب کی تعریف میں فوائد لکھتے لکھتے دور تک چلے گئے ہیں اور کم از کم دس خوبیاں بیان کر کے کتاب کو لاجواب ثابت کیا ہے اور چوتھے فصل میں تین سو دلائل کا دعویٰ پیش کیا ہے جنمیں سے صرف ایک دلیل شروع کی ہے اور وہ بھی پوری نہیں کر سکے خدا خدا کر کے جب متترمہ

ختم ہوتا ہے تو فصل اوّل شروع ہو جاتی ہے اور اس میں دس تک تمہیدیں چلی گئی ہیں اور پانچویں تمہید میں بیان کیا ہے کہ معجزہ اور شعبدہ یکساں نہیں ہوتے اور شعبدہ کی تشریح میں حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کی بنیاد ایک **حوض قدیم** بتائی ہے کہ اس کے پانی سے لوگوں کا علاج کرتے تھے گویا آپکی متعلق اپنی طرف سے شطارہ اور شعبدہ کا لفظ استعمال کیا ہے فصل اوّل جب ختم ہو جاتی ہے تو تین فصلوں کا خیال قائم نہیں رہا فوراً ان کی جگہ باب اوّل شروع کر دیا ہے جس کا وعدہ شروع میں نہیں کیا تھا پھر ایسا نسیان ہوا کہ دوسرا باب بھی لکھنا بھول گئے اور کتاب ختم ہو گئی ہاں یہ جدّت ضرور دکھائی ہے کہ حواشی در حواشی لکھکر ناظرین کیلئے ایک گورکھ دھندا بنا دیا ہے جنمیں سے گیارہواں حاشیہ تردید آریہ میں تفسیر سورۂ فاتحہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور آریوں کو مطاعن و مثالب کے پیرایہ میں دعوت مقابلہ دیتا ہے اور حاشیہ علی الحاشیہ نمبر ۴ میں برہمو سماج پر حملہ کھول کر طعن و تشنیع کئی ہیں اور اشتعال آمیز باتوں سے اُن کی خوب خبر لی ہے اور ثابت کیا ہے کہ برہمو سماج کا یہ خیال غلط ہے کہ الہام نہیں ہو سکتا۔ اسکے ثبوت میں اپنی الہام لکھنے شروع کر دیئے ہیں جو عربی فارسی انگریزی خالص اور انگریزی غیر خالص میں دکھائی دیتے ہیں۔ اس موقعہ پر مرزائی کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے تین سو دلائل ضمنی طور پر بیان کر دئے ہیں مگر ہمارا مطالبہ تو اسی طرز بیان کا ہے کہ جس طرز میں پہلے استدلال کو بیان کرنا شروع کر دیا تھا اگر ضمنی ہی بیان مطلوب تھا تو پہلے استدلال کو صریحی طور پر بیان کرنا کیوں شروع کیا تھا؟ لیکن جب ایفاء وعدہ میں نسیان ہو گیا ہے تو مرزائیوں کا فرض ہے کہ جب مرزا صاحب نے اپنا مراق تسلیم کیا ہے تو مرزائی نسیان بھی ضرور تسلیم کر لیں اس موقعہ پر ازالہ ص۹۴ کا بیان بھی باعث استعجاب ہے کہ مسیح علیہ السلام کو صلیب پر تین گھنٹے گذرے تھے پھر ص۳۲۲ پر لکھا ہے کہ نہیں صرف دو گھنٹے اخیر فٹ۳ میں ارشاد ہوا ہے کہ چند منٹ ہی گذرے تھے کہ مسیح کو صلیب سے اتار لیا گیا۔ بہر حال مراق کی تائید کیلئے یہ بیان اکسیر کا حکم رکھتا ہے ؛

(۴) تعلّی بھی مالیخولیا کا وصف لازم ہے۔ طب کی کتابوں میں حکایات المجانین مطالعہ کرو تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ جن خاندہ اشخاص کو مالیخولیا شروع ہو گیا اُن میں سے چند ایسے بھی تھے

کہ انہوں نے اپنے آپکو فرشتہ، پیغمبر یا خود خدا ہی تصور کر لیا تھا اور انہیں تحقیر کا ایسا مادہ پیدا ہو گیا تھا کہ کسی کو اپنا ہمسر تصور نہیں کرتے تھے چنانچہ مرزا صاحب میں بھی بعینہٖ یہی اوصاف موجود ہیں۔
(۱۱) (الف) حضرت مسیح علیہ السلام کی تحقیر کرتے ہوئے ضمیمہ انجام آتھم میں ابتدائی صفحات پر لکھتے ہیں کہ نعوذ باللہ بچارے مسیح کی پیشینگویاں یہی تھیں کہ قحط پڑیگا۔ طاعون آئیگا۔ زلزلے آئینگے جو شخص ایسے اقوال کو پیشینگوئی تصور کرتا ہے اسپر خدا کی لعنت ہو تو پھر کیوں مسیح اسرائیلی نے ایسے اقوال کو پیشگوئیاں بنا لیا تھا۔ درحقیقت اسکے ہاتھ میں سوائے مکر و چالاکی کے کچھ نہ تھا۔ عیسائیوں نے اگرچہ مسیح کے معجزات بیان کیے ہیں مگر دراصل کوئی معجزہ بھی اس سے پیدا نہیں ہوا۔ اور جسکی تین دادیاں زناکار ہوں۔ بھلا وہ شخص کیونکر اپنے آپ کو شریف النسب قرار دیسکتا ہے ممکن ہے کہ مسیح اس رشتہ کے سبب ہی رنڈیوں سے تیل کی مالش کرایا کرتا ہو ورنہ کون متقی گوارا کر سکتا ہے کہ رنڈیاں اپنی کمائی سے اسکے سر پر
۱۲ تیل لگائیں اور عطر ملیں یا پاؤں اپنے بالوں سے جھسیں۔ اعجاز احمدی صفحہ ۱۳ میں ہے کہ اس سے تو یحییٰ نبی ہی اچھا تھا کیونکہ نہ تو اس نے شراب پی تھی اور نہ ہی غیر محرم عورتوں نے اسکو چھوا تھا۔ مسیح کی تو تین پیشینگویاں بھی غلط نکلی تھیں۔ ازالۃ الاوہام کے صفحات ۱۲۰ سے ۱۳۰ تک مطالعہ کرنے سے مرزا صاحب یوں کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ مسیح تو
۱۳ اپنے باپ یوسف کیساتھ مصر میں بائیس سال تک بڑھئی کا کام کرتا رہا ہے اور جو شعبدے اس نے ظاہر کیے ہیں اگر میں انکو اپنی کسر شان نہ سمجھتا تو میں اس سے بازی لیجاتا مسیح نے مصر سے جو کچھ سیکھا تھا۔ اس سے ظاہری بیماریاں دور کر سکتا تھا مگر اندرونی بیماریاں اس سے دور نہ ہو سکتی تھیں۔ الغرض سامری کیطرح اسکے تمام معجزات شعبدے تھے فتح المسیح صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں کہ مسیح کی چند دادیاں متعہ کی مرتکب ہوئی تھیں بلکہ خالص زنا کی مرتکب ہوئی تھیں۔ کشتی نوح صفحہ ۱۶ میں لکھتے ہیں کہ مریم پر لوگ معترض ہیں کہ اسنے تارک الدنیا ہونے کا طریق چھوڑ کر یوسف سے کیوں نکاح کیا؟ حالانکہ یوسف کی پہلی بیوی موجود تھی۔

میں کہتا ہوں کہ وہ مجبور تھی۔ کیونکہ اسکو حمل ظاہر ہو چکا تھا۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹/۱۵۵ میں لکھتے ہیں کہ مجھے
(۱۴) شروع شروع میں شرم[۱۴] آتی تھی کہ مسیح کے مقابلہ میں اپنی شان بڑھاؤں مگر جب مجھے
یقین ہو گیا کہ میں نبی ہوں تو میں نے وہ عقیدہ چھوڑ دیا آج اگر مسیح میرے زمانہ میں ہوتا
واللہ جسقدر مجھ سے خوارق صادر ہوتے ہیں اس سے نہ صادر ہوتے اور جب خدا و رسول
نے بلکہ تمام انبیاء نے مسیح آخرالزمان کی شان بڑھائی ہے تو میں مسیح پر فوقیت کا دم کیوں
(۱۵) نہ بھروں۔ دافع البلاء ص ۱۳ پر مذکور ہے کہ خدا[۱۵] ئے تعالیٰ نے اس امت میں مسیح آخرالزمان
بھیجا ہے جو مسیح ناصری سے افضل ہے اور اسکا نام غلام احمد رکھا ہے۔ کشتی نوح ص ۶۵
(۱۶) میں مذکور ہے کہ مسیح شراب[۱۶] پیتا تھا۔ پس یہی وجہ ہے کہ یورپین اقوام سب کی سب شراب
پیتی ہیں۔ مرزا صاحب کا مشہور شعر ہے کہ ؎

(۱۷) ابن[۱۷] مریم کے ذکر کو چھوڑ دو — اس سے بہتر غلام احمد ہے (دافع البلاء)

قصیدہ الہامیہ میں یوں کہا ہے کہ عیسیٰ کجاست کو بنہد پا بہ منبرم۔

اس موقعہ پر یوں عذر کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے یسوع کو برا کہا ہے یعنی اس فرضی انسان کو جسے عیسائیوں نے خدا کا بیٹا بنا رکھا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برا نہیں کہا جسکی تعریف قرآن کرتا ہے۔ سو اسکا جواب نیچے کی حکایت سے دیا جاسکتا ہے کہ وہ منطقی اپنی ماں کو گالیاں دیتے تھے کسی نے روکا تو جواب دینے لگے کہ ماں کا تعلق ہم دونوں سے ہے اور ہم میاں سے جو بھی جب اسے گالیاں دیتا ہے اسی وقت اپنا تعلق نظر انداز کر دیتا ہے اور اس حیثیت سے اسکو دیکھتا ہے کہ دوسرے کی ماں ہے میری ماں نہیں ہے۔ مرزا صاحب کا طرز کلام اگر بطور نقل ہوتا تو قابل اعتراض نہ تھا۔ یا عیسائیوں کے مسلمات کو پیش کر کے کوئی سخت سست لفظ لکھدیتے تو ایک حد تک قابل درگذر تھا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ "نبی کی ہتک کسی طرح بھی جائز نہیں ہوتی"۔ اور بعض الفاظ ایسے ہیں کہ انمیں کوئی تاویل چل ہی نہیں سکتی چنانچہ "اس سے بہتر غلام احمد ہے" کے فقرہ میں صاف

ہے کہ اپنے آپکو بڑھا کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی (نہ کہ مسیح کی) تحقیر کی ہے۔ "عیسےٰ کجاست" کا فقرہ عام محاورہ میں بڑے زور کی تحقیر ہوتی ہے اور جو تاویلیں کیجاتی ہیں وہ سب کی سب اس الہام سے باطل ہوجاتی ہیں کہ پہلے مجھے معلوم نہ تھا مگر اب میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام پر اپنی فضیلت کیوں ظاہر نہ کروں؟ کہا جاتا ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کا ادنےٰ غلام حضرت مسیح علیہ السلام پر فوقیت رکھتا ہے تو حضور کی ہی تعریف نکلتی ہے مگر اس امر کا خیال نہیں رکھا گیا کہ حضور کی تعریف اسی صورتیں موزون ہوتی ہے کہ آپکے ارشاد کے خلاف نہ ہو ورنہ مردود ہوگی۔ آپکا ارشاد ہے کہ "میری تعریف ایسی نہ کرو کہ جسمیں دوسرے نبی کی توہین ہو" اور ہم دیکھتے ہیں کہ صراحتًہ نبی علیہ السلام کی تعریف تو کجا اپنی ہی تعریف میں مرزا صاحب مست ہیں ؛

(ب) مرزائی تعلیم کی ابتدائی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کا طرز کلام بہت دلآزار تھا۔ عربی میں جو نظم یا نثر لکھی ہے اسمیں بہت سا حصہ آپنے اغیار کو گالیاں دینے میں صرف کردیا ہے اُردو میں بھی جہاں کہیں موقعہ پایا ہے خوب دل کھولکر گندے الفاظ استعمال کئے ہیں اور نام لے لیکر گالیاں دی ہیں۔ عذر کیا جاتا ہے کہ قرآن میں بھی تو صم بکم عمی وغیرہ کہا گیا ہے مگر مرزائی یہ نہیں سوچتے کہ قرآن شریف کا طرز کلام عام الفاظ میں اور واقعیت پر مبنی ہے لیکن مرزا صاحب کا کلام نام لیکر خصوصیت سے اغیار کی تحقیر کرتا ہے اور ایسے سنگین الفاظ استعمال کیئے ہیں کہ گنوار بھی ان کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں۔ مرزائی اسکا جواب یوں بھی دیتے ہیں کہ انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کا وعظ منقول ہے کہ جسمیں آپ نے اغیار کو سانپ کے بچے وغیرہ کہا تھا مگر مرزا صاحب کے کلام میں اور حضرت کے کلام میں پھر بھی عقل سلیم کے نزدیک ہزاروں کوس کا فرق ہے کیونکہ آپ نے بھی کسی شخص کو نام لیکر گالیاں نہیں دیں اور نہ ہی ایسے ثقیل لفظ استعمال کئے ہیں جو مرزا صاحب نے استعمال کئے ہیں۔ مثال

کے لیئے قصیدہ اعجازیہ مطالعہ کرو۔ اور دیکھو کہ کس طرح جناب پیر مہر علی شاہ صاحب اور مولوی ثناءاللہ صاحب امرت سری کو نام لے کر گندے الفاظ سے یاد کیا ہے حالانکہ ان دونوں نے اپنی تصانیف میں صراحتہً تہذیب سے گرا ہوا کوئی لفظ بھی مرزا صاحب کے حق میں استعمال نہیں کیا شائد یہ عذر ہو کہ انہوں نے مرزا کو دجّال وغیرہ لکھا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مذہبی لفظ تھا اس کی جواب میں مرزا صاحب نے بھی تو کسر نہیں چھوڑی لیکن اس موقعہ پر بحث تو تہذیبی الفاظ میں ہے۔ کہ مرزا صاحب نے کہاں تک اس سے دور چلے گئے ہیں ناظرین خود ہی آئندہ نظم و نثر میں معلوم کر لیں گے۔ کہ گندہ دہنی کس قدر قادیانی مسیح نے کی ہے۔ ہاں طبی نکتہ خیال سے جو کچھ بھی مرزا صاحب نے گنواروں کی طرح گالیاں دی ہیں ان کا حق تھا کیونکہ آپ مراقی تھے۔ اور مراقی کو تھوڑی بات پر بہت جلد طیش آجاتا ہے۔ جس کو تقدس کے گرویدہ مرید شان جلالی سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور اغیار کی نظر ایسی مقدس ہستی کو ادنےٰ تہذیب کی بھی مالک نہیں سمجھتی۔

(ج) تحقیر اقوال میں آکر احادیث صحیحہ کے متعلق تو صاف ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ کی زندگی میں احادیث کی صحت و سقم کا معیار آپ ہی کی رائے ہوگی۔ یہ مسیح جسے چاہے اپنے حالات کے موافق سمجھ کر صحیح تصوّر کرے۔ اور جسے چاہے ردّی کی ٹوکری میں پھینک دے جس کا صاف مطلب یوں نکلتا ہے کہ آج تک اُمّت محمدیہ کے ناقدان احادیث جس قدر بھی گذرے ہیں وہ سب کے سب تنقید حدیث کے اصُول سے بے خبر تھے۔ اور اگر بے خبر نہ تھے۔ تو یُوں ماننا پڑتا ہے۔ کہ ان کے زمانہ میں معیار تصحیح اور تھا۔ اور مرزا صاحب کے زمانہ میں دوسرا معیار قایم ہوا ہے۔ اور یہ صاف مراق ہے۔ کیونکہ سچّائی اور صحّت کے اصول کبھی بدل نہیں سکتے

(د) تحقیر عقائد میں یوں کہا ہے کہ عیسائیوں نے در پردہ اسلام قبول کر کے اپنے عقائد پھیلانے شروع کر دیئے تھے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی فوقیت ثابت کرنا چاہتے تھے اسلیئے انہوں نے رسُول اللہ علیہ وسلم کے ذمّہ افتراء باندھ کر یہ عقیدہ منوایا کہ حضرت مسیح ابھی

تک آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اور اخیر زمانہ میں بھی وہی آسمان سے اتر کر اسلام کو روشن کریں گے گویا اسلام حضرت مسیح علیہ السلام ہی کی نصرت و اعانت کا محتاج ہے۔ پھر لکھا ہے کہ حیات مسیح کا عقیدہ شرک اکبر ہے اور شرک کا بڑا ستون ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ شیطان کی تقلید میں یہ عقیدہ گھڑا گیا ہے۔ کیونکہ خدا ہی حی و قیوم ہے اور حضرت مسیح بھی ابھی تک حی و قیوم تسلیم کیئے جاتے ہیں۔ گویا مرزا صاحب نے صاف لکھدیا ہے کہ میرے کے پہلے تمام اُمت محمدیہ نعوذ باللہ مشرک تھی اور جبتک کہ سرسید کی تعلیم سے متاثر نہ ہوئے وہ خود بھی حیات مسیح کا قول کرنے سے مشرک ہے۔ یہ ایک مسلّمہ اصُول ہے کہ مشرک مدعی نبوت نہیں ہو سکتا سوائے اس شخص کے کہ جس کو مراق سے دوران سر کا عارضہ نہ ہو۔

(۵) بلند پروازی۔ مریض مراق جب اپنے خیالات سوداویہ میں بدمست رہتا ہے تو دماغی خشکی کے باعث ایک دفعہ جو خیال دماغ میں بیٹھ گیا نکل نہیں سکتا بلکہ اس کی حاشیہ آرائی میں دُور تک چلا جاتا ہے۔ مرزا صاحب کو چونکہ شروع میں کتب بینی کا مرض لگا ہوا تھا اسلئے اپنے تقدس کا خیال یہاں تک بڑھ گیا کہ جب مناظرہ میں کچھ جواب نہ بن پڑتا تو بداخلاقیوں اور ذاتی اتہامات کی بنا پر مدمقابل کے حق میں بددعائیں کرنے لگ جاتے تھے جس سے اپنے بچاؤ کی صُورت پیدا کر لیتے اور اصل موضوع بحث سے مدمقابل کو ایسا غافل کرتے کہ اسکو اپنی جان کے لالے پڑ جاتے اور آخر یہ مبحث قرار پاتا کہ آیا یہ بددعا سچی ہے یا نہیں۔ بہرحال مرزا صاحب کی جو بھی تحریر ہو گی۔ یا جو بھی مناظرہ پڑھو گے۔ اس میں اپنے تقدس کی تمہید ساتھ ساتھ چلتی ہوئی نظر آئے گی۔ کیونکہ امراض سوداوی میں جب مواد سر میں جمع ہو جاتا ہے تو کبر اور نخوت کی بیماری بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس میں انسان یہی سمجھتا ہے۔ کہ ہمچو من دیگرے نیست۔ اب ہم ذیل میں اپنے تمام بیانات کی سند خود مرزا صاحب کے کلام سے ہی پیش کرتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب نے درثمین کی آخری نظموں میں لکھا ہے کہ مرزائی پارٹی کے سوا دنیا میں کوئی انسان نہیں ہے۔ سب جانور ہیں۔ احادیث قابل اعتبار نہیں رہیں مرزا صاحب کو خود خدا نے سمجھا دیا ہے

کہ مسیح وفات پاچکے ہیں۔ وحی جاری ہے نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ حیات مسیح کا قول شرک اور تقلید شیطان ہے اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ تناسخ کے طور پر آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک جس قدر نبی گذرے ہیں انہیں مرزا کی روح بار ہا مختلف روپ لے کر ظاہر ہوتی رہی ہے۔ گویا تناسخ کا مسئلہ اس کے نزدیک اپنے عقائد کا اصل اصول تھا۔

انتخاب نظم درثمین

چھوڑ کر فرقاں کو آثارِ مخالف پر جمے — سر پہ مسلم اور بخاری کے دیا ناحق کا بار

جبکہ ہے امکان کذب و کجروی اخبار میں — پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب انہیں پر انحصار

جبکہ ہم نے نورِ حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے — جبکہ خود وحی خدا نے دی خبر یہ بار بار

پھر یقیں کو چھوڑ کر کیوں کر گمانوں پر چلیں — خود کہو رویت ہے بہتر یا نقول پر غبار؟

تفرقہ اسلام میں لفظوں کی کثرت سے ہوا — جس سے ظاہر ہے کہ راہ نقل ہی بے اعتبار

صد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر — ہوگئے شیطاں کے چیلے گردنِ دیں پر سوار

نقل کی تھی اِک خطا کاری مسیحا کی حیات — جس سے دیں نصرانیت کا ہوگیا خدمتگذار

موت عیسیٰ کی شہادت دی خدا نے صاف صاف — پھر احادیث مخالف رکھتی ہیں کیا اعتبار؟

گر گماں صحت کا ہو پھر قابل تاویل ہیں — کیا حدیثوں کیلئے فرقاں پہ کر سکتے ہو وار

گردنوں میں ان کے ہے سب عام لوگوں کا گناہ — جس کے وعظوں سے جہاں کے آگیا دل میں غبار

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک! — میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرش ربّ العالمین — قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اترا مجھ میں یار

ابن مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے — نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی — کوئی ہے روباہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

یاد وہ دن جبکہ کہتے تھے یہ سب ارکانِ دین — مہدئ موعود حق اب جلد ہوگا آشکار

پھر وہ دن جب آگئے اور چودھویں آئی صدی — سب سے اول ہوگئے منکر یہی دیں کے منار

ہے غضب کہتے ہیں اب وحیِ خدا[23] مفقود ہے
اب قیامت تک ہے اس اُمّت[24] کا قصوں پر مدار

نعمتیں دیں میرے مولیٰ نے وہ اپنی فضل سے
جن سے ہیں معنے اَتممتُ[25] علیکُم آشکار

مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر[26]
یہ تو ہے سب شکل انکی ہم تو ہیں آئینہ دار

ساٹھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی
سال ہے اب تیسواں[27] دعوے پہ از روئے شمار

تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں[28]
جبکہ میں نے وحیِ ربّانی سے پایا افتخار

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے[29]
وہ ہمارا ہو گیا اس کے ہوئے ہم جاں نثار[30]

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں[31]
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

اک شجر ہوں[32] جسکو داؤدی شکل کے پھل لگے[33]
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار[34]

پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب[35]
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

ملّتِ احمد کی ڈالی تھی جو مالک نے بنا
آج پوری ہو گئی ہے[36] اے عزیزانِ دیار

اِسمعُوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح[37]
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار[38]

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
این دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار[39]

آسماں میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ[40]
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے[41] تاریک و تار

تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کیلئے[42]
تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اسکی معرفت کا چمن نا تمام ہے[43]

دنیا میں جس قدر ہیں مذاہب کا شور و شر
سب قصہ گو ہیں نور نہیں اک ذرّہ بھر

پر یہ کلام نور خدا کو دکھاتا ہے[44]
اس کی طرف نشانوں کی جلوے لاتا ہے

اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت فاتحہ اتاری ہے
اس پاک دل پہ جسکی وہ صورت پیاری ہے

یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے[45]
یہ میرے صدق دعوے پہ مُہر الٰہ ہے

پھر میری بعد اوروں کی ہے انتظار کیا   توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

چن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا[٤٧] کیلئے   سب سے پہلے یہ کرم ہے میرے جاناں تیرا ۲۰

ابن مریم مرگیا[٤٨] حق کی قسم !   داخل جنت ہوا وہ محترم ۲۱
مارتا ہے اس کو قرآں[٤٩] سربسر   اس کی مرجانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے   ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے
کوئی مردوں سے کبھی آیا نہیں   یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں
عہد شد از کردگار بیچگوں !   غور کن در اِنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ

برخلاف نَصّ یہ کیا جوش ہے   سوچ کر دیکھو اگر کچھ ہوش ہے ۲۲
کیوں بنایا ابن مریم کو خدا[٥٢]   سُنّتِ اللہ سے وہ کیوں باہر رہا
مرگئے سب پر وہ مرنے سے بچا   اب تلک آئی نہیں اس پر فنا
مولوی صاحب یہی توحید[٥٣] ہے!   سچ کہو کس دیو[٥٤] کی تقلید ہے؟
کیا یہی توحیدِ حق کا راز تھا؟   جس پہ برسوں سے تمہیں اِک ناز تھا

آؤ لوگو! کہ یہاں نورِ[٥٥] خدا پاؤ گے   لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے ۲۳
آج ان نوروں کا اِک زور ہے اس عاجز پر   دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا[٥٦] ہم نے
جب سے یہ نور ملا نورِ پیغمبر سے ہمیں!   ذات سے حق[٥٧] کی وجود اپنا ملایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمد[٥٨] سے میری جاں کو مدام   دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں[٥٩] اُن لوگوں کو   رحم ہے جوش میں[٦٠] اور غیظ گھٹایا ہم نے

زعم میں ان کے مسیحائی کا دعویٰ میرا — افتراء ہے جسے از خود ہے بنایا ہم نے

چن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کے لئے — سب سے پہلے یہ کرم ہے میری جاناں تیرا
کس کے دل میں یہ ارادے تھے یہ تھی کس کو خبر؟ — کون کہتا تھا کہ یہ ہے بخت درخشاں تیرا

ضمیمہ انجام آتھم میں اپنی تہذیب کا ایسے فقروں میں پورا ثبوت دیا ہے کہ اے ظالم مولویاں! اے بدذات فرقہ مولویاں! ناداں جاہل اور بے سمجھ کا لفظ تو آپ کے نزدیک معمولی تہذیب تھی۔ کیونکہ آپ کو خدائی کا دعویٰ تھا تو پھر کون بشر ہے کہ مقابلہ میں آ کر ایسے لفظ کا مستوجب نہ ہوتا؟ حقیقۃ الوحی ص۸۴ میں اپنے وحی کو عام کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ قرآن شریف تو میرے منہ کی باتیں ہیں۔ مرید اگرچہ اس کی تاویل کریں گے مگر ہم اس طرز ادا سے یہ ضرور نتیجہ نکالیں گے کہ قرآن شریف کو مرزا صاحب نے بالکل معمولی کلام سمجھا ہوا تھا۔ آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷ میں آپ نے بالکل ہی تہذیب کو جواب دیدیا ہے۔ جناب درافشانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "میرے نہ ماننے والے حرامزادے ہیں" خوب! مدعی نبوت اور یہ حیا سوز فقرے!!! مرزائی ان فقرات کی خواہ کچھ تاویل کریں۔ مگر ہمارے نزدیک تو صرف ایک ہی تاویل ہے وہ یہ کہ مراقی آدمی آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور تقدس کی آڑ میں جو کچھ بھی کہہ گذرے کفش بردار اور کاسہ لیس سبحان اللہ کی گونج سے اس کو شان جلالی کا نام دیا کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ کبھی خیال نہیں کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (لم یکن فحاشاً) تو فحش گوئی سے کوسوں دور تھے۔ اور (کان المرزا فحاشاً) آپ فحش گو تھے۔ اب اتباع رسول میں انعکاس کا دعویٰ اور ظل اور بروز کا ادعاء کیسے ہو سکتا ہے؟

ہم اس موقعہ پر ناظرین کو یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا بنیادی اصول صرف وہی تھا جو انتخاب درثمین میں یا اس کے بعض چیدہ چیدہ فقرات میں مذکور ہو چکا ہے۔ اسی اصول کو کئی طرز پر اپنی تمام کتابوں میں شائع کیا ہے۔ اور انہیں ساٹھ امور مذکورۃ الصدر کو دہراتے دہراتے ساٹھ ستر

کتابیں لکھ ماری ہیں۔ سردست ہم آپ کے عقائد پر بحث نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مرزائی مذہب کا بُعد مذہب اسلام سے کن وجُوہات اور کس درجہ پر ہے۔ عام لوگ کہا کرتے ہیں کہ وہ بھی اہل سنت ہیں اور اہل قبلہ ہیں ان کو کیوں خارج از اسلام سمجھا جاتا ہے؟ لیکن ان کی لاپرواہی ہے یا بے سمجھی ہے کہ جب اس مذہب کے عقائد۔ تمدن۔ فروعات مذہبیہ ہم سے الگ ہیں۔ اور توہین انبیاء یا تحقیر امت ان کے نزدیک ایک ضروری عقیدہ ہے تو کس طرح اہل سنت والجماعت میں داخل ہونے کے مستحق ہو سکتے ہیں!

ناظرین ذرہ غور کر کے یہ بھی سمجھ لیں کہ لاہوری پارٹی کے عقائد بھی وہی ہیں، جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں اب جو لوگ ان کو قادیانیوں سے ہلکا سمجھتے ہیں سخت غلطی پر ہیں۔ ھداہم اللہ تعالیٰ

متذکرہ بالا اشعار کا مطلب سلیس نثر میں یُوں ہے کہ حیات[1] مسیح کا قول خلاف قرآن ہے اور امام مسلم[2] و بخاری کے ذمہ افتراء ہے۔ ورنہ وہ بھی وفات مسیح کے قائل تھے۔ احادیث[3] میں کذب و کجروی ہے اس لئے ان پر اعتبار کرنے والے احمق ہیں۔ میں[4] نے (مرزا نے) اپنی آنکھ سے خدا کا دیدار کیا ہے اور خدا نے اپنی[5] زبانی بتایا ہے کہ مسیح مر گیا ہے اس[6] لیئے تمہاری شنید میری دید کے مقابلہ میں کب برابر اتر سکتی ہے۔ احادیث[7] کے لفظ چونکہ مختلف ہوتے ہیں اس لیئے لوگوں میں اختلاف پڑ گیا ہو اور سب احادیث کا اعتبار جاتا رہا ہے احادیث[8] کے ماننے والے (عالم محدث امام سب کے سب) شیطان کے چیلے ہیں۔ احادیث نے یہ غلط مسئلہ[9] بتایا ہے کہ مسیح زندہ ہے۔ احادیث کے رُو سے اسلام عیسائیت کا ماتحت ہو گیا ہے۔ قرآن[11] نے مسیح کو صاف مردہ ذکر کیا ہے۔ اب احادیث کا اعتبار ہی کیا ہے بالفرض اگر صحیح[12] مانی جائیں۔ تو ان میں تاویل ہو سکتی ہے اور[13] احادیث مان کر قرآن پر حملہ کرنا کفر ہے جن[14] لوگوں نے وعظ کے ذریعہ حیات مسیح کا عقیدہ شائع کیا ہے۔ تمام سننے والوں کا گناہ ان کی گردن پر ہو گا۔ حیات مسیح کی تردید کر کے اپنا تقدس بیان کیا ہے کہ میں نے ہی نسل انسان[15] کو کمال تک پہنچایا ہے خدا میرے[16] دل میں ہے۔ قاب توسین[17] سے بڑھ کر میرا تقرب ہے۔ کہ خدا نے میرے اندر ڈیرہ لگا دیا[18] ہے۔ میں خود مسیح ہوں[19] مگر وہ فرضی مسیح نہیں جو آسمان سے اُتر کر تمہیں آملے گا۔ میں امام مہدی[20]

ہوں۔ مگر وہ نہیں کہ جس کو تم امام مہدی سمجھ رہے ہو۔ کیونکہ تم تو انسان ہی نہیں ہو بلکہ جانور ہو۔ لومڑ[۲۰] سؤر۔ اور سانپ کی طرح تم چالبازی بے غیرتی اور ایذا رسانی میں لگے رہتے ہو تم کو انسان کون کہہ سکتا ہے (انسان دیکھنے ہوں تو قادیان میں آؤ۔ تم کو بڑے لمبے چوڑے انسان دکھائے جائینگے) چونکہ شروع شروع میں عام مولوی صاحبان مرزا صاحب کو دلی سمجھتے تھے مگر جب مرزا صاحب کے مراق پر ان کو اطلاع مل گئی۔ تو سب کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اس لئے اپنے دوستوں کو مخاطب ہو کر کہا ہی کہ تم خود[۲۱] ہی کہتے تھے کہ امام مہدی آنے والا ہی اب جبکہ میں آگیا ہوں تو بھاگتے کیوں ہو ثابت[۲۲] ہؤا۔ کہ تم منکر اسلام ہو یہ بالکل ناممکن ہے کہ وحی[۲۳] بند ہو ورنہ یہود و نصاریٰ اور ہنود کی طرح ہم بھی روایات سے ثابت کیا کریں گے کہ نبی آیا کرتے تھے اسلئے ضروری[۲۴] ہی کہ مجھے نبی تسلیم کرو تاکہ ان کو وحی اور نبوت کا نمونہ سامنے پیش کیا جائے[۲۵]۔ کہ دیکھو اسلام میں یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہی ورنہ تم بھی نبی بن کر دکھلاؤ۔ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی[۲۶] سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہدِ مبارک نہیں بلکہ میرا زمانہ مراد ہی مفسرین جاہل تھے۔ چونکہ میں نبی ہوں اس لئے مجھے کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ بلکہ میں شیشہ ہوں اور میرے مخالفین کو اپنا ہی کافرانہ چہرہ نظر آتا ہے۔ سچا نبی چالیس سال تک زندہ رہتا ہے[۲۷] میں تیس سال گذار چکا ہوں۔ اور چالیس برس کی عمر میں مجھے وحی آگئی تھی اسلئے میری نبوت کا منکر کافر ہے[۲۸] (افسوس پھر بھی کسر رہ گئی اور نو سال پہلے ہی اپنی تکذیب پر مرزا نے خود ہی مہر لگا دی) تم بیوقوف ہو۔ تم[۲۹] میری قدر نہیں کرتے خدا تو مجھ پر عاشق ہے میں اس کی بلائیں لیتا ہوں اور وہ مجھ پر[۳۰] جان دیتا ہے درحقیقت میں ہی ایک نبی ہوں باقی انبیاء میرا ظل[۳۱] ہیں بلکہ میں[۳۲] خدا ہوں انبیاء کے روپ میں ظاہر ہوتا رہا ہوں اور یہ میرا آخری روپ[۳۳] ہے (یہاں پر تناسخ کا مسئلہ حل کیا ہے) میں ہی داؤد کا باپ ہوں بلکہ میں خود ہی داؤد ہوں میں نے ہی جالوت[۳۴] کو مارا تھا (ارے حضرت خوب کہی) چونکہ میرا[۳۵] نام احمد (قابل تعریف) ہے۔ اس لئے خدا نے مجھکو مسیح تو بنا دیا ہے۔ مگر صلیب پر نہیں چڑھایا تاکہ مسیح ناصری کی طرح ملعون نہ ٹھیرو۔ کیونکہ توریت کے رو سے جو صلیب پر لٹکتا ہے وہ ملعون ہوتا ہے (توہین مسیح میں اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی) محمد رسول اللہ[۳۶] صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیش خیمہ تھے اسلام کی اصلی تکمیل[۳۷]

میرے آنے سے ہوئی ہے آسمان اور زمین سے[۳۸] میری صداقت کی آوازیں آرہی ہیں (مگر صرف آپ نے
ہی سنیں تھیں) اور نعرے لگارہی ہیں کہ میرے[۳۹] مرید بن جاؤ وقت جاتا ہے آسمان[۴۰] میرا گواہ ہے کیونکہ اسپر
[۴۱] دمدار ستارے میری صداقت کیلئے نمودار ہوئے تھے اور شمس و قمر کا گرہن[۴۲] بھی میری علامت ہے قرآن شریف
میں سورہ والشمس میں میرا ہی زمانہ بیان ہوا ہے مرض طاعون[۴۳] بھی میرا تائیدی نشان ہی جو صرف
مخالفین کیلئے مخصوص ہے میرے مریدوں کو کبھی طاعون نہیں پڑیگا اگر طاعون سے بچنا ہے تو میرے مرید
بن جاؤ اور اگر مرید بن کر بھی مر جاؤ تو یہ سمجھو نگا کہ تمہارا دل انکاری تھا۔ اسلیئے جب قادیان میں طاعون
پڑا تھا تو قادیان کی رہنے والے ۳۱۳[۲۶] مر گئے تھے جنمیں سے ایڈیٹر اخبار بدر بھی تھا۔ قرآن شریف کی ۲۶
تعریف میں کہا ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان نبی بن سکتا ہے اور دوسری مذہبی کتابوں سے نبی نہیں
بن سکتا۔ اور نہ ہی خدا کو دیکھ سکتا ہے۔ میرے مرید[۴۴] بنو میں خدا دکھا دوں گا۔ سورۂ فاتحہ کی تعریف میں لکھا ہے
کہ یہ سورت میری ہی صداقت کا نشان[۴۵] ہی۔ کیونکہ اس میں الحمد کا لفظ موجود ہے جس سے میرا نام
احمد مشتق ہوا ہے محمدؐ کا نام جلالی بھی اس سے ہی مشتق تھا۔ مگر وہ گذر چکا ہے اب جمالی رنگ دکھایا
گیا ہے رحمانیت بھی جلالی صفت ہے اسکے بعد رحیمیت جمالی صفت کا اب ظہور ہوا ہے یوم
الدین سے مراد ظہور مسیح کا زمانہ ہے کیونکہ اس وقت حکومت برطانیہ نے انصاف کرنا شروع کر دیا
ہے اور صراط مستقیم نبوت حاصل کرنے کا طریق ہے کہ جس پر چلنے سے ہزاروں آدمی نبی کی مقام
پر پہنچ گئے تھے مگر مسیح کا نام مجھے ہی عنایت ہوا ہے۔ مغضوب علیہم سے فرقہ مولویاں مراد ہے
اور ضالین سے مراد پادری ہیں۔ کیونکہ جب میں محمد بن کر آیا تھا تو ان دو لفظوں سے عرب کے
یہود و نصاریٰ مراد تھے۔ اور اب جبکہ میں احمد کا روپ بدل کر آیا ہوں اور ظل محمدی کہلاتا
ہوں تو مولوی اور پادری بھی پرانے یہودیوں اور پادریوں کے ظل ہوں گے کیونکہ قرآن شریف
میں مذکور ہی کما بدأنا اول خلق نعیدہ ہم جیسے شروع کرتے ہیں ویسے ہی لوٹاتے ہیں تو اسلام
کا آغاز جلالی رنگ میں تھا اب دوسرا دورہ جمالی رنگ میں ہوا ہے تو جس طرح نبوت نے دوسرا پہلو
دکھایا ہی اسی طرح یہودیت اور عیسائیت بھی دوسرا پہلو دکھا رہی ہے (صاحبان اس تحریف قرآنی

پر مرزا صاحب یہ فخر کرتے تھے کہ میرے جیسی تفسیر قرآنی کوئی نہیں لکھ سکتا۔ چنانچہ سورہ فاتحہ کی تفسیر میں اعجاز المسیح لکھی جس پر بہت جیص بیص ہوئی اور اسی کا خلاصہ تفسیر آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے) اے اللہ تو نے مجھ کو ہی مسیح بننے کیلئے منتخب کیا ہے کیونکہ دوسرے اسی نام کے حقدار نہ تھے۔ وفات مسیح قرآن شریف کی تیس آیات سے ثابت ہے اور مردہ کبھی واپس نہیں آتا اسلئے نزول مسیح کا مسئلہ خلاف قرآن ہوا۔ تم مسیح کو خدا سمجھتے ہو اسلئے تم مشرک ہو۔ مولویو! کیا تم اس مسئلہ کے رو سے مشرک اور کافر نہیں ہوا اور شیطان کے چیلے نہیں ہو۔ کیا تم نے حیات مسیح مان کر اسلام اور توحید کا دم بھرا تھا؟

پھر قادیان کی تعریف میں لکھا ہے کہ لوگو! طور موسیٰ کی بجائے طور تسلی قادیان بن گیا ہے ہم اس پر چڑھ کر لوگوں کو خدا کی زیارت کراتے ہیں آج کل خدا کے نور دل میں آمند تے چلے آ رہے ہیں انہوں نے ہر رنگ میں ہم کو رنگ ڈالا ہی مطلب یہ ہے کہ ہم کرشن مہاراج بھی ہیں۔ اتباع رسول سے مجھے یہ نور حاصل ہوئے ہیں اور خدا مجھ سے یکجان ہو گیا ہے۔ اور میں محمد سے یکجان ہو گیا ہوں اس لئے تثلیث کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے اور ختم رسالت کی مہر بھی نہیں ٹوٹی (اس تقریر نے تو مراقیت کا پورا ثبوت دیدیا ہے کیونکہ لگاتار دعوے چلے آتے ہیں اور دلیل ایک بھی نہیں دی) اخیر میں لکھا ہے کہ لوگ مجھے گالیاں دیتے ہیں اور میں ان کا دعاگو ہوں (ہاں ذرہ لوگوں کو جانور۔ سؤر۔ مشرک اور کافر کہدیا تو کیا ہوا ہماری تقدس کے سامنے لوگوں کی کیا جرأت ہے کہ ہماری گندہ زبانیوں کو گالیاں سمجھیں)

۲۷ اب ہم اشعار کا خلاصہ ختم کرکے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب اردو شاعری میں بالکل ہی طفل مکتب تھے۔ ملاحظہ ہو۔ درختوں پر گل دا دوی لگانا۔ پھول کی جگہ پھل استعمال کرنا۔ اور خان کی جگہ خانہ۔ اور یوں کہنا کہ کیا جوڑ ہے ان اشعار کے علاوہ بندش الفاظ بالکل کمزور ہے۔ انشاء اللہ کسی آئندہ مقام پر اس بیان کو مفصل ذکر کیا جائیگا۔ جہاں مرزائیوں کی سلطان القلم کی لیاقت علمی بحث ہوگی

(۱) خدائی دعوی۔ کتب طب مطالعہ معلوم کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ایک مالیخولیا کے بیماروں نے انسانیت سے بڑھ کر دعاوی کیئے تھے۔ اور پیشگویاں بھی کی تھیں۔ جو عموماً سچی نکلتی تھیں۔ مرزا صاحب کو بھی چونکہ دوران سر اور مالیخولیا مراقی تھا اس لیئے یہ کہنا بالکل آسان ہے کہ آپ کا خدائی دعویٰ۔ دعویٰ

نبوت ۔ دعوےٰ مماثلتِ مسیح اور ظل و بروز وغیرہ یہ سب کچھ ان دونوں بیماریوں کا ہی اثر تھا اگر
تقدس کا بھوت نا آپ کو اجازت دیتا اور آپ علاج کراتے تو یقیناً آپ کو اس مخمصہ سے نجات مل جاتی مگر جب دیکھا کہ
مالیخولیا سے ماننا زیادہ ہوتی ہی تو علاج چھوڑ ہی نہیں دیا بلکہ اس میں ترقی کرنے کیلئے وُہ اسباب اختیار کیئے
گئے کہ جن سی تقدس بھی بڑھتا گیا اور دُنیاوی زندگی کا لطف بھی آگیا اور ایسی گدی قایم کر گئے جو جدی
گدی سے بھی بڑھ کر مفید ثابت ہوئی۔

(الف) ظل و بروز۔ پہلے بیان ہوچکا ہی کہ مرزا صاحب کے نزدیک بقول جَرِیُ اللّٰہ فی
حلل الانبیاء تناسخ کا مسئلہ صحیح ہے اور آپ نے دُرثمین کے مذکور الصدر شعروں میں یہ بھی بتایا ہی کہ خود
مرزا صاحب کی رُوح مختلف روپ بدلتی ہوئی آخری رُوپ میں آئی ہے جس سے ہم اس نتیجہ تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا
کا انسان میں رُوپ بدلنا یا ایک روح کا مختلف انسانوں میں تبدیل ہو کر آنا یہ دو عقیدے مرزا صاحب کے نزدیک
تسلیم شدہ تھے اسلیئے اگر آپ یہ دعویٰ کریں کہ میں خدا ہوں یا یوں کہیں کہ خدا مرزا ہی یہ سب کچھ ماننا پڑیگا۔
علیٰ ہٰذا القیاس اگر مرزا صاحب یُوں ارشاد فرمائیں کہ میں محمدؐ ہوں یا یوں لکھیں کہ محمد مرزا ہے تب بھی صحیح
ماننا پڑیگا جیسا کہ آپ کی حسب ذیل تحریرات اس نکتہ آفرینی پر کافی روشنی ڈال رہی ہیں مرزا صاحب ۱۹۰۱ء
سے پہلے اپنا مسلک صاف کرنے کیلئے بڑی جد و جہد سے کام کرتے رہے کہ جس میں ان کو کبھی نبی مُنذر ہونے کا
دعویٰ کرنا پڑا۔ کبھی ختم رسالت کا مسئلہ سنگ راہ واقع ہوا۔ کبھی ظہورِ مہدی و مسیح کی پیشینگوئیاں ہمت بڑھاتی
تھیں اور کبھی مسیح کے متعلق حیات ممات کے شکوک و اوہام کا دفعیہ کرنا پڑتا تھا۔ غرضیکہ ۱۹۰۱ء تک آپنے
یہ تمام دشوار گھاٹیاں طے کر کے آخری منزل مقصود پر پہنچ کر اعلان کر دیا تھا کہ

۲۸ "مجھ کو کوئی حق نہیں ہی کہ رسالت یا نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور
۲۹ جب میں مسلمان ہوں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں ایسا دعویٰ کروں؟ (حمامۃ البشریٰ ص۹۷) جس جگہ میں نے اپنی نبوت
اور رسالت سے انکار کیا ہے اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ میں ایسا رسول یا نبی نہیں ہوں کہ جناب رسالتمآب
کی شریعت کو منسوخ کر کے نئی شریعت آپکے برخلاف قائم کروں اور میں اس سے کبھی انکار نہیں کر سکتا کہ جناب
رسالتمآب کی تابعداری میں مجھے نبوت اور رسالت ضرور ملگئی ہی۔ علاوہ بریں نبی کے دو معنی ہیں ایک وہ جو مستقل

طور پر وحی پاتا ہو تو میں اس معنی کے رُو سے نبی نہیں ہُوں دوسرا معنے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے کثرت کیساتھ مکالمہ پانیوالا بھی نبی ہوتا ہے اور جو خدا کا پیارا غیب کی خبریں خدا کی طرف سے حاصل کرے وہ بھی نبی ہوتا ہے اور جب مجھے مکالمہ الٰہیہ اور اخبار بالغیب حاصل ہیں تو ضرور نبی ہونے کا دعویٰ میری طرف سے صحیح ہوگا جس کا مجھے انکار نہیں ہے اور جو لوگ مجھے اس بنیاد پر کافر کہتے ہیں کہ میں نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے وہ غلطی پر ہیں کیونکہ انکو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارے ہاں نبوّت کا کیا معنے ہے؟ ورنہ کبھی ایسی حرکت نہ کرتے (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

۳۰ کیونکہ یہ ثابت حقیقت ہے کہ اصلی رسالت بالوحی (بغیر اقتداء کے) حضرت آدم علیہ السّلام سے شروع ہوئی اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہو کر ختم ہو گئی ہے اور آپ کے بعد جو شخص نبوت مستقلہ کا دعویٰ کریگا۔ وہ جھوٹا ہے اور کافر ہے (دین الحق صـ۲۰)"

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبوّت کا دعویٰ دو قسم ہے اوّل یہ کہ پہلی شریعت کو منسوخ کرنے کیلئے کیا جاوے جیسا کہ بہائی مذہب میں بہاء اللہ کو مستقل نبی اور ناسخ شریعت اسلامیہ مانا گیا ہے دوم یہ کہ اسلامی خدمات کو اپنے ذمہ لینے کیلئے نبوّت کا دعویٰ کیا جائے اور خدا کی طرف سے الہام پاکر نبوّت کا خطاب حاصل ہو تو اس قسم کا نبی پکا مسلمان ہوتا ہے اور ایسی نبوت کفر نہیں ہے۔

جب مرزا صاحب نے اپنی خانہ زاد منطق سے دو قسم کے ادعائے نبوّت تجویز کر لیئے اور اس اعتراض سے رہائی حاصل کی کہ "جناب سالتماب کے بعد مدعی نبوّت کافر ہوتا ہے" تو دوسری ایک اور مشکل پیش آگئی وہ یہ تھی کہ جناب سالتماب کی نبوّت چونکہ آخری نبوت تھی اسلیئے دعویٰ نبوت جدید اگرچہ تابعداری کی حیثیت میں کیا جائے غلط ہوگا ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ حضور کی نبوت آخری نبوّت نہ تھی۔ مرزا صاحب نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ

۳۱ "جب تابع نبی حضور کا ظل اور سایہ ہوتا ہے اور وہ مانتا ہے کہ حضور کی نبوت ہر طرح سے کامل تھی اور اس کی نبوّت ناقص ہے تو اس کا مطلب یوں ہوا کہ میری نبوت حضور کی نبوّت کا ایک جزو ہے اور اسی میں داخل ہے (۴۷۵ ازالہ)"

۳۲ "کیونکہ مجھے خدا نے اپنے رسول کا بروز بنایا ہے (گویا آپ کی رُوح نے ہی نبوّت کا دعویٰ کیا ہے) اور

جب صورت محمدی کا ظہور ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی اور رسول کہہ کر پکارا اس لیئے میرا نام محمدؐ
اور احمدؐ بھی رکھا گیا۔ اب نبوت محمدیہ محمدؐ کو ہی مل گئی۔ کسی غیر کو نہیں ملی (ایک غلطی کا ازالہ) آئینہ
کمالات اسلام ص۳۴۶ میں ۳۳ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جب کبھی بھی اسلام کے اندرونی فتنے پیدا ہوئے تو ۳۳
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے اہل کمال میں روپ لیا جن کا نام خدا تعالیٰ کے نزدیک
محمدؐ اور احمدؐ رکھا گیا اور ایسے باکمال ظل نبی کہلاتے ہیں اور ایسے نبی ایک نہیں ہزاروں گذری ہیں۔
توضیح المرام ص۱۱ میں ذکر کیا ہی کہ ۳۴ نبوت کاملہ کا دروازہ ہر وقت بند ہی اور نبوت جزویہ کا دروازہ ہر وقت ۳۴
کھلا ہوا ہی جس میں کثرت مکالمہ اور مبشرات و منذرات کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا ضمیمہ حقیقۃ
النبوۃ ص۲۴ میں کہتے ہیں کہ ۳۵ ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی ہے مگر ایک قسم کی نبوت ہر وقت کھلی ہی جس کا مفہوم صرف کثرۃ ۳۵
مکالمہ اور مبشرات و منذرات ہیں لیکن وہ بھی اتباع رسول علیہ السلام سے وابستہ ہے ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ
ص۲۲ میں لکھا ہی کہ میں ۳۶ اپنی نبوت سے مراد صرف کثرہ مکالمہ لیتا ہوں اور ایسی نبوت اہل السنۃ والجماعۃ کے ۳۶
نزدیک بھی تسلیم شدہ امر ہے اور جو شخص اس نبوت کے سوا کسی اور قسم کی نبوت کا مدعی ہی اس پر خدا کی لعنت ہو
چشمہ معرفت ص۳۲۴ میں لکھا ہی کہ حضورؐ ۳۷ کی ذات سے تمام کمالات نبوۃ ختم ہو گئے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہ ۳۷
ہوئی یعنی وہ نبوت جو آپ کی تابعداری سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ آپ کی نبوت کا ہی ظل اور مظہر ہے

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہی کہ "نبوت تابعہ چونکہ ختم رسالت کا ظل ہے اس لیئے اس کا وجود کوئی اور
وجود نہیں ہی بلکہ یہ نبوت نبوت محمدیہ کا مظہر اور جمالی رنگ ہے" بہرحال مرزا صاحب نے تناسخ اور حلول کی
بنیاد پر اپنی نبوت کی عمارت کھڑی کی ہے اور ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہی کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک نبوت
تابعہ جاری ہی کیونکہ صوفیائے کرام نے جن کمالات نبوت کے جاری رہنے کا یقین کیا ہے انکا نام مبشرات
رکھا ہی ان کے نزدیک منصب نبوت ہے اس کو تعبیر کرنا کفر ہے جیسا کہ آئندہ کسی موقعہ پر اس کی تصریح
کی جائے گی چونکہ مرزا صاحب کا دماغ صحیح نہ تھا اس لئے تصریحات صوفیہ کو انہوں نے خواہ مخواہ نبوت
تابعہ سمجھا اور تمام صوفیاء و اولیاء و اصفیاء کو بھی نبی بنا کر چھوڑا حالانکہ امت محمدیہ میں سے کبھی کسی مقبول
بارگاہ یزدانی سے دعوی نبوت نہیں سنا گیا اور اگر نبوت تابعہ صرف کمال اتباع کا نام رکھا جاتا تو تھوڑی

دیر کے لیئے مرزا صاحب کی خانہ زاد اصطلاح کے مطابق ولی اور نبی کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کیا جائے تو مرزا صاحب کا یہ کہنا غلط ہو جائیگا کہ "میرا منکر کافر ہے" حالانکہ کسی ولی پر ایمان لانا اسلام میں ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ مثلاً جناب شیخ المشائخ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رَحِمَہُ اللہُ تعالیٰ تمام اولیأ کے سرتاج مانے گئے ہیں مگر آپ نے یہ نہیں لکھا کہ میرا منکر کافر ہے تو پھر مرزا صاحب کو کیا حق حاصل ہے کہ اپنے منکر کو کافر کہیں اگر کھینچ تان کر یہ ثابت کیا جائے کہ مرزا صاحب چونکہ ظل نبی ہیں ان کا انکار کرنا گویا خود نبی علیہ السلام کا انکار کرنا ہوگا۔ تو یہ استدلال ہر مسلمان تابع رسول کے حق میں بھی جاری ہو سکتا ہے کہ جسکی ظلیت اور اتباع کو مرزا صاحب بھی مانتے ہیں اور اسمیں جناب کی خصوصیت نہیں رہتی اصل بات یہ ہے کہ مراقی الدماغ کو اپنے تقدس کی جب دُھن لگ جاتی ہے تو بے ثبوت باتیں گھڑتا چلا جاتا ہے اور بناء الفاسد علی الفاسد کی بنیاد پر اپنے آپ کو خدا سے جا ملاتا ہے اور جب ثبوت طلب کرو تو جیب خالی نظر آتی ہے۔ ہاں مریدوں کو خوش کرنے کا مصالحہ خوب تیار کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک پیر کے ملفوظات وحی الٰہی کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن جو شخص ابھی تک حلقہ ارادت سے باہر کھڑا ہے اس کے نزدیک سوائے شطحیات کے یہ ملفوظات اور کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہمارے خیال کی تصدیق خود مرزا صاحب کے اقوال ہیں کہ جنہیں عند الصحۃ بیان کیا ہے کہ میرا منکر کافر نہیں ہے۔

چنانچہ اخبار بدر ج ۲۰۱۹ء ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ میں جو اقوال مرزا صاحب کے شائع ہوئی ہیں انمیں
۳۸ لکھا ہے کہ "مرزا صاحب نے اپنی وفات سے پہلے ایک دن فرمایا تھا کہ جو ہم کو کافر نہیں سمجھتا ہم اسے کافر نہیں سمجھتے لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اگر ہم اس کو کافر نہ جانیں تو حدیث شریف کا خلاف ہوگا" اس قول میں اپنے تقدس کو بالائے طاق رکھکر وجہ تکفیر میں اپنی نبوت کو پیش نہیں کیا۔ بلکہ یہ وجہ گذارش ہے کہ مسلمان کو کافر کہنا کفر ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔

(ب) مماثلة بالمسیح علیہ السلام۔ عام لوگ اس اشتباہ میں پڑے رہتے ہیں کہ جب مرزا اول کے نزدیک حضرت عیسےٰ علیہ السلام مر چکے ہیں تو مرزا کہاں سے مسیح بن گیا؟ اور اگر مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی بنکر آئے ہیں تو ان کے صفات ان میں کہاں موجود ہیں؟ اور چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام

کے نازل ہونے سے پہلے ظہور امام مہدی علیہ السلام ضروری تھا تو وہ کب ظاہر ہوئے اور اگر خود ہی مرزا صاحب امام مہدی تھے تو ان میں امام صاحب کا حلیہ اور اوصاف کہاں ملتی ہیں؟ اور یہ شبہ بھی پڑتا ہی کہ جب مرزا صاحب امام مہدی اور حضرت مسیح دونو بنتے ہیں تو دونو کے اوصاف کا ان میں موجود ہونا ممکن ہوگا کیونکہ ایک شخص میں دو آدمیوں کا حلیہ اور صفات کا پایا جانا قرین قیاس نہیں ہی۔ بالخصوص جبکہ ایک جوان ہو اور دوسرا جوانی گذار چکا ہو تو ایسے دو شخصوں کا رنگ ڈھنگ اور وضع قطع بالکل ہی الگ ہوتی ہی اسلئے مرزا صاحب کا دعویٰ بالکل غلط ہے مگر عوام الناس یہ نہیں جانتے کہ مرزا صاحب نے ان مشکلات کو کس طرح حل کر لیا ہوا ہے اور کس طرح ان تمام اعتراضات سے بچکر نکل گئی ہیں کہ غیر احمدی دیکھتے ہی رہ گئے ہیں۔ اور ان حالات کے بعد جب یہ سوالات پیش کیئے جاتے ہیں تو مرزائی مناظر یوں کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ تمکو اسلام کی کچھ بھی خبر نہیں ہی۔ مرزا صاحب بھی ایسے آدمیوں کو اپنی تصانیف میں نادان اور جاہل کہہ گئی ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب نے اس موقعہ پر اپنے مراق کے زور سے یوں تخیل جما رکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو مر گئے ہیں اور جن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام یا عیسیٰ ابن مریم آسمان سی اتریں گے تو چونکہ کوئی مردہ اس دنیا میں واپس نہیں آیا اور نہ آتا ہے اس لیئے اس نزول عیسیٰ سی یہ مراد ہے کہ امت محمدیہ میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا کہ جس کو خدائے تعالیٰ اپنے الہام میں عیسیٰ کے نام سے پکارے گا اور وہ ابن مریم (ایک پاکدامن عورت کا بیٹا) بنکر ظاہر ہوگا تو گویا مسیح کا لفظ تین مقام پر استعمال ہؤا ہے ایک مسیح دجال پر کہ جس سے مراد پادری یا عیسائی لوگ مراد ہیں۔ دوم مسیح ناصری پر جو ابن مریم موضع ناصرہ کے باشندہ تھے اور بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور واقعہ صلیب کے بعد کشمیر میں ۷۰ برس روپوش ہو کر مر گئے اور محلہ خانیار میں دفن ہوئی۔ سوم مسیح محمدی پر جس کی متعلق احادیث میں آیا ہے کہ قتل خنازیر اور کسر صلیب کرے گا جس سی مراد یہ ہے کہ عیسائیوں کا مقابلہ کرے گا اور نصرانیت کو جڑھ سے اکھیڑ دیگا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ لکھکر عیسائی مذہب کی بنیاد کھوکھلی کر دی ہے اور اپنے زمانہ میں مرزا صاحب ہی ہدایت پر قایم ہیں ان کے منکر جس قدر بھی ہیں سب گمراہ یا کافر ہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ لَا مَهْدِيَّ اِلَّا عِيْسٰى (مہدی اور عیسےٰ ایک ہیں) اس لیئے

مرزا صاحب ہی امام مہدی بھی ہیں اور چونکہ مسیح محمدی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ حاکم فیصل ہو کر آئیں گے اس لیئے مرزا صاحب کو پورا اختیار ہے کہ اپنے اجتہاد سے جس مسئلہ اسلامی کو چاہیں مسترد کر دیں اور جس مسئلہ کو چاہیں قبول کریں اور یہی وجہ ہی کہ مرزا صاحب نے تفسیر اپنی گھڑلی ہی اور مطلب کی حدیثیں چن لی ہیں اگرچہ وہ موضوع تھیں باقی احادیث کو ردی کی ٹوکری میں پھینکدیا ہے اگرچہ وہ صحیح اور بالکل سچی تھیں کیونکہ اس وقت احادیث کے صحت وسقم کا معیار صرف مرزا صاحب کی ذاتِ مبارک ہے اور بس۔

ناظرین اس مراقی اور بے دلیل داستان سازی سے بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ مرزا صاحب نے اسلام میں اپنا مذہب قائم کرنے میں کس قدر جرأت سے کام لیا ہی اور کس طرح اسلام کا بھلو بیلڈ الاہی اہل اسلام کو فخر تھا کہ قرآن وحدیث کی مفہوم کو کوئی نہیں بدل سکتا مگر یہاں آکر یہ دعویٰ ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہی۔ کیونکہ مسیح محمدی کا مسئلہ ایجاد کرنا احادیث کی صحت وسقم کا معیار اپنی رائے کو قایم کرنا۔ قرآن شریف کی آیات میں تصرف جدید سے نئے نئے مفہوم پیدا کرنا صاف تبلا رہا ہے کہ مرزا صاحب نے گو لفظ تو اسلام کے تبدیل نہیں کئے۔ مگر معنے اور مفہوم تبدیل کرنے میں ساری کسر نکال دی ہی اور اس پر یہ شوخی دکھلائی ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک قرآن شریف کا ایک حرف یا ایک حرف کا شوشہ بھی منسوخ نہیں ہوا اور بایں ہمہ اپنے الہامات کو قرآن شریف کی طرح قطعی اور وحی ربانی تصور کیا ہی جس سے صاف ظاہر ہے کہ انکے خیال میں قرآن شریف کی تکمیل ان الہامات کے ذریعہ سے ہوئی ہے ورنہ اسلام نامکمل تھا جیسا کہ درثمین کی نظم میں مذکور ہو چکا ہے۔

جن لوگوں نے بہائی مذہب کا مطالعہ کیا ہی وہ سمجھ چکے ہیں کہ جو کچھ بھی مرزا صاحب نے چالیس چلین ہیں سب کی سب بہائی مذہب سے سیکھی ہیں مگر وہ نوعیت میں فرق کر لیا ہی تاکہ لوگوں کو سرقہ مذہبی کا شبہ نہ پڑے فرق صرف اتنا رکھ لیا ہے کہ بہائی مذہب کے بانی نے صاف کہدیا تھا کہ قرآن شریف بحکم آیہ ولکل اجل کتاب اس زمانہ میں قابل تعمیل کتاب نہیں رہی اس لیئے ضرورت تھی کہ دوسری کتاب نازل ہو چنانچہ کتاب اقدس لکھی گئی جس میں اسلام کو منسوخ کر دکھایا اور اسی قسم کے اور رسائل لکھے کہ جن میں مناظرانہ پہلو اختیار کرکے اپنی نبوت

اپنی وحی اور اپنے الہام کو ثابت کیا مگر اہل اسلام نے اس کو کافر مطلق قرار دے کر ایران میں قتل کیا اور اس کی تعلیم کو زندقہ اور ارتداد ثابت کیا جب اسکا ایران میں خاتمہ ہوگیا اور اسکی تعلیم سے مرزا صاحب متاثر ہو چکے تو جناب نے نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا مگر صفائی یہ کی کہ بظاہر اس ایرانی نبی کی خلاف اپنے مذہب کی بنیاد رکھی چنانچہ مرزا صاحب نے قرآن کے الفاظ کو تو نہ بدلا لیکن اس کی مفہوم پر جو تیرہ سو سال سے اہل اسلام مسلمہ طور پر تسلیم کیا جا چکا تھا اپنے الہام کی آڑ میں چھاپہ مارا اور احادیث کا تو سرے سے ہی انکار کر دیا سوائے ان احادیث کے جو ان کے مطلب کی ٹھیریں اور اسی طرز تنسیخ سے ثابت کر دیا کہ ایرانی مسیح (بانی مذہب بھائی) نے قرآن کو قطعاً منسوخ کر دیا اور قابل عمل نہ رہنے دیا تھا مگر مرزا صاحب نے اپنی استادی سے اسکی اندر ہی اندر سے جڑیں اکھیڑ ڈالیں اور بظاہر اسلام کے خیر خواہ۔ درد مند اور مبلغ اسلام کہلاتے رہے یہی وجہ تھی۔ کہ دو رخی چال سے علماء اسلام نے مرزا صاحب کو دجال۔ کذاب اور مفتری کا خطاب دیکر مسترد کیا اور مسیح ایرانی کی طرح مسیح قادیانی کو بھی جوتے سے ٹھکرا دیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ امر پایۂ تحقیق تک پہنچ چکا تھا کہ (عدو کاشح اضر من عدو فاضح) کھلم کھلے دشمن سے اندرونی دشمن زیادہ مضر واقع ہوتا ہے۔

(ج) **دعوائے نبوت**۔ مرزا صاحب نے اپنے دعاوی کی بنیاد پہلے پہل اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری پر رکھی۔ پھر خوابوں کے ذریعہ اپنے مراقی خیالات شائع کئے اور علمائے اہل اسلام ان کی طرف سے خیر خواہی کرتے رہے اور جو خواب الٹا بھی ہوتا اس کی تاویل ایسے طور پر کرتے کہ مرزا صاحب کے حق میں مفید پڑتا لیکن مرزا صاحب نے جب بلند پروازی شروع کی اور سوداوی آوازوں کو فرشتہ کی آواز سمجھنے لگے تقدس کا زور ہو گیا مریدوں کی کثرت ہو گئی مال دولت بھی جمع ہو گئی تو امام مہدی بننے کی سوجھی اور اس وقت علمائے اسلام نے مرزا صاحب کی طرفداری چھوڑ دی اور الگ ہو گئے اور اس مسئلہ میں حیص بیص شروع کر دی مگر جب الہام نے زور پکڑ لیا اور حکیم نور الدین اور حکیم احسن امروہی ساتھ شامل ہو گئے تو مثیل مسیح بننے کا دعویٰ کیا اور چاروں طرف سے تردید کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ تب مرزا صاحب کی طرفداری میں دونو مذکور الصدر حکیم جان توڑ کوشش سے اخیر دم تک لڑتے رہے اور مخالفین کی تردید میں بہت سے رسالے لکھ مارے آخر جب مذہب مرزائیت کی بنیاد پڑ گئی اور منارۃ المسیح بنایا گیا تو مثیل مسیح کی بجائے مسیح محمدی کا رنگ بدلا اور اس نو پیدا خیال پر ایسے اڑ گئے کہ باوجود ہزار تردیدوں کے اپنے الہام کے ذریعہ سے

یہی کہتے رہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں کشف کے ذریعہ یہ مسئلہ بتایا ہے اور آج تک امت محمدیہ میں سے کسی ایک پر بھی
یہ مسئلہ منکشف نہیں ہؤا۔ اس کے بعد جب یہ وادی بھی طے ہو چکی تو یہ منوانا شروع کر دیا کہ مسیح کا لفظ نبوت پر
شامل ہے اس لئے مرزا صاحب نبی ہیں مگر خاتم الانبیاء کے ماتحت ہیں ورنہ ایرانی مسیح کی طرح اسلام مٹانے
کو نہیں آئے اور جب یہ منزل بھی گذر گئی تو اپنی وفات سے پہلے جو تازہ ترین پرچہ اخبار عام لاہور کا چھپا تھا
۳۹ اس میں اعلان کر دیا کہ ہم بفضل[39] خدا نبی اور رسول ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ تمام قیود سے پاک ہو کر نبوت
مطلقہ کا درجہ حاصل ہو گیا ہے اور تمام ابتدائی مدارج طے ہو چکے ہیں اور اس سے پہلے اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء
میں اعلان کیا تھا کہ "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں"

(د) **دعویٰ الوہیت** - آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۵ میں مرزا صاحب نے **قرب نوافل** کا مسئلہ بیان
کرتے ہوئے استدلال کے موقعہ پر یوں لکھ دیا ہے کہ

۴۰ اللہ[40] تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا تو میرا غصہ اس کا غصہ ہو گیا میرا حلم اس کا حلم ہو گیا میری حلاوت
اور تلخی اس کی حلاوت اور تلخی ہو گئی۔ اور میری حرکت سکون اسی کی حرکت و سکون ہو گئی اور جب میں اس حالت
میں مستغرق تھا تو میں یوں کہہ رہا تھا کہ اب ہمیں اپنا نظام جدید پیدا کرنا چاہیئے اور نئی زمین بنانی چاہیئے
تو میں نے زمین و آسمان بالاجمال پیدا کیئے جس میں ترتیب و تفریق نہ تھی تو پھر میں نے ترتیب و تفریق شروع
کر دی جبکہ میں نے دیکھا کہ خدا خود ترتیب و تفریق پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تب میں نے یقین کیا کہ میں اس کی پیدا
کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہوں تو میں نے پہلا آسمان پیدا کر لیا اور کہا کہ انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر
میں نے کہا کہ (نرید ان نخلق الانسان من سلالۃ من طین) ہم انسان کو کچی مٹی سے پیدا کرنا چاہتے ہیں توضیح
۴۱ المرام ص۲۷ میں لکھتے ہیں کہ میرا مقام[41] اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کا مقام وہ ہے کہ اگر ہم دونو خدا کے بیٹے
ہونے کا دعویٰ کریں تو صحیح ہوگا اور عنقریب میں دعویٰ کروں گا کہ میں خود خدا ہوں اور مجھ سے الوہیت کا
دعویٰ ظاہر ہوگا۔ اور میری تصدیق کرنیوالے اسی مان لیں گے۔ براہین احمدیہ کا مشہور الہام ہے کہ خدا نے مجھے کہا۔
۴۲ (انا[42] منک وانت منی۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی) میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے۔ تو میری توحید
و یکتائی کی جگہ ہے۔

اس موقعہ پر مرزائی تاویل کرتے ہیں کہ زمین و آسمان پیدا کرنے کے متعلق خواب تھا الہام نہ تھا مگر
انا منک وانت منی تو ضروری الہامی صورت میں ہیں اسلیئے اگر پہلا دعویٰ الہام نہ بھی ہو تو دوسرے الہام
ملانے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے یوں دعویٰ کیا تھا کہ

(۱) مَیں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام یک ذات ہیں۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲) مَیں نے یقین کیا کہ میں وہی خدا ہوں۔ (آئینہ کمالات ص۵۶۵)

(۳) مَیں خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کردوں تو صحیح ہے (توضیح المرام ص۲۷)

نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مرزا غلام احمد اور خدا تعالیٰ ایک بھی ہیں اور تین
بھی اور یہی تثلیث ہے جو اناجیل میں مذکور ہے۔ اور تثلیث کا ماننے والا جب اسلام میں خارج از اسلام قرار
دیا گیا ہے تو خود مدعیٔ تثلیث کب اسلام میں داخل رہ سکتا ہے۔

اس موقعہ پر تناسخ کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے اور ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب تناسخ کے قائل تھے مگر
صرف اپنے لیئے اور اپنے تقدس کیواسطے۔ کیونکہ آئینہ کمالات اسلام ص۲۵۴ میں لکھتے ہیں کہ جب[۴۳] حضرت مسیح ۴۳
کو اس زہریلی ہوا کا پتہ لگ گیا جو عیسائیوں میں چل رہی تھی تو آپ کی روح نے آسمان سے اترنے کیلیئے حرکت
کی اور یاد رکھو کہ وہ روح مَیں ہی ہوں۔ اور اسی آئینہ کمالات کے ص۲۴۳ میں یوں بھی لکھتے ہیں کہ
[۴۴] جب حضرت مسیح علیہ السلام کی روح کو عیسائیوں کی دجالیت کا علم ہوا اور صفتہ دجالیت عیسائیوں میں ۴۴
کمال تک پہنچ گئی تو وہ روح حرکت میں آئی خواجہ کمال الدین نے اپنی کتاب کرشن اوتار کے ص۳۰ میں اس مشتبہ
دعوی کا سارا بہروپ کھول کر رکھدیا ہے آپ لکھتے ہیں کہ کرشن[۴۵] اپنے وقت میں بے شک ہو گذرا ہے مگر خدا تعالےٰ ۴۵
کو قدرت ہے کہ اپنے ایک ہزار مظہر کرشن کی مانند پیدا کرے چنانچہ وہی ہوا۔ مثلاً پہلا کرشن اوتار نبی عربی جناب
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں ظاہر ہوئے اور ان دنوں میں آخری کرشن اوتار مرزا غلام احمد صاحب
قادیانی ہیں" اب ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مرزائی تعلیم میں تناسخ اور روپ بدلنے کا مسئلہ
ہندوؤں کی طرح تسلیم شدہ امر نہیں ہے کچھ مرزائی اس سے نفرت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انا منک وانت منی
کا یہ مطلب ہے کہ میں اور تو ہادی خلق ہو نہیں متحد ہیں گویا اس جگہ بعض صفات کے لحاظ سے محبت کے طور پر یہ لفظ

کہا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا فَمَنْ تَبِعَنِی فَھُوَ مِنِّی میرے تابعدار مجھ سے ہیں اور خود نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ سَلْمَانُ مِنَّا اَہلَ الْبَیْت حضرت سلمان ہم میں سے ہیں۔ لیکن یہ عذر قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ انسان تو دوسرے انسان کے متعلق اتحاد صفاتی کا دم بھر سکتا ہے مگر خدا تعالیٰ نے اپنی صفات میں اپنی ذات میں نہ کسی کو آج تک شریک کیا ہے اور نہ کر سکتا ہے ورنہ توحید کا تخم بھی نہیں رہتا اور اسلام اور شرک میں صرف لفظی فرق رہ جاتا ہے ورنہ دونو کا انجام ایک ہی نکلتا ہے اور یہ بالکل جھوٹ ہے۔

ان تمام حوالجات اور دعاوی سے ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو مراق اور دَوران سر ضرور تھا جس کی وجہ سے ان کی دماغی حالت بالکل خراب تھی اور جو جو علامات طبیبوں نے لکھے ہیں سب کے سب آپ میں موجود تھے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم مرزا صاحب کو آپ کی آخری گھڑی تک صحیح المزاج تسلیم کریں کیونکہ مرزا صاحب کا سارا لٹریچر ہی اس قسم کا ہے کہ کسی جگہ کچھ کہتے ہیں اور دوسری جگہ اس کے خلاف کہنے لگ جاتے ہیں اور مریدوں کو مصیبت آپڑتی ہے کہ دونو مخالف اقوال کو کیسے درست کر کے دکھلائیں اسلئے کچھ تو تنگ آکر کہہ دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کو اس موقعہ پر غلطی لگی تھی کیونکہ اجتہادی مسائل میں غلطی کا ہونا بہت ممکن ہے لیکن جس بحث کو ہم نے چھیڑا ہے وہ اجتہادی نہیں ہے بلکہ الہامی اور کشفی ہے اس میں غلطی کا اعتراف کرنا ان کے خدا اور الہام کرنے والے کو غلط کر دینے کے برابر ہوگا۔

کچھ مرزائی ایسے بھی ہیں کہ جن کو مخالفین کی بات کا کچھ تصور ذہن میں آجاتا ہے اور وہ کچھ ہٹ دھرمی سے پرہیز کرتے ہیں ایسے موقعہ پر ان کا یہ عذر ہوتا ہے کہ ایسے الہامات متشابہات ہیں ہم کو ان کا علم نہیں ہے گویا ایک شخص دعویٰ الوہیت یا تثلیث کر رہا ہے ہم اس کو یوں ہی ٹال دیتے ہیں کہ یہ آیت متشابہ ہے بھلا یہ کونسا اسلام ہے اور کونسی دینداری ہے ورنہ جس قدر اسلام میں ایسی مدعی واجب القتل قرار پاکر جہنم رسید ہو چکی ہیں کہنا پڑتا ہے کہ وہ بھی صحیح الاسلام تھے اور ان کا دعویٰ بھی کسی تاویل کے ماتحت صحیح تھا۔ حالانکہ خود مرزائی مانتے ہیں کہ مسیح ایرانی واجب القتل تھا کیونکہ اس نے بھی نبوت اور الوہیت کا دعویٰ کیا تھا مگر فرق اتنا ہے کہ اس نے نئی شریعت کا دعویٰ کیا تھا اور مرزا صاحب نے تجدید اسلام کا دم بھرا تھا جس کے ضمن میں وہ سب کچھ کر گذرے تھے جو مسیح ایرانی نے قتل ہونے تک کرنا تھا۔

ایک محقق لکھتا ہے کہ مراق مرزا کا ثبوت محتاج دلیل نہیں ہے جو لوگ قبر مسیح کے متعلق مرزا صاحب کی تحریر پڑھتے ہیں کہ مسیح کی قبر کوہ جلیل میں ہے۔ یا یروشلم میں یا مدینہ منورہ میں یا کشمیر میں یا جنہوں نے ازالۃ الاوہام کی ان عبارتوں کا مطالعہ کیا ہے کہ جن میں مرزا صاحب یوں رقمطراز ہیں کہ جس مہدی اور مسیح کا انتظار تھا وہ میں ہی ہوں اور جب کوئی خیال آیا ہے تو لکھدیا ہے کہ جو مسیح دمشق میں اترے گا میں اس سے انکار نہیں کر سکتا اور ممکن ہے کہ خونی مہدی بھی پیدا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ میرے جیسے ہزاروں مثیل مسیح اور مثیل مہدی پیدا ہوں یا جنہوں نے وفات مسیح کے متعلق مرزا صاحب کا استدلال توفیتنی سے پیش کیا ہوا پڑھا ہے۔ کہ جس میں وہ کبھی اسکو ماضی بناتے ہیں اور کبھی مضارع۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ایسے کلمات صحیح الدماغ کی زبان سے نہیں نکل سکتے اس لئے جو کچھ بھی مرزا صاحب نے کہا ہے یا کیا ہے اپنے مایہ ناز مالیخولیا اور دوران سر کے ماتحت کیا ہے ورنہ صحیح المزاج ایسے متضاد اور مشتبہ اقوال سے ضرور اجتناب کریگا۔

اس موقعہ پر مرزائی الزامی طور پر جواب دیا کرتے ہیں کہ اگر مخالفین نے مرزا صاحب کو مجنون یا مختل الدماغ کہدیا ہے تو یہ سب کچھ آپ کی صداقت کا نشان ہوگا۔ کیونکہ آپ کو بذریعہ الہام کہدیا گیا ہے کہ (مایقال لک الا ما قد قیل للرسل) "تجھے یہ لوگ وہی گالیاں دیں گے اور وہی اتہام لگائیں گے جو پہلے انبیاء کے بارے میں کہتے تھے"۔ اس عذر کی تردید میں ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ کبھی ہم نے مرزا صاحب کو مجنون کا خطاب نہیں دیا کیونکہ مراق اور جنون ایک ہی ہوتے ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ مراق کمزور ہوتا ہے اور جنون میں مراقیہ علامات نہایت شدت سے ہوتے ہیں مرزا صاحب کو مراقی کہنا گویا مجنوں کہنے کے مساوی ہی لیکن اس عذر کی تردید یوں ہو سکتی ہے کہ انبیاء سابقین میں سے کسی نے اپنے مراق یا جنون کا خود اقرار نہیں کیا اور مرزا صاحب خود اقرار ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو اپنی صداقت کا نشان بتلاتے ہیں تو پھر مرزا صاحب کی حالت کو دوسرے انبیاء کی حالت پر قیاس کرنا کیوں جہالت نہ ہوگا؟ قرآن شریف میں سورہ سبا کھولکر دیکھو اس میں آپ کو صاف نظر پڑے گا (قل انما اعظکم بواحدۃ ....) "یا رسولؐ جو لوگ آپ کو دیوانہ یا مجنون کہتے ہیں ان سے صرف ایک امر کا مطالبہ کرو۔ کہ ایک ایک یا جماعت بن کر میرے دماغ کی تشخیص کرو کہ آیا میرے دماغ میں جنون تو نہیں ہے؟"

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کو اس پڑتال کی جرأت نہوئی اور ان کا زبانی دعویٰ غلط ہوگیا کہ رسول علیہ السلام کے دماغ میں فتور آگیا ہے آیا مرزا صاحب نے بھی جو اپنے آپ کو حضور علیہ السلام کا ظہور ثانی بتلاتے ہیں کبھی اپنے تصانیف میں اپنے مراق اور اختلال دماغ کی نفی میں کوئی چیلنج دیا ہے کہ کوئی ثابت کرے میں (مرزا) پاگل نہیں ہوں؟ بلکہ یہاں تو فخریہ طور پر کہا جاتا ہے کہ ہمارا دماغ ٹھیک نہیں ہے اور ساتھ ہی ظہور ثانی کا دعویٰ بھی ہے اور یہ اجتماع ضدین بھی اہل عقل کے نزدیک ناممکن ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ مرزا صاحب کے عہد میں یا بعد میں جن لوگوں نے دعویٰ مہدیت یا ادعائے نبوت کیا ہے ان کو تو یوں کہہ کر ٹال دیتے رہے کہ وہ پاگل تھے اور ان کا دماغ صحیح طور پر کام نہیں کر سکتا تھا حالانکہ ان کا اپنا اقرار موجود نہ تھا کہ وہ مراقی ہیں مگر مرزا صاحب خود اپنی دیوانگی کا اقرار کرتے ہیں اور یہ مریدنکی تصدیق کرتے چلے جارہے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاید تصدیق کنندگان بھی ایسے ہوں گے۔

بدر ۶ دسمبر ۱۹۰۶ء صہ۴ میں منشی احمد حسین احمدی لکھتے ہیں کہ پیسہ اخبار میں عبدالعزیز تھانیسری ۴۶
نے خلیفہ وقت ہونیکا دعویٰ کیا ہے تو میں نے وہ دعویٰ پاؤں سے ٹھکرا کر دور پھینکدیا اور مسکرا کر کہا کہ ایسے مختل الدماغ (مراقی) کی بے جوڑ باتوں پر کون توجہ دے سکتا ہے؟ افسوس کہ منشی صاحب کو مرزا صاحب کے مراق پر اطلاع نہ تھی اور اگر تھی تو اپنا دماغ درست نہ تھا ورنہ کبھی بھی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہوتے اور کسی وقت بھی اخبار بدر میں دوسروں کی تضحیک شائع کرنے میں جرأت نہ کرتے۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ ان کی اشاعت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مرزائیوں نے بھی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ "مراقی کا قول معتبر نہیں ہے" لیکن یہ عمل پیرا نہیں ہوئے۔

(۴) بروز۔ ظل۔ انعکاس۔ اور تناسخ

مرزائی تعلیم کا کافی طور پر ایک پُر مغز مطالعہ کرنے والا یہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مرزائی مذہب کے بانی نے پہلے صرف صوفیائے کرام میں اپنی جگہ لی تھی اس کے بعد آپ نے مہدی دوران۔ مصلح، منذر اور مامور من اللہ بننے کا دعویٰ کیا تھا اور جب لوگوں میں اسکی پوری شہرت ہوگئی تو مسیح محمدی۔ اور مثیل

عیسےٰ علیہ السّلام بلکہ مثیل جُملہ انبیاء علیہم السلام کا نعرہ لگادیا اور آخر جب مریدوں میں مقبولیت کی استعداد کافی طور پر نظر آئی تو خالص نبوّت کا دعویٰ شائع کردیا۔ مگر جب مرزا صاحب کا اپنا اقرار موجود تھا کہ جناب محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں تو اپنی نبوّت کیلئے کئی بہانے سوچ لیئے۔ اوّل یہ کہ مسیح محمدّی جب مثیل مسیح ناصری ہی اور جب مسیح ناصری کو نبی تسلیم کیا گیا ہے اس لیئے مرزا صاحب (مثیل مسیح) کو بھی نبی تسلیم کرنا پڑے گا۔

دوم یہ کہ ختم رسالت کا دعویٰ اس صورت میں ممنوع ہے کہ مدّعی نبوّت اسلام کو مٹانے کیلئے نبوّت جدید پیش کرے نہ کہ وُہ نبی بھی حکم امتناعی میں داخل ہوگا جو اسلام کی تائید میں اپنی نبوّت پیش کرتا ہو۔

سوم یہ کہ کمال اتباع نبوی کیوجہ سے مَیں اور محمدؐ یکذات ہوگئے ہیں اس لیئے جو نبوّت محمدّی ظہور اول میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔ وہی نبوّت ظہور ثانوی میں نمودار ہوئی ہے یعنی نبوّت محمدیہ کیلیئے دو دفعہ ظاہر ہونا مقدّر میں لکھا تھا اس لیئے نبوّت قادیانی خود نبوّت محمدّیؐ ہی۔ کوئی غیر نبوّت نہیں ہے۔

چہارم یہ کہ لفظ خاتم النبیین اور حدیث نزول مسیح کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب میں مدعی الہام (نبی) کا موجود ہونا ناممکن ہوگیا ہے مگر اسلام میں جزو نبوّت کی ماتحت سلسلہ وحی والہام جاری رکھا گیا ہے جو مسیح کے نام سے اخیر زمانہ میں پایا جائے گا اس لیئے نبوّت قادیانیہ کا استثناء موجود ہے۔

پنجم یہ کہ قادیانی نبوّت، نبوّت محمدّیؐ کا ظل اور سایہ ہے۔ یا یُوں کہو کہ مرزا صاحب کا آئینۂ دل بالکل صاف ہوگیا تھا جس میں نبوّت محمدّیہ کا پُورا نقشہ اور مکمل فوٹو کھچ گیا تھا اسلیئے یہ نبوّت بھی ختم رسالت کے برخلاف نہیں ہی کیونکہ یہ اوس کا بروز ظل۔ اور عکس ہے اور صوفیائے کرام کے نزدیک ایسی نبوّت کا اعتراف بھی موجود ہے۔

ششم یہ کہ جزدی نبوت اور نبوّت کا چالیسواں جزو قیامت تک باقی ہے جس سے مراد

بشرات ومنذرات ہیں جو کثرت مکالمہ کے حاصل کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں اور رویائے صادقہ مثل فلق الفجر رونمائے صدق وصفا ہو کر نبوّت بن جاتے ہیں۔

ہفتم یہ کہ کثرت مکالمہ کا نام ہی ہم نے نبوّت رکھ لیا ہے (وَلِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ وَلِکُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰی) اور یہی مراد محدثیت سے ہے جس کا اجراء اور امکان احادیث کی رُو سے ثابت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی محدث سمجھا گیا ہے۔

بہرحال اس قسم کے حیلوں اور بہانوں سے مرزا صاحب نے ختم رسالت کا روڑہ اپنے راستہ سے نکال دیا اور لوگوں کو ایسے گورکھ دہندی میں پھنسادیا کہ اگر اس کا ایک کنڈہ کھولتے ہیں تو دوسرا سامنے آجاتا ہے آخر کب تک کھولتے جائیں گے اور آخیر میں کم ازکم یہ تو کہنا پڑے گا کہ مرزا صاحب کا ادّعا بھی کچھ معنی رکھتا ہے جس کی تردید کوئی آسان امر نہیں ہے لیکن جو شخص اسلامی تعلیم کی تصریحات پر سرسری نظر بھی رکھتا ہے اسکے سامنے یہ تمام عذر بدتر از گناہ ہیں اور انکا ابطال اظہر من الشمس ہے کیونکہ

(۱) مسیح محمدی اور مسیح ناصری الگ الگ تسلیم کرنا اسلامی تصریحات کے خلاف ہے اور آج تک کسی آیت یا حدیث میں اس کا ثبوت پیش نہیں کیا گیا اسلئے یہ تفریق مرزا صاحب کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے اور بس! اب اس اختراعی بنیاد پر جو دیواریں اوپر اٹھائی جائیں گی سب کی سب بے بنیاد متصوّر ہوں گی۔

(۲) یہ عذر پیش کرنا کہ نبوّت قادیانی نبوّت محمدیہ کے حق میں ہے اس لیئے اس کو ممنوع قرار نہیں دیا جائیگا بالکل غلط ہے کیونکہ امتناع نبوّت اور ختم رسالت نے تمام قسم کی نبوّتوں کا فیصلہ کر دیا ہوا ہے مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ ختم رسالت کے ماننے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی نبی خواہ نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا اسی تعمیم کے بعد یہ تعمیم بھی ان پر واجب ہے کہ خواہ تابع یا آپکے حق میں ہو یا مخالف اور ناسخ اسلام ہو وہ بھی نہیں آسکتا اور یہ تعمیم اسلام میں ابتدا سے چلی آئی ہے اس اجماعی تعمیم کا خلاف صرف مرزا صاحب نے کیا ہے اور وہ بھی صرف اپنی ذات کیلئے۔ ورنہ اگر دوسرے شخص کی نبوّت اس معنی میں پیش کی جاتی تو ہمیں امید تھی کہ کبھی اس تعمیم سے انکار نہ کرتے۔

اس موقعہ پر ہمیں حدیث سازوں کا قصہ پیش نظر آرہا ہے کہ ایک دفعہ کسی حدیث ساز سے پوچھا گیا

کہ رسُول خدا صلّے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ (من کذب علیّ متعمدًا فلیتبوّأ مقعدہٗ من النّار) "جو شخص مجھ پر افتراء کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں خود ہی تلاش کرے" اور تم اس حدیث کے خلاف جھوٹی حدیثیں کیوں گھڑا کرتے ہو؟ تو حدیث ساز نے کہا کہ اس حدیث میں عَلیّ کا لفظ موجود ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے برخلاف اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر حدیث گھڑنا حرام ہے اور باریک اشارہ یہ ہے کہ اگر اسلام کی خاطر یا اس کی تائید میں کوئی افترا باندھا جائے تو جاتے ہی بہشت کا دروازہ کھلا ہوا ملے گا۔ ملا علی قاری "شرح الشرح میں لکھتے ہیں کہ افتراء ہر حالت میں گناہ کبیرہ ہے خواہ مفید ہو۔ یا نقصان دہ اسی طرح دعویٰ نبوّت ہر طرح ممنوع ہے خواہ مفید ہو خواہ مضر۔ اور یہ اصُول بالکل ظاہر ہے کہ حیلہ بہانے کبھی حرام کو حلال نہیں بنایا جاسکتا کیا کوئی شخص زنا اور شراب کو اسلیئے حلال بنا سکتا کہ حضُور نے فرمایا تھا کہ آخیر زمانہ میں زنا اور شراب خوری بہت ہوگی اور جب تک اسکی اشاعت یا اسکا ارتکاب نہ کیا جائے اس پیشنگوئی کی صداقت ظاہر نہیں ہوسکتی اس لیئے باریک اشارہ یہ ہے کہ یہ دونو اخیر زمانہ میں حلال ہوجائیں گے پس اگر مرزا صاحب کا عذر صحیح ہے تو اس بے ایمان کا عذر بھی صحیح ہوگا۔ ورنہ ہمارے نزدیک ایسے حیلے بہانے اہل اسلام کیلیئے موزوں اور مناسب نہیں ہیں۔

(۳) نبوّت محمدّیہ کا دو دفعہ ظہُور بھی اسلامی تصریحات کے صریح خلاف ہے اور اس کی بنیاد تناسخ (اور رُوپ بدلنے) پر ہے اور اہل توحید و اہل شرک کے درمیان بھی مسئلہ امتیازی فرق رکھتا ہے اگر ہم اس کو تسلیم کرلیں تو ہم کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حسب تصریحات ہنود انکے راجے مہاراجے سارے خدا تعالیٰ کا مظہر اور رُوپ تھے اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسے انسان کی پرستش خلاف توحید نہیں ہے اگر یہی بات صحیح تھی تو مرزا صاحب جب تھوڑی دیر کیلیئے خدا بنگئے تھے تو مریدوں کو کیوں حکم نہیں دیا تھا کہ مجھی سجدہ کرو اور میری ہی پرستش سے نجات حاصل کرو۔ مگر ایسا کرنے سے مرزا صاحب خود محترز رہے کیونکہ ان کے ضمیر نے خود ان کو بتا دیا تھا کہ ایسے شطحیات کا کچھ خیال نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس قسم کے ڈھکوسلے اعتقادی مسائل میں کارآمد نہیں ہوا کرتے ان سے صرف اتنا ہی فائدہ ہوتا ہے کہ "مُریدوں نے سُن کر اپنا مال و جان قربان کردیا اور بس" اور یہ خیال کرنا کہ "واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم" سے اشارہ سمجھ میں آتا

ہے کہ اخیر زمانہ کے لوگوں میں نبوّت محمدیہ کا ظہورِ ثانوی ہوگا۔ جس سے آخری زمانہ کے مسلمان صحابہؓ کے درجہ تک پہنچ جائیں گے اور وہ یہی جماعت قادیانیہ ہے" بالکل غلط ہے کیونکہ اس قسم کے خیالات کا پیدا کرنا قرآن شریف میں تحریف کہلاتا ہے کیونکہ ہمیں اسکا وہ معنے تسلیم کرنا ہوگا جو اسلام کے کسی اصول کے مزاحم نہ ہو اور اس کی بنیاد اسلامی دیوار کو بیخ وبُن سے نہ گرا دیتی ہو یا اس سے اسلامی عمارت کو کسی قسم کا خطرہ پیدا نہ ہُوا ہو بلکہ ایسے مضرات سے بچنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کا مفہوم جو بھی پیش کیا جائے اسکی منقولی سند میں کسی معتبر ہستی کا قول پیش کیا جاسکے تاکہ تحریف و تنسیخ کے الزام سے مخلصی ہو کیا اب مرزائی کوئی منقولی سند اس موقعہ پر پیش کرسکتے ہیں؟ ورنہ اگر اس قسم کی کج بحثی شروع کی جائے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ نبوّت محمدیہ کے ظہورِ ثانی کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود رہتے ہیں واعلموا ان فیکم رسول اللہ سے یہ مسئلہ بالکل صاف نظر آتا ہے۔ اور اگر انسان بالکل ہی آزاد ہو جائے تو یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ رسول علیہ السلام تو ہر ایک مسلمان کے دل میں موجود رہتے ہیں اس لیئے دل کا حکم وہی ہوگا جو رسول اللہ علیہ السلام کا ارشاد ہوگا۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ انسان کو اپنی قلبی نبوّت ہی کافی ہے کسی دوسری نبوّت کی ضرورت نہیں ہے کیا مرزائی اس قسم کے واہیات موشگافی کو جائز رکھیں گے؟

(۴) اس موقعہ پر مرزا صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ میں اور محمدؐ ایک ہیں۔ اس لیئے محمدؐ کی نبوّت محمدؐ کے پاس ہی رہی کیونکہ پہلے تو آدمیوں کا مختلف شخصیات رکھتے ہوئے ایک ذات ہو جانا ہی قرین قیاس نہیں ہے بالخصوص جبکہ ایک وفات پاچکا ہو اور دوسرا زندہ ہو تو ایسے دونوں میں اتحاد جسمانی بالکل ناممکن ہوگا اگر بالفرض آنکھ بند کرکے ہم مان بھی لیں کہ مرزا صاحب ترکی النسل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عربی النسل سے متحد بالذات ہو بھی گئے تھے تو کیا اسے صرف نبوّت کا ہی حق حاصل ہُوا تھا اس کے سوا حرمین شریفین اور عرب کی سلطنت بھی آپکو کیا دوبارہ قبضہ کرنا ضروری نہ تھا؟ دوسری دفعہ قرآن شریف کا نزول کیوں نہ ہوا؟ قبائل عرب سے دس سال متواتر اور لگاتار لڑائی کیوں نہ کی؟ مساوات کو اپنی تعلیم میں کیوں نہ لیا۔ تحفہ قیصریہ کی بجائے سلاطین غیر اسلام کو تبلیغی پیغام کیوں نہ پہنچائے وغیرہ وغیرہ۔ اگر

اس کا یہ جواب دیا جائے کہ مرزا صاحب کی زندگی حضور کی زندگی کا تیسرا حصہ ہے جو مکی اور مدنی زندگی کے بعد ابھی تک ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی گویا رسول خدا دوسرے جسم میں قادیان تشریف لے آئے تھے تو ہم کہینگے کہ اس کا مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ مرزا صاحب جب مر گئے تھے تو روضہ نبویہ جوہڑ کے کنارے قادیان میں قرار پایا تھا اور مدینہ منورہ تب خالی ہو گیا تھا کیا کوئی ذی عقل ایسے فضول خیال کو تسلیم کر سکتا ہے؟ ہمیں افسوس ہے کہ مرزائی پارٹی جب معراج جسمانی۔ حیات مسیح۔ صعود مسیح۔ احیاء موتے اور دوسرے خرق عادت معجزات کو قرین قیاس نہیں سمجھتی تو اس بے بنیاد کلام کو کس طرح تسلیم کر بیٹھی ہے۔ کہ مرزا صاحب اور حضور ایک ہی ہو گئے ہیں۔ اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ وفات مسیح کے ثبوت میں تو بار بار یوں کہا جاتا ہے کہ قرآن شریف کے رو سے کوئی مردہ اس دنیا میں واپس نہیں آسکتا۔ تو پھر رسول خدا صلعم کیسے واپس آ کر مرزا صاحب سے متحد بالذات بن گئے؟ اور اگر یوں کہا جائے کہ حضور کی روح یہاں قادیان میں آگئی تھی۔ تو تناسخ کا عقیدہ ہوگا۔ اور اگر یوں کہا جائے کہ آیا کچھ نہ تھا صرف فرط محبت سے مرزا صاحب نے اپنے آپ کو فقط ایک دفعہ خیال کر لیا تھا کہ میں اور حضور ایک ہو گئے ہیں تو ہم بھی کہیں گے کہ اس وقت مراق کے سبب بخارات شدت سے ضرور سر کو چکر آ رہے ہوں گے ورنہ کوئی عقلمند ایسا قول شائع کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تعجب کی بات ایک اور بھی یہاں پیدا ہو جاتی ہے کہ مرزا صاحب آئینہ کمالات میں خود کہہ چکے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی روح حرکت کرتے کرتے مجھ میں آگھسی تھی اب یہ تناسخ بھی نہ ہوا کیونکہ اس میں صرف ایک روح چکر لگاتی ہے اور یہاں مرزا صاحب کے جسم میں تین روحیں جمع ہو گئی ہیں۔ خود ایک مرزا صاحب کی روح۔ حضرت مسیح کی روح۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اگر کتاب نزول المسیح اور درثمین کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم نہیں کس کس کی روح مرزا صاحب کے بدن میں حلول کرتی تھی۔ اسلئے ہمیں خیال آتا ہے کہ مرزا صاحب نے حلول جسمانی اور حلول روحانی دونو تسلیم کیا تھا جس کو سوائے ان چند دشمنان عقل کے کسی نے تسلیم نہیں کیا تھا کہ جن کو نصیریہ یا اسماعیلیہ فرقہ کہتے ہیں۔ اور اہل اسلام نے ان کو پوری ہمت خرچ کر کے صفحہ روزگار سے مٹا دیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس زہریلی ہوا کے جراثیم قادیان میں آنکلے تھے۔ جہاں چاروں طرف حلول ہی حلول نظر آتا ہے وہاں

جا کر دیکھئے آپ کو بیت المقدس۔ جنۃ البقیع۔ مکہ معظمہ۔ مسجد حرام۔ مسجد نبوی۔ مسجد اقصےٰ۔ منارۃ المسیح۔ کوفہ۔ خارجی۔ شیعہ اور قوم یزید سب کچھ بروزی طور پر نظر آئے گا۔ ایسے سادہ لوحوں کو کس کس جگہ میں متنبہ کیا جائے۔ آدے کا آدا ہی بگڑا ہوا ہے کوئی کس کس بات کا جواب دے اور کس کس کو سمجھائے (مصرع) ہر بن موئے زخم شد پنبہ کجا کجا نہم؟

(۴) یہ امر بھی تصریحات کے خلاف ہے کہ قادیانی نبوت کا استثناء موجود ہے۔ ہم کہتے ہیں کہاں ہے؟ مرزا صاحب سے پیشتر جس قدر بھی اسلامی تعلیم موجودہ ہے اس میں کہیں نہیں آیا۔ کہ قادیانی نبوت کا استثناء صحیح مانا گیا ہے اور اگر یہ خیال ہی کہ جزو نبوت باقی تھی تو اس سے تمام امت بہرہ ور ہوتی رہی ہے مرزا صاحب کو خصوصیت کہاں سے آگئی تھی کہ انہوں نے اعلان کر دیا کہ مجھے نہ ماننے والے حرامزادے ہیں" اور یہ کیوں کہدیا تھا کہ "ع داد آں جام را مرا بتمام۔ پہلے لوگ جو جام نبوت سے تھوڑا بہت حصہ لیتے رہے مگر مجھے سارا جام مل گیا تھا" جس کا مطلب یہ تھی کہ اتحاد ذاتی کی وجہ سے ساری کی ساری نبوت جناب میں منتقل ہو گئی تھی اس لیئے نبوت کا اعلان کیا گیا بہر حال پہلے پہل یہ کہنا صرف تمہیدی اشاعت تھی کہ مجھ میں جزو نبوت ہے بعد میں یہ راز کھل گیا کہ ساری نبوت بھی آگئی ہے مگر ۱۹۰۱ء تک مرزا صاحب کو یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ آپ ادھوری نبوت کے مالک ہیں یا پوری نبوت کے؟ کیا کوئی مرزائی کوئی ایسا نبی پیش کر سکتا ہے کہ جس نے حسب تصریحات قرآن و حدیث تدریجی طور پر آہستہ آہستہ نبوت حاصل کی ہو اور ایسا بے خبر رہا ہو کہ جب تک کبھی مریدنے نہیں پوچھا جناب کو اپنی خبر ہی نہیں کہ میں کیا ہوں؟ پورا ہوں کہ ادھورا؟

(۵) یہ بہانہ کرنا ہی بے محل ہے کہ مرزا صاحب آئینہ کی طرح شفاف ہو گئے تھے جس میں تمام انبیائے کا فوٹو اتر آیا تھا۔ اس لیئے وہ تمام انبیاء کا عکس ہو گئے تھے اور عکسی نام رکھ لیا تھا کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ شیشہ میں کثیف اشیاء کا عکس پڑتا ہے لطیف اشیاء کا فوٹو نہیں لیا جا سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ دنیا میں ایک ایسی جماعت بھی خلاف تجربہ عقیدہ رکھتی ہے کہ مرزا صاحب تو لطیف تھے اور باقی انبیاء بالخصوص حضور علیہ السلام کثیف جسم کے مالک تھے۔ ہاں اگر انعکس بالجلاء کا لفظ استعمال کیا جاتا تو

پھر بھی کسی حد تک قرین قیاس ہوتا اس پر طرہ یہ ہے کہ باوجود اس کے جناب کو حضور کی غلامی کا بھی
دعویٰ ہے اور مرزا محمود نے تو کہہ دیا ہے کہ مرزا صاحب افضل المرسلین تھے اپ بیچ کی ضرورت نہیں
رکھی اور دیکھیے کہ یہ استدلال ثابت کرتا ہے کہ مرزا صاحب میں صرف فوٹو آگئے تھے اور روح کوئی نہیں آئی
تھی اور استدلال سابقہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے جسم میں روحیں آئی تھیں اسلیئے دونو استدلال
متناقض ہوئے اور دعوائے نبوت کا ثبوت پیش نہ ہوا کیا کوئی مرزائی اس تخالف بیانی کو اٹھائے گا؟
اس بہانہ کی تصحیح کیلئے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ صوفیائے کرام میں ایسے لوگ بھی گذرے ہیں کہ جنہوں نے
مرزا صاحب کی طرح بروز نبوت اور ظلّ رسالت کی آڑ لے کر اپنے آپ کو نبی اور ظلّ الٰہی ظاہر کیا تھا
چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رح اپنے دیوان میں لکھتے ہیں ؎

من[۴۷] نمے گویم انا الحق یار میگوید بگو — چوں نگویم چوں مرا دلدار میگوید بگو ۴۷

حضرت بایزید بسطامی رح فرماتے ہیں کہ جب کوہ طور میں آگ سے یہ آواز نکلی تھی کہ[۴۸] اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ ۴۸
تو نار محبت سے جو جسم بایزید میں ہے اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ کی آواز کیوں نہیں نکل سکتی۔ ایک صوفی کا قول ہے ؎

[۴۹] فارغم از کبر و کینہ و زہوا۔ من خدا ام من خدا ایم من خدا۔ اللہ اللہ گفتہ اللہ میشود ۴۹
این سخن حق است او اللہ میشود۔ میتواں موسیٰ کلیم اللہ شدن۔ از ریاضت میتواں اللہ شدن } مولانائے روم رح

کتاب سیف ربانی صفحہ۱ مصنفہ محمد مکی رح میں ہے کہ حضرت شیخ[۵۰] عبد القادر جیلانی رح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار ۵۰
مجھے ایسا محو کر دیا کہ میں یوں کہہ رہا تھا کہ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ تو مجھے معلوم ہوا
کہ میں فنا فی الرسول ہوں پھر ایک دفعہ محو ہوا تو میں کہہ رہا تھا کہ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ جس سے معلوم ۵۱
ہو گیا کہ میں اس وقت محمدؐ بن گیا تھا ورنہ ایسے لفظ بطور دعویٰ مجھ سے ظاہر نہ ہوتے ایک دفعہ آپ نے اپنے
مرید سے فرمایا تھا کہ[۵۲] اَشْہَدُ اَنِّیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو مرید نے اس کی تصدیق کی تھی تذکرہ غوثیہ کے صفحہ ۲۹۱ ۵۲
میں ہے کہ حضرت ابو بکر شبلی رح نے ایک مرید سے کہا تھا کہ یوں کہو[۵۳] لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ اسنے ۵۳
انکار کر دیا آپ نے اس کی محبت توڑ ڈالی فیض سبحانی میں مذکور ہے کہ جس کا قلب بالکل فنا ہو جاتا ہے وہ
نبی کی مانند ہو جاتا ہے اس سے کم درجہ کا صحابی بنتا ہے اور اس سے کم درجہ تابعی بنتا ہے اسی طرح

یہ شعر بھی ہیں کہ جن سے ہمارا مطلب بخوبی ثابت ہو سکتا ہے۔

۵۴	شاہ نیاز احمد دہلویؒ	[54] احمد ہاشمی منم، عیسئے مریمی منم	نہ منم منم، نہ من منم، نہ منم منم
۵۵	خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ	[55] دمبدم روح القدس اندر معینے میدمد	من نہ میدانم مگر من عیسئ ثانی شدم
۵۶	حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالےٰ	[56] فیض روح القدس ار باز مدد فرمایئد	دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد
۵۷	مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالےٰ	[57] چوں بدادی دست خود در دستِ پیر	بہر حکمت کو علیم است و خبیر
		او نبیٔ وقت خویش است اے مرید	تا ازو نورِ نبی آیدٔ پدید
		مکر کن در کار نیکو خدمتی	تا نبوت یابی اندر امتی
۵۸		[58] ہمچو مریم جاں از آں آسیب جیب	حاملہ شد از مسیح دلفریب
۵۹	مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ	[59] پنجہ در پنجۂ خدا دارم	من چہ پروائے مصطفےٰ دارم
۶۰	شاہ سلیمان تونسویؒ	[60] در خلوت گدایاں مرسل کجا بگنجند	با برگ بینوائی۔ ساماں شدست مارا
		امروز شاہ شاہاں مہماں شدست مارا	جبریل با ملائک۔ درباں شدست مارا

۶۱ میرا [61] سلسلہ ارادت خدا تعالیٰ سے ملتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہیں اسلئے
۶۲ میں رسول اللہ کا تابع بھی ہوں اور آپ کا پیر بھائی بھی (مکتوبات مجدد ج [3] ص ۱۲۷) اور قرب [62] نبوت اور
۶۳ ولایت میں ایک امتی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا شریک ہو سکتا ہے (مکتوبات ۲۲/۱) چونکہ [63] آپ کی نبوت
قیامت تک ہے تو علمائے امت کو انبیاء کے قایم مقام کر دیا ہے (ص ۲۴۶/۱) تخصیل نبوت کی خصوصیت اسی
امت میں ہے اور اسی وجہ سے اس کو خیر الامم (بہترین امت) کا لقب ملا ہے (ص ۲۳۴/۱) اور چونکہ وجود انبیاءؑ
کے لیئے وجود علماء کافی سمجھا گیا ہے اسلیئے ہر ایک صدی کی سر ایک مجدد کا بھیجنا مقرر ہوا ہے جو دین کو
۶۴ تازہ کرتا ہے (ص ۵۵/۲) جو نبی [64] اور تابع نبی میں کبھی وقت ایسا اشتباہ ہوتا ہے کہ امتیاز مشکل ہو جاتا ہے اور
شیر و شکر کی طرح آپس میں مل جاتے ہیں اور فرق ہی تو صرف یہی کہ ایک تابع ہے اور دوسرا متبوع ۲۴۸/۱
۶۵ کبھی ایک امتی [65] حضور علیہ السلام کا ظل ہو کر وہاں داخل ہو جاتا ہے جہاں کہ آپ داخل تھے اس لئے
براہ راست خدا سے تعلق پیدا کر لیتا ہے اور جناب کا پیر بھائی بن جاتا ہے اگر ختم نبوت نہ ہوتا تو قیامت

۶۶ تک بھی لوگ نبوّت قایم رکھتے (مقدمہ صراط مستقیم مولوی اسمٰعیل صاحب شہید) [۶۶] منصب نبوّت
حقیقۃ ہے اور منصب امامت اسی کا ظل ہے (صراط [۱۱]) یہ وہ مقام ہے کہ جس کو فاتح الامۃ اور خاتم النبوۃ کہا
جاتا ہی اور امتی تابعداری سے شبیہ اور مثیل بنتے ہیں اور ان کو فاتحین و خاتمین کہتے ہیں (صراط [۱۲۱])
۶۷ شیخ عبداللہ کو ٹھوی پشاوری کو الہام ہوا۔ [۶۷] یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ
۶۸، ۶۹ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (نظم الدرر [۱]) [۶۸] اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ (نظم [۱۰۲]) [۶۹] انسان جب نور نبی تک پہنچ
۷۰ جاتا ہے تو اس کا عین ہو جاتا ہے۔ پھر فنا فی الرسول کے بعد فنا فی اللہ تک جا پہنچتا ہے (نظم [۱۲۰]) [۷۰] نبوّت
عامہ کی طرف اولیاء بھی پہنچ جاتے ہیں اور ان کو بھی انبیاء کہا جا سکتا ہے اور نبوّت تشریعی اگرچہ ختم
۷۱ ہو چکی ہے مگر صلحا کو وہ منصب عطا ہو جاتا ہے (بحر العلوم شرح مثنوی جلد ششم) [۷۱] لا نبی بعدی کا مطلب یہ
۷۲ ہے کہ لَا نَبِیَّ مُشَرِّعٌ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ کَذٰلِکَ (یواقیت [۲۳]) [۷۲] بے شک خدا تعالیٰ نے تنزیل احکام
۷۳ کا دروازہ تو بند کر دیا ہے مگر علوم احکام کا نزول بند نہیں کیا (یواقیت [۲۴]) [۷۳] اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ
۷۴ وہی ہیں جو درجہ انبیاء میں پہنچ گئے ہیں (تفسیر نیشاپوری) [۷۴] ولایت ظل نبوّت ہوتی ہے (شرح فتوح
۷۵/۷۶ الغیب [۱۳]) [۷۵] خلیفہ رہنمائے اسلام حکماً نبی ہوتا ہے (منصب الامامۃ) [۷۶] مسلم صادق وہی ہے جو انبیاء
۷۷ علیہم سے مشابہ فی الاحوال ہو اور اطلاع علی الغیب سے ممتاز ہو (فتح الباری [۳۱۹/۱۲]) [۷۷] جو شخص
۷۸ منصب رسالت حاصل کرنے میں کوشش کرے تو اس پر رسالۃ ثانیہ کا فیضان ہو جاتا ہے (صراط) [۷۸] شیخ
جیلانی رح کو الہام ہوا تھا کہ آپ ولایت کا خاتمہ ہے اور آپ کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور آپ کا
قدم اصحاب الکمال کے گردن پر ہے (شرح فتوح الغیب [۲۳]) تذکرہ غوثیہ [۱۴۷] میں لکھا ہے کہ حضرت بایزید
۷۹ فرماتے ہیں کہ میرا جھنڈا قیامت کے دن تمام انبیاء کے جھنڈوں سے اونچا ہوگا۔ اور تمام انبیاء میرے جھنڈے
کے نیچے ہوں گے اور جو شخص میری مانند باتیں کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ وہ خود خدا ہے اس لئے
لواء الٰہی لواء نبوی سے برتر ہوگا کسی نے پوچھا کہ عرش کیا ہے کہا کہ میں ہوں لوح و قلم کیا ہیں
کہا کہ وہ بھی میں ہوں ..... اخیر میں فرمایا کہ جو شخص فنا فی اللہ ہو جاتا ہے وہ سب کی حقیقت بنجاتا
۸۰ ہے۔ خزینۃ الاصفیاء (ص ۱۲۶) میں ہے کہ مجھے [۸۰] تمام مبائعین کی اطلاع دی گئی ہے اور انکو آگ سے

نجات مل گئی ہے اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ امام مہدی میرے ہی سلسلہ نقشبندیہ میں ہوں گے
مکتوباتِ مجددیہ ج دوم میں ہے کہ مجددِ مائۃ اور مجددِ الف میں اتنا فرق ہے جتنا کہ سو اور ہزار میں ہوتا ہے ۸۱
اس لئے مجددِ الف تمام فیوضات کا مصدر ہے اگرچہ ابدال۔ اقطاب اور نجباء بھی موجود ہوں پھر جلد
سوم ص۱۰۶ میں فرماتے ہیں کہ خواب[۸۲] میں مینے دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے ایک پرچہ مجھے عنایت ۸۲
فرما کر مہر لگادی کہ جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ "تم مقامِ شفاعت میں پہنچ گئے ہو اور تم میرے بیٹے ہو اور
میں تمہارا باپ ہوں" "تذکرہ غوثیہ ص۱۲۶ میں مذکور ہے کہ حضرت[۸۳] بایزید بسطامی نے کہا کہ میں درجہ ۸۳
ولایت کی آخری سیڑھی پر پہنچ گیا ہوں اور نبوت کے ابتدائی درجات طے کرتا ہوں پھر فرمایا کہ
میں نے کوشش کی تو ایک نبی کی حد تک پہنچ گیا۔ حضرت سلیمان تونسوی کی تعریف میں مناقب
المحبوبین ص۲۴۹ میں لکھا ہے کہ حضرت[۸۴] عیسٰے علیہ السلام کا ایک ہی معجزہ تھا کہ قُم بِاذنِ اللّٰہ اور تم نے ۸۴
اپنے دم سے کئی ایک جیس زندہ کر ڈالی ہیں۔ موسےٰ علیہ السلام نے تو خدا کو ایک مرتبہ ہی دیکھا تھا۔
اور بیہوش ہو گئے تھے اور تم تو اسے ہر وقت دیکھتے ہو اور مسکراتے ہو تم تو ذاتِ مطلق کے نور ہو
نُورُ العَالَمِین ہو۔ کرسی۔ عرش۔ لوح و قلم سب کچھ تمہارے نور کا مظہر ہے۔ تم ہی شمس ہو تم ہی قمر ہو۔
تم ہی نُورٌ علےٰ نُور ہو تم ہی نورِ محمدی ہو اور تمہاری انگوٹھی خَاتَمُ الوِلَایَۃ ہے اور اس کو نبوت کا
رتبہ حاصل ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ:۔

قصیدہ روحیہ

شَهِدْتُ[۸۵] بِاَنَّ اللّٰهَ وَالِيْ وِلَايَتِيْ ... وَقَدْ مَنَّ بِالتَّصْرِيفِ فِيْ كُلِّ حَالِقِيْ ۸۵
سَقَانِيْ رَبِّيْ مِنْ كُؤُسِ شَرَابِهٖ ... وَاَسْكَرَنِيْ حَقًّا فَهِمْتُ بِسُكْرَتِيْ
وَمَلَّكَنِيْ اَمْرَ الْجِنَانِ وَمَا حَوَتْ ... وَكُلُّ مُلُوْكِ الْعَالَمِيْنَ رَعِيَّتِيْ
وَشَاؤُسُ مُلْكِيْ صَارَ شَرْقًا وَمَغْرِبًا ... وَاِنْ شِئْتُ اَفْنَيْتُ الْاَنَامَ بِلَحْظِهٖ
وَشَاهَدْتُ مَا فَوْقَ السَّمٰوٰتِ كُلِّهَا ... كَذَا الْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ فِيْ كَفِّ قُدْرَتِيْ

وكل بلاد الله ملكي حقيقة … واقطابها من تحت حكم اطاعتي
وبي نشأتي في الحب من قبل آدم … وسري سرى في الكون من قبل نشأتي
وفي حاننا ادخل ترى الكاس دائرا … على سائر الاقطاب صحت ولايتي
انا قادر في الوقت قطب مبجل … وما شرب العشاق الا بقيتي
وفقت على من يدعي الحب والهوى … تطوف بي الاملاك في حين حضرتي
نعم نشأتي في الحب من قبل آدم … وقربني المولى ففزت بدولتي
انا كنت في العلياء نور محمد … بمكنون علم الله قبل نبوتي
انا كنت مع ادريس لما ارتقى العلى … واسكنه الفردوس احسن جنتي
انا كنت مع نوح بفلك اذا جرت … بجار وطوفانا على كف قدرتي
وكنت بابراهيم ملقى بناره … فما برد النيران الا بدعوتي
وكنت مع الايوب في زمن البلا … وما برحت بلواه الا بدعوتي
وكنت باسماعيل في الذبح شاهدا … وليس نزول الكبش الا بفديتي
انا كنت مع يعقوب في حزن يوسف … وما برئت عيناه الا بتفلتي
وكنت بموسى في مناجاة ربه … واما عصاه من عصائي امدت
انا كنت مع عيسى لفي المهد ناطقا … واعطيت داودا حلاوة نغمتي
انا كنت بدء القدس في علم خالقي … انا الآخر المبعوث في سر مدتي
ومن قبل قبل الآن في درج العلى … مقيما وفي الفردوس مسموع كلمتي
نظرت الى الدنيا جميعا وجدتها … كخردلة في وسط كفي وراحتي
واعطاني الرحمن من علم غيبه … ثمانين علما غير علم حقيقتي
فما منبر الا ولي فيه خطبة … ولا مسجد الا ولي فيه ركعتي
مريدي تمسك بي وكن بي واثقا … فاحميك في الدنيا ويوم قيامتي

وَاَعْلَمُ مَوْجَ الْبَحْرِ اُحْصِی عِدَادَهَا وَاَعْلَمُ رَمْلَ الْاَرْضِ کَمْ هِیَ رَمْلَتِی
وَاُوْصِیْکُمُوْا اَلَّا تَقْعُدُوْا بِتَکَبُّرٍ وَاُوْصِیْکُمُوْا مَشْیَ الطَّرِیْقِ الْحَمِیْدَتِی
وَمَا قُلْتُ هٰذَا الْقَوْلَ فَخْرًا وَاِنَّمَا اَتَی الْاِذْنُ حَتّٰی تَعْرِفُوْنَ حَقِیْقَتِی
وَلَا قُلْتُ حَتّٰی قِیْلَ لِیْ قُلْ وَلَا تَخَفْ فَاِنِّیْ وَلِیُّ اللّٰهِ فِیْ کُلِّ حَالَتِی
وَوَالِدَتِیْ زَهْرَاءُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ اَبِیْ حَیْدَرٌ وَاُمَّتْ بِهٖ کُلَّ بَرَکَتِی
وَجَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ طٰهٰ مُحَمَّدٌ اَنَا عَبْدُ قَادِرٍ شَیْخُ کُلِّ طَرِیْقَتِی
مُرِیْدِیْ تَمَسَّکْ بِیْ وَکُنْ بِیْ وَاثِقًا وَقَدَمِیْ هٰذِهٖ فَوْقَ کُلِّ وِلَایَتِی
اَنَا قَاطِعُ الْکُفَّارِ بِالسَّیْفِ دَائِمًا تَجَاوَزَ غَیْرِیْ ثُمَّ سُلْطَانُ قُدْرَتِی
وَکُلِّیْ بِاَمْرِ اللّٰهِ اِنْ قَالَ قُلْ اَقُلْ وَکُلِّیْ بِاَمْرِ اللّٰهِ رَبِّیْ مَشِیْئَتِی
وَاَمْرِیْ اَمْرُ اللّٰهِ اِنْ قُلْتُ کُنْ یَکُنْ وَنُوْدِیْتُ بِالنُّوْرِ الْعَظِیْمِ بِهِمَّتِی
وَمَنْ حَدَّثَتْهُ نَفْسُهٗ بِتَکَبُّرٍ تَجِدْهُ صَغِیْرًا فِی الْعُیُوْنِ بِذِلَّتِهٖ
فَصَلُّوْا عَلٰی خَیْرِ الْبَرِیَّةِ اَحْمَدٍ خُصُوْصًا جَمِیْعَ الْمُرْسَلِیْنَ بِرَحْمَةٍ

۸۶ قیل۔[۸۶] فِی الْخَلْقِ عَیْنُ الْحَقِّ اِنْ کُنْتَ ذَا عَیْنٍ وَفِی الْحَقِّ عَیْنُ الْخَلْقِ اِنْ کُنْتَ ذَا عَقْلٍ
وَاِنْ کُنْتَ ذَا عَقْلٍ وَعَیْنٍ فَمَا تَرٰی سِوٰی عَیْنِ شَیْءٍ وَاحِدٍ کَانَ بِالشَّکْلِ

۸۷ بایزید رح سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ

۸۸ بایزید [۸۸] نیست اندر جبہ ام غیر از خدا چند جوئی در زمین و آسمان
[۸۹] با مریدے آں فقیرِ محتشم بایزید آمد کہ نک یزدان منم
رومی رح گفت مستانہ عیاں آں ذو الفنون لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا هَا فَاعْبُدُوْن
انبیا و اولیا حیراں شدہ در حضرتش یحیےٰ و یعقوب یوسف چرخ مطلق میزنند
عیسےٰ و موسےٰ چہ باشد چاکران حضرتش جبرئیل اندر قبولش سحر مطلق میزنند
جان ابراہیم مجنوں گشت اندر شوق او تیغ بر اسحاق و اسماعیل مطلق میزند

احمدش گوید که واشو قالنا اخواننا — بر وفاق عشق او صدیق مطلق میزند

نیست آں کس کو چنیں مردی کند اندر جہاں — شمس تبریزی که ماه بدر را شق میزند

ہر که نام شمس تبریزی شنید اندر جہاں — روح او مقبول حضرت شد انا الحق میزند

٩٠ رومی[٩٠] - ہر لحظہ بشکل آں بت عیار برآمد - دل برد و نہاں شد — ہر دم بلباس دگر آں یار برآمد - گہ پیر و جواں شد

٩١ رومی[٩١] - اے قوم بحج رفته کجائید کجائید — معشوقه ہمیں جاست بیائید بیائید

آنہا که طلبگار خدائید خدائید — حاجت بطلب نیست شمائید شمائید

٩٢/(١) عطار[٩٢] - خود پیغمبر شد و پیام آورد — گشت خود کافر و نمود انکار

خود کند ساز ہر گناه که ہست — خود کند باز توبه استغفار

٩٢/(٢) اس استدلال کا جواب[٩٢] یوں ہے :- کہ

(١) صوفیائے کرام کے نزدیک وحدت وجود کا مسئلہ کسی حد تک قابل تسلیم سمجھا گیا ہے جسمیں وہ نہ صرف اپنا اتحاد ذات محمدیہ سے ثابت کرتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک ہر ذرہ بھی اپنی خالق سے متحد فی الذات ہے اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ع اگر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔ کیا مرزا صاحب بھی اس عقیدہ پر قایم ہیں؟ ان کے دلائل سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اپنی رسالت کے ذہن میں صرف ذات رسول اور ذات الٰہی سے اتحاد پیدا کرتے ہیں اور جملہ کائنات سے اتحاد کے قائل نہیں ہیں۔ اس لیئے صوفیائے کرام کے اقوال سے استدلال قایم کرنا بالکل غلط ہوگا۔

(٢) اگر ہم مان لیں کہ صوفیائے کرام نے اپنا اتحاد ذات رسول سے ثابت کیا ہے تو پھر بھی مرزا صاحب کے دعوی سے ان کا کچھ لگاؤ نہیں ہے۔ کیونکہ کسی صوفی نے آج تک کسی سے اپنی نبوت کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی کسی کو اپنی نبوت کے انکار پر کافر کہا ہے مگر یہاں یوں کہا جاتا ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب کی نبوت میں متردد ہیں[١٥٣] وہ بھی کافر ہیں اس لیئے مرزا صاحب کا اپنے آپ کو صوفیائے کرام پر قیاس کرنا غلط ہوگا جس سے ہر عقل مند کو محترز رہنا چاہیئے۔

(٣) صوفیائے کرام نے اپنی وجدانی حالت میں جو کچھ کیا ہے اس پر اپنے ایمان کی بنیاد نہیں

رکھی اور نہ ہی اس کو الہام یا وحی کی صورت میں پیش کیا ہے جس طرح کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ براہین احمدیہ میں صاحب مجھے الہام ہوا کہ دنیا میں ایک نبی (یا نذیر) آیا۔ مگر دنیا نے اس کو نہ مانا۔ اور خدا تعالےٰ اپنے زبردست حملوں سے اس کی صداقت ظاہر کرے گا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت الہام پر مبنی ہے لیکن صوفیائے کرام کی طرف سے صرف لطف آمیز لفظ ہی لفظ ہیں ورنہ ان کے تحت میں کسی نبوت کا دعویٰ نہیں ہے اس لئے ان پر قیاس کرنا بالکل صحیح نہ ہوگا۔

(۴) صوفیائے کرام کا کلام اس موقعہ پر شرعی حُجّت تسلیم نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس کلام کو شریعت کے رُو سے کچھ وقعت دی گئی ہے بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے اور صوفیائے کرام کا کلام مطالعہ کیا جائے جو انہوں نے غیر وجدانی حالت میں شریعت کو ملحوظ رکھ کر کیا ہے تو بالکل ایسے اتحاد سے مختلف پائے گئے یہاں تک لکھا ہے کہ جب ان ہی وجدانی حالت دور ہو جاتی تھی تو خود اس پر نادم ہو کر استغفار کرتے تھے اور بقول (بایزید) یوں بھی کہہ دیتے تھے کہ اگر تم ہم سے ایسا لفظ سنو تو ہمیں روک دو۔ مگر مرزا صاحب کے نزدیک ایسا کلام وحی خداوندی سمجھا جاتا ہے تو پھر ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب بھی مجذوبانہ حالت میں ایسا ویسا کہا کرتے تھے اور بعد میں توبہ کر لیا کرتے تھے۔

(۵) مرزائی خود تسلیم کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے اتحاد ذاتی یا انعکاس نبوت کا قول کیا ہے علمائے اسلام نے اس عقیدہ کی بنیاد پر ان کی بڑے زور سے تکفیر کی ہے۔ اور ان کو حق بجانب سمجھ کر صُوفیائے کرام نے نہ صرف اپنے اقوال سے رجوع کیا ہے بلکہ ایسے فتوے تکفیر کی تصدیق بھی کی ہے۔ چنانچہ حضرت بایزید فرماتے تھے۔ کہ جو ایسے الفاظ کہتا ہے وہ بیشک کافر ہے (نفحات الانس)

(۶) صوفیائے کرام کے اقوال اس موقعہ پر دو قسم کے ہیں اوّل وُہ ہیں کہ جن کو ہم تسلیم نہیں کر سکتے کہ واقعی انہوں نے کہے ہیں کیونکہ اشعار پیش کردہ کی بندش ظاہر کرتی ہے کہ خواہ مخواہ ان کے ذمہ تھوپ دیئے گئے ہیں ورنہ ان کی شان اس سے برتر تھی۔ کہ ایسے بے محاورہ یا غلط سلط الفاظ استعمال کرتے۔ سو ایسے کلمات جو خود ہی صحیح نہیں ہیں وُہ قابل استدلال نہیں

ہو سکتے جب تک کہ یہ ثابت نہ کیا جائے کہ واقعی انہوں نے ہی ایسے فقرات اپنے منہ سے نکالے تھے دوم وہ کلمات ہیں جو انہوں نے وجدانی حالت میں آ کر بے اختیار ہو کر کہے تھے۔ ان کو اصطلاح صوفیہ میں **شطحیات** کہتے ہیں اسی واسطے مرزا صاحب بھی اگر اپنے اتحادی اور بروزی وغیرہ اقوال کو شطحیات تسلیم کر لیتے تو ہمیں ان پر بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ کیونکہ آج تک کسی شطحی قول کو عقائد میں داخل نہیں کیا گیا۔

(۷) فلسفیانہ اصول کے بنیاد پر جو تحقیق مولٰنا بحر العلوم یا دوسرے بزرگوں نے پیش کی ہے۔ ان سب کو ملا کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صوفی اگرچہ فیضان نبوت سے بہرہ ور ہوتا ہے مگر کسی وقت بھی وہ مجاز نہیں ہے کہ کسی طرح کی نبوت کا دعویٰ کر سکے ورنہ اسلام سے خارج سمجھا جائیگا لیکن افسوس ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت کے ثابت کرنے میں صوفیائے کرام کے کلمات اور تحقیقات سے بروز و انعکاس وغیرہ تو پیش کیا جاتا ہے لیکن یہ نہیں پیش کیا جاتا کہ انہوں نے ختم رسالت کے بعد دعوی نبوت کو خواہ وہ کسی طرح ہی ہو ممنوع بھی قرار دیا ہے اب خود ہی سوچ لیں کہ یہ کتنا بڑا ظلم ہے (دیکھو ۲۳۲)

(۸) ادعائے نبوت کے مقام پر علمائے شریعت جو واقعی وارث انبیاء ہیں۔ وہ سب تصریحات اسلام مجبور ہیں کہ جو شخص بھی ختم رسالت کے بعد مدعی نبوت (جزوی۔ بروزی۔ انعکاسی۔ حدیثی۔ تبعی) یا خواہ کسی قسم کا مدعی نبوت ہو۔ وہ حسب تصریحات مرزا صاحب بھی خارج از اسلام ہے (دیکھو ۲۱۴، ۲۱۳، ۱۸۲) خواہ خود مرزا صاحب ہی ہوں یا کوئی صوفی ہو یا اولیائی کا دم بھرتا ہو اس لیئے اگر یہ ثابت کیا جائے کہ جن صوفیاء کا کلام پیش کیا گیا ہے کہ انہوں نے ہی مرزا صاحب کی طرح دعوی نبوت کیا تھا اور اسکو الہامی رنگ چڑھایا تھا اور پھر اس کی اشاعت کرا کر اپنے منکرین کو کافر حرامزادے اور غیر انسان قرار دیا تھا تو علمائے اسلام مجبور ہوں گے کہ احترام ختم رسالت قائم رکھتے ہوئے انکو بھی اسلام سے خارج قرار دیں اس لیئے ایسے استدلالات سے مرزا صاحب کی نبوت کو ثابت کرنا بالکل لا حاصل ہو گا اور بس۔

(۹) اسلامی سلطنت خاندان عباسیہ میں جب آ گئی تھی تو آہستہ آہستہ ایرانی فتوحات کی وجہ سے

عیاشی نے قدم جمانا شروع کر دیا تھا جس کا اثر شعراء اسلام پر کافی طور پر پڑا۔ بالخصوص فارسی شعراء تو چونکہ ایران اور شیراز کے ہی رہنے والے ہی تھے گو انہوں نے اسلام کے ظاہری تعزیرات سے عیاشی کا ارتکاب تو ترک کر دیا تھا مگر قلم اور زبان اسی مذاق سے آشنا ضرور تھے اسلئے جو بھی شعر کہتے خواہ وہ کسی اسلامی نکتہ خیال سے لکھا جاتا مگر استعارات و تشبیہات وہی ہوتے جو قبل از اسلام تھے۔ اس کے علاوہ اسی عہد اسلامی میں مرتدین قرامطہ کا بڑا زور تھا۔ جا بجا انکے نام لیوا پیدا ہو چکے تھے سلطنت نے ہر چند اس مذہب کو جڑھ سے اکھاڑ اگر ان کے اکھاڑے اندر ہی اندر صوفیانہ رنگ میں جم چکے تھے اور ان چالاکیوں سے بے خبر صوفی ان کے دام تزویر میں پھنس گئے تھے اور قرامطہ کا مسلک کسی حد تک بروز۔ انعکاس۔ حلول اور اکتساب النبوۃ کے عنوانات پر ظہور پذیر ہو چکا تھا جس کا اثر اسکی بے خبری کی وجہ سے صوفیائے کرام کے ملفوظات میں موجود ہے جن کو شطحیات کہا جاتا ہے کسی وقت مستانہ رنگ میں اپنی مدحت سرائی کرتے اور کبھی وقت جب اسلامی جذبات کا احترام دامنگیر ہوتا تو خود ہی ان سے تائب ہو کر نادم ہو بیٹھتے۔ یہی وجہ تھی کہ ان شطحیات کا وجود اسلامی عقائد۔ اور اسلامی احکام یا اسلامی مسائل میں کہیں نہیں ملتا بلکہ فقہاء تصریح کرتے ہیں کہ اگر ایک طرف جناب غوث الاعظمؒ کا قول ہو اور دوسری طرف امام زفرؒ کا قول ہو۔ تو اسلامی مسائل اور عقائد میں امام زفرؒ کا قول معتبر ہوگا اور جناب غوث پاک کا قول قابل عمل قرار نہ دیا جاویگا کیونکہ اس کی بنیاد شطحیات پر ہوگی۔

(۱۱) ادعائے نبوت میں قرآن و حدیث سے استدلال پیش کیا جا سکتا ہے صوفیائے کرام کے اقوال سے استدلال قائم کرنا مفید نہیں کیونکہ اولاً خود انہوں نے اپنے ذاتی خیالات کو شرعی دلیل نہیں سمجھا۔ ثانیاً انہوں نے اپنے خیالات کو مرزا صاحب کی طرح الہام نہیں بتایا ثالثاً اپنے خیالات کی بنیاد پر کسی کو صرف اس لیئے کافر نہیں کہا کہ وہ ان کا منکر ہے۔ رابعاً علمائے اسلام نے ان کو ایسے اقوال کی بنیاد پر قابل اعتراض قرار دیا ہے۔ چنانچہ بڑے زور سے ان کی تردید ہوئی۔ اور جو صوفیائے تائب نہ ہوئے ان کو سزائیں بھی دی گئیں۔ خاصاً قرون اولیٰ میں شطحیات کا وجود نہیں ملتا۔ از منہ متوسطہ

کوئی خاص اسلامی عہد تصور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس میں تعیش آگیا تھا اس وقت کے شطحیات اسلامی دلیل نہیں ہیں اس کے بعد جب مسلمان اغیار کی رعایا بن گئے تو آہستہ آہستہ وہ تمام شطحیات کا استعمال کافور ہو گیا۔ چنانچہ آج جو بھی صوفیائے کرام ہیں۔ ان کے کلام میں حلول۔ بروز۔ اور اکتسابِ نبوت یا انعکاس کا پتہ نہیں چلتا اگر کسی نے آج بوجہ کمال اتباع کے الہامی یا منامی طور پر رسالت کا دعویٰ کیا ہے تو بڑے زور سے اس کی تردید کی گئی ہے اور اس کو مرزا صاحب کے ساتھ ہی ملا دیا گیا ہے کیونکہ قرآن و حدیث کے خلاف تھا اور اسلامی تصریحات اس کی تردید کرتی تھیں

(۱۱) عام طور پر شعراء اور صوفیاء کا کلام پیش کیا جاتا ہے مگر یہ نہیں سوچا جاتا کہ شاعرانہ مذاق بالخصوص مذاق عجمی بات کا بتنگڑ بنانے میں مشہور رہا ہے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ جن صوفیاء کے شعر پیش کئے گئے ہیں فی الواقع بھی ان کا یہی عقیدہ تھا۔ کیونکہ شاعرانہ رنگ میں حافظ شیرازی جیسے نادار بھی بلخ و بخارا کو اپنی ملکیت سمجھ کر جود و سخا میں دوست پر نچھاور کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دلِ مارا بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا

اخیر پر یہاں ایک ادنیٰ ہی شبہ پڑتا ہے کہ مرزائی پارٹی میں جب قرآن مجید کا مفہوم ایک نئے ڈھانچہ میں ڈھالا گیا ہے تو بہت ممکن ہے کہ صوفیائے کرام کا کلام بھی ان چابکدست استادوں کی استادی سے نہ بچ سکا ہو اس لیئے ناظرین کا فرض ہے کہ صرف ان کے کہنے سے سچ نہ مان لیا کریں بلکہ ان کا فرض ہے کہ صوفیائے کرام کا ان کی خود اپنی تصنیف میں لکھا ہوا دیکھیں پھر دیکھیں کہ اسی کلام کا ماقبل و مابعد کس مضمون کو ادا کر رہا ہے۔ آخر جب ہر طرح سے اطمینان ہو جائے تو پھر ہمارے دس جوابوں کی طرف متوجہ ہوں ورنہ کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۹) مرزائیوں کا اثبات نبوت مرزا صاحب میں یہ دعویٰ بھی قابل سماعت نہیں ہے کہ "مرزا صاحب نے لفظ نبوت سے صرف اس قدر مراد لیا ہے کہ ان کو اخبار بالغیب اور کثرت مکالمہ سے سرفراز کیا گیا ہے اور یہ صرف اصطلاحی لفظ ہے جو دوسرے مفہومات سے الگ ہے" کیونکہ مرزا صاحب اگر صرف یہی حجت پیش کرتے تو پھر بھی ان کو ہرگز اجازت نہ تھی کہ کسی قسم کی خانہ ساز نبوت کا دعوے

کرتے۔ کیونکہ اس میں اہل اسلام کو سخت دھوکہ دہی۔ افساد فی الدین خلاف تصریحات اسلامیہ اور سخت فرقہ بندی کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ وہی ہُوا۔ اور مرزائیوں نے الگ ڈھائی اینٹ کی مسجد کھڑی کر کے اغیار کو اپنی خانہ ساز نبوت کے الکار پر اسلام سے خارج سمجھ لیا ہے یہ تو اونٹ کی مثال ہی کہ سردی کے وقت رات کو ایک اونٹ نے ایک عربی سے کہا تھا کہ مجھے صرف گردن خیمہ کے اندر کر لینے دو تو عربی ذرہ پیچھے ہٹ گیا پھر دو ٹانگیں بھی اندر کر لیں تو عربی کھڑا ہو گیا۔ آخر جب اونٹ سارا ہی اندر آگیا تو عربی (مالک خیمہ) سے کہا کہ باہر چلے جاؤ تمہاری یہاں جگہ نہیں ہی اسی طرح مرزا صاحب نے آہستہ آہستہ جب پاؤں جمائے اور ایک جماعت تیار کر لی تو اخیر میں اہل اسلام کو اسلام سے ہی جواب دیدیا اور تمام اسلام پر خود ہی قابض ہو بیٹھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب پہلے سے چھپے رستم تھے۔ اور بعض نبض شناس اہل علم براہین احمدیہ کے زمانہ سے قیاس کر رہے تھے۔ کہ یہ شخص ضرور نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ چنانچہ ان کا یہ دعویٰ صحیح نکلا اور ایسا صحیح نکلا کہ مرزا صاحب کی کوئی پیشینگوئی بھی ایسی صحیح نہیں نکلی اور زراندوزی کی ایسی گدی قایم کر گئے ہیں کہ آج قادیان پیرس کا نمونہ بن رہا ہے۔ اور اسلامی تمدن کو وہاں روز افزوں روگردانی ہو رہی ہے اور احکام اسلامیہ کو توڑ موڑ کر معاشرت مغربیہ پر قربان کیا جا رہا ہے غالباً مرزا صاحب کا اپنی نبوت سے بھی یہی مطلب تھا جو حاصل ہو گیا ہے ایک پڑھا لکھا آدمی کسی گاؤں میں گمنام ہو کر زندگی بسر کر رہا تھا آخر اپنی کروٹ بدلی اور دعویٰ کیا کہ "میں اللہ ہوں" یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف شہرت ہو گئی۔ اور ایک بڑے بھاری مجمع میں جواب دہی کے لئے پیش ہُوا۔ تو بحث کیلئے صرف چند اہل علم روشناس منتخب کیے خلوت میں کہنے لگا کہ میرا دعوے مطلقاً خدائی کا نہیں ہے۔ الّا پنجابی زبان میں کچے اور بے عقل کو کہتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں اللہ ہوں یہ اُن کی غلطی ہے میرا کیا تصور ہے؟ اس پر تمام نے کہا کہ مولوی صاحب اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ تم نہیں سمجھے آخر جب لوگ چلے گئے تو مدعی الوہیت نے صاف کہہ دیا کہ میں اللہ ہوں علمائے اسلام بھی میرے دعوے کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد اپنی جماعت تیار کر کے جنگ زرگری شروع کر دی۔ اور بڑے بڑے پیر صاحب بن کر ایچ پیچ کی باتوں میں خوب مال کھایا اور اخیر لوگوں کا ستیاناس

کرکے دنیا سے رخصت ہوا۔ اسی طرح مرزا صاحب نے بھی پہلے پہل محدثیت کا دعویٰ کیا اور اصطلاحی نبوت کا دم بھرا۔ پھر حسب عقیدہ محمودیہ نبوت میں ترقی کرنا شروع کر دیا اخیر عمر میں اپنے غیر مشروط نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور لوگوں میں اختلافات کا دروازہ کھول کر چل دیئے لاحول ولاقوۃ الا باللہ

(۵) مرزا صاحب کے مذہبی مقابلے

پہلا مقابلہ 1878 جنگِ تناسخ

مرزا صاحب نے سب سے پہلے آریوں سے مقابلہ کیا ان کی تردید میں اخبار سفیر ہند کے ذریعہ
مضامین شائع کرائے جنمیں زیر تنقیح یہ مسئلہ تھا۔ کہ آیا تناسخ کا مسئلہ درست ہے یا غلط؟ ۲ مارچ ۱۸۷۸ء
میں مرزا صاحب نے اشتہار دیا کہ اگر آریہ یہ ثابت کریں کہ روحیں بے انت ہیں تو ہم ان کو پانچ سو ٩٣
روپیہ دیں گے۔ آریوں نے کہا کہ اگرچہ روحیں بے انت نہیں ہیں مگر بوقت ضرورت انکو مکتی سے نکال کر تناسخ جاری رکھا جاتا ہے اور اس پر مناظرہ کی درخواست کی۔ مرزا صاحب نے اسکے جواب میں ۱۰ جون ۱۸۷۸ء کو اشتہار دیا کہ مناظرہ خاص مجلس میں ہو۔ اور تین آدمی (دو برہمو ایک عیسائی) منصف مقرر ہوں۔ اور جلسہ میں صرف تین تقریریں ہوں پہلے ہماری پھر آریوں کی اور اخیر میں پھر ہمارا جواب الجواب سُن کر مجلس برخاست کی جائے یہ شرائط چونکہ یکطرفہ تھے آریوں نے غالباً منظور نہ کیئے اور باتوں ہی باتوں میں یہ بحث طول کھینچ گئی جس کا نتیجہ سوائے منافرت کے کچھ نہ ہوا۔

ہمیں اس موقعہ پر یہ دکھانا منظور ہے کہ اس وقت مرزا صاحب اشتہاروں میں اپنا نام صرف اتنا ہی لکھا کرتے تھے کہ "غلام احمد رئیس قادیان"۔ نہ اس وقت آپ مہدی تھے اور نہ مسیح۔ اس لیئے عام اہل اسلام آپکے ہم نوا تھے اور علمائے اسلام آپ کی امداد کو تیار رہتے تھے۔ جن میں سے خصوصیت کے ساتھ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا نام قابل ذکر ہے۔ پیر صاحب گولڑوی۔ صوفی عبدالحق غزنوی مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری۔ مولوی غلام علی صاحب امرتسری اور خاندان لدھیانوی وغیرہ بھی اس وقت آپ کو مجاہد اسلام تصور کرتے تھے۔

دوسرا مقابلہ 1880ء جنگِ الہامی

مرزا صاحب کی پہلی تصنیف براہین احمدیہ ہے جس کی ترتیب و تالیف کے متعلق مراق مرزا[۵]
میں کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے اس کتاب کی اشاعت سے پہلے اور اپنی ناموری حاصل کر لینے کے بعد ایک
اشتہار دیا کہ جس میں اس کی نشر و اشاعت کیلئے دو طریق پیش کیئے۔ اوّل یہ کہ ہر ایک[۹۴] مسلمان بھائی ۹۴
اپنی جیب سے چندہ بھیج کر شرکت حاصل کرے دوم یہ کہ[۹۵] اشاعت سے پہلے ہر ایک درد مند اسلام پانچ پانچ ۹۵
روپے میں کتاب اصولیت کو قبول کرے تاکہ جس قدر تیار ہوتی جائے اس کے نام روانہ کی جایا کرے اور
یوں بھی لکھا کہ اگر اغنیاء ایک ان کا خرچ جو ان کے باورچیخانہ میں ہوتا ہے بھیجدیں تو یہ کام بآسانی سر انجام
پا سکتا ہے اور یوں بھی تحریر کر دیا کہ کوئی[۹۶] مخالف اسلام اگر اس کا جواب ان شرائط کے ماتحت دیگا ۹۶
جو جلد اوّل میں بیان کی گئی ہیں تو اس کو دس ہزار روپے انعام دیئے جائیں گے۔

بہر حال یہ کتاب چھپی اور لوگوں نے پانچ پانچ روپے پیشگی بھیجکر اپنے اخلاص کا اظہار کیا مگر جب نشر و اشاعت کا وقت آیا۔ تو اس کی قیمت بیس پچیس روپے تک بھی وصول کی گئی اور کافی روپیہ جمع ہو گیا۔ (کلمہ فضل رحمانی) اور اس وقت تک ہی مرزا صاحب نے کوئی دعویٰ نہیں کیا اور صرف "خاکسار غلام احمد قادیانی" لکھکر مضمون ختم کر دیا کرتے تھے۔ پہلے رئیس قادیان لکھتے تھے اب خاکسار بن گئے آپ کی یہ پہلی تبدیلی ہے اور اس کتاب کے اندر برہمو سماج۔ آریہ سماج اور عیسائیوں کو خوب اشتعال اسلام کے مقابلہ میں آمادہ پیکار کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آریوں نے تکذیب براہین احمدیہ لکھی جسمیں اسلام پر وہ حملے کیئے کہ اس سے پہلے جن کا نام و نشان تک بھی نہ تھا اور جن کا باعث صرف یہی کتاب ثابت ہوئی یہ مقابلہ اخیر میں الہامی مقابلہ تھا کیونکہ اس کتاب میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ اگر مخالفین اسلام کے مذہب میں صداقت ہے تو آؤ میرے الہام کے مقابلہ میں الہام کرو۔"

ان الہامات کو دیکھ کر عاقبت اندیش طبائع نے مرزا صاحب سے تنفر کا اظہار کیا اور حسن ظن رکھنے والے پھر بھی آپ کی تائید میں قائم رہے چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں اس کتاب کی بڑی تعریف و توصیف کی (دیکھو سیرت مسیح) جو بعد میں جب ہوش سنبھالا آپ

کی سب ان کو واپس لینی پڑی۔ بہر حال اس مقابلہ کا نتیجہ انشقاق و افتراق کے سوا کچھ نہ ہوا۔

تیسرا مقابلہ $\frac{1887}{1888}$ جنگِ بشیر

۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب کے دو جوان فرزند بقید عمر ۲۰ و ۲۲ سال موجود تھے۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء
کو مرزا صاحب نے اشتہار دیا کہ خدا[٩٧] تعالےٰ نے الہام میں مجھے کہا ہے "اے مظفر تجھ پر سلام" اور ایک ٩٧
لڑکا دینے کا وعدہ بھی کیا ہے جو تمہارا مہمان ہو کر آتا ہے اور جس کا نام (عنموائیل) بشیر بھی ہوگا۔
وجیہہ۔ پاک۔ زکی۔ ذکی۔ صاحب فضل۔ صاحب شکوہ اور عظمت و دولت۔ صاحب نفس مسیحی و روح
الحق۔ کلمۃ اللہ۔ شافی امراض۔ فہیم۔ حلیم۔ علیم علوم ظاہری و باطنی۔ فرزند دلبند ارجمند۔ مظہر
الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلا۔ کانّ اللہ نزل من السّماء۔ نور علےٰ نور۔ ممسوح عطر عنایت الٰہی
منجی اسیران قوم زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب
اپنی نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ (غرضیکہ تمہارے گھر حضرت مسیح علیہ السلام جنم لینگے)

چونکہ مرزا صاحب نے یہ اشتہار ہوشیارپور میں شائع کیا تھا۔ اور جناب کی اس وقت اہلیہ انبالہ
چھاؤنی میں اپنے باپ (میر ناصر نواب صاحب) کے گھر گئی ہوئی تھی۔ اس لیئے قادیاں میں سے دو
آدمیوں (سلطانی۔ صابر علی) نے شائع کر دیا کہ مرزا صاحب کے گھر فرزند پیدا ہو چکا ہے جس کا ابھی
تک لوگوں سے اظہار نہیں کیا تھا اس لیئے یہ پیشگوئی غلط ہے اس پر مرزا صاحب نے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو
ایک جوابی اشتہار شائع کیا کہ ابھی تک میرا[٩٨] کوئی تیسرا فرزند پیدا نہیں ہوا۔ صرف وہی دو ہیں جو بیس ٩٨
سال سے موجود ہیں لیکن نو سال تک اس الہام کے مطابق ایک لڑکا ضرور پیدا ہوگا خواہ دیر سے ہو۔
خواہ جلدی ہو۔ اور یہ پیشگوئی دو سال سے پہلے خاص خاص آدمیوں کے سامنے ظاہر بھی کر دی گئی
ہے اور یہ خیال کرنا بھی غلط ہے کہ ہمنے حمل دیکھ کر یہ کہا ہے کیونکہ حمل دیکھنے سے قطعی طور پر یہ نہیں
کہا جا سکتا کہ واقعی لڑکا ہی ہوگا یا لڑکی۔

بالفرض اگر لڑکے کا یقین بھی ہو جاوے۔ تو یہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ لڑکا ایسا ہوگا
اس لیئے ہم کہتے ہیں کہ یہ آسمانی نشان ہے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کیلیئے ظاہر ہوگا

کیونکہ دعا کے ذریعہ ایک خاص رُوح منگوائی گئی ہے جس میں صفات مذکورۃ الصدر موجود ہونگے اور اس قسم کی رُوح کا جسمانی حالت میں ظاہر ہونا ان تمام رُوحوں سے زیادہ بڑھ کر نشانِ صداقت ہوگا جو حضرت مسیح یا دیگر انبیاء کی دعا سے (بقول بائیبل) دوبارہ زندہ ہوئی تھیں اور کچھ دیر بعد پھر الگ ہوگئی تھیں کیونکہ وُہ روحیں معمولی تھیں جن کا آنا نہ آنا برابر تھا۔ لیکن یہ رُوح ایک عظیم الشان ہے کہ جس کے آنے سے کمال اسلام ظاہر ہوگا۔ اس لئے یہ معجزہ احیاء موتے سے بڑھ کر ثابت ہوگا۔ اس اشتہار پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ نو برس تک لمبی پیشگوئی صداقت کا نشان نہیں ہے تو مرزا صاحب نے ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو اشتہار دیا کہ آج الہام کے ذریعہ سے یُوں معلوم ہوا ہے کہ بہت جلد ایک لڑکا پیدا ہوگا جو مدّت حمل سے تجاوز نہیں کریگا مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ آیا یہ وُہی لڑکا ہے جس کے صفات مذکور ہو چکے ہیں یا یہ کوئی اور دُوسرا لڑکا ہوگا۔ ۹۹

بہرحال مرزا صاحب نے لوگوں کو ایک الجھن میں ڈالدیا جو کسی طرح سُلجھ نہ سکتی تھی۔ بدقسمتی سے ان دنوں میں موجودہ حمل سے لڑکی پیدا ہوئی اور لوگوں نے اعتراض کیا کہ ولد موعود مدّت حمل سے تجاوز کر گیا ہے حالانکہ موجودہ حمل سے اس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ مرزا صاحب نے اس کے جواب میں ۸ اگست ۱۸۸۶ء کو اشتہار دیا کہ میں نے کب کہا تھا کہ موجودہ حمل سے وہ لڑکا ہوگا۔ بلکہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ اگر اب نہ ہوا تو دُوسرے حمل سے ضرور پیدا ہوگا۔ آخر وُہ لڑکا (جو اس موعود کے علاوہ ہے) ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوگیا ہے اور یہ جو کہا گیا تھا کہ مدّت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا۔ اس سے مراد صرف یہی تھا کہ بہت جلد پیدا ہوگا اور دوسرے حمل میں پیدا ہوگا۔ اور ہم کو اپنے الہام کی تشریح کرنے کا پُورا اختیار ہے۔ اب مرزا صاحب نے یہ سمجھا کہ یہ ہی لڑکا ہے کہ جس کو عمنوائیل کہا گیا ہے حالانکہ یہ وُہ نہ تھا بلکہ اس کی پیشگوئی ابھی ملتوی کی گئی تھی۔ اور یہ لڑکا درمیان میں دُوسری پیشگوئی کے ماتحت پیدا ہوگیا تھا اور اس میں صفات مذکورۃ الصدر کا پایا جانا ضروری نہ تھا۔ مگر مرزا صاحب کو اجتہادی غلطی لگ گئی تھی اور یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ ہی عمنوائیل ہے اس لیئے اس کا نام جھٹ بشیر رکھ دیا اور خیال کیا کہ یہی لڑکا دنیا کو برکتیں دے گا۔ لیکن بدقسمتی سے یہی بشیر ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو مر گیا۔ اب لوگوں نے اعتراض کیا

کہ آپ کا بشیر کیا ہوا؟ اس پر مرزا صاحب نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو جواب شائع کیا۔ کہ پہلے الہام میں ایک لڑکا بتایا گیا تھا۔ لیکن بعد میں اپریل کے الہام میں ایک دوسرا لڑکا بھی مجھے عنایت ہوا جس کو میں پہلا سمجھا تھا اور یہ میری اجتہادی غلطی تھی۔ بہرحال ابھی تک وُہ موعُود نہیں آیا۔ انتظار رکھو۔" اور جب یہ تاویل شائع کی گئی تو لوگوں نے خیر خواہی کے طور پر کہا۔ کہ ایسے الہام یا کشف کا ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے کہ جس سے فضیحت ہوتی ہو۔ تو مرزا صاحب نے اسی اشتہار میں یوں لکھا کہ "ہم نے اپنا کام (اظہار کشف) خدا کے بھروسہ پر کرنا شروع کر دیا ہے۔ غیر کو ہم مردہ سمجھتے ہیں اور بعض مولوی صاحبان بھی ہم پر ہنسی اڑاتے ہیں۔ درحقیقت جب دنیا اور غفلت کا کیڑا ان کی ایمانی فراست کو بالکل کھا گیا ہوا ہے بدقسمتی سے یہ لوگ اپنی بیماریوں کو صحت خیال کرتے ہیں اور کمالات الٰہی اور قرب ولایت کی عظمت بالکل ان کے دلوں سے اٹھ گئی ہے اگر یہی حالت رہی تو ان کا ایمان نبوّت پر قایم رہنا معرض خطر میں پڑ جائے گا۔"

اب اس ساری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب الہام کرتے تھے مگر اس کے پُورا کرنے میں ان کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ چنانچہ لوگ کہتے تھے کہ وہ الہام پورا نہیں ہوا۔ اور جناب کہتے تھے کہ ایک آنچ کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ ورنہ پورا ہونے میں شک نہیں تھا۔ اس موقعہ پر ناظرین غور کریں کہ عمنوائیل کی پیشگوئی کیوں شائع ہوئی اور اس سے کون مراد تھا۔ غالباً مرزا صاحب کا یہ مقصد تھا۔ کہ اپنے تقدس کی بنیادیں رکھ دیں کہ آپ ولی یا مہدیٔ وقت بنیں تاکہ نو سال تک مسیح علیہ السلام گھر ہی پیدا ہو جائیں کیونکہ جس قدر بھی عمنوائیل کے اوصاف لکھے ہیں۔ وُہ سب کے سب قرآن شریف میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق مذکور ہیں۔ لیکن مرزا صاحب کو اس الہام میں کامیابی نہ ہوئی۔ اور حسب منشاء اپنے گھر مسیح پیدا نہ ہو سکا۔ اس لیئے غالباً یہ خیال کیا ہوگا۔ کہ اگر بالفرض بشیر مسیح ہو کر پیدا ہوا بھی تو معلوم نہیں کب جوان ہوگا۔ اور کب ہمیں اس سے فائدہ کی امید ہوگی اس بنا پر آپ نے اس الہام کو ملتوی کر دیا۔ اور یہ تجویز سوچی کہ خود ہی مہدی بن کر مسیح بن جائیں۔ تاکہ دونوں لطف خود ہی اٹھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا!

اور قربت ولایت اور کشف کے مدعی بن کر لوگوں کو مُردہ۔ غافل اور بے ایمان قرار دینا
شروع کر دیا۔ ورنہ پہلے اپنے آپ کو صرف خاکسار ہی لکھتے تھے اور اہل اسلام کو اپنا بھائی جانتے
تھے۔ لیکن اس اشتہار کے بعد اپنا لقب مُبَلّغ رکھدیا تھا۔ اور لوگوں کو مردہ اور بے ایمان کہنا شروع
کر دیا۔ اور یہ مرزا صاحب کے مدارج کی پہلی سیڑھی تھی جس پر آپنے پاؤں رکھا تھا۔ پھر ترقی کرتے
کرتے نبی بن گئے تھے۔ اور عمنوائیل کی پیشینگوئی کو ایسا نظرانداز کر دیا۔ کہ اپنی تصانیف میں ذکر
تک نہیں کیا۔ اور جب خلیفہ محمود گدی نشین ہوئے تو اس وقت یہ پیشینگوئی معرض بحث میں
آگئی۔ چنانچہ عمنوائیل بننے کے کئی ایک دعویدار بن کر مقابلہ میں آئے۔ لیکن مرزا محمود نے سب کو
شکست دی اور اپنے نام کے ساتھ بشیر کا اضافہ کر لیا۔ اور الفضل اخبار شائع کر کے اپنے علم
وفضل کا اظہار بھی کرنے لگے۔ سفر یورپ میں اگر کچھ بھی کامیابی ہو جاتی تو برکت حاصل کرنیکا الہام
بھی پورا ہو جاتا۔ مگر یہ کمی باقی رہ گئی ورنہ دوسرے اجزاء کھینچ تان کر پورے کر لیئے تھے۔ مگر ہمارے
نزدیک اس الہام کی حقیقت نہ تو مرزا صاحب نے ظاہر کی تھی اور نہ ہی مرزا محمود نے اس کو ظاہر
کرنے دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب پر جب عیسائیوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا کہ حضرت مسیح
علیہ السلام تو مردے زندہ کیا کرتے تھے۔ اور حضرت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی مُردہ
زندہ نہیں کیا تو مرزا صاحب نے جواب سے عاجز آکر ایک الہام پیش کر دیا تھا۔ جس میں یہ ظاہر کرنا
مطلوب تھا کہ خاص بچہ کا پیدا ہونا مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے کیونکہ مردہ کی رُوح بہت جلد واپس
چلی جاتی ہے اور بچہ دیر تک زندہ رہے گا وغیرہ وغیرہ جس سے یہ مطلب تھا کہ جس مسیح پر عیسائی نازاں
ہیں وُہ تو ہمارے گھر پیدا ہونے والا ہے اور ہم اس کے باپ ہیں۔ لیکن اب مرزا محمود بتائیں کہ آیا
ان کو دعوئ مسیحیت کرنا ضروری تھا یا نہیں؟ اگر ضروری نہ تھا تو یہ الہام آپ پر صادق نہیں آتا۔
اور اگر ضروری ہے تو مرزا صاحب کا دعوئ مسیحیت بالکل غلط ہو جاتا ہے۔ بہر حال یہ ایک ایسا گورکھ دھندہ
ہے کہ جس کا جواب مرزائی تعلیم میں موجود نہیں ہے مگر ہم صرف ایک فقرہ سے جواب دے سکتے
ہیں کہ مرزا صاحب کو شروع سے ہی مراق تھا اور یہ الہام بھی اسی کا نتیجہ ہے اور بس!

چوتھا مقابلہ 1891ء جنگِ دہلی

101 ۱۸۸۹ء میں بمقام لدھیانہ اشتہار بیعت[۱۰۱] دیا۔ اور لوگ دھڑا دھڑ مرید ہونے لگے اور خاصی
جماعت تیار ہوگئی۔ اس کے بعد ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب دہلی چلے گئے۔ اور وہاں میاں صاحب
102 مولوی نذیر حسین کو مخاطب کرکے اشتہار[۱۰۲] دیا کہ "چونکہ آپ نے مجھے ملحد کہا ہے اور خود احادیث نبویہ
کے خلاف حیات مسیح کا قول کرتے ہو سخت افسوس ہے تمہارے طعن سے امام ابو حنیفہؒ بھی
نہیں بچ سکے تو ہم کس طرح بچ سکتے تھے۔ مولوی عبدالحق کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ گوشہ نشین
ہیں۔ اور کس میازار و کس مرنجاں ہیں اس لیئے ان کو مخاطب نہیں کیا جاتا۔ آپ حیات مسیح پر
مناظرہ کریں تاکہ باہمی فیصلہ ہو جائے"۔ اس اشتہار کے شائع ہونے پر میاں صاحب کے شاگرد جمع
ہو گئے۔ اس وقت مرزا صاحب کوٹھی نواب لوہارو بازار بلّیماران میں مقیم تھے۔ حاجی محمد احمد صاحب نے
بھوپال سے مولوی محمد بشیر صاحب کو بلوا کر مناظرہ مقرر کیا مولوی صاحب نے حیات مسیح کا ثبوت اپنے
ذمّہ لیا۔ بحث کوٹھی لوہارو میں ہوئی۔ اور فریقین کے دس دس آدمی منتخب کیئے گئے جن میں سے
مولوی عبدالمجید اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی شمولیت سے انکار کیا گیا۔ مولوی صاحب نے پانچ
دلائل حیات مسیح کے متعلّق لکھ کر پیش کیئے جس کا جواب مرزا صاحب نے کل دس بجے پر ٹال دیا آخر
دوسرے روز جواب دیا مگر جلسہ میں اسے پڑھ کر نہ سُنایا۔ اور چھ دن تک تین تین پرچے تیار ہو گئے چوتھا
پرچہ شروع ہی تھا کہ مرزا صاحب نے عذر کیا کہ میرے خسر بیمار ہیں۔ بحث ادھوری چھوڑ کر دہلی سے
قادیان کو روانہ ہو گئے۔ جس میں مرزا صاحب کو سخت شکست ہوئی اور مولوی صاحب نے اس بحث
کے متعلق رسالہ الحق الصریح فی اثبات حیوۃ المسیح لکھ کر شائع کیا جس کا جواب مرزائیوں سے نہ
بن پڑا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام اور توضیح مرام کہہ چکے تھے۔ اور براہین
احمدیہ کے تمام مطالب کو اپنے اوپر منطبق کرکے یہ اعلان کر دیا تھا کہ مسیح کا نزول۔ مرزا صاحب کا ظہور ہی ہے اور بس!

پانچواں مقابلہ 1893ء جنگ مقدس

جون ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب امرتسر میں ڈپٹی عبداللہ آتھم پادری سے الوہیت مسیح پر نبرد آزما ہوئے

۱۵ یوم دن روز آزمائی ہوتی رہی۔ جوڑ سخت تہا کوئی فیصلہ نہ بن پڑا۔ آخر تنگ آکر مرزا صاحب
نے جلسہ کے موقعہ پر یہ اعلان کیا کہ اگر ۱۰۳ سوا سال کے اندر آتھم نہ مرے گا۔ تو میں جھوٹا ورنہ وہ جھوٹا (یعنے 103
۵ دسمبر سنہ ۱۸۹۴ء تک) اور یہی مرزا صاحب کا آخری حربہ تہا کیونکہ مذہبی دلائل سے آپ کی جیب ہمیشہ خالی
رہتی تہی آخر تنگ آمد بجنگ آمد کی پناہ لے کر سامعین کی توجہ پھیر دیتے تھے۔ اور اسی میں اپنی
کامیابی کا راز مضمر رکھا ہوا تہا۔ لیکن خدا کی قدرت آتھم کی موت بمقام فیروز پور ۲۷ جولائی سنہ ۹۶ء
کو ہوئی اور ایک سال پونے گیارہ ماہ کا وقفہ پڑ گیا تو۔ انجام آتھم میں مرزا صاحب نے اس کی وجہ
یوں بیان کی کہ الہام میں بعد کو یہ بھی معلوم ہوا کہ "اگر آتھم اپنے دل ۱۰۴ میں خائف نہ ہوا۔ تو تاریخ 104
مقررہ پر مرے گا۔ ورنہ کچھ توقف کیا جائے گا۔" اور لوگوں نے جب اس جواب کو پسند نہ کیا تو آپنے یوں
کہا کہ "۱۰۵ ارے سالا مر تو گیا چار دن کی تقدیم و تاخیر کیا حقیقت رکھتی ہے؟ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸۵) پھر کہا کہ 105
ارے نالائق قوم جب وہ وعید کے مطابق مر گیا ہے تو میعاد کی بحث کرنا کیا مطلب رکھتی ہے (سراج منیر ۶۲) 106
الغرض مرزا صاحب کا یہ الہام بھی ادھورا ہی تہا اور اس میں بھی وہی استادی رکھی تھی۔ کہ ایک آنچ
کی کسر باقی تہی ورنہ دل میں توبہ کرنا یا ڈرنا ایک حاشیہ ہے کہ جس سے ہر ایک الہام کو درست کیا جا سکتا ہے

چھٹا مقابلہ 1893 مباہلہ غزنویہ

جون سنہ ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب نے آتھم کے بعد مولوی عبدالحق غزنوی کو مباہلہ کیلئے مجبور کیا۔
مولوی صاحب نے تین سال سے مرزا صاحب کو اشتہار پر اشتہار نکالنے سے چین لینے نہیں دیا تہا۔ اور
یہاں بھی مرزا صاحب نے بد دعا کی آڑ میں جان چھوڑائی تھی۔ اور ایسے مضطرب نظر آتے تھے کہ مولوی صاحب
نے کہلا بھیجا تھا کہ چونکہ آج کل آتھم کے مقابلہ میں آپ مصروف ہیں۔ اور ۱۰ جون سنہ ۹۳ء کو آپ کو لاہور
بھی بغرض مناظرہ اہل اسلام جانا ہے اس لئے تاریخ مباہلہ بڑھانا موزوں ہوگا۔ مگر مرزا صاحب نے جواب دیا
کہ "لاہور ۱۰۷ میری طرف سے حکیم نور الدین یا احسن امروہی جائیں گے تاریخ مباہلہ سے گریز کرنا انسان کا 107
کام نہیں ہے" یہ جواب سنتے ہی مولوی صاحب بھی تیار ہو گئے۔ چنانچہ دونو فریق ۱۰ ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ
کو دو بجے بعد از ظہر عیدگاہ (متصل رامباغ امرتسر) میں حاضر ہو کر رو بقبلہ ہو کر اونچی آواز سے

۱۰۸ گڑگڑاتے ہوئے ایک دوسرے کو بدیں الفاظ بد دعائیں دیتے تھے کہ اگر مرزا دجال مفتری کذاب۔ اور محرف کلام اللہ ہے تو وہ غارت ہو۔ ورنہ مولوی عبدالحق غارت ہو جائے اور آپس میں لعنتیں بانٹتے تھے اور جب تھک کر واپس آگئے تو مرزا صاحب نے رسالہ حجت الاسلام میں لکھا کہ اگر اس مباہلہ کے بعد ایک سال تک کوئی نشان ظاہر نہ ہوا تو میں خدا کی طرف سے نہ ہوں گا مگر جب ۱۵ سال تک آتھم

۱۰۹ نہ مرا تو لوگوں نے کہا کہ مرزا صاحب کو مباہلہ میں شکست ہوئی اور آپ نے جواب دیا کہ اگر وہ نہیں مرا تو نہ سہی۔ میرے مرید تو پہلے سے بڑھ گئے ہیں۔ بس میرے لئے یہی نشان صداقت کافی ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۲۴۰) اور جب مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مر گئے تو مولوی صاحب نے میدان جیت لیا کہ آہا فوری موت سے مرزا صاحب کا خاتمہ ہو گیا۔ اخیر نو سال بعد ۲ مئی ۱۹۱۷ء کو مولوی صاحب بھی چلتے بنے۔ کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذی الجلال والاکرام۔ ۱۸۹۶ء کو جلسہ تحقیق مذاہب لاہور میں ہوا۔ جس میں مسلمانوں کی طرف سے مرزا صاحب کا مضمون پڑھا گیا۔ جو اسلامی اصول کی فلاسفی تھا اس میں آپ کو کامیابی ہوئی کیونکہ اس میں اپنی نبوت کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔

ساتواں مقابلہ ۱۸۸۱ = ۱۹۰۵ (نکاح محمدی) جنگ محمدی

یہ مقابلہ بڑا زبردست تھا۔ اس کا تذکرہ عموماً مجالس مناظرہ میں آیا کرتا ہے کیونکہ اس میں فریق مخالف متعدد زبردست ہستیاں تھیں۔

(۱) محمدی بیگم = زوجہ آسمانی مرزا صاحب ہمشیرہ زادہ مرزا امام الدین (۲) سلطان محمد = شوہر محمدی بیگم پٹی ضلع لاہور۔ (۳) عزت بی بی = منکوحہ فضل احمد ولد مرزا غلام احمد مدعی مسیحیت (۴) احمد بیگ والد محمدی بیگم سکنہ ہوشیار پور (۵) مرزا علی شیر بیگ = شوہر ہمشیرہ اہلیہ احمد بیگ۔

اصل واقعہ یوں تھا کہ مرزا صاحب کو (معلوم ہوتا ہے) مخالفین اسلام اسلامی نکاح زینب کے مسئلہ میں بہت دق کرتے تھے اور مسلمانوں نے بھی ان کا قافیہ تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔ کہ مسیح تو آپ بن گئے مگر آپ پر یہ کیسے عائد ہو سکتا ہے کہ (بمضمون حدیث نبوی) "مسیح علیہ السلام ۴۵ سال تک حکومت کرے گا اور اس اثنائے حکومت میں ایک شادی کرے گا۔ اور اس کی اولاد بھی ہو گی" مرزا صاحب

چونکہ تقدّس کا شکار ہو چکے تھے اس لیئے ان سے کوئی جواب تو نہ بن پڑا آخر ایک پیشینگوئی کر دی۔ کہ
محمدی بیگم سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے اور زمین پر اس کا ظہور بھی ہو گا اور اگر (میرے فرضی سسرال)
انکار کریں گے تو آسمانی سُسرا اور میری بیوی کا شوہر ظاہری دونو مر جائیں گے (۲۱۔ اگست ۱۸۹۲ء تک) 110
تو میری باطنی بیوی بیوہ ہو کر پھر میرے پاس آجائے گی۔ اس کے بعد اپنے رشتہ داروں کو سفارشی خط
لکھے اور الہام پورا کرنے میں منتیں بھی کیں مگر سب اکارت گئیں آخر لوگ ضد پر اڑ گئے نکاح نہ ہونے
دیا۔ مرزا سلطان احمد اور محمدی بیگم مرزا صاحب کی وفات کے بعد کئی سال تک صحیح و سلامت زندہ
رہے اور بال بچوں میں پھولے پھلے مگر مرزا صاحب کی کچھ پیش نہ گئی اور یہ پیشینگوئی لفظاً بلفظاً غلط
نکلی جس سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب نہ تو نکاح زینب کا اعتراض اٹھا سکے اور نہ ہی مسیح موعود
کا ہونے کا دعویٰ صحیح تھا لہٰذا ان کو دجال۔ مفتری۔ کذاب اور محرف کلام اللہ و کلام رسول جو کچھ
بھی کہا جائے درست تھا۔ آخر جب مرزا صاحب نے محسوس کیا کہ لوگ یہ پیشینگوئی (باوجود ہزار حکمت
عملی کھیلنے کے) پورا ہونے نہیں دیتے اور خدائے قدوس کی غیرت کا بھی تقاضا یہی ہے کہ الہام کا راز
طشت از بام ہو جائے تو لگے بغلیں جھانکنے۔ کہ اب کیا کیا جائے۔ آپ کے روح القدس ٹیچی نے (غالباً)
یہ مشورہ دیا ہوگا کہ یوں کہدو کہ یہ نکاح فسخ ہو گیا ہے یا ملتوی کر دیا گیا ہے مگر یہ کمال بے شرمی تھی کہ مرزا 111
صاحب کی منکوحہ آسمانی سلطان محمد نے چھین لی تھی۔ اور فسخ نکاح کا انتظار بھی نہیں کیا تھا اس لیئے
مجبوراً مرزا صاحب نے نکاح ثانی دیکھ کر اپنا نکاح فسخ کروا لیا تھا۔ ٹیچی کی دوسری روایت ہے کہ نکاح ملتوی
کر دیا گیا تھا گویا اسکا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ جھوٹ کہا تھا کہ پہلے میرا نکاح ہو چکا تھا مگر اب فسخ ہو گیا ہے"
بلکہ اصل واقعہ یوں ہے کہ ابھی آسمان پر نکاح نہیں ہوا تھا۔ صرف مشورے ہو رہے تھے مرزا صاحب
کو (افراط محبت سے) یہ غلطی لگ گئی تھی کہ نکاح ہو چکا ہے بدقسمتی سے التواء نکاح کی مدت مرزا صاحب
کی وفات تک پہنچ گئی۔ اور یہ نوبت ہی نہ پہنچی۔ کہ سُلطان محمد کی موت واقع ہوتی اور اس کی بیوی
بیوہ ہو کر مرزا صاحب کے نکاح میں آتی اس لیئے التواء کا لفظ صحیح معنی پر واقع نہ ہو سکا۔ اور اس مقابلہ
میں مرزا صاحب کو سخت شکست ہوئی اور دعوئے مسیحیت بھی خاک میں مل گیا۔ اب مرزائی تو یوں

کہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی متشابہات میں سے ہے حالانکہ یہ کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت کی صداقت کیلئے یہ سب کچھ کیا تھا تاکہ مخالفین پر اتمام حجّت ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ متشابہات سے اتمام حجت نہیں ہوتی۔ کچھ مرزائی کہتے ہیں کہ پیچھی کی پہلی روایت درست ہے کہ نکاح فسخ ہو گیا تھا۔ مگر اس پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں اوّل یہ کہ کیا مرزا صاحب کی غیرت کا یہی تقاضا تھا۔ کہ منکوحہ تو مرزا صاحب کی ہو مگر چلی جائے سلطان محمد کے گھر۔ شائد نکاح آسمانی سے مراد صرف ناطہ ہو گا لیکن اس کی تصریح کہیں نہیں ملتی۔ دوم یہ کہ صداقت مسیح کی تو یہی علامت تھی جو ظہور پذیر نہ ہوئی تو اب مرزا صاحب کو مفتری کیوں نہ کہا جائے گا حکیم نورالدین صاحب کی پارٹی یوں کہتی ہے کہ الہام میں ہے کہ ایک لڑکی (احمد بیگ کی) تمہارے نکاح میں آئے گی۔ اب اگر وہ شخصی طور پر نہیں آئی۔ تو ممکن ہے اس کی اولاد میں سے کوئی اور لڑکی (بحکم علم میراث) مرزا صاحب کی اولاد میں سے کسی لڑکے کے ساتھ شادی ہو جائے مگر یہ جواب بالکل ہی غلط ہے کیونکہ اولاً یہاں وراثت کا کوئی تنازع ہی نہ تھا کہ علم میراث کی اصطلاح سے اس مشکل کو حل کیا جاتا اور اگر بنت کے لفظ سے اس کی اولاد مراد لی جا سکتی ہے تو مرزا صاحب سے مراد (بحکم میراث) آپ کے آباؤ اجداد ہوں گے۔ نہ کہ اولاد در اولاد۔ کیونکہ تقسیم ترکہ کے وقت اگر باپ مر چکا ہوا ہو تو دادا وارث ہوا کرتا ہے نہ کہ بیٹا یا پوتا۔ اب اس اصول کے مطابق یہ مفہوم پیدا ہو گا۔ کہ مرزا صاحب کا کوئی گدی نشین جدّ امجد محمدی بیگم کی کسی پوتی سے نکاح کرے گا اور یہ بالکل بے جوڑ بات ہے۔ ثانیاً اگر مرزا صاحب کے قائم مقام (بموجب ریش ا ج) اولاد در اولاد لی جائے۔ تو جس مشکل کیلئے یہ تکلیف کی گئی ہے وہ عقدہ تو لاینحل ہی رہ گیا ہے کیونکہ بموجب حدیث شریف تو یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح خود نکاح کریں گے اور خود ان کی اولاد بھی ہو گی اور یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ثالثاً اگر یہ مراد ہو کہ مسیح علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی بچہ نکاح کرے گا اور خود مسیح علیہ السلام نکاح نہیں کریں گے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح کی اولاد حضرت آدم کی طرح بغیر ماں باپ کے ہو گی۔ کیونکہ جب خود باپ کی شادی ہی نہ ہو گی۔ تو اس کی صلبی اولاد کیسے ہو سکتی ہے اس لئے نورالدین صاحب کا جواب کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ

مرزا صاحب اپنے اقرار کے مطابق مسیح نہ بن سکے اور پیشگوئی سراسر غلط نکلی جس کی تفصیل مختصر طور پر مرزا صاحب کی اپنی زبانی یوں ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے رشتہ داروں کو یوں کہلا بھیجا تھا کہ

۱۱۲ **اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء** | خدا[۱۱۲] تعالیٰ نے کہا ہے کہ نکاح کے لئے سلسلہ جنبائی کر کے انگو بتاؤ کہ جو برکات ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں درج ہیں تم کو مل جائیں گی۔ ورنہ خسر اور داماد دونو مرجائیں گے اور لڑکی خراب ہوگی۔ کذبوا بایتنا وکانوا بھا یستھزءون فسیکفیکھم الله ـ یردھا الیك ـ لاتبدیل لکلمات الله ـ ان ربك فعال لما یرید ـ انا معك وانك معی ـ عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا

۱۱۳ **خط اوّل بنام علی شیر و روانگی از لدھیانہ اقبال گنج ۱۸۹۱ء** | تم بہت اچھے آدمی ہو تم محمدی بیگم کا نکاح عید سے دوسرے دن ہونے والا ہے تمہاری بیوی مشیر کار ہے اگر وہ اپنے بھائی احمد بیگ کو سمجھائے تو بہت جلد کارروائی ہمارے حق میں ہو جائے گی۔ کیا تم مجھے رُوسیاہ ذلیل۔ اور خوار کرنا چاہتے ہو؟ اور آگ میں ڈال دو گے۔ سنا ہے کہ وہ کہتی ہے کہ مرزا غلام احمد مرتا بھی نہیں۔ مرتے مرتے پھر جی اٹھا۔ کیا میں چوہڑا چمیار ہوں (م۔ نہیں تم ابا جان تو ضرور ہو) اس کو سمجھاؤ ورنہ عزّت بی بی کو طلاق ہو جائے گی۔ اور باقی رشتے بھی ٹوٹ جائیں گے۔

(خوب دھمکی تھی مگر عزّت بی بی کو طلاق نہ ہوئی۔ بلکہ الہام واپس لیا گیا)

واقعی مرزا صاحب کو اس موقعہ پر جو ناکامی ہوئی ہے ناقابل تلافی ہے آتش فراق میں جلنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جب رشتہ داروں نے لاپروائی کی تو مرزا صاحب نے اپنے خسر کو پرزور لکھا کہ

۱۱۵ **خط[۱۱۵] بنام احمد بیگ ۲۷ جولائی ۱۸۹۲ء** | خدا کی قسم مجھے الہام ہوا ہے کہ تیری لڑکی (مسمّات محمدی بیگم) سے نکاح کروں گا اور یہ الہام دس لاکھ آدمیوں میں شائع بھی ہو چکا ہے (کیا تم اتنے ہی بے رحم ہو گئے کہ میرے جیسے ... کی مدد نہ کرو گے؟) تم میرے معاون بنو۔ ورنہ لوگ میری بھکڑی اڑائیں گے۔" (م۔ ایسی اُڑی کہ مرزائی تاقیامت یاد کریں گے) پھر کم منی کو لکھا کہ

۱۱۶ **خط[۱۱۶] بنام والدہ عزّت بی بی** | تم کو واضح ہو کہ احمد بیگ اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے نہیں کرنا چاہتا

اس لیئے اس کا علاج میں نے یوں سوچا ہے۔ کہ میرا بیٹا فضل احمد تیری لڑکی کا طلاقنامہ بدیں الفاظ لکھ کر تیار رکھے کہ

"جس وقت محمدی بیگم کا نکاح غلام احمد کے سوا کسی دوسرے سے ہو اسی وقت سے عزت بی بی کو تین طلاق" اور میں نے حکیم نورالدین کو کہلا بھیجا ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرائے ورنہ فضل احمد عاق اور لاوارث متصور ہوگا (م۔ مرزا صاحب کو یہ معلوم نہ تھا کہ عاق بھی وارث ہو جاتا ہے اور بایں علم و دانش مسیح بن گئے تھے۔)

۱۱۷ **خط از عزت بی بی بنام والد خود** | والدہ صاحب تم اگر مرزا صاحب کا نکاح محمدی بیگم سے نہیں کرنا چاہتے تو مجھ آکر قادیان سے لے جاؤ۔ کیونکہ غیر سے نکاح کرنے کے وقت ہی مجھ پر تین طلاق پڑ جائیں گی۔ (افسوس ان گیدڑ بھبکیوں سے رشتہ دار نہ ڈرے اور غیر سے نکاح ہو گیا) اب دوسری چال چلی گئی اور الہام گھڑے گئے کہ ۱۱۷

۱۱۸ **کرامات الصادقین** | دَعَوْتُ بِالتَّضَرُّعِ وَالْاِبْتِهَالِ فَاَخْبَرَنِیْ اَنِّیْ سَاجْعَلُ بِنْتًا مِنْ بَنَاتِهِمْ اٰیَةً سَمَّاهَا وَقَالَ اِنَّهَا سَتُجْعَلُ ثَیِّبَةً وَّیَمُوْتُ بَعْلُهَا وَاَبُوْهَا اِلٰی ثَلٰثِ سَنَةٍ (م۔ سِنِیْنَ) مِنْ یَوْمِ النِّکَاحِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَیْکَ بَعْدَ مَوْتِهِمَا۔ ۱۱۸

۱۱۹ **ضمیمہ انجام آتھم ص۳۱** | سلطان محمد کی تقدیر مبرم ہے اس کا انتظار کرو۔ اگر میں جھوٹا ہوں (م۔ اس میں کیا شک ہے) تو میری موت آجائے گی اور یہ پیشگوئی پوری نہوگی (م۔ ایسا ہی ہوا۔) ۱۱۹

۱۲۰ **حقیقۃ الوحی ص۱۹۱** | لوگ کہتے ہیں کہ اگر الہام سچ ہے تو خود بخود واقع ہو جائے گا تم اس قدر منت سماجت اور جدوجہد اس کے پورا کرنے میں کیوں کر رہے ہو۔ احمقو! (ہمارے الہام کوشش کا نتیجہ ہوتے ہیں) اس لیئے اس کے سرانجام دینے میں کوشش کرنا اور معاونت کرنا۔ طریق مسنون ہوگا (م۔ یہ سنت مرزائی ہے ورنہ سنت نبوی میں ایسی جدوجہد اور منت و سماجت کا پتہ نہیں چلتا) ۱۲۰

۱۲۱ **الحکم ۲ جون ۱۹۰۵ء** | چونکہ رد کا معنے واپس دلانے کا ہے اسلیئے الہام میں یہ اشارہ ہے کہ محمدی کا نکاح دوسری جگہ ہوگا پھر وہ بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئے گی (انگور کھٹے ہیں) ۱۲۱

۱۲۲ ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱۱ (۱۲۲) — یہ جو آیا ہے کہ مسیح علیہ السلام نکاح کریں گے اور آپ کی اس نکاح سے اولاد بھی ہو گی۔ اس سے مراد کوئی ایسا نکاح ہے جو ایک خاص نشان رکھتا ہو گا ورنہ ایسے قول سے کچھ فائدہ نہیں ہے (م۔ خاص نشان بنانے کی کوشش تو بہت کی گئی مگر مسیح نے منہ کی کھائی)

۱۲۳ تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۲ سنہ ۱۹۰۶ء (۱۲۳) — محمدی بیگم سے میرا نکاح آسمان پر پڑھا گیا تھا مگر اس کا ظہور اس شرط سے مشروط تھا کہ یہ لوگ توبہ نہ کرتے (اَيَّتُهَا الْمَرْأَةُ تُوْبِيْ تُوْبِيْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰى عَقِبِكِ) لڑکی نے توبہ کی اور میرا نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا (م۔ مگر ناکامی کس کے ذمہ لکھی گئی۔ اور بے غیرتی کس کے حصہ میں آئی۔ کیا بلاء سے مراد مرزا صاحب ہیں۔ کیا جملہ ندائیہ بھی شرط بنتا ہے؟ اور تُوْبِيْ کب سے تائبت کے معنے میں ہوا؟)

۱۲۴ ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴ (۱۲۴) — اس الہام کا دوسرا جزو (واپسی یا موت سلطان محمد) پورا نہ ہوا۔ تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھیروں گا۔ (اس میں کیا شک ہے) اے احمقو! (مریدوں سے خطاب ہے اور آپ ان کے سردار ہیں) یہ انسان کا افترا نہیں ہے (دماغی مراق کا نتیجہ ہے) پختہ وعدہ ہے ٹل نہیں سکتا جب یہ وعدہ پورا ہو جائے گا۔ کیا یہ احمق جیتے رہیں گے بلکہ ان کی ناک کٹ جائے گی۔ (مرزائی بتلائیں کہ ناک کس کی کٹی۔ اور سیاہ داغ کس کے چہرہ پر آیا؟)

۱۲۵ ضمیمہ ص۲۲۳ (۱۲۵) — اَلْاَمْرُ اَیْ مَوْتُ السُّلْطَانِ مُحَمَّدٍ قَائِمٌ عَلٰى حَالِهٖ لَا يَرُدُّهُ اَحَدٌ بِاحْتِيَالِهٖ۔ وَالْقَدَرُ مُبْرَمٌ۔ سَيَأْتِيْ وَقْتُهٗ فَوَاللّٰهِ اِنَّهُ الْحَقُّ۔ وَجَعَلْتُ هٰذَا الْاِلْهَامَ مِعْيَارَ الصِّدْقِ فِيْ دَعْوَايَ وَادِّعَائِيْ بِالْمَسِيْحِ۔ وَمَا قُلْتُ اِلَّا بَعْدَ اَنْ نُبِّهْتُ مِنْ رَبِّيْ

۱۲۶ شہادت القرآن ص۸۰ (۱۲۶) — یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے اور اس کی چھ جزئیں ہیں موت احمد بیگ ۳ سال تک موت سلطان محمد ۲½ سال تک۔ حیات دختر تا نکاح ثانی۔ حیات مرزا۔ نکاح ثانی۔ حیات احمد بیگ تا شادی اول دختر خود (م۔ ناظرین خود اندازہ لگائیں کہ کیسی تشریح و تفصیل سے سمجھایا گیا ہے کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے)

الغرض اس مقابلہ میں مرزا صاحب کی تکذیب خوب ہوئی ہے اور مرزائیوں کا یوں کہنا۔ کہ لڑکی کا باپ مرگیا تھا۔ اور باقی لوگوں نے توبہ کرلی تھی اسلیئے نکاح فسخ ہوگیا تھا۔ بالکل بے سُود ہے کیونکہ جس مطلب کے لئے یہ الہام چلایا گیا تھا۔ وہ تو کسی صُورت میں پُورا نہ ہؤا۔ وہ الہام یہ تھا کہ "مسیح کی شادی بڑی دھوم سے ہوگی"

الحکم ۱۰۔ اگست ۱۹۰۱ء (بیان عدالت)

احمد بیگ کی دختر مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے وہ مجھ سے بیاہی نہیں گئی۔

127 مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا وہ سلطان محمد[127] سے بیاہی گئی ہے۔ جیسا کہ الہام میں تھا۔ عدالت میں میری تضحیک کی گئی ہے ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑے گا۔ اور سب کے سر ندامت سے نیچے ہوں گے۔ لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیشینگوئی شرطی تھی لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی۔ اس لیئے چھ ماہ کے اندر مرگیا اسکا خوف خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر۔ اس لیئے خدا نے ان کو مہلت دی مگر وہ لڑکی میرے نکاح میں ضرور آئے گی (ہاں ضرور آئے گی)

128 **اشتہار انعامی ۴۰۰۰**[128]

مرزا سلطان محمد بڑا سخت جان ہے ہمنے بہت تخویف کی خط بھیجے۔ اس نے مطلق پرواہ نہ کی۔ (تمّ۔ گو بظاہر اکڑا رہا مگر معلوم ہوتا ہے کہ حسب روایت حضرت ٹیچی اندر سے ضرور توبہ کرتا ہوگا۔ اور توبہ بھی اوّل درجہ کی ہوگی تب ہی تو اس کو مرزا صاحب کے مرنے کے بعد ۱۹۳۰ء تک جینا نصیب ہؤا۔) اس مقام پر توبہ کا مفہوم صرف اتنا نکلتا ہے کہ ٹیچی کہدے کہ فلاں شخص مرزا صاحب کی دھمکی سے متاثر ہوگیا ہے ورنہ ترک فعل بد اور اعلان رجوع ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ اسلامی توبہ ہے۔ اور وہ قادیانی توبہ ہے۔ اگر یہ معنے نہ لیا جائے۔ تو سلطان محمد کی توبہ صحیح نہیں رہ سکتی ہے کیا اس نے بیوی چھوڑ دی تھی۔ یا کیا بیوی نے اس کے گھر رہنے سے انکار کردیا تھا اگر نہیں، تو ترک فعل کا کیا ثبوت بنے گا۔ اور اسلامی توبہ کیسے متصوّر ہوگی؟ کیونکہ گناہ صرف نہ تھا کہ مرزا صاحب (حضور) کو اس کی بیوی کا نکاح دوسری جگہ کرایا گیا تھا شاید یہ اخلاقی گناہ ہوگا۔

آٹھواں مقابلہ 1899 سہ سالہ جنگ

129 ۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو مرزا صاحب نے[129] اعلان کیا کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے لے کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک (تین سال کے اندر) میری صداقت کیلئے کوئی نہ کوئی ضرور ہی آسمانی نشان ظاہر ہوگا۔ ورنہ مَیں ایسا ہی مردود۔ ملعون۔ کافر۔ بیدین۔ اور خائن ہوں گا جیساکہ مجھے خیال کیا گیا ہے۔ اس
130 اعلان کے لیئے بڑی لمبی چوڑی دعا شائع کی گئی جس کا ضروری اقتباس یہ ہے کہ "یا اللہ[130] اگر کوئی تصدیقی نشان نہ دکھلائیگا تو میں تجھے گواہ کرتا ہُوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھوں گا۔ اور تمام ان الزاموں، تہمتوں، اور بہتانوں کا مصداق سمجھوں گا جو مجھ پر لگائے گئے ہیں۔ اور جو لوگ یوں کہدیتے ہیں کہ جھُوٹے بھی تحدّی کرتے ہیں اور ان کی تائید بھی ہوتی ہے وہ جھُوٹے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سلسلہ نبوّت کو مشتبہ کردیں کیونکہ تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر گرتا ہے اور تیرے غضب کی نظر بھی کذّاب کو بھسم کر دیتی ہے۔"

مرزا صاحب کا یہ اعلان بھی خالی گیا اور کوئی آسمانی نشان ظاہر نہ ہُوا۔ جو زیر بحث آنے کی حیثیت رکھتا ہو اس لیئے مرزا صاحب نے خود ہی اپنے اوپر افتراء پردازی کا الزام قائم کر دیا۔

نواں مقابلہ 1900 جنگ گوڑہ

131 ۲۰۔ جولائی ۱۹۰۰ء کو جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے[131] اعلان کیا گیا کہ پیر صاحب لاہور شاہی مسجد میں آکر میرے مقابل سات گھنٹے زانو بزانو بیٹھکر چالیس آیات قرآنی کی عربی میں تفسیر لکھیں جو بتقطیع کلاں بیس ورق سے کم نہ ہو۔ پھر جس کی تفسیر عمدہ ہوگی۔ وہ مؤیّد من اللہ سمجھا جائیگا لیکن اس مقابلہ کے لیئے پیر صاحب کی شمولیّت یا ان کی طرف سے چالیس علماء کا پیش کردہ مجمع ضروری ہے اس سے کم ہوں گے تو مقابلہ نہو گا پیر صاحب نے اگست ۱۹۰۰ء کو شاہی مسجد لاہور میں ایک مجمع کثیر کے ساتھ ڈیرہ لگادیا۔ مگر قادیان سے مرزا صاحب نے حرکت تک نہ کی۔ اگر آجاتے تو بعد میں اپنے سامنے تصفیہ کرلیتے کہ کس کو علماء میں شامل کرنا ہے۔ اور کسے خارج کرنا ہے۔ مگر تاریخ مقررہ پر پیر صاحب حاضر تھے اور لوگ دھڑادھڑ جلسہ میں شریک ہورہے تھے تو دیواروں پر اشتہار لگے ہوئے نظر آتے تھے۔

جن پر یہ لکھا تھا کہ "پیر صاحب مناظرہ سے بھاگ گئے ہیں"۔

اصل واقعہ یوں ہے کہ مرزا صاحب کی تردید میں پیر صاحب نے سب سے پہلے قلم اٹھایا تھا اس وقت مرزا صاحب کی طرف سے حسن امروہی اور مولوی نورالدین جوابدہی کیلئے مامور ہوئے تھے زیر بحث اس وقت مرزا صاحب کا دعوئ مسیحیت۔ وفات مسیح اور تحریف کلام اللہ دکلام رسول تھا مسک عارف تحفہ گولڑویہ وغیرہ مرزا صاحب کی طرف سے شائع ہوئے تھے پیر صاحب نے شمس الہدایہ لکھ کر مرزائیوں کا تمام بخیہ اُدھیڑ دیا تھا مگر انہوں نے اس کی تردید میں شمس بازغہ لکھی تھی جس میں بحث یہ بھی چل گئی تھی۔ کہ عربیت پر حاوی کون ہے؟ پیر صاحب! یا مرزا صاحب! کیونکہ زیر بحث کلمہ توحید کی ترکیب نحوی کو لا کر پیر صاحب نے احسن امروہی کا ناطقہ بند کر دیا تھا اب مرزا صاحب نے عربیت کا زور دکھلانے کی خاطر پیر صاحب کو تفسیر لکھنے کی دعوت دی تھی خیال یہ تھا کہ پیر صاحب عربی میں تفسیر لکھنے کی جرأت نہ کریں گے۔ مگر آپ حاضر ہو گئے۔ اور آپکے مرید بھی آپ کی طرف سے بحث کرنے کو تیار تھے۔ اگر مجلس میں آجاتے تو غالباً پیر صاحب تک نوبت ہی نہ پہنچتی آپکے مرید ہی آپکو آڑے ہاتھوں لے لیتے۔ اگر بالفرض اور کوئی نہ بڑھتا تو مولوی محمد حسن صاحب مرحوم فیضی رئیس بھیں ضرور آگے بڑھنے کو تیار بیٹھے ہوئے تھے۔ اور یہ شخص اس سے پیشتر ایک دفعہ خاص قادیاں جاکر مرزا صاحب کے دانت کھٹے کر آیا ہوا تھا۔ جس کا مختصر واقعہ یوں ہے کہ راجہ جہانداد خان رئیس جہلم مرزا صاحب کا مرید ہو گیا تھا اور چونکہ مولوی صاحب کا دوست تھا مولوی صاحب نے اس تبدیلی مذہب کو پسند نہ کیا اس لیئے راجہ صاحب سے مناظرہ ٹھیر گیا جس میں راجہ صاحب ہار گئے اور مولوی صاحب سے درخواست کی۔ کہ قادیان آکر اپنی تشفی کرلیں اسلیئے مولوی صاحب بمعہ راجہ صاحب اور چند احباب کے لاہور آئے اور ملا محمد بخش مرحوم وغیرہ دس گیارہ اصحاب کو صرف شہادت موقعہ کیلئے ہمراہ لے کر قادیان پہنچے وہاں مرزا صاحب نے مولوی صاحب سے تعارف قدیم کا سلسلہ گانٹھ کر خیر مقدم کا فریضہ ادا کیا اور بہترین طریق پر خاطر و مدارات کی۔ اثنائے سفر میں مولوی صاحب نے ایک قصیدہ عربیہ لکھ رکھا تھا اس کا جواب مرزا صاحب سے طلب کیا۔ اور لفظ نبوت پر تبادلہ خیالات کے لیئے کہا مگر مرزا صاحب نے صاف کہہ دیا کہ میں اپنی طرف سے کوئی دعوئ نبوت نہیں کرتا ہوں یہ حرف

تعریفی الفاظ ہیں جو شائع کیئے جاتے ہیں۔ اس پر راجہ صاحب کو یقین ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب نے بحث سے گریز اختیار کیا ہے۔ اس لیئے بیعت تُڑوا کیے ساری جماعت واپس لاہور آگئی۔ مگر بدقسمتی سے قادیانی اخباروں میں یہ شائع ہو گیا کہ مولوی محمد حسن صاحب مع اپنے رفقاء کے مرزا صاحب سے بیعت کر گئے ہیں چنانچہ اس غلط افواہ کی تردید پیسہ اخبار لاہور میں مولوی صاحب نے نہایت بسط سے کر دی اور سارے واقعہ کو کھول کر بیان کر دیا۔ غالباً ایسے شخص کی شمولیت مرزا صاحب کو روک رہی تھی۔ اور ٹال مٹول پر مجبور کر رہی تھی ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مرزا صاحب حاضر نہ ہوتے غرضیکہ مرزا صاحب نے مقابلہ پر ہتھیار ڈال دیئے۔ اور جب پیر صاحب واپس چلے گئے تو مرزا صاحب نے اعجاز المسیح لکھی جس میں نصف سے زیادہ صفحات تک گالیاں دیں اور باقی نصف میں سورہ فاتحہ کی تفسیر عربی میں لکھی جس میں اپنی خود ساختہ تحریف قرآنی کا پوری طرح ثبوت دیا پیر صاحب کی طرف سے سیف چشتیائی لکھی گئی جسمیں بالاستیعاب مرزائی تعلیم کی پوری تردید کی گئی اور اعجاز المسیح کے اغلاط کی ایک طویل فہرست مولوی محمد حسن صاحب مرحوم سے تیار کروا کر شامل کر دی کتاب کی نوعیت یہ ظاہر کرتی تھی کہ پیر صاحب نے تصحیح کی ہے جب یہ کتاب قادیان پہنچی تو مرزا صاحب اپنی آخری تصنیف نزول المسیح لکھ رہے تھے۔ اس میں ذکر کیا ہے کہ ہم نے خیال کیا کہ پیر صاحب نے عربی میں کوئی کتاب لکھی ہو گی مگر دیکھا تو اردو میں تھی اس لیئے ردّی کی ٹوکری میں پھینکدی۔ اسکے بعد تصحیح اغلاط کے متعلق بحث چھڑ گئی۔ مولوی کرم الدین صاحب دبیر نے جو اس وقت مرزائی مذہب میں داخل تھے یہ کہا کہ مولوی صاحب نے تصحیح کی ہے مرزائیوں نے پیر صاحب پر طعن شروع کر دیا اور مولوی صاحب کو اپنا مدمقابل سمجھ لیا اسی اثنا میں مولوی صاحب کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پا گئے اور مولوی کرم الدین صاحب دبیر نے مرزائیت سے نکل کر مولوی صاحب کے لڑکے نابالغ کی طرف سے حق توکیل حاصل کر کے مرزا صاحب پر دعویٰ دائر کیا کہ انہوں نے مولوی صاحب مرحوم کو کذّاب اور لئیم کہا ہے تین سال تک یہ مقدمہ چلتا رہا۔ اخیر میں فریقین پر جرمانہ ہوا۔ اور مرزا صاحب نے اپیل کے ذریعہ جرمانہ واپس کرا لیا مگر حضرت دبیر نے نہ تو اپیل کی اور نہ ہی جرمانہ معاف کرایا۔ کیونکہ جرمانہ کی مقدار بہت قلیل تھی اس مقدمہ کے دوران میں مرزا صاحب نے پیسہ اخبار لاہور۔ پیر صاحب اور دبیر صاحب کے خلاف بہت زہریلے

الہام شائع کیئے مگر وہ سارے کے سارے ہی غلط نکلے اور آج یہ تینوں موجود ہیں مگر مرزا صاحب کا وجود نہیں ملتا۔ اگر زندگی اور موت ہی معیار صداقت تھا تو مرزا صاحب۔ پیر صاحب اور دو پیر صاحب کی عین حیات میں کیوں مر گئیے؟

دسواں مقابلہ ۱۹۰۱ء۔ نومبر۔ اعلان نبوّت۔ جنگ تکفیر

در پردہ شروع سے ہی مرزا صاحب کے متعلق متفطن طبائع محسوس کر رہی تھیں کہ یہ شخص کچھہ دعویٰ کرے گا مگر مرزا صاحب نے پورے طور پر کچھ نہ بتایا کہ آپ کیا ہیں۔ کبھی مہدی بنتے کبھی مسیح اور مثیل مسیح اور کبھی انکار بھی کر دیتے۔ اور جب مثیل مسیح کا مسئلہ انہوں نے حل کر لیا تو اپنی نبوّت کے متعلق کارروائی کرنی شروع کر دی کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوّت مسلمہ تھی مگر تاہم یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ آیا آپ کی نبوت کس قسم کی ہے۔ مستقل ہے یا غیر مستقل۔ مثالی ہے یا اصلی۔ تشریعی ہے یا غیر تشریعی۔ بڑی جدّ و جہد اور تفحص و تجسس کے بعد آپ نے مستقل نبوّت کا دعویٰ شائع کیا۔ اور اس میں وہ تمام شکوک رفع کر دیئے۔ جو آپ کی نیرنگی طبع کے متعلق تھے مثلاً یہ کہ خاتم الرسل کے بعد کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا۔ یا یہ کہ آپ کی نبوّت جزوی اور صرف مبشرات پر مبنی ہے یا یہ کہ آپ کی نبوّت صرف درجہ ولایت یا محدثیت تک محدود ہے یا یہ کہ وہ تشریعی اور جدید نہیں ہے ان سب شکوک کے متعلق آپ نے فیصلہ کر دیا کہ خدا کے فضل و کرم سے ہم نبی اور رسول ہیں اور ہماری نبوّت تشریعی جدید ہے مگر اسلام کی ناسخ نہیں ہے بلکہ اسلام کا اصلی رخ دکھلانے کیلئے ہے علمائے اسلام نے اسلامی تعلیم کو تاریکی میں ڈالدیا تھا۔ میرا کام یہ ہے کہ ان کے خلاف اسلام کے اصلی معارف اور حقایق پیش کردوں جو آج تک کسی پر منکشف نہیں ہوئے اور جن کی بنیاد صرف الہام اور وحی جدید پر ہے نہ کہ پرانے دلائل اور فرسودہ خیالات پر گویا آپ نے اپنی شریعت کا نام تو اسلام ہی رکھا مگر قرآن و حدیث کے مطالب کو ایسے طور پر تبدیل کر دیا کہ مخالفین اسلام کو خوب موقعہ ملگیا کہ وہ کہیں کہ اسلام میں ترمیم واقع ہوگئی ہے اور ابدیت اسلام کا دعویٰ غلط ثابت کر دیا کیونکہ جس قدر مرزا صاحب نے ختم رسالت اور اپنے ادعائے نبوّت میں مطابقت پیدا کی تھی۔ وہ سب کی سب یا تو تناسخ اور رجعت پر مبنی تھی اور یا اس کی بنیاد حلول اور سریان پر رکھی تھی۔ جو

سراسر حکمائے یونان کا مذہب تھا۔ ورنہ اسلامی تصریحات تمام کی تمام اس کے خلاف تھیں۔ جیسا کہ مراق مرزا صاحب میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔ اس دعویٰ کا اعلان کرنا تھا کہ اہل اسلام نے مقابلہ پر ان کی تکفیر کرنی شروع کر دی جس کے جواب میں بجائے اس کے کہ مرزا صاحب کو ندامت ہوتی الٹا یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ لوگ خود کافر ہیں کیونکہ ایک نبی کو کافر کہتے ہیں یہودی صفت ہیں کہ زمانہ حاضرہ کے مسیح کی تکفیر کرتے ہیں۔ ذُرِّيَّةُ الْبَغَايَا ہیں کہ مسیح کی بیعت نہیں کرتے[۱۳۱] اور نشان صداقت ہیں کیونکہ حسب روایات احادیث مہدی کی تکفیر منصوص ہے۔ اس اعلان کا نام آپنے **ایک غلطی کا ازالہ** رکھا جس کا ضروری اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے

بعض[۱۳۲] مرید ہماری تعلیم سے ناواقف ہیں اور مخالفین کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم نے نبوت کا دعوےٰ
۱۳۲ نہیں کیا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ

(۱) جو وحی میرے پر نازل ہوئی ہے اس میں سینکڑوں دفعہ مجھے مرسل۔ رسول اور نبی کہا گیا ہے اور اس وقت تو بالکل تصریح اور توضیح کے ساتھ یہ لفظ موجود ہیں:۔

۱۳۳ (۲) براہین[۱۳۳] احمدیہ کو بائیس برس ہو چکے ہیں اس میں صاف لکھا ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ[۵۵۶] اللّٰهِ جَرِيُّ اللّٰهِ فِي حُلَلِ الْاَنْبِيَاءِ۔ هُوَ الَّذِيْ[۵۵۷] اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (دنیا میں ایک نذیر آیا) (دنیا میں ایک نبی آیا) جس سے مراد میں ہوں اور مجھے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور جَرِيُّ اللّٰهِ نَبِيُّ اللّٰهِ کہا گیا ہے

۱۳۴ اب[۱۳۴] یہ اعتراض کرنا کہ یہ عقیدہ خاتم النبیین کے خلاف ہے بالکل غلط ہو گا۔ کیونکہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں ایک پیشگوئی ہے کہ ہندو۔ یہودی۔ عیسائی یا رسمی مسلمان کے لئے پیشگوئیوں کے تمام دروازے بند کیئے گئے ہیں۔ اور نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئی ہیں مگر سیرت صدیقی کی ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے یعنے فنافی الرسول کی۔ پس جو اس کھڑکی سے اندر آتا ہے۔ اس پر نبوت محمدی کی چادر پہنائی جاتی ہے (یعنی وہ محمد بن کر نبی بن جاتا ہے) اب

خاتم النبیین کے یہ معنے ہوئے کہ لاسبیل الی فیوض اللہ (النبوۃ) من غیر
توسط محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی محمد اور احمد ہوں اور اس نبوت میں شریک
ہوں۔ (گویا نبوت محمدی ایک مفہوم کلی ہے جس کے افراد کثیر التعداد ہیں۔ اور یہ نبوت شخصی نہیں
ہے تاکہ جاری نہ رہ سکے) اور یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت مسیح اتریں گے۔ اور چالیس برس ہی زائد
حکمران رہیں گے بالکل معصیت ہے کیونکہ نبوت عیسوی منقطع ہو چکی ہے اور نبوت محمدی
جاری ہے۔ اور یہ لازم آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان حضرت مسیح سے کم ہو۔
کیونکہ آپ کی نبوت چالیس برس رہی ہے اور مسیح کی نبوت چالیس سے زیادہ تصور کی گئی ہے

۱۳۵ جس جگہ میں نے نبوت اور رسالت سے انکار کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ میں مستقل (بغیر توسط
محمد کے) اور صاحب شریعت جدید (مخالف اسلام کے) نہیں ہوں۔ ورنہ میں وہ نبی ہوں جس کو
ظلی طور پر محمد احمد کہکر آنحضرت علیہ السلام کا ہی وجود قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے ختم رسالت کا
مفہوم صحیح رہا۔ اور میں بھی نبی بن گیا اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی معہ نبوت
محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں اور اس طرح آنحضرت علیہ السلام اگر ہزار دفعہ
بھی دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں تو ختم رسالت کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ اس بروزی رنگ
میں میرا وجود درمیان میں نہیں ہے کیونکہ میں خود محمد اور احمد بن چکا ہوں۔ اب نتیجہ یوں
نکلتا ہے کہ خود آنحضرت علیہ السلام نے ہی اپنے دوسرے وجود میں اپنی نبوت سنبھال
لی ہے اور محمد کی نبوت محمد کے پاس رہی ہے۔ غیر کے پاس نہیں گئی۔

۱۳۶ اور یہ بروز ایک خدائی وعدہ تھا کہ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ اخیر زمانہ کے لوگوں
میں پیغمبر علیہ السلام کو بھیجا جائیگا۔ جو عہد صحابہ کو نہیں پا سکے اور یہ قاعدہ ہے کہ سب انبیاء کو
اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے
پر ضرور غیرت ہوتی ہے۔ حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۱ء میں ہے کہ لوگ افتراء کرتے ہیں کہ
میں نے نبوت (خلاف اسلام) کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا خلاف قرآن ہے

میں اس کا مدعی نہیں ہوں بلکہ میں امتی بن کر نبی ہوا ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف یہ ہے کہ بکثرت شرف مکالمہ الٰہیہ و مخاطبہ پاتا ہوں ؟

اس اعلان میں مرزا صاحب نے خلاف اسلام نبوت کے متعلق متعدد غلطیاں کی ہیں۔ اوّل یہ کہ نبوت محمدیہ کو شخصیت سے نکال کر مفہوم کلی بنا ڈالا ہے۔ جس پر کوئی دلیل نہیں دی۔ دوم یہ کہ اپنے آپ کو پیغمبر علیہ السلام کا وجود ثانی قرار دیا ہے اور ثبوت نہیں دیا کہ آپ ایسے کیوں ہیں۔ سوم یہ کہ شخص واحد کا وجود ہمیشہ ایک ہی ہوا کرتا ہے اور ہزار شیشوں میں جو عکس پڑتا ہے اس کو وجود شخصی نہیں کہا جا سکتا۔ ورنہ ایک انڈے کو ایسے موقعہ پر ہم ہزار انڈے بنا سکتے ہیں۔ چہارم یہ کہ اصلی وجود کے غائب ہونے سے تمام ظلّی وجود غائب ہو جاتے ہیں اس لیئے یہ ضروری تھا کہ مرزا صاحب پیغمبر علیہ السلام کے عہد میں پیدا ہوتے اور آپ کی وفات سے مرزا صاحب بھی مرجاتے۔ پنجم یہ کہ سیرت صدیقیہ کی کھڑکی میں داخل ہونے والا اگر نبی بن سکتا ہے تو ضروری تھا کہ سب سے پہلے خود حضرت صدیق اکبر بروزی نبی تسلیم کئے جاتے۔ ششم یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا بروز تسلیم نہ کرنا (حالانکہ احادیث میں نزول مسیح مذکور ہے) اور پیغمبر علیہ السلام کا بروز ثابت کرنا محض تحکم اور زبردستی ہے ہفتم یہ کہ مرزا صاحب نے مفہوم جزوی کو مفہوم کلی میں تاویل کرنے سے الحاد کا دروازہ کھول دیا ہے کیونکہ بعینہٖ اسی اصول سے جبریل۔ مسیح علیہ السلام۔ مہدی علیہ السلام بلکہ خود ذات باری تعالیٰ بھی مفہوم کلی میں تحویل ہو سکتے ہیں۔ تو پھر آپ ہی بتائیں کہ توحید کہاں رہی ہشتم یہ کہ اگر کوئی شخص توحید بمعنے اقرار شخصیت الٰہیہ چھوڑ کر ایک نیا معنے اختراع کرے کہ تمام کائنات کو ایک ہی ذات کا مظہر بتائے اور جعل المختلفین ذاتا واحدا کا قول کرے تو کیا ایسی توحید اور شرک متحد اور یکساں نہ ہوں گے؟ اسی طرح تمام نبوتیں نبوت محمدیہ کا مظہر قرار دے کر ہزاروں بروزی نبوتیں ہو سکتی ہیں تو پھر نبوت مسیح کے بروز سے آپ کو کیوں گریز ہے نہم یہ کہ جب بروزی وجودیں نبوت محمدیہ کو کئی ہزار دفعہ تسلیم کیا گیا ہے تو حضور کی نبوت کا زمانہ نبوت مسیح سے ہزاروں دفعہ زیادہ ہو جائیگا۔ اور یہ کہنا غلط ہو گا کہ عند النزول آپ کی نبوت کا زمانہ نبوت محمدیہ کے زمانہ سے زیادہ ہونا تسلیم کرنا پڑتا ہے دہم یہ کہ جس قسم کا بروز پیش کیا گیا ہے وہ تناسخ کے مساوی ہے اسلیئے اسلام اس کو تسلیم نہیں کر سکتا یازدہم

یہ کہ مرزا صاحب اسلیئے بروز محمد بنے ہیں کہ ان کو محمد کہا گیا ہے۔ پس اگر یہی قاعدہ صحیح ہے تو مرزا صاحب کو (بذریعہ وحی قادیانی) تمام انبیاء۔ تمام اولیاء۔ سلاطین اور ربانیان مذہب کے نام سے جب بلایا گیا ہے۔ تو آپ ہی بتائیں کہ مرزا صاحب کس کس کا بروز بنیں گے؟ ہمیں بروز کرشن اور بروز مسیح کے وقت یہ ماننا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کفر و اسلام کے لیئے معجون مرکب تھے یا مداری کا پٹارہ تھے جو جی چاہا ظاہر کر کے کام چلتا کیا دوازدہم یہ کہ مرزا صاحب کی یہ تحقیق نہ کسی اسلامی تحقیق پر مبنی ہے اور نہ کسی فلسفیانہ اصول سے مطابقت رکھتی ہے اس میں صرف تقدس اور مراق سے مدد لی گئی ہے اس لیئے قابل التفات نہیں ہے سیزدہم یہ کہ اگر اسی طریق سے کوئی مرید مرزا صاحب کا ظل بن جائے اور تمام جائداد یا حقوق مالیت کا مدعی بن جائے تو کیا مرزائی تسلیم کر لیں گے؟ چہاردہم یہ کہ اگر ایسی خیالی ترکیبوں سے کسی کی شخصیت منتقل ہو سکتی ہے تو دنیا میں اسی بہانہ سے ہر ایک دوسرے پر دعویدار ہو سکیگا پس اسلیئے یہ تقریر بالکل فضول ہے پانزدہم یہ کہ لما یلحقوا کی آیت سے بروز ثابت کرنا اہل تحقیق کا مذہب نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی تعلیم اور قرآن شریف چونکہ قیامت تک قایم ہیں اس لیئے آپ کی رسالت صرف آپکے زمانہ تک محدود نہیں ہے بلکہ تمام نوع انسانی کیلئے واجب التسلیم ہے جو قیامت تک پیدا ہوں گے الغرض اس اعلان میں مرزا صاحب نے تمام اہل اسلام سے مقابلہ کیا۔ مگر ہتھیار بالکل کھوٹے استعمال کیئے ہیں اس لیئے بجائے کامیاب ہونے کے موجب تضحیک اسلام بنے ہیں۔

(جنگ گیارھواں مقابلہ ۱۸۹۷ء پشاور)

۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب نے اشتہار دیا کہ کتاب جنگ مقدس (مناظرہ آتھم) کیساتھ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا اشتہار شامل کیا گیا تھا اس میں درج تھا کہ [۱۳۷] اندرمن مرادآبادی اور لیکھرام ۱۳۷
پشاوری اگر منظور کریں تو ان کی نسبت پیشینگوئیاں شائع کی جائیں تو اندرمن نے اعراض کیا اور کچھ عرصہ بعد مر گیا مگر لیکھرام نے اجازت دی تو الہام ہوا عجل جسد لہ خوار لہ نصب و عذاب آج ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو مجھے الہام ہوا کہ وہ اپنی بدزبانیوں کی وجہ سے چھ سال کے عرصہ کے اندر مر جائیگا اگر اس پر ایسا عذاب نازل نہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھنے والا

ہوگا۔ تو میں مامور من اللہ نہیں ہوں۔ اور ہر ایک سزا کے بھگتنے کیلئے تیار ہوں بے شک مجھے رسی ڈالکر
۱۱۲
پھانسی دیا جائے کیونکہ انسان کا پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رسوائیوں سے بڑھکر رسوائی ہے (سراج منیر)
اس سے پیشتر عبداللہ آتھم اور سلطان محمد شوہر محمدی بیگم کی موت کی پیشگوئی کا اعلان بھی ہو چکا
تھا لوگ منتظر تھے کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے مگر نتیجہ سوائے ناکامیابی کے کچھ نہ ہوا۔ کیونکہ عبداللہ
آتھم تو بجائے ۵ ستمبر سنہ ۱۸۹۴ء کے ۲۷ جولائی سنہ ۱۸۹۶ء میں مرا سلطان محمد آج سنہ ۱۹۳۰ء تک زندہ ہے۔ اور
لیکھرام کے متعلق چونکہ تمام اہل اسلام کو اشتعال تھا اس لئے مرزا صاحب کی پیشگوئی کو دخل دینا قرین
قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے اشتعال کے موقعہ پر راجپال اور شردھانند کی موت کافی ثبوت ہے۔ علیٰ
ہذالقیاس اگر کسی سرفدائی نے پنڈت لیکھرام پشاوری کا کام بھی تمام کردیا تو کیا تعجب ہوگا۔ کیونکہ اسمیں
مرزا صاحب اپنی طرف سے کسی حکمت عملی کا ارتکاب نہیں مانتے۔ اور نہ ہی لوگوں میں مشہور ہے کہ قاتل
کوئی مرزائی تھا صرف اتنا ہی سنا گیا ہے کہ پشاور سے نکل کر لاہور میں اس نے وچھووالی کے کسی مندر میں
پناہ لی تھی کیونکہ پٹھانوں سے اس کو زیادہ خطرہ تھا مگر قاتل نے پیچھا نہ چھوڑا اور کچھ دنوں کیلئے آریہ بننے
کی خواہش کی پنڈت صاحب کا خدمت گذار رہا اور اسی مندر میں اس ہندو قاتل نے ۶ مارچ سنہ ۱۸۹۷ء کو
چھری مار کر پیٹ چاک کر دیا اور خود بھاگ گیا جس کا سراغ آج تک نہیں ملا کہ وہ کون تھا؟ قیاس غالب ہے
کہ وہ برہمو سماجیہ ہوگا کیونکہ مسلمانوں کی طرح برہمو سماج بھی آریوں کے ہاتھ سے ہمیشہ نالاں رہتے ہیں۔
ورنہ مسلمان کو ہندو بن کر مندر میں خدمت گذار رہنے کی کیا ضرورت تھی بہرحال یہ موت بھی اتفاقیہ طور
پر ہوئی۔ اور ان مذہبی دشمنیوں کے زیر اثر ہوئی جو آریوں نے غیر آریوں سے برپا کر رکھی تھیں ورنہ کوئی نشان
مرزا تھا اور نہ کوئی خرق عادت کے طور پر یہ قتل ہوا تھا کیونکہ اس قسم کے قتل کئی دفعہ ہوئے اور آئندہ ہونیکا
احتمال ہے۔ اس کے علاوہ لیکھرام لاہور ہسپتال میں زیر علاج رہا۔ ڈاکٹروں نے اطمینان دلایا کہ اب
جانبر ہو جائینگے مگر زخم کاری تھا لیکھرام نے مایوسی کے عالم میں دم دیدیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید علاج میں بھی کمی رہ گئی تھی

بارھواں مقابلہ سنہ ۱۹۰۲ء جنگ غیب دانی

سنہ ۱۹۰۲ء میں موضع مد ضلع گورداسپور میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب

امرتسری مدعو کیئے گئے۔ زیر بحث یہ مسئلہ تھا کہ آیا مرزا صاحب کی پیشینگوئیاں کچھ اصلیت بھی رکھتی ہیں؟ یا کہ صرف تخمینی باتیں ہیں جو حدیث النفس اور انجرات مراقبہ سے بڑھ کر حیثیت نہیں رکھتیں۔ سرور شاہ مرزائی نے مقابلہ میں آکر بڑی جدّ وجہد سے ان کو الہامی ثابت کرنا چاہا مگر مولوی صاحب نے ایک پیشینگوئی بھی سچی نہ نکلنے دی اور امر واقعی بھی یہی تھا کہ جن لوگوں کے متعلق مرزا صاحب نے موت کی پیشینگوئی کی تھی انمیں سے اگر کوئی مرا بھی تھا تو قانون قدرت کے ماتحت مرا تھا اور نہ وہ ایسے سخت جان واقع ہوئے تھے کہ مرزا صاحب کی موت کے بعد بھی ابتک زندہ ہیں مرزا صاحب کی عادت تھی کہ گول مول لفظ شائع کردیتے تھے جس کی تاویل زکام تک بھی کی جاسکتی تھی اور اگر فریق مخالف پر کوئی تکلیف نہ آتی تو وہ لفظ محفوظ رکھے جاتے جو پھر کسی موقعہ پر کام آجاتے تھے اگرچہ موقعہ ہاتھ سے نکل گیا ہوتا مگر مرزا صاحب کی صداقت کا اعلان ضرور ہوجاتا۔ واقعات پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی راستباز نے اپنی صداقت کیلئے وہ طریق اختیار نہیں کیئے تھے۔ جو مرزا صاحب نے (قلمی۔ درہمی اور زبانی) اختیار کر رکھے تھے کیونکہ یہ طریق عام اشتہار بازوں کے ہوتے ہیں ورنہ مقبولان بارگاہ الٰہی کی کوئی ایک نظیر بھی نہیں ملتی کہ کسی نے پیچھے پڑکر اپنی بات منوائی ہو مگر یہاں یہ عالم ہے کہ ایک بات کہی پیر و مُرید دونو اشاعت کے پیچھے لگ گئے پھر اخبارات میں شائع کی اس کے بعد خودہی وُہ کتابی صُورت میں نقل کی۔ ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ عربی فارسی اور اُردُو میں مختصر اور مطول طریق پر اسی کو رٹتے رہے اور اس کی مختلف نوعیتیں قایم کرلیں صرف اس خیال سے کہ کسی نوعیت کے ماتحت تو واقعات موافقت کریں گے اگر بالکل ہی ناکامی رہی تو اخیر میں کہہ دیا کہ یہ متشابہات میں داخل ہوگئی ہے یا اس کا کوئی اور پہلو بدل دیا چنانچہ اس موقعہ پر بھی مرزا صاحب نے ایک چال چلی تھی وُہ یہ کہ جب مرزائیوں کو مُدّ میں شکست فاش ہوئی تو مرزا صاحب کو بڑا طیش آیا۔ اور عربی نظم میں تک بندی لگانی شروع کردی۔ فرط جوش غضب میں پانچسو سے زیادہ شعر لکھ مارے جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو دل کھول کر گالیاں دیں اور جب وہ بخار نکل گیا تو اپنے دعاوی کی رٹ لگانی شروع کردی۔ اخیر میں جب اس سے فارغ ہوئے تو پیر صاحب اور سید علی حائری اور مولوی اصغر علی صاحب رُوحی وغیرہ کو کوسنا شروع کردیا اور کچھ ایسے لفظ بھی کہے کہ اگر ان بزرگوں کے متعلق

کچھ ذرہ بھر بھی حالات دگرگوں ہونے کی خبر مرزائیوں کو لگ جائے تو آج بھی ان کو پیشینگوئی کے سانچے میں ڈھال لیں۔ یہ قصیدہ نام کو تو الہامیہ اور اعجازیہ ہے مگر اس قدر شاعرانہ انداز سے گرا ہوا ہے کہ اگر کسی غلط شعر کا حوالہ دینا ہو تو اس قصیدہ سے بڑھ کر کوئی مصالحہ موزون نہ ہوگا۔ بااین ہمہ مرزا صاحب نے اپنی ہمہ دانی کا یوں غرور دکھلایا تھا لوگوں کو بڑی عجلت کے ساتھ ویسا ہی جواب لکھنے پر دعوت دی جس کا جواب مولوی اصغر علی صاحب روحی اور دیگر بزرگوں نے لکھا اور اخبارات میں شائع کیا اور عموماً اہل علم نے اس کو اس لیئے نظر انداز کر دیا کہ غلط اشعار کا جواب کیا دیا جائے۔ چنانچہ مولانا محمد علی صاحب مونگیری نے اسکی تردید میں ایک قصیدہ جوابیہ لکھا اور ساتھ ہی قصیدہ اعجازیہ کے اغلاط چھپوا کر شائع کر دیئے جس کا

۱۳۸ جواب الجواب مولوی اسماعیل مرزائی قادیانی نے دیا جس کا ماحصل[۱۳۸] یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے اشعار پر اعراب غلط لکھے تھے اس لیئے عروضی غلطیاں بکثرت موجود ہیں اگر نئے اعراب لگائے جائیں تو انکی تصحیح ہو سکتی ہے مثلاً مرزا صاحب ایک مصرعہ یوں پڑھتے ہیں بَاخَ الْحُسَيْنِ وَقُلِدِہٖ اذ اُحْصِرُوْا۔ اور یہ غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب نے بحر طویل میں شعر کہنے شروع کیئے تھے اور یہ مصرعہ کمال استغراق فی الحراق کی وجہ سے بحر کامل میں زبان سے بیساختہ نکل گیا تھا اسلیئے مولوی اسماعیل صاحب اسے یوں اعراب دے کر پڑھتے ہیں بَاخَ الْحُسَيْنِ وَّقُلِدِہٖ اِذَّ اُحْصِرُوْا

معزز ناظرین! خود ہی اندازہ لگائیں کہ مرزائی لٹریچر کس قدر لچر اور لوچ ہے۔ باتمل بھی اسے پسند نہیں کر سکتا۔

تیرھواں مقابلہ ۱۹۰۳ء جنگِ ثنائی

۱۳۹ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری تاریخ مرزا میں لکھتے ہیں کہ جب[۱۳۹] میں ۱۸ سال کا تھا تو مخلصانہ حیثیت میں قادیان گیا اور جس خلوص سے میں وہاں حاضر ہوا چشمدید واقعات اور مرزا صاحب کی بے اعتنائی سے وہ سارے کا سارا ہی تبدیل ہو گیا ان کے مکان پر دھوپ میں جگہ ملی۔ انتظار کے بعد مرزا صاحب نے بغیر سلام کے مزاج پرسی کے بجائے مکان پرسی شروع کر دی کہاں سے آئے ہو۔ اور کیوں؟ میں مختصر جواب دے کر واپس امرتسر آ گیا اور جب تحصیل علم سے فراغت پا کر دوسری دفعہ در دولت پر حاضر ہوا

تو اس وقت مرزا صاحب مسیح بن چکے تھے اور موضع مُد کا مشہور مقابلہ بھی پیشگوئیوں کی پڑتال کے متعلق
وقوع پذیر ہو چکا تھا جس میں فریق مخالف سردرشاہ کو شکست ہوئی تھی اور اس کا تدارک مرزا صاحب
قصیدہ عربیہ میں کر چکے تھے اور اعجاز احمدی ص۱۱ مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں اعلان کر چکے تھے کہ اگر مولوی ثناء اللہ
قادیان میں آکر کوئی ایک بھی میری پیشگوئی غلط ثابت کر دیں تو فی پیشگوئی ایک سو روپیہ انعام دیا جائیگا
۱۴۰ اور اسی اعجاز احمدی ص۲۳ میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے نزول المسیح میں ڈیڑھ سو[۱۴۰] پیشگوئی لکھ رکھی ہے
جن کو غلط ثابت کرنے میں مولوی صاحب ڈیڑھ ہزار روپے کا انعام پانے کے مستحق ہوں گے اسکے بعد توہین
کرتے ہوئے مرزا صاحب نے لکھا کہ میرے مرید ایک لاکھ ہیں اگر میں ان سے سفارش کر دوں گا تو مولوی صاحب کو
ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جائیگا اور جبکہ ان پر قہر الٰہی نازل ہے اور دو دو آنہ کیلئے دربدر خراب ہوتے ہیں
اور مردے کے کفن اور پیسوں پر گذارہ کرتے ہیں تو ایک لاکھ روپیہ ان کیلئے بہشت ہوگا اور اگر اس تحقیق
کیلئے شرائط کے ماتحت قادیان نہ آئیں تو لعنت ہے اس لاف وگزاف پر جو انہوں نے موضع مد
میں مباحثہ کے وقت کی اور سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا۔ انہوں نے بغیر علم اور پوری تحقیق کے عام لوگوں
۱۴۱ کے سامنے تکذیب کی۔ "وہ انسان کتوں سے بدتر ہوتا ہے جو بےوجہ[۱۴۱] بھونکتا ہے اور وہ زندگی لعنتی ہے جو بے شرمی
سے گذرتی ہے۔" اور صفحہ ۳۰ پر لکھا کہ مولوی صاحب تمام پیشگوئیوں کی تصدیق کیلئے قادیان نہیں آئینگے
۱۴۲ اور پیشگوئیوں کی تصدیق کرنا ان کیلئے موت ہوگی اور اگر اس چیلنج پر وہ مستعد[۱۴۲] ہوئے کہ کاذب صادق کی
پہلے مر جائے تو ضرور پہلے مریں گے۔

مولوی صاحب ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچ گئے۔ اور اطلاعی رقعہ لکھا کہ آپ چونکہ بنی نوع کی
ہدایت کیلئے مامور ہیں اسلئے میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھیں اور اجازت دیں کہ عام
مجلس میں آپ کی پیشگوئیوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ مرزا صاحب نے جواب لکھ بھیجا کہ اگر
آپ صدق دل سے شبہات رفع کرانے چاہتے ہیں تو آپ کی خوش قسمتی ہوگی۔ اگرچہ میں انجام آتھم میں لکھ
چکا ہوں کہ گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا۔ مگر آپ کے شبہات رفع کرنے کو تیار ہوں۔
آپ اقرار کریں کہ منہاج نبوت سے باہر نہیں جاؤں گا اور صرف وہ اعتراض کروں گا جو دوسرے انبیاء پر

وارد نہ ہوں آپ کو صرف تحریری شبہ پیش کرنا ہوگا۔ اور وُہ بھی صرف ایک دو سطر میں جس کا جواب مجلس
میں آپ کو سنایا جائے گا ایک دن میں صرف ایک شبہ حل کیا جائیگا کیونکہ ہمیں فرصت نہیں ہے[۱۴۳] اور آپ ۱۴۳
بے چوروں کی طرح بلا اطلاع آگئے ہیں آپ کو منہ بند رکھنا ہوگا۔ صُمٌّ بُکْمٌ رہنا ہوگا آپ شبہ پیش کریں تین
گھنٹہ کے بعد آپ کو جواب ملے گا۔ جو ایک گھنٹہ تک بیان ہوتا رہے گا اس پر بھی اگر شبہ پیدا ہو تو پھر لکھکر
دو سطر میں پیش کرنا ہوگا میں ۱۴ جنوری تک یہاں ہوں کیونکہ ۱۵ جنوری کو مجھے جہلم جاکر تاریخ مقدمہ
مولوی کرم الدین صاحب دبیر بھگتنا ہے اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو ہمارا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے الغرض
یہ مختصر خاکہ اس کا جواب ہے جو مرزا صاحب نے بار بار دہرا کر دیا تھا مولوی صاحب نے اس کا جواب یُوں دیا کہ آپنے
تحقیق کیلیئے بلایا ہے (رفع اشتباہ کیلیئے نہیں بلایا) لیکن میں فراخدلی سے اس بے انصافی کو بھی قبول
کر لیتا ہُوں مگر اتنی اجازت ضرور دیجئے گا کہ میں اپنا شبہ پڑھ کر سناؤں اور مجلس میں جانبین سے کم از کم
پچیس آدمی ضرور ہوں اور آپ کے جواب پر بھی مجھے تنقید کرنے کا حق دیا جائے آپنے مجھے چور اور ملعون
قرار دیا ہے خدا اسکا بدلہ آپکو دے اس کے جواب میں مولوی محمد حسن امروہی نے مرزا صاحب کی طرف سے جواب لکھا
کہ آپ[۱۴۴] کو تحقیق حق مطلوب نہیں ہے کیونکہ آپ مناظرہ کی صُورت پیش کر رہے ہیں جس سے مرزا صاحب ۱۴۴
متنفر ہیں۔ یہ جواب لے کر مولوی صاحب معہ اپنے رفقاء کے امرتسر واپس چلے آئے اور مرزا صاحب کی جان چھوٹی
مرزا صاحب کا تقدس زور پر تھا۔ وُہ مخالف کو بھی ایسا مرید سمجھتے تھے کہ جس سے کوئی جرم سرزد ہو چکا
ہو اور اپنی ہی شرائط پر کلام کرنا چاہتے تھے غیر کی طرف مطلق توجہ نہ ہوتی تھی اور ایسے بہانہ سے ٹالتے تھے
کہ تقدس بھی قائم رہجاتا اور فیصلہ بھی نہ ہوتا اور ایسی باتیں کرتے تھے کہ جن کو عقل سلیم قبول نہیں کرتی
مثلاً اسی مناظرہ میں ادہر تو تحقیق کے لیئے بلایا ہے اور ادھر مناظرہ سے گریز کیا ہے اور ایک طرف ڈیڑھ سو
پیشینگوئی پر تنقید کرنے کو کہا ہے اور دوسری طرف صرف چار دن کی مہلت میں روزانہ چار گھنٹہ میں
تمام شکوک رفع کرنے کا ذمہ لیا ہے یہ مذاق نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ تہذیبی حالت دیکھئے کس طرح مولوی
صاحب کو کفن فروش۔ وعظ فروش۔ کتا۔ چور اور ملعون لکھا گیا ہے۔

کل انا یترشح بما فیہ

(جنگ) چودھواں مقابلہ ۱۹۰۷ء (ثنائی)

۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے ایک طویل البیان اشتہار سپرد قلم کیا اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے کہا کہ اپنے اخبار اہلحدیث امرتسر میں اسے شائع کریں اور اس کے نیچے جو چاہیں لکھدیں اس کا ضروری اقتباس یہ ہے کہ

۱۴۵ آپ[۱۴۵] مجھے مفتری کذاب، دجال، ٹھگ اور مفسد وغیرہ لکھتے رہتے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ "یا اللہ اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ مجھے اہلحدیث امرتسر میں کہا گیا ہے اور مفتری، مفسد اور کذاب ہوں۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں ہی مجھے ہلاک کر اور میری موت سے مولوی صاحب اور انکی جماعت کو خوش کر" (مولوی صاحب) اگر میں ایسا ہی ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی عمر نہیں ہوتی بلکہ آخر وہ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے اگر میں ایسا نہیں ہوں تو آپ مکذبین کی سزا (ہیضہ یا طاعون وغیرہ) سے نہیں بچیں گے بجز اس کے کہ میرے سامنے توبہ کریں اور میرے متعلق بدزبانی چھوڑ دیں یا اللہ مجھ میں
۱۴۶ اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ اور جو مفسد اور مفتری ہے اس کو دنیا سے صادق[۱۴۶] کی زندگی میں اٹھالے
یا کسی ایسی آفت میں مبتلا کر جو موت کے برابر ہو۔ آمین ثم آمین۔ اخبار بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں
۱۴۷ شائع ہوا کہ[۱۴۷] جو دعا مانگی گئی تھی وہ قبول ہو گئی ہے کیونکہ اس دعا کے متعلق الہام ہوا ہے اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ صوفیاء کی بڑی کرامت استجابت دعا ہے اور بس!

اس مقابلہ میں مرزا صاحب اپنی بددعا کے شکار ہو گئے اور مکذبین کی دعا سے نہ بچ سکے بلکہ فوری موت سے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو رخصت ہو گئے اگر ہم اس موقعہ پر مان لیں کہ واقعی مرزا صاحب مستجاب الدعوات تھے تو ہمیں پورا حق حاصل ہے مرزائیوں کا یہ عذر غلط ہے کہ بددعا مولوی صاحب کی منظوری سے مشروط تھی جیسا کہ اعجاز احمدی میں گذر چکا ہے کیونکہ وہ واقعہ ۱۹۰۳ء کا ہے اور یہ دعا ۱۹۰۷ء میں مانگی گئی ہے اس لیئے اس کا اس واقعہ سے وابستہ کرنا غلط ہوگا۔ اس کے علاوہ بددعا کے موقعہ پر دشمن سے منظوری لینا یہ معنے رکھتا ہے کہ وہ دشمن بھی اس دعا میں پیش کردہ الفاظ میں شریک کار ہے

ہو جائے جس کا ماحصل یہ نکلتا ہے کہ دشمن اپنے نقصان کیلئے بد دعا کرنے والے کو بزرگ سمجھ کر وکیل بنائے پہلا مولوی صاحب جبکہ مرزا صاحب کو کاذب جانتے تھے کب اپنی بد دعا کرنے میں بزرگ سمجھکر وکیل بنا سکتے تھے ورنہ در پردہ مرزا صاحب کے تقدس کا اقرار لازم آتا تھا جو کسی صورت میں قابل تسلیم نہ تھا غور سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو بد دعا میں قبولیت کا پورا وثوق نہیں ہوتا تھا اس لیئے عدم قبولیت کو رفع کرنے میں دو طریق اختیار کرتے تھے اوّل یہ کہ فریق مخالف بھی مرزا صاحب سے ہمنوا ہو جائے تاکہ مباہلہ کی صورت پیدا ہو جائے اور چونکہ اپنے لیئے بد دعا کا قبول ہونا زیادہ قرین قیاس ہے اس لیئے مرزا صاحب کی حوصلہ افزائی ہو جاتی تھی دوم یہ کہ فریق مخالف توبہ نہ کرے اور توبہ سے مراد ان کے نزدیک صرف خاموشی تھی ترک فعل نہ تھا کہ جس سے بنائے مخاصمت پیدا ہو گئی تھی اور اس حیلہ سے مرزا صاحب کی ناکامیوں کو کامیاب بنانا آسان تھا اور عدم منظوری کے موقعہ پر جھٹ کہا جاتا تھا کہ یہ اندر سے توبہ کرتا ہے۔ مگر مولوی صاحب کے متعلق کوئی حیلہ پیش نہیں گیا چنانچہ فیصلہ لدھیانہ جو خلیفہ نورالدین صاحب کے عہد میں ۱۹۱۲ء کو تین سو انعامی رقم پر مولوی صاحب کے حق میں ہوا تھا صاف ثبوت ہے اس امر کا کہ مرزائی اس بحث پر کبھی جیت نہیں سکتے مرزائیوں نے اس موقعہ پر ایک یہ عذر بھی پیش کیا تھا کہ صادقین موت کی تمنا کیا کرتے ہیں اسلیئے مرزا صاحب اگرچہ مفتری بن کر مر گئے تاہم سچے تھے اس کا جواب یوں ہے کہ مرزا صاحب اگرچہ اپنے دعوے میں سچے نہ تھے مگر افتراء اور کذب میں ضرور صادق تھے اس لیئے ہم بھی مان لیتے ہیں کہ صادقین اگرچہ افتراء میں ہی سچے ہوں موت چاہتے ہیں۔ قرآن شریف میں بھی فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کا خطاب اہل افتراء یہودیوں سے ہی ہے غور کرو اور خوب سمجھو کہ مرزا صاحب اپنے افتراء میں سچے تھے۔

پندرھواں مقابلہ ۱۹۰۸ء (جنگ پٹیالہ)

چشمہ معرفت ص۳۲۱ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مسلمانوں میں میرے کئی ایک دشمن میرے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تھے مگر ہلاک ہو گئے جن میں سے آخری دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی ہی جس کا دعویٰ ہی کہ "۴ اگست ۱۹۰۸ء تک میں اس کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا" یہ بیس برس تک میرا مرید رہا آخر اس نے یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ بغیر اتباع رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے اور بغیر قبول اسلام کے بھی نجات

ہوسکتی ہے۔ میں نے اس کو سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا تو میں نے اپنی جماعت سے اس کو خارج کرکے مرتد قرار
دیدیا اب میں نے اس کے مقابلہ میں یہ پیشینگوئی کی ہے کہ وہ[۱۴۸] میری زندگی میں مرجائیگا اور ۱۴۸
مَیں محفوظ رہونگا۔"

اس موقعہ پر ایک معتبر مسلمان کا بیان ہے کہ یہی ڈاکٹر صاحب[۱۴۹] قادیانی نبوّت سے منکر ہوکر لاہور آئے ۱۴۹
تھے اور محمڈن ہال موچی دروازہ میں تین روز تک ایک ایک گھنٹہ لیکچر دیا تھا کہ میں نے کیوں قادیانی مذہب
چھوڑا جو میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا اور اس لمبے چوڑے لیکچر کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ میں عموماً مرزا صاحب کی
خدمتگذاری کو اپنی سعادت سمجھتا تھا اور میرے سپرد ایک خاص خدمت کی ہوئی تھی کہ ماہ بماہ ایک تولہ مُشک
خالص بہم پہنچایا کروں جو ساٹھ ستر روپے تک دستیاب ہوتی تھی اور حکیم نورالدین صاحب کی معیت سے ایک یاقوتی
تیار کرتا تھا جو مرزا صاحب کی قوت جسمانی قایم رکھنے کی خاطر ماہ بماہ تیار ہوتی تھی۔ بٹالہ شہر سے رات دن
ڈاک جاتی تھی جس پر سوڈہ کی بوتلیں اور برف وغیرہ لائی جاتی تھی۔ قادیان میں قصابوں کو حکم تھا کہ مغز دار
ہڈیاں مرزا صاحب کے گھر پہنچائیں تاکہ ان کی یخنی مرزا صاحب نوش کیا کریں اس قسم کے تکلفات خورد و نوش
میں بہت تھے جن میں مریدوں کا روپیہ بیدریغ صرف ہوتا تھا۔ مجھے ایک دن یاقوتی تیار کرتے ہوئے خیال پیدا
ہوا کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خوراک تو بالکل سادہ تھی اور پوشاک میں بھی کوئی تکلف نہ
تھا۔ یا اللہ مرزا صاحب فنا فی الرسول ہوکر ماہواری سیکڑوں کی یاقوتی کیوں کھاجاتے ہیں؟ میں نے
دو چار دن تک تو اس کو شیطانی وسوسہ خیال کیا مگر ایک دن مرزا صاحب سے پوچھنا ہی پڑا آپ نے مجھے ڈانٹ کر
لاحول کا وظیفہ بتایا کچھ دن وہ بھی پڑھا مگر یہ خیال تبدیل نہ ہوا۔ معذرت کے طور پر مرزا صاحب سے دوسری
دفعہ عرض کیا گیا تو آپنے کثرت اشغال۔ کثرت ہموم و غموم اور ضعف دماغ کا بہانہ پیش کیا جسپر میں نے
یہ عذر کیا کہ آنحضرت علیہ السلام سے بڑھ کر نہ آپ کو کام کرنا پڑتا ہے اور نہ آپ کو جان کا خطرہ رہتا
ہے تو اس آرام کی زندگی میں آپ کی ذاتی خورد و نوش میں اس قدر تکلفات کیوں؟ انبیاء میں جسمانی
اور روحانی طاقت خدا کی طرف سے ہوتی ہے روکھا سوکھا کھاکر ہزاروں پر بھاری ہوتے ہیں مگر آپ ہیں
کہ سیکڑوں روپے کی یاقوتی اور مرغن ہفت الوان نعمت کھاکر بھی تبلیغ اسلام میں صرف گھر بیٹھے ہی

کاغذی گھوڑے چلایا کرتے ہیں۔ پس یا تو آپ فنافی الرسول نہیں ہیں یا یہ واقعات غلط ہیں مرزا صاحب نے حکیم نورالدین صاحب سے کہلا کر بھیجا کہ اس مریض ایمان کے شکوک رفع کرنے میں کوشش کریں چنانچہ میں انکے سپرد کچھ دن رہا مگر میری تشفی نہ ہوئی آخر الامر مرزا صاحب سے پھر ملتجی ہوا کہ جناب میرے شکوک کا تشفی بخش جواب دیجئے اس وقت مرزا صاحب جلال میں تھے اور میرے متعلق بہت سی شکایات بھی سن چکے تھے۔ مجھ خادم سے کہا کہ تم کافر ہو گئے ہو تمہارا نام رجسٹر ایمان سے نکال دیا گیا ہے مجھے اس وقت غیرت اسلامی نے جوش دلا کر یوں گویا کیا کہ اٰمنت باللّٰہ وملٰئکتہٖ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ میں مسلمان ہوں فرمانے لگے۔ تم مرتد ہو گئے ہو تمہارے ان الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس وقت مجھے ایک اور شبہ پیدا ہو گیا اور عرض کیا کہ یہ اسلام بھی ایک خوب مذہب ہے کہ جس کی ڈوری غیر کے ہاتھ میں ہے کل آپ کہیں گے کہ جاؤ تمہاری بیوی کو بھی طلاق دیتا ہوں اگر یہی اسلام ہے تو بس میرا سلام ہے یہ کہہ کر میں نے وہ مذہب چھوڑ دیا۔ اور دین فطرت کی طرف رجوع کیا جو خدا کے فضل و کرم سے اس وقت مجھے حاصل ہے۔"

مرزا صاحب کا مذکورہ بالا بیان اور یہ لیکچر دونو آپس میں زمین و آسمان کا فرق رکھتے ہیں مرزا صاحب کو بھی غلط گو کہتے شرم آتی ہے اور لیکچر کا خلاصہ بھی اس قابل نہیں کہ اس کو درجہ توثیق سے گرا دیا جائے اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ شاید ڈاکٹر صاحب نے پہلے وہ شبہ پیش کیا ہو جو مرزا صاحب نے بیان کیا ہے اور دوسرا شبہ کہ جسمیں مرزا صاحب کی ذرہ خفت بھی آپنے بیان کرنا مناسب نہ سمجھا ہو اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی برئیت کا اظہار کرتے ہوئے بیان کر دیا ہو بہرحال ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس جان کی کھیل میں کون مارا گیا۔ جواب ظاہر ہے کہ:۔

"مرزا صاحب مورخہ ۲۶۔مئی ۱۹۰۸ء کو آسمانی نشان ہی ہلاک ہوئے اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب ۱۴ سال بعد ۱۹۲۲ء تک زندہ رہے جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب بھی ایکدن اپنی ہی مرید کی شکار ہو گئے تھے۔"

۵ — صیاد نہ ہر بار شکار ے برد — باشد کہ یکے روز پلنگش بدرد

بعض ردی شی العرادیث

نبوّتِ مرزا پر مرزائیوں کی خانہ جنگی

جب مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں مرگئے تو آپ کے بعد اس جگہ حکیم نور الدین صاحب بھیروی جانشین ہو کر خلیفہ اوّل قرار پائے تقریباً چھ سال تک آپ نے بڑی سرگرمی سے کام کیا مگر شریعت مرزائیہ میں کوئی نمایاں تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ جب حکیم نور الدین صاحب چار سال کے بعد وفات پا چکے تو اختلاف رائے پیدا ہو گیا کہ آیا حکیم محمد حسن صاحب امروہی مستحق خلافت ہیں یا کوئی اور؟ بڑی بحث و تمحیص کے بعد آخر یہ فیصلہ ہوا کہ حکیم صاحب کی شخصیت لاثانی ہے اس لیئے آپ کے حق میں ووٹ زیادہ نکلے اور آپ جب بیعت لینے کھڑے ہوئے تو آپ نے مرزا صاحب کے صاحبزادہ میاں محمود صاحب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے انتخاب کیا ہے اور میں اس صاحبزادہ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں آپ کا یہ کہنا تھا کہ لوگوں میں نمک حلالی کی صدائیں بلند ہو گئیں مگر خواجہ کمال اینڈ کمپنی چونکہ شروع سے ہی صاحبزادہ صاحب سے اختلاف رائے رکھا کرتے تھے اور ان کے دلوں میں آپ کا وقار علمی بہت کم تھا اسلیئے اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ کا نعرہ لگاتے ہوئے اور آستانِ خلافت سے سرتابی کرتے ہوئے سیدھے لاہور آ پہنچے اور مسئلہ خلافت کے منکر ہو بیٹھے اور اپنی تنظیم قائم کرنے کے لیئے مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کو اپنا امیرِ جماعت منتخب کر کے الگ جماعت بنا ڈالی۔ اب مرزائی جماعت میں فرقہ بندی پیدا ہو گئی اور تمام فرقوں کو مٹا کر آخیر دو حصوں میں منقسم ہوئی۔ "قادیانی اور لاہوری" اور ان میں اختلافی مسائل بھی پیدا ہو گئے جن میں ایک بڑا اہم مسئلہ نبوّت مرزا کے عنوان سے دیر تک زیرِ بحث رہا۔ وجہ یہ ہوئی کہ مرزا صاحب اور خلیفۃ الاول کے عہد میں اعلانِ نبوّت مرزا کو چنداں فروغ حاصل نہیں ہوا تھا کیونکہ ان کو پھر بھی اسلام کا پاس خاطر کچھ نہ کچھ ملحوظ تھا مگر مرزا محمود نے گدی سنبھالتے ہی نبوت مرزا کو زیرِ بحث لا کر لاہوری اور قادیانی مرزائیوں کو کفر و ارتداد تک پہنچا دیا چنانچہ لاہوری پارٹی اور خلیفہ معزول حکیم امروہی مرزا صاحب کو عکسی نبی ماننے لگے۔ اور مرزا محمود صاحب آپ کو اس درجے سے اوپر ترقی دے کر مستقل نبی ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اسی کشمکش میں محمد حسن امروہی اینڈ کمپنی لاہوری پارٹی میں شامل ہو کر خلیفہ محمود کی تردید میں تالیف و تحریر

سے برسرپیکار بن گئے۔ غالباً ان کو افسوس ہُوا ہوگا۔ کہ جس امید پر آپنے اپنے ہاتھوں سے مرزا محمود کو خلیفہ منتخب کیا تھا اس پر تمام پانی پھر گیا تھا۔ کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ صاحبزادہ صاحب ہم سے پوچھ کر کام چلائیں گے جس سے میری عزت بھی بنی رہے گی۔ مگر صاحب زادہ صاحب بڑے ہوشیار تھے۔ کسی کے ماتحت کب رہ سکتے تھے۔ آخر اختلاف رائے کا یہ نتیجہ نکلا کہ لاہوری پارٹی قادیانی جماعت کو آج تک کافر کہتی ہوئی دکھائی دیتی ہے کہ انہوں نے نبوت مستقلہ کو مرزا صاحب کے ذمہ لگا دیا ہے اور قادیانی پارٹی لاہوری جماعت کو اس لئے مرتد کہتی ہُوئی سنائی دیتی ہے کہ انہوں نے خلافت کا انکار کر کے بغاوت کی ہے اور مرزا صاحب کی مستقل نبوت کو تسلیم نہیں کیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ:۔

مرزا صاحب نے چودھویں صدی کے تمام مذہبی مناصب و مراتب طے کرتے ہوئے اخیر میں نبوت پر آکر قدم جمائے تھے جس میں قادیانی اور لاہوری دو نو قسم کے مرزائی اختلاف رائے رکھتے ہُوئے تکفیر وارتداد تک پہنچ گئے۔ اب لاہوری پارٹی کا خیال ہے کہ مرزا صاحب صرف لغوی نبی تھے کہ جن کی نبوت کے انکار سے کافر نہیں ٹھیرتا۔ اور قادیانی پارٹی کا عقیدہ ہے کہ آپ کی نبوت دوسرے انبیاء کی طرح اصطلاحی اور مستقل نبوت تھی۔ شروع میں گو آپ امتی نبی۔ لغوی نبی۔ عکسی نبی۔ برُوزی نبی اور ظلّی نبی یا مجازی نبی تھے لیکن اخیر میں آپ مستقل اور حقیقی تشریعی نبی بن چکے تھے۔ اور ہم کو بھی مرزا محمود خلیفہ ثانی قادیان بانی فرقہ محمُودیہ سے اتفاق رائے کرنا زیادہ موزون ہے کیونکہ جب بقول ہر دو فرقہ زیر حکم آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ پیغمبر علیہ السلام کو دو دفعہ دنیا میں پیدا ہونا تسلیم کیا گیا ہے تو جب آپ ظہور اوّل میں نبی تشریعی حقیقی اور مستقل تھے تو ظہور ثانی میں بھی بقول محمود وہی حیثیت رکھتے ہوئے نبی تسلیم کیئے جائیں گے جو ظہور اول میں تھی بلکہ آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ . . . . نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا کے ضمن میں آپ کا ظہور ثانی ظہور اول سے افضل اور اکمل ہونا سمجھا جاتا ہے اور چونکہ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ کا وعدہ بھی ظہور ثانی سے وابستہ ہے۔ اور انسانی تجربہ بھی ثابت کرتا ہے کہ جب ایک چیز کو دوسری دفعہ بنایا جاتا ہے تو اس کی پہلی ساخت سے دوسری ساخت بہترین نمونہ پر ہوتی ہے جس کی طرف العَوْدُ اَحْمَدُ کا اشارہ پایا جاتا ہے تو کوئی وجہ

نہیں کہ مرزا صاحب افضل المرسلین تسلیم نہ کیئے جائیں اس سے قطع نظر کر کے ہم جب یہ دیکھتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کے آئینہ وجود میں تمام انبیاء سابقین کا عکس موجود ہے اور خود پیغمبر علیہ السلام کا ظلؒ بھی وہاں موجود ہے تو اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی شان تمام انبیاء سے برتر ہے کہ جنمیں تمام اظلال اور عکس موجود نہ تھے بلکہ خود پیغمبر علیہ السلام کو بھی یہ درجہ حاصل نہ تہا جو مرزا صاحب کو حاصل تہا کیونکہ آپ میں صرف (اگر ہوسکتے ہیں تو) انبیاء سابقین کے عکس موجود ہوسکتے ہیں اور اپنا عکس اور ظل موجود نہیں ہوسکتا۔ پس اس دلیل کی بناپر جو شخص مرزا صاحب کو ایسا نبی نہیں مانتا۔ یا تردد کرتا ہے یا اپنے میں خاموشی اختیار کرتے ہوئے خالی الذہن رہتا ہے تو وہ بحکم آیت نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ کافر ہے اور ایسے لوگوں سے ترک موالات بحکم آیت لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ اشد ترین اور محکم ترین فرض ہوگا کیونکہ آیت وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ... لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ ظاہر کرتی ہے کہ تمام انبیاء سابقین سے کہ جن میں خود پیغمبر اسلام بھی داخل ہیں۔ یہ معدہ لیا گیا تہا کہ جب مسیح موعود کا ظہور ہوگا۔ تو تم کو اس کی تصدیق کرنی ہوگی پس جبکہ مرزا صاحب کی تصدیق خود پیغمبر اسلام پر فرض ہے تو دوسرا کون شخص ہوسکتا ہے کہ جس پر یہ تصدیق فرض نہ ہو۔

ان پانچ دلائل سے مرزا محمود صاحب نے اپنے باپ کی نبوت کے ثابت کرنے میں وہ تمام خامیاں پوری کردی ہیں جو مرزا صاحب سے اپنے آخری اشتہار (ایک غلطی کا ازالہ) میں بھی پوری نہ ہوسکی تھیں ؎ پدر اگر نتواند پسر تمام کند۔ اور واقعی آپ پر یہ فرض بھی تہا کیونکہ مرزا صاحب (تیسرے مقابلہ میں) جب آپ کو مسیح موعود اور ظلّ الٰہی بلکہ ایک معنے میں خود خدا کے مُتنزل (کرشن روپ) بنا چکے ہیں تو بحکم وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا اگر آپنے اپنے باپ کو افضل المرسلین واجب الاتباع علی خیر الرسل قرار دیا ہے تو کونسی بڑی بات ہوگئی ہے بلکہ اگر هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ پر پورا عمل کرتے۔ تو ان پر یہ بھی فرض تہا کہ اپنے باپ کو أَفْضَلُ الْآلِهَةِ بھی ثابت کرتے پھر ہم بھی مان لیتے کہ اس خلف الرشید نے بِرّ والدین کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے مگر تاہم ہمیں امید ہے کہ آپ کسی تازہ ترین تحریر یا تقریر میں اس کمی کو پورا کرنے میں دریغ نہ کریں گے۔

بہر حال مرزا محمود لاہوری پارٹی کے مقابلہ میں بہت بڑا غلو کر رہے ہیں کیونکہ مرزا صاحب کو لاہوری پارٹی کے افراد مجلس صرف ظلّی نبی - امتی نبی - تابع نبی - غیر تشریعی نبی - اور لغوی نبی یا محدث - اور مجدد مسیح موعود تو مانتے ہیں مگر مستقل نبی حقیقی نبی اور مُطاع الانبیاء یا افضل المرسلین نہیں مانتے کیونکہ ان کے نزدیک حسب فرمودہ مسیح قادیان اھدنا الصراط المستقیم پڑھ کر پانچ وقتہ نماز میں ہمیں ہدایت ہے کہ ہم خدائے تعالےٰ سے مُنعمٌ علیھم کے راستہ پر چلنے کی توفیق طلب کریں تاکہ رفتہ رفتہ کسی وقت ہم بھی صِدّیق - شُھَداء اور اَنبیاء بن سکیں اور ہم کو بھی العلماءُ ورثۃ الانبیاء کا تمغا حاصل ہو جائے اور کسی موقعہ پر عُلَماءُ اُمّتی کانبیاءِ بَنی اسرائیل کے ضمن میں کسی نہ کسی نبی کا مثیل بن کر تجدید اسلام کا کام اپنے ہاتھ میں لے سکیں - جیسے کہ مرزا صاحب نے تمام فضائل حاصل کر کے نبوت بروزی کا دعویٰ کیا ہے اور مجدد اسلام کے بعد مسیح موعود بن چکے ہیں کیونکہ مسلم کی حدیث میں مسیح کو نبی کہا گیا ہے اور جزو نبوت (یعنی نبوت کا چھیالیسواں حصہ) بھی چونکہ کل نبوت میں داخل ہوتی ہے - اس لیئے جزوی انبیاء کا ظہور خیر القرون سے آج تک جاری ہے - اگر یہ فیضان نبوت یا اجرائے نبوت کو تسلیم نہ کیا جائے تو یہ امت خیرُ الاُمم کا لقب پانے کی مستحق نہیں رہ سکتی بلکہ مردود یا ملعون کا لقب پانے کی سزاوار ٹھیرے گی - اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود کی فضیلت قرآن شریف میں جَعَلَ فِیکُم اَنبِیَاءَ سے ظاہر کی گئی ہے اب اگر اس امت میں یہ فضیلت تسلیم نہ کی جائے - تو یہ ماننا پڑے گا کہ پیغمبر اسلام کے ظہور اول کے بعد جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کا مذہب صرف اس بنا پر مردہ ہو گیا ہے کہ ان میں لکن رسولَ اللہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّین کی پیشینگوئی کے رد سے انبیاء کا آنا بند ہو چکا ہے اسی طرح اسلام بھی بعثت انبیاء سے خالی ہو کر مردہ مذہب بن جائیگا معہ تازہ ترین الہام یا وحی جدید کا نمونہ مخالفین کے سامنے پیش نہیں کر سکے گا - اس کے علاوہ احادیث نبویہ بھی اس پر شاہد ہیں کہ اس امت میں محدث ہوں گے جو کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو کر نبوت ظلی کا دعویٰ کرتے ہوئے امتی نبی کہلائیں گے - اب ثابت ہو گیا کہ یہ نبوت صرف درجہ کرامت تک پہنچ کر رہ جاتی ہے جس میں فنا فی الرسول کا وہ مقام پیش آتا ہے کہ اس میں جو امور

پیغمبر اسلام کی طرف بحیثیت نبوت منسوب ہوتے ہیں وہ بعینہٖ فانی فی الرسول کی طرف
بھی منسوب ہو جاتے ہیں اس لیئے پیغمبر اسلام کی تصدیق ہی مرزا صاحب کی تصدیق ہو گی
الگ تصدیق کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور مرزا صاحب کی بیعت اسی طرح مدار نجات ہو گی
جس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا نجات بخش ہو سکتا ہے اور
تجدید بیعت کی ضرورت اسی وقت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ جبکہ اسلام پر مخالف ہوائیں
چل رہی ہوں۔ تاکہ بادِ مخالف سے متاثر ہو کر ایمان مردہ نہ ہو جائے۔ پس یہی وہ بیعت ہے۔ جو
قبول اسلام کے بعد تبلیغ کے لیئے غزوات اسلامیہ میں لی گئی تھی۔ اور تجدید خلافت اسلامیہ
میں بھی اس کو فرض سمجھا گیا تھا اور صوفیائے کرام میں بھی جاری ہے تاکہ تبلیغ اسلام میں کسی تنظیم کے
ماتحت ایک جماعت کھڑی ہوئی نظر آئے۔ خود مرزا صاحب نے بھی آخری اعلان میں اس کا اظہار
کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ خاتم النبیین کے تحت میں ایک پیشگوئی مضمر ہے جو میرے سوا کسی
کو معلوم نہیں ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ نبوت کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔ مگر جب اپنے گھروں میں
حضور نے خوخہ ابی بکر کھلا رکھا تھا۔ تو اس میں یہ اشارہ تھا کہ سیرت صدیقی کا دروازہ ہمیشہ
کے لیئے کھلا ہوا ہے جس میں فنا فی الرسول ہونے کے بعد داخل ہو کر بُردِ نبوت پہنی جا سکتی
جو خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنی ہوئی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے صدیق اکبر نے یہ
چادر پہن کر ولایت کبریٰ کا درجہ حاصل کیا تھا اور تبلیغ اسلام کی خاطر مسلمانوں سے تجدید بیعت کی
اور آخری زمانہ میں مسیح موعود نے اعلان کیا کہ میری بیعت اور میری تعلیم موجب نجات ہے (اربعین ۳۸
۱۴۹ الف ص ۳) وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ (مرزا) مُصَلًّی۔ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ (تعلیم مرزائی) بِاَعْیُنِنَا۔ سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ (مرزا) فَاتَّبِعُوْہ۔
اربعین ص ۲) اَهْلُ الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ یَجِبُ عَلَیْهِمْ اَنْ یَّدْخُلُوْا فِیْ بَیْعَةِ خَلِیْفَةِ الْاِسْلَامِ کیونکہ اس وقت صرف وہی فرقہ ناجیہ ہے
جو خلیفۃ اللہ مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے ورنہ تجدید بیعت سے تغافل کرنا اگرچہ کفر تو نہیں ہے
مگر فرقہ ناجیہ میں شمولیت کو مشکوک کر دیتا ہے۔ (اگر غیر ناجی اور کافر کہنا ایک ہی بات ہے۔)
مرزا محمود کے اقوال اگرچہ اظہر من الشمس ہیں جن کو نقل کی ضرورت نہیں ہے مگر تاہم اتمام حجت

کے لیئے ان کا اقتباس ضروری ہے چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ:-

| انوار خلافت ص۵ | (الف) وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ میں دو بعثتوں کا ذکر ہے اور چونکہ احادیث میں ۱۴۹ (ب)

نزول مسیح مذکور ہے اس لیئے دوسری بعثت سے مراد مرزا صاحب ہیں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

| انوار خلافت ص۳۵ | مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری دفعہ کام کرنے میں زیادہ خوبی ۱۵۰

والی شئے مراد ہوتی ہے اسی واسطے اَلْعَوْدُ اَحْمَدُ کا محاورہ جاری ہو گیا ہے۔ پس دوسری ۱۵۱

بعثت پہلی بعثت سے عمدہ اور بہتر ہو گی۔ پس مرزا صاحب احمد (قابل تعریف) اور مسیح

علیہ السلام سے بہتر ثابت ہو گئے۔ (اسی شکست و ریخت کا نام ہی تناسخ ہے)

| فضل سنہ ۱۹۱۴ء ج۲ ص۱۲۲ | مرزا صاحب بلحاظ نبوت کے ایسے ہیں جیسے اور پیغمبر اور ان کا منکر کافر ہے ۱۵۲

| تشحیذ الاذہان ص۱۴۱، ۱۴۲ ج ۶ | جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے۔ ۱۵۳

| ر ص۱۴۱ ۴ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء | مرزا صاحب نے اس کو بھی کافر ٹھیرایا ہے۔ جو سچا تو جانتا ہے مگر بیعت میں توقف کرتا ہے ۱۵۴

| فضل ج۲۔ ۹ جنوری سنہ ۱۹۱۵ء | جس آیت میں رسولوں کا انکار کفر قرار دیا گیا ہے مرزا صاحب بھی چونکہ رسولوں ۱۵۵

میں شامل تھے اس لیئے آپ کا انکار بھی کفر ہے۔ (ایسے مرزا صاحب کے منکر انکو کافر کہنے سے کافر نہیں ہیں)

| قول فصل ص۳۳ | صرف فرق یہ ہے کہ مرزا صاحب نے بالواسطہ نبوت پائی ہے اور دوسرے انبیائے نے ۱۵۶

بغیر واسطہ کے۔ پس جو حال منکر نبی کا قرآن شریف میں مذکور ہے وہی حال مرزا صاحب کے منکر کا ہے

| حقیقۃ النبوۃ ص۲۰۳ | اگر آپ کو نبی نہ مانا جائے۔ تو وہ نقص پیدا ہوتا ہے جو انسان کو کافر بنا دینے کے لیئے کافی ہے ۱۵۷

| فضل ص۳، ج۳ ص۷ ۲۹ جون سنہ ۱۹۱۵ء | پس مسیح موعود کے نبی اللہ اور احمد ہونے سے انکار کرنا حضور کی ۱۵۸

بعثت ثانی اور احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار ہے جو منکر کو دائرہ اسلام سے خارج اور پکا

کافر بنا دینے والا ہے۔ (مرزا صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ ہم کسیکو کافر نہیں کہتے بلکہ وہ مسلم کو کافر کہہ کر خود کافر بن رہے ہیں)

| فضل ج۳ نمبر ۶ ص۵ ۱۵ جولائی سنہ ۱۹۱۵ء | حدیث سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ سے ظاہر ہے کہ فرقہ ناجیہ کے سوا سب ناری ۱۵۹

ہیں اور آخَرِيْنَ مِنْهُمْ سے ثابت ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ سب سے آخری فرقہ ہے کیونکہ آخَرِيْنَ اسم

تفضیل ہے جس کے معنے ہیں بہت ہی پیچھے آنے والا اور حدیث كَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ ... الخ

ابنُ مَریَمَ اٰخِرُھَا سے معلوم ہوتا ہے کہ اٰخَرِیْن کا گروہ مرزا صاحب کی جماعت ہے اور آیہ اٰخَرِیْنَ سے
ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعود باعتبار کمالات نبوت و رسالت کے محمدؐ رسُول اللہ ہی ہیں اور تہتر[۳]
فرقہ میں سے ایک کا ناجی ہونا ظاہر کرتا ہے کہ مسیح موعود پر ایمان لانے سے ناجی بنے گا۔ اور حضورؐ کے صحابہ
میں شمار ہوگا اور مِنْہُمْ سے معلوم ہو گیا کہ جس عہد صحابہ میں ان کے سوا دوسرے فرقے ناری تھے۔ اور
کافر تھے اسی طرح آخرین کے زمانہ میں ان کے سوا سب فرقے ناری اور کافر ہیں۔ پس بعثت اوّل
میں منکرین کو کافر قرار دینا۔ اور بعثت ثانی میں منکروں کو کافر قرار نہ دینا حضور علیہ السلام کی ہتک اور
آیت سے استہزا ہے۔ (مرزا محمود صاحب قدرت ثانیہ ہیں اور مرزا صاحب کا بروز اوّل ہیں تو حضورؐ کا بروز ثانی ہیں اب انکا منکر بتاؤ کیسا ہوگا؟)

۱۶۰ ذکر الٰہی ص۴۰ | مرزا صاحب[۱۶۰] عین محمدؐ تھے کیونکہ آپ کے کامل مظہر تھے اس لیئے آپ کے مقابلہ میں خادم ہیں
اور جب آپ کو الگ تصور کیا جائے تو آپ کو عین محمدؐ کہا جائیگا۔ پس میرا ایمان ہے کہ مرزا صاحب حضور کے
نقش قدم پر چلتے چلتے عین محمدؐ بن گئے تھے۔ (مرزا محمود چونکہ مرزا صاحب کا بروز ہیں اسلیئے وہ بھی عین محمد ٹھہرے)

۱۶۱ حقیقۃ النبوۃ ص۲۲۸ | خاتم[۱۶۱] النبیین کے یہی معنے ہیں کہ کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا جب تک کہ حضورؐ کے
نقش قدم پر چل کر غلامی اختیار نہ کرے اور جب دروازہ نبوّت کھلا ہوا ہے تو مسیح موعود ضرور نبی ہیں

۱۶۲ ر ص۱۳۰ | ہمارا[۱۶۲] عقیدہ ہے کہ اس آیت میں سوائے مسیح موعود کے کوئی نبی نہیں گذرا کہ جس کا یہاں ذکر ہو۔

۱۶۳ حقیقۃ الوحی ص۳۹۱ | ابدال و اقطاب و اولیاء میں سے صرف مجھ کو ہی اسم نبی دیا گیا ہے اور میرے سوا کسی کو اس کا
حق بھی نہیں ہے۔ (جیسا کہ کاَنّ اللہ نزل من السّماء کی آیت صرف خلیفہ محمود کو خدا کا لقب دے رہی ہے)

۱۶۴ ص۲۳۱ | چونکہ[۱۶۴] آخرین صرف مسیح موعود کی جماعت ہے اسلیئے ثابت ہوا کہ مسیح موعود ہی رسُول تھے۔

۱۶۵ ریویو موسومہ کلمۃ الفصل ص۱۴۶ | اگر[۱۶۵] نبی کریم کا منکر کافر ہے تو مسیح موعود کا منکر بھی کافر ہے کیونکہ مسیح موعود نبیؐ
کریم سے کوئی الگ چیز نہ تھے۔ اس لیئے اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں ہے تو نبیؐ کریم کا منکر بھی کافر
نہیں اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ بعثت اوّل میں تو آپ کا منکر کافر ہو اور آپ کی دوسری بعثت
میں جس میں بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ۔ اَکمَل اور اشَد ہے آپکا انکار کفر نہ ہو

۱۶۶ کا آلفصل ص۱۰۵ | کیا[۱۶۶] اس بات میں کوئی شک ہے کہ قادیان میں اللہ تعالےٰ نے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

اما را جب تک اٰخَرِیْنَ مِنْہُمْ کی آیت موجود ہے اس وقت تک تو مجبور ہے کہ مسیح موعود کو محمد کی شان میں قبول کرے۔ (ہم مجبور نہیں ہو سکتے۔)

۱۶۷ | کلمۃ الفصل ص۱۱۳ | مسیح موعود کو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا تھا اور اس قابل ہو گیا تھا کہ ظلی نبی کہلائے پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کو اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کر کھڑا کر دیا۔ (بالکل خیالی بات ہے)

۱۶۸ | حقیقۃ النبوۃ ص۲۵۷ | نبی کریم کے شاگردوں میں سے علاوہ بہت سے محدثوں کے ایک نے نبوت کا درجہ بھی پایا ہے اور نہ صرف نبی بنا بلکہ اپنے مطاع کے کمالات کو ظلی طور پر حاصل کر کے بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ (ہاں خدا ہی بنا ہے)

۱۶۹ | کلمۃ الفصل ص۱۱۶ | امت محمدیہ میں سے صرف ایک شخص نے نبوت کا درجہ پایا ہے اور باقیوں کو یہ رتبہ نصیب نہیں ہوا۔ (اس ایک کو بھی یہ درجہ نصیب نہیں ہوا)

۱۷۰ | ر ص۱۵۸ | اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو مبعوث کرے گا پس مسیح موعود خود رسول اللہ تھے جو اشاعت اسلام کے لیئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ (قول التناسخ ہے)

۱۷۱ | کلمۃ الفصل ص۱۱۳ | مسیح موعود کی ظلی نبوت کوئی گھٹیا نبوت نہیں ہے بلکہ خدا کی قسم اس نبوت نے جہاں آقا کے درجہ کو بلند کیا وہاں غلام کو بھی اس مقام پر کھڑا کر دیا جس تک انبیائے بنی اسرائیل کی پہنچ نہیں تھی۔ مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے اپنے آپ کو بچائے۔ (غلط)

۱۷۲ | ر ص۱۱۷ | مسیح موعود تمام انبیاء کا مظہر ہے جیسا کہ اس کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَرِیُّ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ اس سے اس کے آنے سے گذشتہ تمام انبیاء پیدا کیئے گئے۔ پس سلسلہ موسوی سے سلسلہ محمدی بڑھ گیا کیونکہ ان انبیاء کے علاوہ جو توریت کی خدمت کیلئے مبعوث ہوئے تھے خود موسیٰ علیہ السلام بھی تو اس سلسلہ میں دوبارہ دنیا میں بھیجے گئے اور یہ سب کچھ مسیح موعود کے وجود باوجود میں پورا ہوا۔ (یہ عجیب قسم کا تناسخ ہے کہ ساری دنیا مرزا صاحب میں ظاہر ہوگئی تھی)

۱۷۳ | الفضل ص۶ ج ۳ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء | جب اللہ تعالیٰ نے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (پ۳) میں سب

نبیوں سے عہد لیا جن میں نبی کریم بھی شامل ہیں کہ جب تم کو کتاب (تورات و قرآن) اور حکمت
(منہاج نبوت اور حدیث) دوں پھر تمہارے پاس ایک رسول **مصدق** (مسیح موعود) آئے تو تم
اے نبیو! ضرور اس پر **ایمان لانا** اور اس کی مدد فرض سمجھنا پس جب تمام انبیاء پر فرض ہے کہ مسیح
موعود پر **ایمان لائیں** تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں؟ (اس دعوے میں مسیح ایرانی بھی شریک ہے)

174 تفسیر پارۂ اول ص۱۲ فرقہ محمودیہ | وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ میں اس وحی کا ذکر کیا ہے جو پیچھے آنے والی ہے
جس کا وعدہ آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ میں دیا گیا ہے یعنی وہ وحی جو رسول کریم کی بعثت ثانی میں **مسیح**
موعود پر نازل ہوگی۔ (اتنا بھی معلوم نہیں کہ آخرت کا لفظ مذکر کیلئے ہے یا مؤنث کیواسطے؟)

175 کلمۃ الفصل ص۱۱۷ | کیا یہ پرلے درجہ کی بے عزتی نہ ہوگی کہ ہم آیہ **لَا نُفَرِّقُ** الآیہ میں داؤدؑ اور سلیمانؑ وغیرہ کو
تو شامل کریں اور **مسیح موعود** جیسے **عظیم الشان** نبی کو شامل نہ کریں۔ بلکہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے

176 الفضل ص۷ ح۳ جون ۱۵ء | مسیح موعود کو احمد نبی اللہ تسلیم نہ کرنا بلکہ امتی قرار دینا یا امتی گروہ
میں شامل کرنا گویا خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا امتی قرار دینا ہے۔ جو کفر عظیم اور کفر در کفر ہے

177 الفضل ص۵ ۱۵ جولائی ۱۵ء | مسیح موعود نے خطبہ الہامیہ میں بعثت ثانی کو بدر کر رکھا ہے اور بعثت اول
کو ہلال جس سے لازم آتا ہے کہ بعثت ثانی کا کافر بعثت اول کے کافروں سے بدتر ہے۔ اٰخرین
منھم سے مسیح کی جماعت صحابہ میں داخل ہے **جو نبی پر ایمان** لانے سے صحابہ بنتی ہے کسی امتی پر
ایمان لانے سے صحابہ نہیں بنتی۔ (یہیں حوالے مسلمانوں کو کافر بنانے میں مشین کا کام دیتے ہیں)

178 ازہاق الباطل ص۳۲ القاسم علی | حضرت اقدس نے جو زمانہ اُمتی بن کر گذارا ہے وہ **غلام احمد اور مریم**
بن کر گذارا ہے جب اس سے ترقی پاکر احمد اور ابن مریم بن گئے تو نہ غلام احمد رہے اور نہ مریم
یہ ایک نکتہ ہے جو صرف خدا نے مجھے ہی سمجھایا تھا پس امتی کے درجہ سے ترقی پاکر نبی بن جانے پر بھی آپکو
نبی نہ کہنا ایسا ہے کہ کبھی پٹواری کو ڈپٹی کلکٹر بن جانے کے بعد پھر پٹواری کہتے جانا اور ڈپٹی کلکٹر نہ کہنا
جو در اصل اس کی توہین اور گستاخی ہے۔ (عورت سے مرد یا ماں سے بیٹا کب سے بننا شروع ہوا ہے؟)

179 کلمۃ الفصل ص۱۱۶ | اب حقیقی نبوت سے مراد شریعت جدیدہ ہے ورنہ لغوی معنے کے لحاظ سے ہر ایک نبوت

حقیقی نبوت ہے جعلی یا فرضی نہیں ہوتی۔ اور مسیح موعود بھی حقیقی نبی تھا۔ اور مستقل نبوت سے مراد وہ نبوت
ہے کہ جو بلا واسطہ حاصل ورنہ لغوی معنے کے لحاظ سے ہر ایک نبی مستقل ہی ہوتا ہے عارضی نہیں
ہوتا۔ اور مسیح موعود بھی مستقل نبی تھا۔ (تب ہی تو اسلام نے اسے دجال کافر اور مفتری کہا ہے)

۱۸۰ حقیقۃ النبوۃ ص۱۷۴ | اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کا نام نبی رکھا اور شریعت اسلام نے جو معنے نبی کے کئے ہیں
اس معنے سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں ہاں شریعت جدیدہ نہ لانے
سے مجازی نبی ہیں۔ (ہاں تحریف قرآن اور تحریف احادیث کی وجہ سے آپ حقیقی اور شریعت جدیدہ کے مالک ضرور ہیں)

اب ان عبارتوں میں فرقہ محمودیہ نے آٹھ اقرار کئے ہیں اول یہ کہ نبی کریم بلکہ تمام انبیاء نے قادیان
میں دوسرا جنم لیا تھا جس کو ہم حلولی یا تناسخ آسانی سے کہہ سکتے ہیں اور حضرت اکمل بھی بدر ۴۳
جلد ۲ میں شاعرانہ انداز پر مانتے ہیں۔ (اشعار)

۱۸۱ محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل! — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

دوم یہ کہ اہل اسلام عموماً اور لاہوری پارٹی خصوصاً اسلام سے خارج ہیں کیونکہ مرزا صاحب کو
نہیں مانتے پس مسلمانوں کو شرم کرنی چاہئے کہ جو فرقہ تم کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا اس کو اپنا نمائندہ سمجھنا کہاں
تک بیغیرتی ہوگی۔ **سوم** یہ کہ فرقہ ناجیہ اس وقت فرقہ محمودیہ ہی ہے اور اس کی شان پیغمبر علیہ السلام کی شان
کے برابر ہے مسلمانوں کو عموماً اور لاہوریوں کو خصوصاً ڈوب کر مرجانے کا مقام ہے کہ ایسے مذہبی دشمن کو اپنا رہنما
سمجھ کر اس سے بہتری کی توقع رکھتے ہیں **چہارم** یہ کہ امت محمدیہ میں سوائے مسیح موعود کے کوئی نبی نہیں
گذرا جس سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ ولایت کو نبوت ظلیہ نہیں کہتے ورنہ لاہوریوں کی طرح تمام اولیاء کو ظلی نبی
مان لیتے **پنجم** یہ کہ مسیح موعود کی شان تمام انبیاء سے بڑھ کر ہے اور اس کا منکر بھی اشد ترین کفار میں سے ہوگا
ششم یہ کہ مسیح موعود کی اطاعت تو انبیاء کے ذمہ بھی فرض ہے دوسرے لوگ کس باغ کی مولی ہیں کہ اطاعت
کے انکار سے کافر نہ ہوں **ہفتم** یہ کہ مسیح موعود کو امتی کہنا کفر ہے اور اس بنیاد پر لاہوری پارٹی کا کفر بالکل
ظاہر ہے کیونکہ مرزا صاحب کو امتی نبی تسلیم کرتی ہے **ہشتم** یہ کہ مرزا صاحب کو مستقل اور حقیقی نبی الخت

کے طور پر) کہا جاسکتا ہے بمطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے بارہا کہا ہے کہ کثرت مکالمہ سے میں محدّث کی درجہ پرہوں جس پر ارسال کا لفظ قرآن شریف میں بولا گیا ہے۔ اس واسطے وہ رسول ہوا۔ اور لغت میں بھی بھیجے ہوئے کو رسول کہتے ہیں اور غیب دان ہونے سے نبی کہلاتا ہوں۔ اب مرزا محمود کہتے ہیں کہ جب آپ لغت کی بنیاد پر نبی اور رسول تھے تو اس میں کیا ہرج ہے کہ مرزا صاحب کو لغت کے لحاظ سے **مستقل** اور **حقیقی** بھی کہا جائے اس کا جواب لاہوریوں کے ذمہ ہے۔

اہل اسلام کے نزدیک جب یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ بعثت انبیا منقطع ہو چکی ہے اور آغاز دعاوی میں اسکو مرزا صاحب بھی مانتے تھے تو اس تمام سر دردی کا جواب صرف اس لاہوری پارٹی کے ذمہ آپڑتا ہے جو مرزا صاحب کو نیچا ماں کر ان آٹھ باتوں کا اقرار نہیں کرتی۔ ورنہ جب مسلمان مرزا صاحب کو سرے سے سچا ہی نہیں مانتے تو ایسی باتوں کو بِنَاءُ الْفَاسِدِ عَلَے الْفَاسِدِ سمجھ کر ردّی کی ٹوکری میں ٹھکرا کر پھینک دینگے مگر تاہم مرزا صاحب کی علمی لیاقت کا اندازہ لگانے کیلئے اور لاہوری پارٹی کا علمی تخمینہ لگانے کیلئے ہم بھی بطور قرض حسنہ اس مقام پر چند نوٹ لکھدیتے ہیں تاکہ ناظرین محظوظ ہو کر لطف اٹھائیں اسلیئے ہم کہتے ہیں کہ بانی فرقہ محمودیہ نے اس مقام پر بُری طرح غلطی کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ قرآن شریف پر سوا سطحی اور تقلیدی بیانات کے ذرہ بھر بھی عبور نہیں ورنہ ایسے غلط معنے کر کے موجب ہلاکت نہ بنتے۔

اوّل یہ کہ مرزا محمود نہیں مانتے کہ کوئی رسول کبھی اپنی وفات کے بعد واجب الاطاعت رہ سکتا ہے ورنہ بروز ثانی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور یہ عقیدہ مقتضی ہے کہ ہر ایک زمانہ میں ایک نہ ایک بروز موجود رہے اسلیئے حضور کا صرف ایک ہی بروز تسلیم کرنا خلاف اصول ہوگا۔

دوم یہ کہ آخرین کا معنے بہت ہی پیچھے کرنا غلط ہے کیونکہ علمائے لغت کے نزدیک آخر کا لفظ الْآخَرُ یا اٰخَرِیْنَ سے مختصر ہو کر استعمال ہوا ہے جو تفضیل لبعض یا تفضیل نفسی کے معنے دیتا ہے اور اس وقت اٰخَرِیْنَ سے مراد وہ تمام اہل اسلام ہوں گے جو عہد صحابہ کے بعد شروع ہوتے ہیں اور جن کا وجود قیامت تک رہنا تسلیم کیا گیا ہے اور یہی معنی صحیح درست ہے ورنہ مرزا محمود صاحب کے ترجمہ کے روسے عہد صحابہ کے بعد اور مرزا صاحب کے ادعائے مسیحیت کے اوّل درمیانہ کا زمانہ بعثت اوّل میں داخل رہتا ہے اور نہ بعثت ثانیہ میں۔ اسلیئے

ترجمہ یُوں ہوگا کہ حضوؐر کی بعثت امیین میں ہوئی تھی۔ اور امیین کے بعد دُوسرے لوگوں میں بھی آپ ہی مبعوث تسلیم کیئے گئے ہیں۔ جو ابھی تک (صحابہ کی حین حیات میں) ان سے نہیں مل سکے بلکہ بعد میں پیدا ہوں گے اور یا بعد میں ان کی جماعت میں شامل ہوگے مرزا محمُود کا فرض ہے کہ اپنی غلطی تسلیم کرکے یہ زعم باطل دل سے نکال دے کہ نبی کریم کی دو بعثتیں قرآن میں مذکور ہیں اور خواہ مخواہ اپنے ترجمہ کی بنیاد پر مخالفین اسلام کے مسئلہ **حلول اور تناسخ** کو تقویت نہ دیں اور یہ بھی یاد رہے کہ بروز کی آڑ لینے میں کچھ فائدہ نہیں ہے کیونکہ آپکا ترجمہ صرف اس صُورت میں صحیح بیٹھ سکتا ہے کہ جس طرح نبی کریم خارجی طور پر ظاہر ہُوئے تھے اسی طور پر دوسری بعثت میں خارجی طور پر ہی پیدا ہوتے ورنہ **بروز** کا کچھ معنے نہیں رہتا۔

سوم یہ کہ بروز سے مراد صُوفیاء کرام کے نزدیک صرف ظہُور تشابہ صفات ہے اور اس موقعہ پر مرزا صاحب نے تناسخ کے معنے میں لیا ہے اور یہ ایسا مغالطہ ہے کہ اس سے کفر و اسلام مشتبہ ہوجاتا ہے علاوہ بریں یہ بروز کوئی اعتقادی مسئلہ نہیں ہے۔ صرف تعلیم فلسفہ کا اثر ہے۔

چہارم یہ کہ اُمیین سے مُراد صحابہ لینا۔ پھر اس لفظ کو منہم کے بعد قادیانی جماعت لینا قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ اسلام میں اور خوُد نزول آیت کے وقت اُمُّ القریٰ صرف مکہ مراد تھا قادیان کا وجُود ہی اس وقت نہ تھا جس کا وجُود گیارہویں صدی میں مورخین نے تسلیم کیا ہے۔

پنجم یہ کہ اگر مرزا صاحب مرزائیوں کے نزدیک واقعی بروز محمّدی اور بعثت ثانیہ ہیں تو کیوں الہام مرزا کو قرآن شریف کا اکتیسواں پارہ قرار نہیں دیتے اور کیوں اپنی نمازوں میں مرزا صاحب نے قرآن شریف کی بجائے پڑھنا پسند نہیں کیا تھا اور کیوں یہ نہ کہدیا کہ اب قرآن میں اضافہ ہوگیا ہے اور مسیلمہ کذاب کیطرح کیوں نہ کہدیا کہ بعثت اوّل کا قرآن **فرقان اوّل** ہے اور بعثت ثانیہ کا قرآن **فرقان ثانی** ہے ورنہ معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ محمُودیہ کی ضمیر خوُد انکو ملامت کر رہی ہے کہ کس طاغوت کی پیروی میں ہلاک ہو رہے ہیں۔ فان امتریت فی ھذہ النقول فعلیك بالعقائد المحمودیة للسید المدثر الجیلانی - ولابد لك ان تنشد فی الامة القادنیة المحمودیة ھذا الشعر

إِذَا كَانَ الْغُرَابُ دَلِيلَ قَوْمٍ　　سَيَهْدِيهِمْ طَرِيقَ الْهَالِكِينَا

(٧) لاہوری پارٹی کا فرقۂ محمودیہ پر فتوائے کفر

تصریحات مذکورۃ الصدر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فرقہ محمودیہ کے خیال میں فرقہ کمالیہ (لاہوری پارٹی) مرزا صاحب کو مستقل مطاع الرسل نہ ماننے سے اشد ترین کافرین میں سب سے بڑھ کر داخل ہیں اب ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ لاہوری پارٹی کس طرح فرقہ محمودیہ کو کافر قرار دیتی ہے اور مرزا صاحب کو ظلّی نبوت کے اُوپر جانے سے روکتی ہے اور کیسے اقوال مرزا صاحب کو اپنے دلائل میں بیان کرتی ہے (خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو)

| نشان آسمانی ص٢٨ | میں[١٨٢] ایمان محکم رکھتا ہوں کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں اور اس اُمت میں کوئی نبی نہیں ١٨٢
آئے گا نیا ہو یا پرانا۔ قرآن کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں ہے ہاں محدّث آئیں گے جنہیں نبوت تامہ کے بعض صفات ظلّی اور مکالمہ کی صفت پائی جائیگی اور بلحاظ وجود کے شان نبوت سے رنگین کیے جائینگے جن میں سے میں بھی ہوں۔ (م۔ مگر وہ مدعی نبوت نہ ہوں گے)

| شہادۃ القرآن ص٥٣ | خدا تعالیٰ[١٨٣] نے انعام دینے کے بعد اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کا حکم دیا ہے جس سے ثابت ١٨٣
ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس اُمت کو ظلّی طور پر تمام انبیاء کا وارث قرار دیا ہے تاکہ یہ وجود ظلّی ہمیشہ قائم رہے اور خلیفۃ الرسول بھی ظلّی طور پر درحقیقت اپنے مرسل کا ظلّ ہوتا ہے۔

| حجتہ اللہ ص٣ سنہ ١٩٠٢ء | مولوی[١٨٤] محمد حسین بٹالوی نے کہا کہ آج اسلام میں ایسے لوگ موجود نہیں ہیں گویا اس نے ١٨٤
یہود و نصاریٰ کی طرح اسلام کو بھی مُردہ تصور کیا ہے اسلام کی ذلت اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ اسکو بھی مُردہ مانا جائے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی پر دو سو علماء کا فتویٰ کفر موجود ہے مگر دو سو برس کے بعد انکو کامل اور پاکباز انسان مانا گیا اور ایسی قبولیت ہوئی کہ دنیا مانتی ہے ہاں یہ سچ ہے کہ نبی آتے ہیں تو انکو مخذول کیا جاتا ہے (گویا یہ بھی نبی تھے! بعد مرزا صاحب کے مرنے کے بعد اسلام پھر مردہ ہو گیا ہے۔ کیا کوئی زندہ کریگا؟)

| کرامات الصادقین ص٥٥ | خُدا[١٨٥] جب ہاتھ پکڑتا ہے تو کسی نبی تک پہنچا دیتا ہے اور حسب اقتضائے حالات زمانہ اس ١٨٥
نبی کا کمال۔ جمال۔ علم۔ عقل۔ نام اور نور عطا کرتا ہے نبی کی روح اور اس کی روح دو متعاکس شیشے ہو جاتے ہیں ایک کا عکس دوسرے میں پڑتا ہے مگر نبی مثل اصل کے ہوتا ہے اور ولی مثل ظلّ کے (م۔

مگر نبی کا مثل نہیں ہوتا۔)

۱۸۶ حقیقۃ الوحی ص۱۵۲ | ہمیں[۱۸۶] حکم ہے کہ عبادات و اخلاق میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اگر ہم میں وہاں تک استعداد نہیں ہے تو یہ کیوں حکم ہوا۔ کہ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ جس میں بیان کیا ہے کہ یا اللہ جس قدر نبی۔ صدیق۔ اور شہدا گذرے سب کے صفات ہم میں ظلّی طور پر جمع کر۔ (م۔ کیا خدا کی پڑی گذرگی ہے جو اپنا مثل نبی بنا دے گا؟)

۱۸۷ آئینہ ص۳۲۶/۳۲۵ | اللہ تعالےٰ[۱۸۷] بعض اولیاء کو بعض انبیاء کے قدم پر بھیجتا ہے پس وہ ولی ملاء اعلےٰ میں اسی کی نام سے پکارا جاتا ہے اولیاء میں بہت ایسے ہیں کہ ان کے نام آسمان میں نبیوں کے نام رکھے گئے ہیں ان کے نور سے نور اور خُلق سے خلق حاصل کرتے ہیں ہمارے نبی کریم کی روحانیت ظہور مفاسد کے وقت بروز کرتی رہتی ہے۔ اور حقیقت محمدیہ کا ظہور کسی کامل متبع کے وجود میں جلوہ گر ہوتا ہے مہدی کے بارے میں جو آیا ہے کہ اسمہ اسمی وخلقہ خلقی اسی کی طرف اشارہ ہے صدہا ایسے لوگ گذرے ہیں کہ جنمیں حقیقت محمدیہ متحقق تھی اور خدا کے نزدیک ظلّی طور پر انہوں نے محمد اور احمد کا نام پایا تھا (م۔ ایسے نام شیطانی وساوس ہیں)

۱۸۸ فتح الاسلام ص۱۷ | صحابہ[۱۸۸] رضی اللہ عنہم رسول خدا کی عکسی تصویر تھے۔ (م۔ صرف منہ کی باتیں ہیں)

۱۸۹ ایام صلح ص۳۵ | وجود[۱۸۹] عمرؓ وجود نبی تھا۔ بوجہ ظل کے۔ (م۔ تو پھر لا نبی بعدی کیوں وارد ہوا!)

۱۹۰ فتح الاسلام ص۲۷ | جو شخص تعلیم الٰہی کو اپنا امام بنائے گا۔ وہ مسیح کی شان میں آجائے گا۔ اور اس سراجدین کے سوالوں کا جواب ص۲۳ | تعلیم سے ہزاروں مسیح گذرے اور ہزاروں مثیل آئیں گے۔ (داکھوں ہے؟)

۱۹۱ سر الخلافہ ص۳۲ | ابوبکرؓ کتاب نبوت کا نسخہ اجمالیہ تھا اور تمام آداب میں ظل نبی کریم علیہ السلام تھا۔ (فخر تو نفع ہے)

۱۹۲ اخبار الحکم ۱۷، ۲۹ اگست ۱۸۹۹ء | اصطلاح[۱۹۲] اسلام میں نبی یا رسول وہ ہے جو شریعت جدید لاکر احکام سابقہ کو منسوخ کرے اور نبی سابق کی امت نہ کہلا کر مستقل طور پر خدا سے احکام حاصل کرتا ہے یہاں (میری نبوت میں) یہ معنے نہ سمجھو (جیسے الّا کچے کا نام ہے)

۱۹۳ اربعین ۲ ص۱۸ | جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ[۱۹۳] کا مطلب استعارہ طور پر یہ ہے کہ خدا جس کو بھیجتا ہے وہ رسول ہوتا ہے جیسا کہ مسیح علیہ السلام کو حدیث مسلم میں مجازی طور پر رسول کہا گیا ہے اور غیب کی خبر پانے والا نبی ہوتا ہے اس جگہ یہی لغوی معنی مراد ہیں۔ اصطلاحی معنی الگ ہیں۔ (م۔ بلکہ یہ مرزائی اصطلاح ہے)

۱۹۴ اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء | میں صرف اس لیئے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی میں نبی کثرت سے پیشینگوئیاں
کرنے والے کو کہتے ہیں۔ (پھر تو جفر رمل اور نجوم سے بھی نبوت حاصل ہو سکتی ہے)

۱۹۵ بدر مؤرخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء | محی الدین بن عربی کہتے ہیں کہ نبوت غیر تشریعیہ جاری ہے مگر میرا اپنا مذہب یہ ہے
کہ یہ نبوت بھی مسدود ہے صرف انعکاس نبوت جاری ہے (م۔ اسلیئے آپ اُلٹے نبی ہیں)

۱۹۶ ضمیمہ براہین ۱۳۸ و ۱۸۳ | اصلی نعمت خدا سے مکالمہ و مخاطبہ ہے جو انبیاء کو دی گئی ہے اور ہمیں حکم ہوا ہے کہ اھدنا
الصراط المستقیم پڑھ کر ہم سے یہی نعمت طلب کرو۔ کہ میں تمہیں دوں گا اگر یہ نہ ہوتا تو اس اُمت پر نعمتوں کی
تمام دروازے بند تھے چونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنے والا مسیح امتی ہو گا تو کلام الٰہی میں اس کا نام
نبی رکھنا صرف اس لیئے ہے کہ کثرت مکالمہ سے مشرف ہو گا ورنہ اس امت میں کوئی امتی نبی اس اُمت
میں نہیں آسکتا تھا اور مردہ ہو کر خدا سے دور اور مہجور رہ جاتی اور اھدنا الصراط المستقیم کی تعلیم نہ ہوتی اور
خاتم النبیین سے یہ مراد نہیں ہے کہ کثرت مخاطبہ بھی بند ہے ورنہ شیطان کی طرح یہ امت بھی خدا کی رحمت سے
دور اور لعنتی ہوتی (م۔ چنانچہ اب مرزائی لعنتی ہیں)

۱۹۷ اخبار عام ص۲ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء | میں ہر کتاب میں لکھتا آیا ہوں کہ میری نبوت صرف کثرت مکالمہ پر مبنی ہے خدا
مجھ سے بولتا ہے اور میری باتوں کا جواب بھی دیتا ہے (م۔ تو پھر تم کلیم اللہ ہوئے)

۱۹۸ بدر ۲۴ مئی ص۳ ۱۹۰۸ء | ہم نے کوئی ان معنوں میں دعوائے رسالت نہیں کیا جیسا کہ ملاں لوگوں کو بہکاتے
ہیں اور جو ہمارا دعویٰ منذر اور ملہم ہونے کا ہے متابعت شریعت میں ہے اور ہمیشہ سے ہے آج کا نہیں
۲۴ سال سے یہ الہام ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء (م یہ تناسخ ہے)

۱۹۹ انجام آتھم ص۲۸ | بعض دفعہ ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے
ہیں سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب کھینچ کرلے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح کا نام جو نبی اللہ
رکھا گیا ہے وہ انہی مجازی معنے کے رو سے ہے جو صوفیائے کرام کا معمولی محاورہ اور امر مسلم ہے ورنہ
خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا (م۔ کوئی محاورہ نہیں)

۲۰۰ چشمہ معرفت ص۳۲۴ | خدا نے ارادہ کیا تھا کہ نبی کریم کے کمالات متعدیہ کے اظہار اور نیز اثبات کیلیئے کسی شخص

کو آپ کی پیروی کی وجہ سے وُہ مرتبہ کثرت مکالمہ کا بخشے جو اس وجُود پر عکسی نبوت کا رنگ پیدا کرے سو
اس طور پر خدا نے میرا نام نبی رکھّا اور نبوّت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی اور صرف ظلّی طور پر
مجھے یہ نام دیا گیا۔ (م۔ تو پھر نبی علیہ السّلام کثیف ٹھیرے اور تم لطیف)

۲۰۱ | مواہب الرحمٰن ص۶۶ | خُدا را [۲۰۱] مکالمہ است با ولیائے خود و ایشاں را رنگ انبیاء دادہ می شود و در حقیقت
انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن شریف حاجت شریعت را بکمال رسانید (م۔ یہ خوب محاورہ ہے)

۲۰۲ | ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۶۴ | سُمِّیْتُ [۲۰۲] نَبِیًّا عَلٰی وَجْہِ الْمَجَازِ لَا عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ (نعم کالیاقوت الحیوان)۔

۲۰۳ | ازالہ ص۳۴۹ | آنے [۲۰۳] والا مسیح محدّث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے۔ (حقیقی نہیں ہے)

۲۰۴ | ضمیمہ براہین ح۵ ص۱۳۹ و ۱۸۴ | اگر نبوّت [۲۰۴] کے معنے صرف کثرت مکالمہ کیئے جائیں تو کیا حرج ہے؟ خصوصاً جبکہ
قرآن شریف نے امید دلائی ہے کہ ایک امتی شرف مکالمہ الٰہیہ مشرّف ہو سکتا ہے اور خدا کو اولیاء کے مکالمات
ہوتے ہیں اور اسی نعمت کے تحصیل کیلئے اھدنا الصّراط المستقیم سکھایا گیا ہے تو پھر اس نعمت کے
حاصل ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے کیا وہ نعمت جو انبیاء کو دی گئی تھی۔ درہم و دینار ہیں؟ یاد رہے
کہ صفات باری کبھی معطّل نہیں ہوتے پس وُہ بولنے کا سلسلہ ختم نہیں کرتا۔ اور ایک گروہ ایسا بھی
رہے گا جس سے کلام کرتا رہیگا۔ کوئی شخص دھوکا نہ کھائے میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ میری نبوت مستقل
نبوت نہیں ہے۔ کوئی مستقل نبی امتی نہیں ہو سکتا۔ مگر میں امتی ہوں اور میرا نام نبی اعزازی ہے
جو اتباع نبی سے حاصل ہوتا ہے تاکہ حضرت عیسےٰ سے تکمیل مشابہت ہو (بالکل خانہ ساز اصول ہے)
(کتنے پہنچے)

۲۰۵ | تتمہ چشمہ معرفت ص۶۰ | میں [۲۰۵] نے نبی کریم کی پیروی میں عجیب خاصیت دیکھی ہے کہ سچا پیرو درجہ ولایت تک پہنچ جاتی ہے۔

۲۰۶ | حقیقۃ النبوۃ ص۲۸۲ ۲۵ مئی ۱۹۱۰ء | نبوت [۲۰۶] کا لفظ جو اختیار کیا گیا خدا کی طرف سے ہے جس پر پیشگوئی کا اظہار
بکثرت ہو۔ اسے نبی کہا جاتا ہے خدا کا وجُود خدا کے نشانوں کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اس سے اولیاء اللہ
بھیجے جاتے ہیں مثنوی میں لکھّا ہے کہ آں نبی وقت باشد اے مُریدؔ ابن عربی بھی یُوں ہی لکھتے ہیں حضرت
مجدّد بھی یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہیں کیا سب کو کافر کہو گے یاد رکھو یہ سلسلہ نبوت قیامت تک جاری رہیگا

۲۰۷ | ایک غلطی کا ازالہ | میں [۲۰۷] اس طور پر جو وُہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں اور نہ رسُول۔ مجھے بروزی صُورت نے نبی

بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے مجھے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول رکھا ہے (صاف جھوٹ ہے)

۲۰۸ ایام صلح ص ۱۶۳ اور ۱۴۸ | ۲۰۸ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ غیر نبی بروز کے طور پر قائم مقام نبی ہوجاتا ہے علماء امتی کے معنے بھی یہی ہیں ایک حدیث میں علماء کو انبیاء کا وارث بھی بنایا ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ چالیس آدمی ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوں گے تمام مفسرین کا قول ہے کہ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ میں تشبیہ بالانبیاء مذکور ہے کتاب اقتباس الانوار میں ہے کہ روحانیت کمل برارباب ریاضت چناں تصرف میفرمائد کہ فاعل افعال شان میگردد۔ وایں مرتبہ را بروز میگویند۔ در فصوص الحکم مے نویسد کہ بغرض بیان کردن نظیر بروز میگوید کہ محمد بود کہ بصورت آدم در مبدء ظہور نمود۔ در خاتم الولایت کہ مہدی ست نیز روحانیت محمد مصطفےٰ بروز و ظہور خواہد نمود وایں را بروزات کمل مے گویند نہ تناسخ۔ وبعضے برانند کہ روح عیسے در مہدی بروز کند ونزول عبارت ہمیں نزول است مطابق ایں حدیث لا مھدی الا عیسےٰ (آگے لکھا ہے کہ یہ قول مردود ہے تم نے یہ کیوں نہ لکھا؟)

۲۰۹ براہین ۵ ص ۱۲۵ | ۲۰۹ اور محی الدین عربی ایک اپنی کتاب میں (جو ان کی آخری تصنیف ہے) لکھتے ہیں کہ عیسےٰ تو آئے گا مگر بروزی طور پر یعنے کوئی اور شخص امت محمدیہ کا عیسےٰ کی صفت پر آئے گا۔ صوفیاء کا مذہب ہے کہ بعض کاملین اس طرح پر دنیا میں آتے ہیں کہ ان کی روحانیت کسی اور پر تجلی کرتی ہے اور اس وجہ سے دوسرا شخص پہلا شخص ہی ہوجاتا ہے۔ (کتاب کا نام کیوں نہیں لیا)

۲۱۰ ایام صلح ص ۴۷ | ۲۱۰ نزول مسیح مجسم عنصری کو آیۃ وخاتم النبیین بھی روکتی ہے اور حدیث بھی روکتی ہے کہ لا نبی بعدی کیونکر جائز ہے کہ نبی کریم خاتم الانبیاء ہوں اور کوئی دوسرا نبی آجائے اور وحی نبوت شروع ہوجائے کیا اب یہ ضرورت پیش نہیں آتی۔ کہ حدیث نزول مسیح کے لفظوں کو ظاہر سے ضرور پھیرا جائے (تم نہیں سمجھے)

ر ص ۵۷ | حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ محدث بھی انبیاء و رسل کی طرح مرسلوں میں داخل ہوتے ہیں (غلط)

ر ص ۱۶۳ | جب مسیح میں (حسب عقیدہ اسلام) شان نبوت مضمر ہوگی۔ تو بلاشبہ ختم رسالت کے منافی ہوگا کیونکہ درحقیقت وہ نبی ہے اور قرآن کے رو سے نبی کا آنا ممنوع ہے (کیا تم میں نبوت مضمر نہیں؟)

ر ص ۷۴ | اگر کوئی نبی (نیا ہو یا پرانا) آوے تو ہمارے نبی کریم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں۔ ہاں وحی ولایت اور

مکالمات الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے (پھر تم نبی کیوں بنے)

براہین ص۵۰۲ حاشیہ ۳ | جَرِیُّ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ کے معنے ہیں کہ منصب ارشاد انبیاء کا حق ہے مگر غیر کو بطور استعارہ ملتا ہے۔ تاکہ ناقصین کو کامل کریں۔ پس یہ لوگ اگرچہ نبی نہیں ہیں۔ مگر انبیاءؑ کا کام ان کے سپرد ہوتا ہے (پھر تم نبی کیوں بنے؟)

۲۱۱ ازالہ ص۴۲۱ | ۲۱۱ جس حالت میں رویائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں تو محل تثلیث جو قرآن شریف میں نبوت اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے اور جس کیلئے بخاری میں حدیث بھی موجود ہے اس کو اگر نبوت مجازی قرار دیا جائے یا ایک شعبہ تو یہ نبوت کا ٹھیرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آئے گا۔ (ہاں ضرور)

۲۱۲ سراج منیر ص۲ | ۲۱۲ جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی رسول ہوتا ہے۔ کیا قرأت محدّث کی یاد نہیں ہے کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے ارے نادانو بھلا یہ بتاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو عربی میں رسول اور مرسل کہیں گے یا کچھ اور۔ بار بار کہتا ہوں کہ نبی۔ مرسل اور رسول جو میرے الہام میں ہیں حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور اسی طرح مسیح کا نبی ہونا بھی حقیقی طور پر نہیں ہے یہ فہم ہے جو مجھے خدا نے دیا ہے جس کو سمجھنا ہے سمجھ لے (کہ صرف شیطانی وسوسہ ہے)

۲۱۳ اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء | ۲۱۳ (مرزا صاحب دہلی کے مناظرہ میں لکھتے ہیں) میں نے سنا ہے کہ شہر دہلی میں علماء یہ مشہور کرتے ہیں کہ میں مدعی نبوت ہوں! اور منکر عقائد اہل سنت ہوں اظہاراً للحق لکھتا ہوں کہ یہ سراسر افتراء ہے۔ بلکہ میں اپنے عقائد میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ رکھتا ہوں اور ختم المرسلین کے بعد مدعی نبوت ورسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم سے شروع ہو کر نبی کریم پر ختم ہو گئی یہ وہ عقائد ہیں کہ جن کے ماننے سے کافر بھی مسلمان ہو سکتا ہے تم گواہ رہو میں ان عقائد پر ایمان رکھتا ہوں۔ (افسوس تم قائم نہ رہے اور جی ٹیڑھی کر لی)

۲۱۴ اشتہار ۲۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء | ۲۱۴ اب میں خانہ خدا (جامع مسجد دہلی میں) اقرار کرتا ہوں کہ جناب کے ختم رسالت کا قائل

ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور منکر اسلام سمجھتا ہوں۔ اور اس کو دائرہ

اسلام سے خارج سمجھتا ہوں (جزاک اللہ خیرا)

انجام آتھم ص۲۷ | کیا[۲۱۵] بدبخت مفتری جو خود نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ۲۱۵

ہے اگر قرآن پر اس کا ایمان ہے تو کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ بعض خاتم الانبیاء کے میں نبی ہوں لیکن

مرے الہام میں مجھے نبی کہا گیا ہے وہ حقیقت پر محمول نہیں ہے۔ مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے جو بعض

اولیاء کی نسبت بھی استعمال ہوا ہے (غلط ہے)

قرآن و حدیث | ان[۲۱۶] الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشری (پ۱۱) لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (بخاری) رؤیا ۲۱۶

المؤمن جزء من ستة واربعین من النبوۃ ..... ان الرسالة والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول

بعدی ولا رسول۔ فشق ذلک علی الناس فقال لکن المبشرات۔ فقالوا یا رسول اللہ ما

المبشرات قال رؤیا المؤمن (المسلم) وھی جزء من اجزاء النبوۃ (فتح یرد عواہ وہ لا یدری)

توضیح مرام ص۹ | اس[۲۱۷] بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نبوت کہ جس کا سلسلہ جاری رہے گا نبوت تامہ ۲۱۷

نہیں ہے بلکہ صرف جزوی نبوت ہے۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے (غلط ہے)

اب تحریر سابقہ اپنی تائیدی تحریرات کے مرزا محمود کی طرف سے لاہوری پارٹی کو کافر ثابت کرتی ہے جیسا کہ تحریرات نمبر

۱۹۱ معہ تائیدی تحریرات کے لاہوریوں کی طرف سے مرزا محمود کو خارج از اسلام لہٰذا کافر ثابت یعنی واضح کرتی ہیں۔ اور

ہمیں ان دونو پارٹیوں کے متعلق قلم اٹھانے کی ضرورت نہیں رہی (عوض معاوضہ گلہ ندارد) ان دونوں نے ایسا

فیصلہ کیا ہے کہ جواب ترکی بترکی پورا ہو جاتا ہے مگر تاہم ہمیں حق حاصل ہے کہ لاہوری مسلک پر کچھ تنقید کریں۔

اور بتائیں کہ لاہوریوں نے مرزا صاحب کے ماننے میں پورا حق ادا نہیں کیا۔ اور مرزا صاحب کے وہ دعاوی نظر انداز

کر دیئے ہیں کہ جن میں آپ نے استقلال نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس لئے بوجوہ ذیل لاہوری مسلک غلط ہے

اول یہ کہ جب ازالہ غلطی کے اعلان میں مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ میں اور محمد ایک ہو گئے ہیں اور

اپنے اندر تمام کمالات محمدیہ نبوت کے جذب کر چکا ہوں[۲۱۱] تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ مرزا صاحب کو کامل نبوت

کا مدعی تصور نہ کیا جائے۔ کیا انتقال کی وجہ سے نبوت محمدیہ کوئی امر دیگر (نبوت غیر مستقل) بن گئی تھی

یا مرزا صاحب میں کوئی ایسی استعداد موجود نہ تھی کہ نبوت کاملہ کو قبول نہ کر سکتے تھے۔ بہر حال الحاد حلولی مان کر یہ ممکن نہیں کہ مرزا صاحب کو حسب عقیدہ مرزا محمود نبی مستقل نہ مانا جائے۔

دوم یہ کہ جب مرزا صاحب نے تدریجی ترقی حاصل کرتے کرتے ظلی نبوت حاصل کر لی تھی تو حقیقی نبوت کے حاصل کرنے میں جو آپ نے ایک سبیل نکالی تھی کہ "میری نبوت عین نبوت محمدیہ (ص ۱۱۱) ہے" وہ کیوں تسلیم نہیں کی جاتی۔ کیا وہاں جاکر ترقی رک گئی تھی؟ اور جب مرزا صاحب نے ترقی رکنے کے متعلق کہیں اشارہ تک نہیں کیا تو کیا وجہ ہے کہ آپ کو مدعی نبوت تشریعی نہ مانا جائے؟

سوم یہ کہ تحریر ۱۹۹ میں مرزا صاحب نے مولوی صاحبان کی شکایت کی ہے کہ وہ ان کو نبی بننے کا اتہام لگاتے ہیں۔ تو تحریر ص ۱۳۵ ملا کر پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس اتہام کا دفعیہ یوں کیا ہے کہ میں نے خلاف شریعت نبویہ کے کسی مخالف نبوت کا اعلان نہیں کیا۔ بلکہ میری نبوت عین محمدیہ ہونے کی وجہ سے شریعت اسلام کے مخالف نہیں بلکہ تائید میں ہے غور کرنے سے یہی بات ماننی پڑتی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تائیدی انبیاء اگرچہ مستقل نبی تھے مگر انکی جزوی تبدیلی شریعت موسوی کی تائید میں تھی مخالف نہ تھی۔ علیٰ ہذا القیاس مرزا صاحب کی تجدید شریعت بھی برائے نام اسلام ہی کی تائید میں ہے اور اسلام کا (بزعم خود) اصلی رُخ دکھانے کیلئے ہے ورنہ اسلام مٹانے کے لیئے نہیں اس لیئے لاہوریوں کا فرض ہے کہ تائیدی نبی کے عنوان سے مرزا صاحب کو **مستقل نبی** تسلیم کریں۔

چہارم یہ کہ تحریر ۱۶۵ و ص ۱۷۷ میں جب مرزا صاحب کا اپنا قول موجود ہے کہ بعثت ثانی میں آپکی روحانیت اشد و اقوی ہے اور بعثت اول بمنزلہ ہلال کے ہے اور بعثت ثانی بمنزلہ بدر کے ہے تو کم از کم مرزا صاحب کو اس درجہ میں نبی مستقل کا خطاب ضرور دیا جانا چاہیئے ورنہ یہ دونو تحریریں بالکل نکمی رہ جائینگی اور فی الواقع اصلی حق تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کو بقول محمود افضل المرسلین کا خطاب دیا جائے اور کسی قسم کی بے ایمانی نہ برتی جائے۔ بہر حال اس کا جواب لاہوری مرزائیوں کے پاس کوئی نہیں ہے۔

پنجم یہ کہ اولیاء امت کا قول بالبروز کرنا ایک شطحی قول ہے شرعی یا ادعائی قول نہیں ہے اور نہ ہی مرزا

صاحب کی طرح انہوں نے اپنے آپ کو نبی کہلانے کی دعوت دی اور نہ ہی اپنی صداقت پر پیشگوئیوں سے مسلح ہو کر لڑے کیونکہ ان کے نزدیک بروز صرف تشابہ فی الصفات ہے اور دعوی نبوت کفر ہے جیساکہ تحریرات پیش کردہ سے خود ظاہر ہے مگر مرزا صاحب کی تعدّی۔ مرزا صاحب کا ادعائے نبوت اور منکرین سے لڑائی کرنا۔ یا ساری عمر صرف اثبات نبوت میں رٹ لگاتے رہنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ بروز کا معنے گو شروع میں تشابہ فی الصفات تھا مگر اخیر میں **عینیت روحانی** بلکہ **حلول روحانی** اور تناسخ تک پہنچ چکا تھا اس لیئے محمودی فرقہ حق بجانب ہے اور لاہوری منکر رسالت ہیں۔

ششم یہ کہ ابتدائے اسلام سے درجۂ ولایت کو تسلیم کیا جا چکا ہے اور درجہ محدثیت بھی قابل تسلیم ہے مگر نہ اس عنوان سے جو مرزا صاحب نے یہ دونو درجے تسلیم کرانے کی ٹھان لی تھی۔ بلکہ ایسی سادگی نے تسلیم ہیں کہ ادعائے نبوت کو ان کے مفہوم سے کچھ بھی اشتباہ نہیں ہے اسی بنیاد پر اسلام نے خاتم النبیین کی تصریح کے بعد کسی عنوان سے بھی ادعائے نبوت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ مدعی کو خارج از اسلام ثابت کیا ہے۔ اب اگر لاہوری پارٹی کا خیال درست ہو۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب صرف ولایت کے ہی مدعی تھے۔ تو اس کو نبوت کے رنگ میں بار بار کیوں اڑ کر مسلمانوں کے خلاف اڑے رہے اور اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب کو چونکہ مسیح بننا تھا اس لیئے نبوت کا عنوان بھی اختیار کرنا پڑا تو پھر یہ امر مشتبہ رہ جاتا ہے کہ آیا ولایت **بعنوان مسیحیت** یا ولایت **بعنوان نبوت** کا مصداق اور مدعی کوئی امتی ہو گذرا ہے یا نہیں؟ اگر ہو گذرا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ ہزاروں بروز ہو گذرے ہیں تو مخالفین کے سامنے اس امر کی تصدیق کے لیئے نقلی ثبوت بہم پہنچائے جانے چاہیئے تھے۔ نہ یہ کہ صرف دعوی کر کے چلتے بنتے اور اگر کوئی نہیں گذرا جیسے کہ مرزا محمود کا قول ہے کہ امت محمدیہ میں ولی **بعنوان نبی** صرف (مرزا صاحب) ایک ہی گذرا ہے تو وہ تمام ثبوت ۲۱ لغایت ۸۰ مفید مطلب نہیں رہتے۔ جو ملفوظات اولیائے امت سے اخذ کیئے گئے ہیں اس لیئے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کی اصلیت کو اگر کچھ سمجھا ہے تو مرزا محمود نے سمجھا ہے ورنہ لاہوری پارٹی تو یا دیدہ دانستہ چشم پوشی کرتی ہے اور مرتد ہو رہی ہے اور یا محض لاعلمی کی وجہ سے مخالفت پر اڑی ہوئی ہے اور اپنی کمزوری کو

رفع نہیں کرتی۔

ہفتم یہ کہ حسب تصریحات مرزائیہ محدث اور کلیم اللہ ہم معنے ہیں اور قرآن شریف میں ومنہم من کلیم اللہ وارد ہے جس میں خاص موسےٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے پس اگر صرف مرزا صاحب کی محدثیت پر ہی نظر کی جائے تو مرزا صاحب کم از کم موسےٰ علیہ السلام کی شان کے پیغمبر ضرور ماننے پڑتے ہیں اور آپ کو انبیاء مرسلین اولوالعزم کی صف میں شمار کرنا پڑتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق یُوں ماننا پڑتا ہے کہ وہ سب کلیم اللہ تھے۔

ہشتم یہ کہ مکالمہ الٰہیہ قرآن شریف میں تین طرح مذکور ہے اوّل پس پردہ بلا توسط جبریل جو موسیٰ علیہ السلام سے ہوا۔ اور اسی خصوصیت سے کلیم اللہ کہلائے دوم فرشتہ (جبریل) بھیجکر جو انبیاء علیہم السلام سے عموماً تعلق رکھتا ہے۔ اور اسی بنا پر قرآن شریف کو انہ لقول رسول کریم کہا گیا ہی سوم القاء قلبی سے جو الہام یا انکشاف سے تعلق رکھتا ہے۔ جو عموماً اولیاء کرام میں پایا گیا ہے اور مرزا صاحب نے اپنے مکالمہ کو مخاطبہ سے تعبیر کیا ہے اور وُہ بھی کثرت سے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ موسےٰ علیہ السلام سے بڑھ کر کلیمُ اللہ تھے (۱۶۹)، اسی وجہ سے اپنے کلام کو مرزا صاحب نے وحی الٰہی بتایا ہے اور قرآن شریف کی طرح اسے قطعی قرار دیا ہے اب لاہوری فرقہ بتائے کہ جب مرزا صاحب محدث بمعنے کلیمُ اللہ ہوئے اور ان کا کلام صرف الہام یا کشف نہیں بلکہ وحی الٰہی ٹھیرا تو وہ کہاں سے صرف ولایت پر قائم رہے اس لیئے ماننا پڑتا ہے کہ گوا بتدائی حالت میں آپ ولی ہوں۔ مگر درجۂ نبوّت تک ضرور پہنچ گئے تھے۔ اس لئے لاہوری فرقہ غلطی پر ہے

نہم۔ احادیث نبویّہ کے رُو سے اس اُمت میں محدّثین کی قلّت ثابت ہے مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ایسے محدّث ہزاروں گذرے ہیں[۱۶۳] اور خوُد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ عہد سابقہ میں گو محدّث تھے اور اس امت میں اگر کوئی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نوعیّت کلام سے قلت محدثین صراحۃً مذکور ہے جو مرزا صاحب کے خیال کی تردید کرتی ہے اس لیئے کہنا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کا وہی کلام قرین قیاس ہے جس میں آپنے صرف مسیح موعود ہی کو ضرور

ثابت کیا ہے (ب ۱۴۲ : ۱۴۵ / ۲۸ : ۱۳۸۲) اور وہ تمام خیالات غلط یا منسوخ ہیں کہ جنہیں بروزات کی بھرمار کی گئی ہے اس لیئے لاہوری فرقہ اس مقام پر بھی غلط رائے رکھتا ہے

دہم یہ کہ انعمت علیہم سے مراد نعمت مخاطبہ الٰہیہ لینا غلط ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہی کہ اولٰئک مع النبیین سے مراد حصول درجہ نبوت ہے کیونکہ مَعَ معاشرت معہ مصاحبت میں استعمال ہوا کرتا ہے ورنہ ان اللہ مع المحسنین میں تمام نیکوکار حصول درجہ الوہیت کے حق دار ہوں گے اسلیئے اھدنا الصراط المستقیم میں اسوہ نبویہ پر چلنے کی توفیق طلب کرنا یا اس پر قایم رہنا مراد ہوگا نہ یہ کہ خدا سے نبوت کا سوال ہو کیونکہ وُہ مانگنے سے حاصل نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ریاضت یا جفاکشی سے حاصل ہوتی ہے ورنہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام نبوت کے حق دار نہ ہوتے اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ ذٰلک فضل من اللہ یؤتیہ من یشاء

یازدہم حسب تحقیق محدثین محدَّث وہ کامل مومن ہوتا ہے کہ جس میں کامل فراستہ ایمانیہ اور نور ایمان کمال تک پہنچا ہوا ہوتا ہے اور ماحول کے واقعات اس پر ایسے منکشف ہوتے ہیں۔ کہ گویا اس کو کسی نے اپنے لفظوں میں بطریق روایت حدیث سنائے ہیں۔ نہ یہ کہ خدائے تعالےٰ کا مکالمہ کثرت سے پاکر نبی اور مرسل ہو جاتا ہے اور اگر کسی نے یوں کہا ہے تو اہل تحقیق کے خلاف لکھا ہے اسلیئے نہ حضرت عمر اول المحدثین نبی تھے اور نہ بعد میں کوئی محدث نبی ہوا۔ اور اس معنی سے لاہوری فرقہ مرزا صاحب کو بروزی نبی ثابت نہیں کرسکتا۔ (نووی شرح مسلم)

(۸) مِرزا صاحب کے متعلق ایک شرعی نکتۂ خیال

فرقہ محمودیہ اور فرقہ لاہوریہ کے متعلق معلوم ہو چکا ہے کہ یہ دو تو آپس میں ایک دوسرے کو کافر یا مرتد کہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ فرقہ محمودیہ کی نزدیک لاہوری مرزائیوں کی طرح جملہ اہل اسلام بھی کافر ہیں[۱۵۲] اور لاہوری فرقہ کے خیال میں اگرچہ اہل اسلام اس قدر کافر نہیں ہیں جسقدر کہ قادیانیوں کے نزدیک اشد ترین کافر ہیں مگر تاہم فرقہ ناجیہ میں داخل نہیں ہیں اور بیعت مرزا صاحب

کو اپنے امیر جماعت کے ہاتھ پر فرض جانتے ہیں۔ ورنہ نجات مشکل جانتے ہیں۔ اور مسلمانوں سے ترک موالات وہ بھی فرقہ محمودیہ کی طرح کرتے ہیں۔ اور طریق عمل میں یا طریق عبادت میں دونو فرقے مسلمانوں سے الگ رہتے ہیں سوائے اس صورت کے کہ مجبوری کی صورت میں تقیہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے مذہب کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ یہ ان کی خاص سنت مرزائیہ ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب بھی بوقت ضرورت اپنی نبوت سے منکر ہو بیٹھتے تھے۔

تحریرات مذکورۃ الصدر سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزائیوں کے دونو فرقے (محمودیہ اور لاہوریہ) نبوت مرزا کے قائل ہیں۔ ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ لاہوری مرزا صاحب کو امتی نبی ظلی نبی۔ بروزی نبی وغیرہ مانتے ہوئے اور مخالفین کے سامنے ان کو صرف مجدد و محدث اور اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے قادیانی مرزائی مرزا صاحب کو ترقی دیتے ہوئے نبی مستقل۔ افضل المرسلین۔ مطاع الانبیاء اور عین محمد بھی یقین کرتے ہیں اس کے بعد تعلیم مرزا اور عقائد مرزا میں پھر دونو جا کر متفق ہو جاتے ہیں اور یہ علی الاعلان کہتے ہیں کہ اسلام کا طرز عمل وہی صحیح ہے جو مرزا صاحب نے بحیثیت مجدد ہونے کے پیش کیا ہے۔ ورنہ اسلام کا وہ پہلو تاریک ہے اور ناقابل عمل ہے جو مرزا صاحب کے ہوش سنبھالنے سے پہلے خیر القرون سے چلا آیا ہے کیونکہ مرزا صاحب کا قول ہے کہ "میری تعلیم اور میری بیعت ہی موجب نجات ہے"۔ اسلئے ہمارے نزدیک دونوں ایک باپ کے ہی بیٹے ہیں۔ اور اہل اسلام کا متفقہ اعلان ہے کہ مدعی نبوت خواہ کسی رنگ میں اپنے آپ کو تمہارے سامنے پیش کرے خارج از اسلام ہوگا۔ چنانچہ مرزا صاحب سے پہلے کئی ایک ایسے حیلہ ساز نبی ہو گذرے ہیں اور مدعی اسلام بنکر اپنے کیفر کردار کو جا پہنچے ہیں اسکی تازہ ترین مثال علی محمد باب مسیح ایران ہے کہ جس نے اسلام ہی کا صحیح پہلو دکھلانے میں اپنی نبوت کا اعلان کیا تھا۔ اور قرآن شریف کی آیات سے اپنی نبوت کا ثبوت دیا تھا اور اسلامی روایات سے ہی ثابت کیا تھا کہ اب تجدید اسلام کی ضرورت ہے چنانچہ اس نے اپنی امت میں نئے عقائد اور نئے احکام جاری کر دیئے اور جب ایران میں وہ اپنے دعاوی کے زیر اثر قتل ہو گیا اور اس کی تعلیم نے کثرت سے شیوع پاکر لوگوں کو دعوائے نبوت کی راہ دکھلا دی۔ تو مرزا صاحب نے بھی ان حیلہ بازیوں سے فائدہ

اٹھا کر ادعائے نبوت میں پاؤں جمانے شروع کر دیئے۔ پہلے مجدد بنے۔ پھر مہدی پھر مثیل مسیح۔ اسکے بعد ترقی کرتے کرتے بقول فرقہ محمودیہ افضل المرسلین تک پہنچ گئے اور جب کبھی سے نبوت کے متعلق جواب دینا پڑتا تو یوں کہدیتے کہ "میں مدعی نبوت نہیں جیسا کہ تم نے خیال کیا ہے" جس کا مطلب مخاطب یوں سمجھتا کہ واقعی مرزا صاحب کو کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ نہیں ہے مگر در اصل مخاطب کو اُلّو بنا کر ٹال دیتے تھے کیونکہ وہ اپنے کلام میں ایسے لفظ بولا کرتے تھے۔ کہ جس کا مطلب یوں نکلتا تھا کہ میں اپنی طرف سے بطور افتراء خلاف اسلام میں مدعی نبوت نہیں ہوں بلکہ مجھے اسلام کی ترقی کا دعویٰ ہے اور خدا کی طرف سے مامور و منذر ہوں میں خود نہیں بنا اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ یہ مطلب انہوں نے اپنی کتابوں میں مختلف مقام پر کئی ایک طریق سے بیان کیا ہے اسلیئے حقیقت شناس نگاہیں شروع سے ہی تاڑ گئی تھیں کہ اس دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے چنانچہ وہی ہوا جو کچھ انہوں نے نور فراست سے محسوس کیا تھا اور ہر چند اپنے دعوئے نبوت کو تصوف یا لغت کی آڑ لے کر پوشیدہ کرنا چاہا مگر آخر معلوم ہو گیا کہ جناب صاف ہی مدعی نبوت ہیں اس لیئے تاویل کے خس و خاشاک کو دور کر کے ہم آپ کا اصلی مدعا اصلی صورت میں استدلالی طریق پر پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین خود ہی ملاحظہ فرما کر فیصلہ کر لیں کہ مرزا صاحب نے اخیر میں علی الاعلان اور شروع میں در پردہ نبوت کا دعوے کر کے لوگوں کو مشتبہ حالت میں رکھ کر یہ پتہ نہ لگنے دیا تھا کہ آپ ہیں کیا؟ مگر رگ و ریشہ سے واقف سمجھتے تھے کہ آپ وہی ہیں کہ جس کو آج خارج از اسلام یقین کیا جاتا ہے یعنے بوجوہات ذیل مدعی نبوت (تامہ مستقلہ) تھے۔ یا کچھ اس سے بھی بڑھکر تھے

اوّل یہ کہ حقیقۃ الوحی میں بغیر کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنا الہام پیش کیا ہے کہ خدا نے مجھے کہا ہے:۔

انك لمن المرسلين ص۱۰۷ - انا ارسلنا اليكم رسولا كيف اردما اُوحى لیَّ منذ ۲۳ سنة (دہو بشارة الى فى البراہين الاحمدیة ص الالہام ۲۱۸
وہو ان نبيا جاء كما يدل عليه شتہار رانا له لحافظ، انى اقسم فى بيت الله الشريف ص۲۱۱ ان ما اوحى الىّ هو كلام الله الذى انزله
وحيه على موسى وعيسى وشهد لى الارض والسماء بانى انا خليفة الله - وكان ما وجب فى قضاء الله تم
ان يكذبونى كما وقع - فى حقيقة الوحى ص۹۲ - انى وجدت خطا كثيرا فضلا من الله تعالى اعنى النعمة العظمى
التى اعطيها الانبياء من قبل رائے كثرة المخاطبة من الله تعالى، وفى حقيقة الوحى ص۱۵۰ فامنت بما اوحى الىّ كما
امنت بالكتب السماوية - وامنت ص۲۱۱ بما انزل على كما امنت بالقران واتيقن انه كلام الله كالقران۔

(۲۶۱) وقولہ تعالی ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی الآیۃ اشارۃ الیّ ای انی الرسول المرسل لاظھار الاسلام علی جمیع الادیان - وما انزل الی من الالہام وفیہ لفظ الرسول المرسل والنبی الاکمل فکیف الانکار واوحی الی محمد رسول اللہ (اے آئینہ محمد رسول اللہ کما بدل علیہ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) ھکذا اکلہ فی ضمیمۃ کتابہ حقیقۃ الوحی (ان الہامات کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کا کلام الٰہی ہے اور سپرد مسجد میں قسم کھانیکو بھی تیار ہیں کہ میں نبی ہوں اور میرا کلام کلام الٰہی ہے جس پر ایمانداری یقین کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ قرآن شریف کو حق ماننا ضروری ہے -)
اور جب اللہ تعالے نے تمام انبیاء سے میری تصدیق کی ہے تو میرا منکر ویسا ہی کافر ہوگا جیسا کہ انبیا کا منکر کافر ہوتا ہے (اس کی تائید میں دیکھو ع۱۲۹)

دوم - یہ کہ اربعین ع۴ ص۶ میں ہے اگر یوں کہا جائے کہ مفتری صاحب شریعت ہلاک ہو جاتا ہے تو یہ دعوے بلا دلیل ہے کیونکہ مفتری کے ساتھ شریعت کی تخصیص نہیں کی گئی شریعت کیا ہے؟ یہی چند اوامر ونواہی کا مجموعہ پس جو نبی یہ اوامر ونواہی بیان کرے وہی صاحب شریعت ہوگا پس منکروں کا یہ اعتراض کہ رسول صاحب شریعت ہوتا ہے تم صاحب شریعت کیوں نہیں ہو؟ دفع ہو جاتا ہے کیونکہ جو وحی میرے پر نازل ہوئی ہے اسمیں بھی اوامر ونواہی موجود ہیں مثلاً قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم اس قسم کے بہتیرے الہام ہمنے براہین احمدیہ میں مدت ہوئی لکھ رکھے ہیں اگر ہماری رسالت پر یہ اعتراض ہو کہ شریعت قدیمہ کی بجائے شریعت جدیدہ سے رسول مامور ہو کر آتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ سارے احکام قدیم منسوخ ہو جائیں ورنہ قرآن کریم ناسخ نہ رہیگا کیونکہ اس میں صحف سابقہ اور کتب قدیمہ کے احکام بھی موجود ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ شریعت جدیدہ میں شریعت قدیمہ کی صرف جزوی ترمیم وتنسیخ ہوتی ہے اور اس لحاظ سے مرزائی شریعت میں اس امر کے ثابت کرنے میں صرف وفات مسیح کا مسئلہ شائع کرنا ہی کافی ہوگا کہ یہ بھی شریعت جدیدہ ہے اگر یہ مراد ہو کہ شریعت جدیدہ میں سارے احکام منصوص ہوں - تو یہ غلط ہوگا - کیونکہ اس وقت اجتہاد اور قیاس شرعی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے - اربعین ۳ ص۳۵ میں ہے کہ ارسل رسولہ سے مراد میں ہوں - اربعین ۳ ص۳۲ میں لکھتے ہیں کہ احادیث میں آیا ہے - کہ اس امت میں ابراہیم ظاہر ہوگا (اور میں ہی ہوں) پس جو شخص اس کا تابع ہوگا نجات پائیگا اور جو منکر رہیگا وہ گمراہ ہوگا - اور یہ بھی ہے کہ ارسلنا احمد الی قومہ فقالوا کذاب اشر - اور اربعین ۴ ص۱۵ پر یوں بھی ہے کہ

میں نے ظنیات یعنے روایات اسلامیہ کو چھوڑ کر اپنے یقینی دلائل کی طرف رجوع کیا ہے جس سے مراد میرے اپنے الہام ہیں میں اُن پر ایسا ہی پختہ ایمان رکھتا ہُوں جیسا کہ تورات اور انجیل پر۔

سوم یہ کہ[۲۲۰] انجام آتھم میں مذکور ہے انی من ص۷۹ سلك وجاعلك للناس اماما۔ انی مرسل من اللہ ومامور وامینہ فامنوا بما یقول المرزا الان منکم فی النار۔ وفی الاستفتاء ص۷۹ ومارمیت اذ رمیت۔ و ضمیمہ فی حقیقۃ الوحی ومآ ارسلنٰك الا رحمۃ للعلمین۔ اعملوا علی مکانتکم۔ لعلك ص۸۰ باخع نفسك۔ دنی فتدلی ص۸۱۔ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا۔ ان کنتم تحبون اللہ۔ اثرك اللہ علی کل شیئ۔ نزلت سرر من السماء لکن سریرك فوق السرر کلھا۔ انا فتحنا لك فتحا۔ لولاك لما خلقت الافلاك۔ انا اعطینا ك الکوثر۔ اراد اللہ ان یبعثك مقاما محمودا اور تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۶ میں ہے کہ میں نے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ دوسرے انبیاء نہیں دکھا سکے۔ اور خدا تعالیٰ نے معجزات کا دریا چلا دیا ہے جو قطعی طور پر پیغمبر علیہ السلام کیلئے بھی نہیں چلا۔ بخدا اگر یہ معجزات زمان نوحؑ میں ظاہر ہوتے تو غرق تک نوبت ہی نہ پہنچتی والذی نفسی بیدہ ان اللہ ھو ارسلنی وسمانی نبیا وسمانی مسیحا موعودا واظھر لی من الایات ماتنیف علی ...۳ لك۔ ۲۲۰

چہارم[۲۲۱] یہ کہ اعجاز احمدی ص۲۹ میں ہے ومن جاء حکما فلہ ان یرد من الاحادیث ماشاء ویقبل منہا ما شاء انہ الحکم علی ماجاء فی البخاری ھو الذی یقبل رایہ رفعا للاختلاف ویعلم بان حکمہ نافذ وان لہ اختیارا بان یحکم بوضع الاحادیث وتصحیحھا۔ ولیس مبنیٰ ما ادعیتہ ھذہ الاحادیث بل مبناہ القرآن وما اوحی الی من الالہامات۔ واما الروایات فلا اقبلھا الا ما وافقنی منہا۔ واما المخالف منہا فمردود عنی طرا وانی ص۷۰ انا مصداق ھذہ الایۃ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی۔ العجب انھم یعترضون علی ویصیرون کافرین ولو کانوا من اھل التقوی فی شیئ لما اعترضوا علی بما یرد علی غیری من الانبیاء والاولیاء۔ قد ظھرت ص۵۶ لی من الایات نحو عشرۃ مایۃ الف۔ لہ ص۷۱ خسف القمر المنیر وان لی۔ خسا القمران المشرقان اتنکر؟۔ ۲۲۱

پنجم[۲۲۲] یہ کہ حاشیہ تریاق القلوب ص۱۳۰ میں ہے کہ انسان ملہم اور محدّث کے انکار سے کافر نہیں ہوتا مگر نبی صاحب شریعت کے انکار سے ضرور کافر ہو جاتا ہے تحفہ گولڑویہ ص۱۸ میں ہے کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ تم اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ جو تجھ کو کافر کہتا ہے یا تیرے ماننے میں تردّد کرتا ہے کیونکہ قطعاً ایسے لوگوں کے پیچھے نماز ۲۲۲

حرام ہے فتاویٰ احمدیہ ص۱۸ جلد اوّل میں ہے کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو اور اگر کسی کو میری دعوت نہ پہنچی ہو تو اوّل میری دعوت پہنچاؤ کہ اگر وہ مان جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لو ورنہ نہ پڑھو سیرۃ الابدال ص۶ میں ہے کہ ہم کو قرآن کریم سے معلوم ہوا ہے کہ اٰخر الخلفاء علیٰ قدم عیسیٰ علیہ السلام فلیس لاحد ان ینکرہ والافلہ العذاب حیثما کان وقال فی حاشیۃ خطبہ سیرۃ الابدال ص۱۹۳ الفتح المبین ظہر فی عہد الرسالۃ وبقی الفتح الاخر فی عہد المسیح وھو اعظم منہ و الیہ اشیر بقولہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ الایۃ ان اللہ خلق ادم فی ستۃ الخ براہین ص۵۹۵ میں ہے کہ اگر میری آیات کی تصدیق کرنے والے دنیا میں ایک جگہ کھڑے کیے جائیں تو بھاری سے بھاری فوج بھی ان سے نہ بڑھ سکے۔ الشیطان ثم خلق اللہ المسیح الحسن لیکسر شوکتہ دیھزمہ۔

ششم۲۲۳ یہ کہ اربعین ۲ ص۳۶ میں ہے کہ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی دافع البلاء ص۶ میں ہے کہ ماکان اللّٰہُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ بِاَعْیُنِیْ رَبِّیْ (خدا نے میرا تیرا بیعت کی ہے) کُنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ (تو میرے بیٹوں کی بجائے) اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ (تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں) وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ (جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں) یُوْحٰی اِلَیَّ انما الٰھکم الٰہ واحد۔ الخیر کلہ فی القراٰن۔ ۲۲۳

ہفتم۲۲۴ یہ کہ بقول فرقہ محمودیہ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ اعلان نبوت ہے اور واقعی اگر اس کے موضوع پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نبوت کا اعلان ہے ورنہ بروزی اور مجازی نبوت کا اعلان تو کتابوں میں ہزار دفعہ ہو چکا تھا دیکھو حوالہ ع۱۰ جس میں صاف مذکور ہے کہ قول بعدم نبوت غلط ہے اور اس کے ساتھ ہی مرزا محمود کی وہ تفسیر بھی پڑھیے جو اذ اخذ اللہ میثاق النبیین میں کی ہے (دیکھو حوالہ ۱۲۹) ۲۲۴

ہشتم۱۲۵ یہ کہ بقول مرزا محمود مرزا صاحب اگرچہ مشتبہ طور پر نبی تھے مگر بعد میں ظاہر ہو گئے تھے چنانچہ حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۱ مجریہ ۵ مارچ ۱۵ء میں لکھتے ہیں کہ چونکہ ۱۹۰۱ء سے آپ نے نبی کا لفظ اپنے اوپر بار بار اطلاق کیا ہے اور تریاق القلوب لکھنے کے بعد حقیقۃ الوحی سے نبوت کے متعلق عقیدہ میں تبدیلی کی ہے یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے وہ حوالے جنمیں آپ نے اپنے نبی ہونیکا انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنا غلط ہے القول الفصل ص۲۴ مجریہ ۳۰ جنوری ۱۵ء میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب ایسے نبی ہیں کہ جن کو آنحضرت کے فیض سے نبوت ملی ہے پس ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا۔ اب ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں ہے کہ مرزا محمود نے ۳۰ جنوری ۱۵ء کو منسوخی تحریرات مرزا کا فیصلہ ۱۹۰۲ء سے شروع کیا اور تین ماہ بعد ۱۲۵

مارچ ۱۹۱۵ء کو اسی فیصلہ کی ایک اور تاریخ پہلے یعنی ۱۹۰۱ء قرار دیدی شاید اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء کے درمیان میں بھی کسی پوشیدہ ڈائری کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہوگا۔ کہ آپ کو کسی قسم کا شک نہیں ہے کیونکہ اعلان نبوت کا اعلان ۱۹۰۱ء سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اسلئے اسی تاریخ سے پہلے تنسیخ بھی شروع ہونی ضرور تھی ہاں یہ تعجب ضرور ہے کہ حقیقۃ النبوۃ کو جب تک ۱۹۰۷ء میں شائع نہیں کیا اس اعلان کو بھی مخفی رکھا ہے یعنی گویا اعلان نبوت چھ سال تک مخفی رہا ممکن ہے کہ زمانہ کی رفتار اس سے مانع رہی ہو۔ بہرحال حقیقۃ النبوۃ میں مرزا محمود نے تبدیل عقیدہ کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء کو منکشف ہوا تھا۔ یا یوں کہو کہ قرآن شریف سے آپنے نبی کی تعریف نئے عنوان سے سمجھی تھی یا یوں کہو کہ جو درجہ آپ کو دیا گیا تھا اسے آپ نبوت نہ سمجھتے تھے تو جب آپ کو ہوش آیا کہ خدا نے تو ان کو نبی بنا دیا ہوا ہے اور نبی کی تعریف بھی کچھ اور ہے تو آپنے زور سے اعلان نبوت کر دیا۔

۲۲۶ نہم یہ کہ رسالہ "طاعون کا علاج" جو طاعون و ہیضہ کے دنوں میں قادیان سے شائع ہوا تھا اس میں مرزا صاحب کی صداقت انبیاء کی طرح شائع کی گئی تھی۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ اخرجنا لھم دابۃ الارض ای جراثیم الطاعون کے لا یدخل المدینۃ طاعون و دجال قبل المسیح الخ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے وقت دجال اور طاعون آئیں گے اور کانوا بآیاتنا لا یوقنون سے ثابت ہوتا ہے کہ منکرین نبوت مرزا میں طاعون پھیلے گا قال ے البراھین من دخلہ کان آمنا یعنی ان القادیان محفوظ من الطاعون وفی اشتہار النبیۃ ۱۸۹۷ اصنع الفلک باعیننا۔ انھم مغرقون ای مھلکون بالطاعون وفی نور الحق ۱۸۹۴ ان العذاب قد تقرر وفی حمامۃ البشری ۱۸۹۴ تصنیف البلاد فلن ھلاک الناس اولی من ضلالھم وفی اشتہار ۱۸۹۸ انی رایت فی المنام ان ملائکۃ العذاب فی الفنجاب یغرسون اشجارا سودا ای اشجار الطاعون۔ قال فی بھاگوت گیتا شعرا۔

ے چو بنیاد دیں سست گردد بسے — نماید خود را بشکل کسے

فظھر الربوبیۃ الیوم ھو المسیح القادیانی ثم نشر فی ۱۹۰۵ء فبانخار کھ ظہرت خبایا الافات۔ یا اوروبا وبا امریکا ستمت ایضا فی امنۃ منھا ونشر فی ۱۹۰۴ء ان عبد الحسین خان سلطان المترک سوف یھلک ونشر فی جریدۃ ھو بیاء ۱۹۰۵ء مصبحۃ تزلزل دیوان کسری فتاد۔ فانظر مدعلک ایران بعد ثلث سنین

واذع وڈوبی فی امریکا انہ الیاس النبی فہلاک بدعاء للمسیح فی سنۃ واحدۃ ونشرفی بلقان سنۃ ۱۹ غلبت الروم فکلن کما قال

اس نوعیت کے استدلال سے معلوم ہوتاہے کہ مرزاصاحب خود بھی مدعی نبوت تھے۔ اور بقول محمود یہ مرزائی بھی

آپ کو نبی مانتے ہیں۔ (۲۰۳)

۲۲۷ دہم ۲۲۷ یہ کہ مرزاصاحب نے توہین مسیح علیہ السلام میں اپنا سارا زور طرح کر دیا ہے جیساکہ دعاوی مرزا میں گذر چکا

ہے اس لئے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرزاصاحب ضرور مدعی نبوت حقیقی تھے ورنہ مجازی نبی یکوئی ولی کسی نبی سے

افضل ہونے کا دم نہیں بھرتا اور یہ عذر بالکل ناقابل سماعت ہے کہ مرزاصاحب نے یسوع کو گالیاں دی ہیں مسیح

بن مریم کو گالیاں نہیں دیں کیونکہ بحوالہ براہین احمدیہ کا نقل ہو چکا ہے اس میں مسیح عیسےٰ بن مریم اور یسوع

تینوں عنوان موجود ہیں اور بطور کنایہ ایسی توہین کی ہے کہ سوائے شاطر کے کوئی بھی اسکا انکار نہیں کر سکتا

بالفرض یہ عذر صحیح ہو تاہم شعر ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے صاف عیسےٰ ابن مریم کی تحقیر

ظاہر کر رہا ہے کیونکہ امتی کسی نبی پر فضیلت نہیں پا سکتا علاوہ اسکے اس شعر کی طرز ادا بھی ایسی ہے کہ خواہ مخواہ

مخاطب کو انتقام پر آمادہ کر دیتی ہے۔

اب نیچے اہل اسلام کی تحقیق لکھی جاتی ہے جو آج سے پہلے مرزاصاحب جیسے مدعیان نبوت کے خلاف انہوں نے

لکھی تھی اور جس کے ماتحت کئی ایک مدعیان نبوت سزائے قتل کو پہنچ چکے تھے۔

اوّل شفائے ۲۰۴ قاضی عیاض اور اس کی شروح میں لکھا ہے کہ جو شخص مدعی نبوت ہے وہ مرتد ہے اسی طرح وہ

شخص بھی مرتد ہوگا کہ جس نے دعوائے نبوت کی دعوت دی ہو کیونکہ یہ کفر بکتاب اللہ وکفر بحدیث رسول ہے

اگر صرف وحی کا دعویٰ کرے اور نبوت کا دعویٰ نہ کرے یا صفائی قلب کے ذریعہ تحصیل نبوت کا مدعی ہو۔ یا

وہاں تک پہنچنے کا مدعی ہو۔ وہ بھی کافر ہے کیونکہ لانبی بعدی اور خاتم النبیین دونوں صریح حکم

ہیں جن کی تاویل کرنا خلاف دیانت اور خلاف اجماع مسلمین ہے پس جو شخص ایسے نصوص قطعیہ کی تاویل کرتا

ہے یا ایسا قول کرتا ہے کہ جس میں امت محمدیہ کی جہالت ثابت ہوتی ہو یا وہ ایسے کام کرتا ہے جو عموماً کفار

سے ہی صادر ہوتے ہیں تو وہ بھی کافر ہوگا اگرچہ مدعی اسلام بھی ہو شیخ ملا علی قاری ص۳۹۳ میں ہے کہ امت محمدیہ

کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ جو شخص کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا گالیاں دیتا ہے یا اس کی کسرِ شان کرتا ہے وہ مرتد ہو جاتا ہے جب

القتل ہے اور ص۲۴۵ میں ہے کہ جو شخص انبیاء کو بُرا کہے اُسے قتل کرنا فرض ہے اور یہی حکم ہے اس شخص کا
جس نے کسی نبی کی تکذیب کی یا بے عزتی کی۔ شفا ص۲۳۱ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ نبی کریم صلّی اللہ
علیہ وسلّم کا رنگ کالا تھا اسے قتل کرنا واجب ہے کیونکہ اس نے توہین کی ہے۔

۲۲۹ دوم[۲۲۹] کتاب الفصل ص۲۵۵ میں ہے یہ امر پایۂ یقین کو پہنچ چکا ہے کہ جو شخص ذرہ بھر ان احکام سے انکار کرتا ہے جو نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کیئے ہیں وُہ کافر ہوگا اور وُہ بھی کافر ہے کہ جس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے
بعد دُوسرا نبی ممکن سمجھا یا کسی نبی کی توہین کرتے ہُوئے تخول کیا اور ص۲۴۹ میں ہے کہ کیف یستجیز مسلم
ان یثبت نبیا اخر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ما استثناہ النبی علیہ السلام فی نزول ابن مریم
علیہ السلام فی اخر الزمان اور ص۲۴۹ میں مذکور ہے کہ من قال ان اللہ ھو فلان او ان اللہ یحل فی جسم
اولن نبیا ینزل غیر ابن مریم علیہما السلام فلا خلاف فی تکفیرہ (ذرہ مرزائی غور سے پڑھیں)

۲۳۰ سوم[۲۳۰] فی شرح الفقہ الاکبر من انکر الاخبار المتواترۃ المعنویۃ کفر۔ قال فی حاشیۃ الاشباہ اذا کانت فی
المسئلۃ وجوہ توجب الکفر ووجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی ان یمیل الی ذلک الوجہ الواحد الا اذا صرح بالمراد
توجب الکفر۔ فی رد المحتار من تکلم بالکفر ھازلا کفر ولا اعتداد باعتقادہ وفی الاشباہ ویکفر اذا
شک فی صدق النبی او سبہ او نقصہ او حقرہ او نسبہ الی الفواحش کالعزم علی الزناء فی یوسف
اوقال لم یعصموا حال النبوۃ وقبلھا ۔ واذا لم یعرف ان محمداً اخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات
والجہل بہا لیس بعذر۔ قال فی ملتقط الیواقیت نحن نکفر من کفر المجتہدین من الائمۃ لا بقول غیرھم۔
اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص متواترات مسلمہ مسائل کا اعتقاد نہیں رکھتا بلکہ انکا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے اور نہ ہی
کافر ہے جو کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا کہتا ہے کہ وہ معصوم نہ تھے جیسا کہ اہل قرآن کا عقیدہ ہے۔

۲۳۱ چہارم[۲۳۱] قال ابن حبان من ذھب الی ان النبوۃ مکتسبۃ یلزمہ ان تسلب ایضاً کما نقل لہ الیہود فی
بلعام انہ کان نبیا فی بنی مواب فسلبت نبوتہ (ابن حزم) ومن فھم انہا مکتسبۃ فھو زندیق
ومن عقائد الزنادقۃ انہم یطلبون ان یصیروا انبیاء (شرح عقائد سفارینی) ومن جملۃ ما کفروا بہ
تجویز النبوۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبا کتسابہا ۔ والسلطان صلاح الدین الایوبی قتل جماعۃ

الیسوع الشاعر لانه قال باکتسابها فی قوله (شرح) وکان مثل هذا الدین من رجل - سعی فاصبح یدعی
سبیل الامم - (صحیح الاعشی ص۳) اتی عمر رضی الله برجل سب النبی صلی الله علیه وسلم فقتله فقال د
قال من سب الله اونبیا فاقتلوه - وقال ابن عباس یستتاب فان رجع والا قتل - کتب ابو بکر
الصدیق الی المهاجر فی امرءة سبت النبی صلی الله علیه وسلم لولا ما سبقتنی لامرتک بقتلها لان حد
الانبیاء لا یشبه الحدود فمن تعاطی من مسلم فهو مرتد او من معاهد فهو محارب غادر قد
یعدل الساب فینقل السب عن غیره فهو کفر خفی اذ التعریض به کالتصریح (الصارم المسلول لابن تیمیه)
قیل الاجماع علی تحریم روایة ما هجی به النبی علیه السلام وقراءته وکتابته (شفاء قاضی عیاض ۱-
ایما مسلم سب النبی او هجره فقد کفر وبانت امرأته (کتاب الخراج) الکافر بسب النبی لا تقبل توبته ومن شک فی کفره فقد کفر (مجالس ابرار)
نجبسم ۲۳۲ حدیث من صلی صلوتنا ... المراد به لا یجوز تکفیر اهل القبلة بذنب ولیس المراد به مجرد التوجه الی قبلتنا ۲۳۲
فان الغلاة من الروافض القائلین بان علی اهو الله او ان الوحی قد غلط لیسوا مومنین (شرح فقه اکبر) د
الذین اتفقوا علی ما هو من ضروریات الدین واختلفوا فیما سواها کصفات الباری فاختلفوا فی تکفیرهم
والنزاع فی تکفیر اهل القبلة المواظب علی الطاعات طول عمره باعتقاد قدم العالم ونفی الحشر للاجساد
وموجبات الکفر (شرح مقاصد ۲۶۸) ان غلاة اهل الاهواء وجب اکفارهم لانه لیس من الامة (کشف البزدوی ۲۳۸/۴)
الخلاف فی تکفیر المخالف فی ضروریات الاسلام ثم ان انکرها او استهزأ بها فهو کافر لیس من اهل القبلة
ومعنی عدم تکفیر اهل القبلة ان لا یکفر بارتکاب المعاصی ولا بانکار الامور الخفیة (نبراس ۵۴۲) اهل القبلة المراد
بهم من هو موافق ضروریات الاسلام من غیر ان یصدر منه شیء من موجبات الکفر نحو حلول الله فی
بعض الاجسام المتلبس بشیء من موجبات الکفر ینبغی ان یکون کافرا بالخلاف (شرح التحریر لابن امیر الحاج)
تلعب الزنادقة والملاحدة بایات بالبواطن التی لیست من الشرع فی شیء فبلغ مبلغهم فی تعفیة اثار
الشریعة ورفع العلوم الضروریة المنقولة عن السلف - ویسیر الخلاف لا یوجب التعادی بین المسلمین
وهو ما وقع فی غیر الضروریات (ایثار الحق ص۴۱۳) ومراد الامام ابی حنیفة رح فی قوله لا نکفر اهل القبلة عدم
التکفیر بالذنب کالزنا والشراب (منحة الخالق کتاب الایمان لابن تیمیه) عن انس قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا اله الا الله ولا نکفره بذنب ولا نخرجه عن الاسلام بعمل (ابوداؤد فی الجهاد)
وعن انس ایضا من شهد ان لا اله الا الله واستقبل قبلتنا وصلی صلوتنا واکل ذبیحتنا فهو المسلم له ما لنا
علیه ما علیه وفی البخاری الا ان تری کفرا بواحا (صریحا) وفی البخاری یتکلمون بالسنتنا وهم
دعاة الی ابواب جهنم من اجابهم الیها قذفوه فیها وما ورد فی حدیث ثلثون دجالا المراد به المدعون
بالنبوة وما فی بعض الروایات زیادة علی الثلثین فالمراد انهم کذابون لا یدعون النبوة کالفرق الداعیة
الی خلاف ما جاء به محمد صلی الله علیه وسلم (منحة الخالق) ومن جحد شیئا من الفرائض بشبهة فیطالب
بالرجوع وان نصب القتال قوتل وان رجع والا قتل (فتح الباری ۲۴۲/۱۲) ان تحریرات سے اہل قرآن کا کفر
بھی ثابت ہوگیا ہے کیونکہ وہ بھی اصول اسلام سے منکر ہیں اور اہل قبلہ میں داخل نہیں ہیں۔

۲۳۳ ششم قال الغزالی فی کتابه التفرقة بین الایمان والزندقة یجب الاحتراز عن التکفیر فان الخطأ فی تکفیر ۲۳۳
الف کافر اهون منه فی سفك دم مسلم. قال ابن بطال ذهب جمهور العلماء الی ان الخوارج من
المسلمین لقوله علیه السلام یتماری فی الفوقة ولان من ثبت له عقد الایمان بیقین لم یخرج منه الا بیقین
قال الغزالی فی الوسیط الخوارج من الجملة منهم اهل ردة ومنهم من خرج یدعو الی معتقداته اعتصاما بالقرآن
والسنة فمنهم الامام حسین واتباعه ومنهم من خرج طلبا للحکومة وهم البغاة - قال ابن دقیق العید المسائل
الاجماعیة قد یصحبها التواتر عن الشارع فلا خلاف فی تکفیر من خالفها اذ هو مخالف للجماعة - وعن محمد بن
الحسن انه قال من صلی خلف من یقول بخلق القرآن اعاد صلوته (فتح القدیر) تبرأ من القدریة عبد الله
بن عمر وجابر وابو هریرة وابن عباس وانس بن مالك وعبد الله بن ابی اوفی وعقبة بن عامر و
۲۵۶ اقرانهم واوصوا اخلافهم بان لا یسلموا علیهم ولا یصلوا علی جنائزهم ولا یعودوا مرضاهم (عقیدة السفارینی)
قال الثوری من قال ان القرآن مخلوق فهو کافر لا یصلی خلفه - قال ابو عبد الله البخاری ما بالیت صلیت
خلف الجهمی والرافضی ام صلیت خلف الیهود والنصاری. لا یسلم علیهم ولا یعادون ولا یناکحون ولا
یشاهدون ولا تؤکل ذبائحهم (خلق افعال العباد للبخاری) قال محمد بن الحسن والله لا اصلی خلف من یقول
بخلق القرآن قال ابو یوسف ناظرت ابا حنیفة ستة اشهر فاتفق رأینا ان من قال بخلق القرآن فهو کافر (کتاب العلم)

قال ابوحنيفة لجهم اخرج عنى ياكافر (مسايره) سئل ابو يوسف اكان ابوحنيفة يقول بخلق القرآن؟
فقال معاذ الله ولا انا اقوله اكان يرى رأى جهم؟ (كتاب الاسماء للبيهقى) اكثر اقوال السلف بتكفيرهم
كالليث وابن لهيعة وابن عيينة وابن المبارك ووكيع وحفص بن غياث وابو اسحاق وهشيم وعلى بن
عاصم وهو قول اكثر المحدثين والفقهاء والمتكلمين فيهم فى الخوارج والقدرية واهل الاهواء المضلة
واصحاب البدع المضلة وهو قول احمد (شفاء عياض) والسنة ما اشتهر عن السلف وصح بطريق النص و
لولاه لكان البدع كلها من السنن اذ لها شبهة بالعمومات والمحتملات والاستخراجات (ايثار الحق ۲۳۱)
لا حاجة الى تفسير اركان الاسلام وانما يفسر المحرف (ايثار الحق ۱۵۵) سمع علىؓ رجلا يقول ان الحكم الا لله قال
كلمة حق اريد بها غيره. وكل من انكر رؤية الله او يؤول بما لا يسمع فى الاسلام وكذا القائل بانه عليه السلام
خاتم النبيين لكن معناه المنع التسمية فقط واما بمعنى البعثة والعصمة فهو موجود فى الائمة فهو
زنديق. قد اتفق جمهور الحنفية والشافعية على قتل من يجرى هذا المجرى (مسوى ۲ ص ۱۰۹) لا يجوز الصلوة
خلف اهل الاهواء عند الامام (رد المحتار) قالت الروافض لا يخلو الزمان من نبى. ومن ادعى النبوة فى زماننا كفر
ومن ركن اليه فهو ايضا كافر (تمهيد ابى الشكور السالمى) قتل عبد الملك بن مروان متنبئا وصلبه وفعل مثله
غير واحد من الخلفاء والملوك باشباههم واجمع العلماء على صواب رأيهم فخلافه كفر. وكذا من انكر
النقل المتواتر فى عدد ركعات الصلوة وقال انه خبر واحد (شفاء عياض) ان المبتدعة وان اثبتوا الرسل
لكن لا بحيث يثبتهم الاسلام فاثباتهم عدم (رد المحتار) التواتر اما اسنادا واما طبقة كتواتر القرآن والعمل
باركان الاسلام والتوارث كالسواك وغيره (اكفار الملحدين ص) خبر الواحد يعمل به فى الحكم بالتكفير وان كان
جحده ليس بكفر (صواعق محرقه) اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مرزائیوں سے میل ملاپ غمی شادی اور عبادات ومعاملات میں
نہ رکھو۔ اہل قرآن بانئ مسلمہ اور دیگر فرقہ ہائے اہل قرآن کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔ اور جو لوگ امام اعظم رحمہ اللہ کے
بارے میں بدظنی رکھتے ہیں کہ آپ قرآن شریف کو قدیم نہ جانتے تھے وہ بھی اس عبارت کو غور سے پڑھیں۔

ہفتم[۲۴۳]۔ قال الامام الشعرانی فی کتابہ الیواقیت والجواہر لیست النبوۃ مکتسبۃ حتی یتوصل الیہا بالریاضۃ ۲۳
کما ظنہ الحمقی وقد افتی المالکیۃ بکفر من قال ان النبوۃ مکتسبۃ۔ ولا تلحق الولایۃ بدایۃ النبوۃ ابدا۔

فلو ان وليا تقدم الى عين يأخذ منها الانبياء لاحترق وان الله سد باب النبوة والرسالة عن كل
مخلوق بعد محمد صلى الله عليه وسلم الى يوم القيمة - وان مقام النبی ممنوع دخوله - وغاية معرفتنا به
من طريق الارث النظر اليه كما ينظر من هو فی اسفل الجنة الى من هو فی اعلى عليين او كما ينظر
اهل الارض الى كوكب فی السماء - وقد فتح لابی يزيد من مقام النبوة قدر خرم الابرة فكاد يحترق
روحيت[۱۴۳]) قال ابن العربی من قال ان الله امره اثم عليس فی ذلک بصحيح انما هو تلبيس لان الامر من قبيل
الكلام وهو مسدود - ثم قال ان ابواب الامر والنهی قد سدت فكل من يدعيها بعد محمد صلى الله عليه وسلم
فهو مدع لشريعة اوحی بها اليه سواء وافق شرعنا او خالف - فان كان المدعی مكلفا ضربنا عنقه
والا فضربنا عنه صفحا (فتوحات مكيه باب[۳۱]) شيخ اكبر کے نزدیک بھی مرزا صاحب واجب القتل اور کافر ثابت ہوتے ہیں

۲۳۵ تتمہ - قال النووی تحت حديث " قد يكون فی الامم قبلكم محدثون فان يكن احد فی امتی فانه عمر بن الخطاب " المحدث
ملهم او مصيب فی رأيه (وقال فی الفتح الاصابة غير النبوة) او من يلقی فی روعه شیء قبل الاعلام (او
هو المعتمد عند البخاری) او من يجری الصواب على لسانه - وراوی متكلمون فالمتكلم من يكلم فی نفسه
او من يكلمه الملائكة - " وليس المحدث من يكلمه الله او يخاطبه كما زعمه المرزا - هذا - قال المجدد فی در المعرفة
مكتوب[۱۶۰] مشائخنا لا يثبتون الكلية والجزئية بين العالم وخالقه ومن الصوفية من قال ان العالم ظل الله ومن قال انما الموجود
هو الله والاعيان ما شمت رائحة الوجود فيرد عليهم الاشكال فيحملون فی الجواب - فانهم وان كانوا كاملين لكن كلامهم يهدی الناس
الى الالحاد والزندقة وفی مكتوب[۲۴۳] ومشائخنا لا يغترون بترهات الصوفية ولا يفتنون بمواجيدهم ولا يختارون فصا
(ای فصوص الحكم) على نص وفی مكتوب[۲۶۶] وعمل الصوفية كابی بكر الشبلی وابی الحسن النوری ليس بحجة حلالا وحرمة انما الحجة قول
الامام وصاحبيه وفی مكتوب[۲۸۹] اعلم كلامهم ليس بحجة ما لم يوافق الشرع - ان الصوفية المستقيمة الاحوال لم يجاوزوا

۲۳۶ تتمہ - جب مرزا صاحب نے دعوی نبوت سے انکار کرتے تھے تو خود ہی مدعی نبوت پر کفر کا فتوی لگاتے تھے
(دیکھو حوالہ) اور دین الحق ۲۷۵ مصنفہ خلیفہ نور الدین صاحب مجریہ ۲۷ جنوری ۱۹۱۰ء میں یوں لکھا ہے
" یاد رہے کہ جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی رسالت اور مدعی نبوت ہو گا پس وہ کافر
اور جھوٹا ہے اور میرا ایمان ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم سے شروع ہو کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر

وسکر طرق فهو معذور وكشفه غير صالح للتقليد بل ينبغی ان يحمل كلامه ويصرف عن ظاهره لانه كلام السكاری

ص الشريعة لا حالا ولا قالا ولا عملا ولا فی العلوم والمعارف ويعلمون ان خلاف الشرع ناش عن سقم فی الحال - وبالجملة خلاف الشريعة دليل الزندقة والالحاد لو تكلم صوفی بخلاف الشرع بكلام ناش عن الكشف فی غلبة الحال

آکر منقطع اور ختم ہوگئی ہے (دیکھو حوالہ ۲۰) معلوم ہوتا ہے کہ بقول محمود ۱۹۰۲ء سے مرزا صاحب نے اعلان
اعلان نبوت کیا ہے مگر ایسا گورکھ دہندہ بنا گئے ہیں کہ نورالدین صاحب کو بھی معلوم نہ ہوا۔ کہ اصل بات کیا تھی
یا شاید عدم توجہ سے کسی نے خلافت اول کے اندر بھی احساس نہ کیا ہو لیکن جب مرزا صاحب کی نسبت علمائے
اسلام کی رائے مرزا محمود نے دیکھی اور اعلان نبوت کا بخوبی مطالعہ کیا تو ان کو بھی علمائے اسلام سے متفق ہونا پڑا (جزاہم اللہ خیرا)
۲۳۷ دہشتم [۲۳۷]۔ قتل مرتد کا مسئلہ قرآن شریف میں سنت قدیمہ ہے جس کو اسلام نے بھی جاری کیا تھا حضور کا ارشاد ہے
کہ (مَنْ بَدَّلَ دِینًا فاقتلوہ) جو مذہب اسلام تبدیل کرے اسے مار ڈالو۔ صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں جن
مسلمانوں نے زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کیا آپ نے نہ اس وجہ سے ان کو مار ڈالا کہ انہوں نے بغاوت کی تھی بلکہ
صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے ادائیگی زکوٰۃ اپنے اوپر لازم نہیں سمجھی تھی اگر صرف بغاوت موجب قتال ہوتی تو
۲۳۸ حضرت عمرؓ آپ سے بحث نہ کرتے [۲۳۸] فتح الباری جلد ۱۲ میں مذکور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان
زندیقوں کو آگ میں جلوا دیا تھا کہ جنہوں نے آیات قرآنیہ اور عبادات اسلامیہ میں تبدیلی پیدا کی تھی تو
حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تھا کہ میں ہوتا تو ان کو جلانے کی بجائے مروا ڈالتا کیونکہ حضور کا ارشاد ہے
من بدل دینًا فاقتلوہ امام بخاریؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ نے یمن میں ایک مرتد کو قتل
کروڈالا تھا جو پہلے یہودی تھا اور پھر یہودی بن گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ ھذا قضاء اللہ ورسولہ۔
تفسیر روح المعانی جلد خامس میں ہے کہ بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کے پاداش میں قتل کیے گئے تھے کیونکہ
انہوں نے ایک تو مذہب توحید چھوڑ دیا تھا اور دوسری توہین موسیٰ علیہ السلام کے مرتکب ہوئے تھے کہتے تھے کہ
آپ کو خدا کا پتہ نہیں چلا تب ہی تو پہاڑ پر چلے گئے ہیں سامری چونکہ منافق تھا اس کو لامساس
کی سزا دی گئی۔ جو قتل سے بھی بدتر تھی۔
۲۳۹ اب خلاصہ [۲۳۹] یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کسی ایسی اسلامی سلطنت میں مدعی نبوت ہوتے جہاں اسلامی تعزیرات
جاری ہوتی ہیں تو آپ پر دس طریق کے خود جرم لگ جاتے (۱) ادعائے نبوت حقیقی۔ (۲) ادعائے نبوت غیر تشریعی۔ (۳) اکتساب نبوت
(۴) تکفیر اہل اسلام۔ (۵) انکار ختم رسالت معہ اجرائے نبوت۔ (۶) تحقیر انبیاء معہ توہین عیسیٰ بن مریمؑ۔ (۷) استہزاء بمسائل اسلام
(۸) تجویز عقائد جدیدہ۔ (۹) ارتداد عن مذہب الاسلام۔ (۱۰) تضلیل امت محمدیہ۔ و تحریف قرآن وحدیث۔

(۹) تصریحات اسلام اور ختم نبوت

۲۷۰

۲۴۰ اجرائے نبوت کے متعلق مرزا صاحب سے پہلے مسیح ایران (علی محمد باب) نے یوں کہا تھا کہ نبی اصطلاح قدیم میں خواب دیکھنے والے کو کہتے ہیں اور خاتم النبیین کا معنے یہ ہے کہ حضور کی بعثت سے خواب دیکھنے والوں کا زمانہ ختم ہوگیا ہے اور مشاہدہ کرنے والوں کا زمانہ شروع ہوگیا ہے جو اپنی کشفی حالت میں دیکھ کر احکام الٰہی بیان کرتے ہیں اسی وجہ سے حضور نے فرمایا کہ علماء امتی افضل من انبیاء بنی اسرائیل یعنے ائمہ اہل بیت انبیاء بنی اسرائیل سے افضل ہیں اور قرآن شریف میں ہے کہ یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ کہ خدا تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے القاء وحی کیلئے انتخاب کر لیتا ہے اور یوں بھی آتا ہے کہ اما یاتینکم رسل منکم جب تمہارے پاس رسول آئیں تو تمکو انکی اطاعت کرنا ہوگا پس بعثت رسل اور القاء وحی قرآن شریف کی رو سے ہمیشہ کیلئے جاری ہے اور انقطاع وحی رسالت کا دعویٰ کرنا خلاف قرآن و حدیث ہے مگر بدقسمتی سے مسلمانوں میں ختم رسالت کا مسئلہ جاری ہوگیا ہے اور کہتے ہیں کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا یہود اور عیسائی بھی کہتے تھے کہ زمین و آسمان کا ٹل جانا ممکن ہے مگر ہماری شریعت کا زوال ممکن نہیں ہے جیسے مسلمانوں نے بھی ایسا ہی کہنا شروع کر دیا کہ ہمارے نبی آخر الزمان نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اور وہ بات سچ نکلی جو حضور نے فرمائی تھی کہ لتسلکن سنن من قبلکم تم لوگ بھی یہود و نصاریٰ کی سنت پر چل گئے اسی واسطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ انھم ائمۃ الکتاب ولیس الکتاب امامہم یہ لوگ قرآن کی پیشوائی کرتے ہیں اور قرآن کو اپنا پیشوا نہیں سمجھتے اگر قرآن شریف پر عمل کرتے تو پارہ اول میں صاف لکھا تھا کہ فاما یاتینکم منی ھدی کہ میری طرف سے تم کو ہدایت آیا کرے گی جس کا مطلب ہے کہ رسول آیا کرینگے پھر سورۂ آل عمران رکوع ۹ اور سورہ احزاب رکوع اول میں ارشاد ہے کہ خدا تعالےٰ نے انبیاء سے عہد لیا تھا کہ ایک نبی علی محمد باب آئیگا اور تم کو واجب ہے کہ اسکی اطاعت کرو اور مدد کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ (دیکھو حوالہ ۱۷۹)

اب یہ معلوم ہوگیا کہ ارسال رسل سنۃ اللہ ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوسکتی فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (الفرائد ۱۱) (ملاحظہ ہو کتاب مبین و کتاب التوضیح لابی البرکات انبالی) فرقہ محمودیہ بھی آیت میثاق سے

۲۴۱ اپنے نبی قادیانی کو ستید المرسلین ثابت کرتا ہے (دیکھو حوالہ ۱۴۹) اصل میں قرآن شریف[۲۴۱] پر پورا عبور نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب کچھ گھڑا گیا ہے ورنہ اگر تاریخ قرآن پر نظر ڈالی جائے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ دونو آیتیں اما یاتینکم رسل منکم اور امایاتینکم منی ھدی مکی سورتوں میں مذکور ہیں کہ جنمیں بحکم انہ لفی الصحف الاولیٰ کتب سماویہ سابقہ کے مضامین دہرائے گئے ہیں اور احکام قدیمہ کو دہرا کر توجہ دلائی گئی ہے کہ اسلام کا داعیۂ توحید صرف آج سے نہیں بلکہ حضرت آدم سے دعوت توحید چلی آئی ہے اور انبیاء سابقین بھی یہی دعوت دیتے رہے ہیں نہ یہ کہ ان آیات میں امت محمدیہ کو کہا گیا تہا کہ تم میں ہدایت آئے گی یا رسول آئینگے ان میں تو رسول ہدایت کے لیئے آچکا تہا تو پھر ان کو کہنے کی کیا ضرورت تھی اور مکہ میں ابھی ابھی مٹھی بھر مسلمان تھے امت کہاں تھی؟ اور اسلام کا آغاز تھا اور یہ موقعہ ہی نہ تھا کہ ان سے کہا جاتا کہ تم بگڑو گے تو اس وقت رسول بھیجے جائینگے کہ آ کر ہدایت و رشد کی پیری کا حسنا تہا۔ اس واسطے یوں خیال کرنا بالکل غلط ہے کہ ان آیات میں امت محمدیہ سے خطاب ہو رہا ہے ہاں در اصل پیدائش آدم سے تا ظہور نبی آخر الزمان تمام امم سابقہ مخاطب ہیں اور ان آیات میں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ بعثت رسل سنت الٰہی ہے اور اس کے مطابق حضور کی بعثت بھی ہوئی ہے اسی بعثت کی تائید کیلیئے آیت میثاق بھی سورہ عمران اور سورہ احزاب میں ذکر ہوئی ہے کہ چونکہ انبیأ سے یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے مصدق اور ناصر بنیں اس لیئے انبیاء سابقین نے نبی آخر الزمان کی تصدیق اور آپ کی نصرت و امداد کیلیئے اپنی اپنی شریعت میں امت کو احکام نافذ فرما دیئے۔ اور اسی اصول کے مطابق خود حضور نے بھی انبیاء سابقین کی تصدیق کی اور ان کے احترام قائم رکھنے میں بڑے زور سے کام لیا اور قیامت کو بھی ان کی تصدیق کے لیئے کھڑے ہو کر عدم تبلیغ کا دھبہ ان سے دور کرینگے اور امت محمدیہ بھی آپ کی تائید میں انبیاء کی نصرت و تائید میں کھڑی ہو جائے گی تا کہ یہ عہد خداوندی پورا ہو کہ لیکون الرسول علیکم شہیدا و لتکونوا شہداء علی الناس اس لیئے آیات سابقہ کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ نبوت محمدیہ کے اثبات کیلیئے اہل کتاب کو توجہ دلائی گئی تھی کہ وہ اپنے پرانے مخطوطات مطالعہ کر کے آپکی تصدیق کریں ورنہ اگر امت محمدیہ کو خطاب سمجھا جائے تو نبوت محمدیہ مقام استدلال میں بالکل خالی رہ جاتی ہے کیا کوئی مسلمان گوارا کر سکتا ہے کہ آپ کی نبوت بلا دلیل رہے؟

خاتم النّبیین کے ماتحت نبی کا معنے خواب دیکھنے والا کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ خواب تو چھیالیسواں جزو نبوّت ہے جو آپ کے بعد امت محمدیہ کو عنایت ہوا ہے تو پھر اس کا انقطاع کیسے ہوگا؟ اس معنے کی تائید میں یہ کہنا کہ پہلے انبیاء خواب دیکھتے تھے اور انکے کتابوں کا نام رؤیا رکھا گیا تھا کچھ مفید نہیں پڑتا کیونکہ انکو نبوّت اس لیئے نہیں ملی تھی کہ ان کو خواب آتے تھے بلکہ نبوّت کا مفہوم وحی الٰہی تھی جو خوابوں کے علاوہ انکو دیگئی تھی اس لیئے خاتم النّبیین کا صحیح مفہوم یہ ہوگا۔ کہ حضورؐ کے بعد وحی رسالت نہیں آئیگی۔ جیساکہ خود حضورؐ نے بھی فرمادیا تھا کہ لانبی بعدی میرے بعد وحی نبوّت منقطع ہو چکی ہے اور کوئی نبی جدید مبعوث ہو کر نہیں آئیگا۔

پہلا مغالطہ

مرزائی [٢٤٢] اور بہائی دونو جریان نبوت کیلیئے قرآن شریف سے دو قسم کے استدلال پیش کرتے ہیں اوّل یہ کہ ٢٤٢
(امایاتینکم رسل) تمہارے پاس رسُول آئینگے یا یہ کہ امایاتینکم منی ھدی کہ تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت یعنے کتاب اللہ آئے گی۔ اور اسکا جواب یہ ہے کہ یہ خطاب عام مخلوقات بنی نوع انسان کیلیئے ہے صرف امت محمدیہ سے مخاطب نہیں ہے دوم یہ کہ اذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیین (سورہ احزاب اور سورہ آل عمران) خدا نے انبیاء سے عہد لیا تھا کہ ایک رسول آئیگا اور تم کو اس کی تصدیق کرنا ہوگا جس سے مُراد مرزائیوں کے نزدیک مسیح قادیانی ہے اور بہائیوں کے نزدیک مسیح ایران بہاءاللہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آل عمران میں ماقبل و مابعد مطالعہ کرنیسے ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئینگے تو تمکو تصدیق کرنا ہوگا کیونکہ اس آیت میں یا تو مراد صرف انبیاء بنی اسرائیل ہیں کہ جنہوں نے اپنی اپنی امت سے حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تصدیق کی نصیحت کی تھی اور وعدہ اطاعت لیا تھا اور خود بنی اسرائیل کا وعدہ بذریعہ انبیاء مُراد ہے کیونکہ یہ آیت حضورؐ کے حق میں ہی کسی دوسرے کے حق میں نہیں ہے اور سورہ احزاب میں اخذ میثاق سے مراد عہد تبلیغ ہے جو ہر ایک نبی سے لیا گیا ہے تاکہ قیامت میں اسکی تصدیق کی جائے اور دونو آیتونکو ایک آیت سمجھکر نئے نبی کی تصدیق کیلیئے وعدہ نکالنا تشریحات آیت سے بالکل خلاف ہے اور اسلام نے اسکی تصدیق بھی نہیں کی اسلیئے یہ خود رائی اہل اسلام کو منظور نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اگر کسی نئے نبی کی تصدیق مراد لی جائے تو یہ کیا ضروری ہوگا کہ اس سے مرزا صاحب ہی مراد لیئے جائیں مسیح ایران ان سے پہلے تھا اسے مراد کیوں نہیں لیا جاتا؟

دوسرا مغالطہ

۲۴۳ سورۂ مومن میں مذکور ہے کہ لن یبعث اللہ رسولا خدا کبھی کوئی رسول نہیں بھیجیگا۔ یہ مقولہ کفار
کا ہے اس لئے بعثت انبیاء جاری رہیگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقولہ قرآن شریف میں مومن آل فرعون
کی طرف سے درج ہوا ہے کہ جس نے اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق دعوت دی تھی اور ڈانٹ
کر بتایا تھا کہ اسے قوم تم میں پہلے یوسف علیہ السلام نبی ہو کر آئے اور تم نے ان کی تصدیق سے تنگ آ کے
کہا تھا کہ یوسف کے مرنے کے بعد کوئی رسول نہیں آئیگا تو وہ بات غلط نکلی اور حضرت موسےؑ مبعوث
ہو کر آگئے اب اس واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور کے بعد بھی بعثت انبیاء کا انکار مومن آل فرعون
نے مردود قرار دیا تھا کیونکہ زیر بحث اس وقت صرف بعثت موسےؑ تھی نہ کہ بعثت انبیاء بعد خاتم النبیین
اب ایک واقعہ کو دوسرے واقعہ پر چسپاں کرنا محض بے انصافی ہے جس کی تصدیق اسلامی روایات میں نہیں ملتی

تیسرا مغالطہ

۲۴۴ مرزائی اھدنا الصراط المستقیم سے بعثت انبیاء یوں ثابت کرتے ہیں کہ مکالمہ الٰہیہ نعمت عظیم ہے
جو انبیاء کو دی تھی اور امت محمدیہ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ منعم علیہم کا راستہ طلب کیا کرے جس کی تشریح
آیت اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین کرتی ہے پس جو شخص انبیاء کے راستہ پر چلے گا تو
ان کی تابعداری میں نبوت حاصل کر لیگا چنانچہ بقول مرزا مسیح قادیانی اسی اصول سے نبی بنایا گیا تھا کیونکہ
ظہور مسیح ابن مریم کی پیشینگوئی مرزا صاحب سے ہی وابستہ تھی اس کا جواب ہے کہ صراط مستقیم سے مراد
وہ طرز عمل ہے جو اس آیت میں مذکور ہے انک لتھدی الی صراط اللہ (شوریٰ) کہ آپ لوگوں کو
صراط مستقیم کی راہ بتلاتے ہیں جس کو صراط اللہ کہا گیا ہے اور یہ وہی راستہ ہے کہ سورہ یوسف
میں آپ کو ارشاد ہوا ہے کہ آپ اعلان کردیں کہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی میں اور میرے تابعدار صراط
مستقیم اور بصیرت افزا طریق پر قایم ہیں اس کی تصریح آپ نے فرقہ ناجیہ کی تعریف میں یوں مروی ہے کہ ما
انا علیہ و اصحابی یہ صراط مستقیم وہ اسلامی طریق عمل ہے کہ جس پر میں قایم ہوں اور میرے اصحاب۔ اب
خلاصہ یوں ہوا کہ ہمیں حکم ہے کہ ہم بدیں الفاظ دعا کریں کہ ہم کو اسوہ حسنہ پر قایم رہنے کی توفیق عنایت

فرمائی جائے اور یہی صراط مستقیم فبھداھم اقتدہ میں حضور کیلئے مخصوص تھا اور امت کے لیئے فاتبعونی میں خاص ہوگیا ہے اور منعم علیہم سے مراد تمام صحابہ بھی مراد ہیں کیونکہ انعمت علیکم (سورہ احزاب) میں صحابہ ہی کو مراد رکھا گیا ہے اور تخصیص انبیاء کی کوئی وجہ نہیں ہے اگر مان لیا جائے کہ انبیاء کے راستہ پر چلنے سے انسان نبی بن سکتا ہے تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ انسان خدا بھی بن جائے کیونکہ اسی صراط مستقیم کو صراط اللہ بھی کہا گیا ہے اور مَعَ کا لفظ ہمیشہ مصاحبت مع غیریت ظاہر کرتا ہے جیسا کہ ان اللہ مع المحسنین میں ہے کہ اس کی امداد و نصرت نیکوکاروں کے ہمراہ رہتی ہے ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا محسنین کا روپ بدلتا رہتا ہے ممکن ہے کہ آریہ کی طرح مرزائی بھی اس کو تسلیم کریں کیونکہ حوالہ ۱۲۳ میں مان چکے ہیں کہ "خدا بھی روپ بدلتا ہے" اور تاریخ قرآن پر نظر ڈالنے سے بالکل مطلع صاف ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں ایک اصول کی طرف اشارہ ہے جو المرء مع من احب میں مذکور ہے چنانچہ ایک صحابی نے حضورؐ سے عرض کیا تھا کہ دنیا میں تو آپ کا نیاز حاصل ہے آخرت میں چونکہ درجات مختلف ہوں گے آپ سے نیاز کیسے حاصل ہوگا تو اسکا جواب اس آیت میں دیا گیا تھا کہ اطاعت رسول نیاز حاصل کرنے کا بہترین طریق ہے جس کی تشریح حضورؐ نے احادیث میں فرمادی ہے کہ اہل جنت ایک دوسرے سے جب چاہیں گے ملاقات کریں گے ان کو کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اب اس معیت سے مراد معیت فی الجنۃ ہے نہ کہ معیت فی النبوۃ اگر معیت فی النبوۃ مراد لی جائے تو یوں ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب سے پہلے کوئی بھی صراط مستقیم پر نہ تھا کیونکہ کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا پس ثابت ہوا کہ مرزائی قرآن شریف میں تحریف معنوی کے مرتکب ہیں اور انکو تصریحاً اسلام سے کوئی سروکار نہیں رہا

چوتھا مغالطہ

یَجْتَبِی مِنْ رُّسُلِہٖ سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ نبی ہونگے اور ان کو اطلاع علی الغیب میں انتخاب کیا ۲۴۵
جائیگا اس کا جواب یہ ہے بعثت انبیاء کے سلسلے میں آپ آخری نبی ہو کر مبعوث ہوئے تھے اور اپنی صداقت پیش کرنے کیلئے سنۃ اللہ پیش کیا کرتے تھے جس کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ اطلاع علی الغیب خاصۂ انبیاء ہے اس لیئے ہم کو بھی اطلاع علی الغیب دی جاتی ہے اب اس مقام پر ایک اصول کو پیشگوئی تصور کرنا غلط ہوگا ورنہ لازم آئیگا کہ امت محمدیہ کو آئندہ انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہو نہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

کیونکہ اسی آیت کے اخیر پر مذکور ہے فامنوا باللّٰہ ورسلہٖ اور یہ مذکور نہیں ہے کہ امنوا باللّٰہ و ھذا الرسول

پانچواں مغالطہ

۲۴۶ ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا وان من قریۃ الا خلا فیھا نذیر وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا او معذبوھا قبل یوم القیمۃ۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ نے ایک اصول پیش کیا ہے کہ ہم رسول بھیجکر اتمام حجت کر لیتے ہیں تو اہل قریہ کی نافرمانی پر ہم عذاب دیتے ہیں اور یہی قاعدہ قیامت تک چلیگا اور اسی کے ماتحت ہم تمام بستیوں کو ہلاک کر دیں گے یا سخت عذاب میں مبتلا کرینگے اس سے معلوم ہوا کہ سلسلہ بعثت جاری ہے جواب یہ ہے کہ بیشک اس مقام پر ایک اصول مذکور ہے مگر یہ مذکور نہیں ہوا کہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ خاص حد تک ہے اس لئے ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم کی بعثت کا زمانہ قیامت تک ہے اور اسی کے ماتحت یہ تمام واردات واقع ہونے والی ہیں ورنہ اگر بعثت نبی کا زمانہ صرف حیات تک رہنا تسلیم کیا جائے تو اس غلط اصول کے مطابق ہر ایک زمانہ میں اور ہر ایک بستی میں ایک ایک رسول مبعوث ہونا ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ قریہ کا لفظ ہر چھوٹی بڑی بستی کو شامل ہے ارے قادیان کا نبی تو تیرہ سو سال بعد نکل گیا ارد گرد کی تمام بستیوں کے نبی کس نے دریافت کیئے اور نہیں تو ام القریٰ بٹالہ۔ لاہور۔ امرتسر۔ دہلی اور پشاور کا نبی تو بتایا جائے تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ ہر ایک بستی میں یا ہر ایک ام القریٰ میں ضرور نبی آتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے قرآن کے اصلی مطلب کو خیرباد کہدیا ہوا ہے ورنہ اصل مطلب یہی ہے کہ جن بستیوں کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ان میں بیشک انبیاء ضرور مبعوث ہوتے آئے ہیں اور انکی نافرمانی سے ان پر عذاب بھی آچکا تھا اب حضور کی بعثت کے وقت بھی یہی قاعدہ بتایا گیا ہے کہ حسب دستور سابقہ اب بھی ام القریٰ مکہ میں رسول مبعوث ہوا ہے اور اسکے نہ ماننے سے بھی عذاب ہوگا اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ہم ایک بستی کو ہلاک یا معذب کرینگے اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب بھی بربادی آتی ہے تو وہاں ایک رسول ضرور ہوتا ہے کیونکہ بربادی کے اسباب ہزاروں ہوتے ہیں جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے کہ زنا بھی موجب بربادی ہے اور جھوٹی قسم بھی موجب بربادی ہے اور اگر بربادی کو زیر اثر بعثت انبیاء ہی بنیاد ضروری سمجھا جائے تو پھر بھی بعثت رسل کا سلسلہ ثبوت نہیں ہے کیونکہ آپ کی بعثت تاقیامت ہے اور یہ تمام واقعات اسی بعثت محمدیہ کے ماتحت ہیں جو صرف ایک دفعہ ہی عرب میں ہو چکی ہے اور اگر بعثت ثانی کا قول کیا جائے تو ہر

ایک بستی میں بعثت ثانیہ کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ اور سنجی سرور کی طرح ہر گھر میں ایک ایک محمدؐ ہوگا اور کروڑوں کی تعداد میں بعثت ثانیہ ظہور پذیر ہوگی ؛

چھٹا مغالطہ

۲۴۷ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ۲۴۷ اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے کہ خدا تعالےٰ ایک نبی مبعوث کریگا جس کو خدا تعالےٰ تمام ادیان پر مظفر و منصور کریگا (دیکھو حوالہ ۹۱) مطلب یہ ہے کہ وہ نبی مرزا صاحب ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ وقت نزول سے پہلے ایسے رسول کا ظہور ہو چکا ہے کہ جسکو تمام ادیان پر غلبہ ہوگا وہ نبی خود رسول کریم ہی ہیں کہ جنہوں نے یہود و نصاریٰ ۔ بت پرست ستارہ پرست اور مادہ پرست اقوام پر ظاہری اور باطنی دونو طرح غلبہ حاصل کیا تھا جیسا کہ تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے اگر اس آیت کا یہ معنے لیا جائے ۔ کہ خدا تعالیٰ نے ایسا رسول کو بھیجنا تقدیر میں مقرر کر لیا ہے جس کو آئندہ کبھی وقت میں قیامت سے پہلے بھیجے گا اور اس سے تمام ادیان کو مغلوب کریگا تو اس لحاظ سے رسول سے مراد حضرت عیسےٰؑ ہونگے جو اسلامی سلطنت قایم کرکے یہود و نصاریٰ کو داخل اسلام کرینگے اور سوائے اسلام کے کوئی دوسرا دین قبول نہ کرینگے اور یہود و نصاریٰ کا ایسا استیصال ہوگا کہ ان کا نام و نشان تک نہیں رہیگا اگرچہ ایسے اہل کتاب میں خود اسلام قبول کرنے کے بعد بھی پرانی عداوتیں قایم رہیں گی اور منافقانہ صورت میں مسلمان نہیں گے لیکن مغلوب ہو کر اسلام کے نیچے دب کر رہیں گے اسلام کو دبانے والی طاقت دنیا میں اس وقت کوئی نہ ہوگی یہ معنی بھی اہل اسلام کو مقبول ہے تیسرا معنے اسکا یوں کیا جاتا ہے کہ اس آیت سے مراد مرزا صاحب ہیں کہ جنہوں نے گھر بیٹھے ہی اپنے خیال میں تمام ادیان پر غلبہ پالیا ہے اور انگریزی حکومت کی خانہ بوسی میں تن من دھن سب کچھ وقف کر دیا ہے اور خود عیسائیت میں جذب ہو کر اپنا اسلامی احساس بھی کھو بیٹھے ہیں اور بھنگن کی طرح اپنی قوت شامہ ضائع کرنے کے بعد کہنے لگ گئے ہیں کہ میرے آنیسے تمام بدبو جاتی رہی ہے یہ معنے اگرچہ داخلہ بیعت کے بعد تو ماننا پڑتا ہے کیونکہ مرزا صاحب جب بعثت ثانیہ محمدیہ کا ظہور ہیں تو قرآن شریف بھی نزول ثانی کا ظہور ہوگا گو پہلے نزول میں اس آیت سے نبی کریم مراد ہوں مگر نزول ثانی میں (براہین احمدیہ کے اندر) اس رسول سے مراد مرزا صاحب ہیں لیکن جو شخص ابھی تک بیعت نہیں کرتا اس سے یہ توقع رکھنا کہ صرف ہمارے کہنے سے رسول سے مراد مرزا صاحب تسلیم کرلے۔

بالکل قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ اس کے نزدیک یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اس پر کوئی قابل تسلیم دلیل پیش نہیں کیگئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت مسیح کا ایک نشان بھی مرزا صاحب میں تسلیم کیا جائے کیونکہ آپ حکم ہیں حاکم نہیں آپ عجمی المولد ہیں دمشقی المظہر نہیں اور آپ کا نزول بعد ظہور مہدی ہے مگر مرزا صاحب سے پہلے کوئی مہدی نہیں ہوا جو مرزائیوں کے نزدیک تسلیم کیا گیا ہو بہر حال ایسی بیشمار علامتیں ہیں جنمیں سے ایک کا وجود بھی بغیر تاویل کے مرزا صاحب میں نہیں پایا جاتا آخر تاویل کب تک چلیگی اگر تاویل ہی کا سلسلہ چلانا منظور رہے تو ہم کسی بندر کو تاویل سے انسان ثابت کرتے ہیں کیا آپ منظور کریں گے؟ براہین احمدیہ ص۴۹۹ میں ایک دعویٰ کیا تھا کہ ہمارے زمانہ میں تمام اطراف عالم میں اسلام پھیل جائیگا مگر وہ بھی پورا نہ ہؤا اور آپ مر گئے۔

ساتواں مغالطہ

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد اس آیت میں خود حضرت مسیح علیہ السلام نے پیشینگوئی کی ہے کہ میرے بعد ایک رسول احمد نامی آئیگا رسول اکرم کا نام تو محمد تھا احمد نہ تھا اسلئے یہ پیشینگوئی مرزا صاحب سے تعلق رکھتی ہے بیشک نزول اوّل میں اس کا تعلق حضور سے تھا مگر نزول ثانی میں اس کا تعلق مرزا صاحب سے ہے پس اس سے نزول مسیح اور جریان نبوّت دونو کا ثبوت ملجاتا ہے جواب یہ ہے کہ مادری نام بھی تو مرزا صاحب کا غلام احمد ہے صرف احمد نہیں ہے اگر یہ عذر ہو کہ خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں احمد کہکر پکارا ہے تو ہم بھی کہیں گے کہ حضور کا نام بھی آسمان میں احمد تھا صحف متقدمہ۔ تاریخ قدیم اور اقوال سابقین میں بھی آپکا نام احمد ہی معلوم ہوتا ہے آپ کی والدہ نے بھی تفہیم الٰہی کے مطابق آپکا نام احمد ہی رکھا تھا آپکے جدامجد عبد المطلب نے البتہ آپکا نام محمد رکھا تھا جو مکہ میں زیادہ مشہور ہو گیا تھا اور مخالفوں نے آپ کو محمد کی بجائے مذمم کہنا شروع کر دیا تھا اس وجہ سے مسلمانوں نے محمد ہی کہنا شروع کر دیا اور احمد کثیر الاستعمال نہ رہا۔ ورنہ دونو نام علمیت کے لحاظ سے برابر حیثیت رکھتے تھے ان میں سے کوئی بھی وصفی نام نہ تھا جیسا کہ مرزائیوں کا خیال باطل ہے اس واسطے یہ دلیل بھی داخلہ بعیت کے بعد مفید ہو سکتی ہے ورنہ اس سے پہلے جب بعثت ثانیہ اور نزول ثانیہ ہی ہمارے نزدیک مسلم نہیں تو ہم کیوں بے بنیاد بات پر اپنا ایمان تبدیل کریں۔ خارج از بعیت ایک ہی دلیل لکھی ہے اور وہ بھی صرف ایک دعویٰ کہ احمد وصفی نام ہے اور محمد ذاتی نام ہے اسلئے یہ آیت نبی کریم پر چسپاں نہیں ہو سکتی تو اسکے جواب

میں ہم نے بھی دو باتیں پیش کر دی ہیں اوّل یہ کہ مرزا صاحب کا نام بھی اسم علم تو غلام احمد ہے ہاں وصفی طور پر
(بقول مرزائیاں) احمد وصفی لقب ہوگا۔ علم ذاتی نہیں ہو سکتا اسلیئے اس آیت سے نہ جریان نبوت ثابت ہوئی اور نہ
صداقت مرزا کا نشان ملا۔

آٹھواں مغالطہ

محمد رسول اللہ۔ اللھم صل علی محمد۔ ان محمد اعبدہ ورسولہ من محمد رسول اللہ اس قسم کی ۲۴۹
عبارتیں قرآن شریف درود شریف۔ اذان اور تبلیغی خطوط میں موجود ہیں کہ جن سب میں محمد کا لفظ مذکور ہوا ہے
اور کسی جگہ بھی احمد کا لفظ نہیں آیا اسلیئے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جس احمد کی بشارت دی
تھی وہ محمد نہیں ہے احمد ہے اس کا جواب یوں ہے کہ خود مرزا صاحب اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ احمد سے مراد
محمد علیہ السلام ہی ہیں کوئی اور نہیں چنانچہ آئینہ کمالات ۴۲۲ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اس دنیا میں تمام بنی نوع ۲۵۰
انسان کا آنا جانا یکساں ہے مسیح بھی اسی طرح دنیا سے مر کر رخصت ہوا۔ ابھی تک اگر زندہ ہے تو من بعدی
اسمہٗ احمد کی پیشگوئی نبی کریم پر صادق کیونکر ہوئی کیا نزول مسیح کے بعد کوئی اور احمد آئیگا اربعین مجریہ
۱۹۰۰ء میں ہے کہ ہمارے نبی کریم کے نام دو ہیں اول محمد جو توراۃ میں مذکور ہے محمد رسول اللہ والذین معہ کا اشارہ
اسی کی طرف ہے دوم احمد جو انجیل میں مذکور ہے من بعدی اسمہ احمد سے مراد یہی نام ہے نیز ملاحظہ ہو ۱۸۷
۱۷۰ اگر کسی اور کی سند مرزائیوں کے نزدیک معتبر ہو سکتی ہے تو مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت حسان بن ۲۵۱
ثابت نے ہاتف سے سنا تھا کہ یا احمد یا احمد اللہ اعلی واجل اتاک ما وعدک بالخیر یا احمد ایک
یہودی نے کہا تھا کہ قد طلع نجم احمد اللیلۃ خدا نے آدم سے کہا تھا کہ آخر الانبیاء من ذریتک احمد
حضرت موسےٰ سے کہا تھا کہ جو احمد کا منکر ہے وہ داخل جہنم ہوگا۔ طلحہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں سوق بصرہ سے
ملک شام میں گیا تو ایک راھب نے پوچھا کہ کیا احمد مکہ میں پیدا ہو گئے ہیں میں نے کہا ہاں کہا وہ آخر الانبیاء ہیں مدینہ
میں ہجرت کرینگے ایک یہودی مکہ میں اترا تھا تو میلاد کی رات کہنے لگا کہ آج قریش میں احمد ظاہر ہو گئے ہیں۔
یہود خیبر یہود فدک۔ یہود بنی قریظہ اور یہود بنی نضیر کے پاس ایک تحریر موجود تھی جس میں حضور کی صفت لکھی ہوئی تھی
لیلۃ المیلاد میں سب کہتے تھے کہ طلع نجم احمد۔ ابن لبطا یہودی کا قول ہے کہ میرے پاس ایک تحریر ہے کہ فیہ

ذکر احمد۔ مقوقس شاہ مصر کا قول ہے کہ لیس بینہ وبین عیسیٰ نبی وھو اخر الانبیاء امرنا عیسیٰ باتباعہ وھو
النبی الذی اسمہ احمد ہے ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ مدینہ میں یہود کہتے تھے کہ حرم شریف میں ظہور احمد قریب ہے تو میں نے زبیر
بن باطا رئیس الیھود سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ سرخ ستارہ نمودار ہو گیا ہے جو ظہور نبی کی علامت ہے اسوقت
انبیاء میں سے کوئی نہیں رہا کہ جس کا انتظار ہو صرف نبی احمد اخر الانبیاء کا انتظار باقی ہے آپ ہجرت کر کے یثرب آئینگے
عبداللہ بن سلام سے خود حضور نے دریافت کیا تھا کہ میرے متعلق تورات میں کیا لکھا ہے تو آپنے کہا کہ اس میں ہے
من صفتہ کذا وکذا واسمہ احمد عجائب القصص فارسی میں ہے کہ حضور کی والدہ ایک دفعہ مدینے آئی تھیں تو حضور
سے کسی یہود نے پوچھا تھا کہ آپکا نام کیا ہے؟ تو میں نے کہا اسمی احمد تو اس نے میرے میاں کو بتایا کہ ھذا ھو نبی
ھذہ الامۃ یہ سنکر والدہ بہت جلد مکہ واپس چلی آئی تھیں ام ایمن کہتی ہیں کہ دوپہر کو دو یہودی آکر کہنے لگے کہ
اخرجی الینا احمد پھر دیکھ کر کہنے لگے کہ ھذا ھو نبی ھذہ الامۃ بہ یقع القتل والاسر۔
٢٥٢ کنز العمال میں لکھا ہے کہ آپنے فرمایا انا دعوۃ ابراھیم وبشری عیسیٰ صفتی احمد کان اخر من بشر بی
عیسیٰ ابن مریم۔ ان اللہ اعطانی مالم یعط احد قبلی من الانبیاء وانا احمد قال لی اللہ لن اخزیک فی امتک
یا احمد وفی مسلم عن ابی موسیٰ الاشعری انہ سمی لنا محمد او احمد وقال انا احمد وانا العاقب الذی لیس بعدہٗ نبی
کہ آپکی والدہ حضرت آمنہؓ نے دایہ حلیمہ سے کہا کہ حضور پیدا ہوئے تھے تو آپ کا منہ آسمان کو تھا اور ہاتھوں سے
زمین پر ٹیک لگائی تھی اس وقت آواز غیب سے آئی کہ اس کا نام احمد رکھنا۔ فی فتوح الشام۔ سفیان ہذلی کا بیان
ہے کہ ہمارا قافلہ شام کو جا رہا تھا کہ رات کو ہمیں ایک آواز آئی قد ظھر احمد فی مکۃ واپس آکر دیکھا تو ٹھیک تھا
خالد بن ولید کہتے ہیں کہ مجھے بحیرہ راہب کا دوست مسیماح ملا کہنے لگا کہ ھل وقع لنبیکم معراج قلت نعم
قال ھو الذی اخبر بہ عیسیٰ بن مریم حاکم حلب یوقنا عیسائی مسلمان ہوا تو اہل طرابلس سے کہا کہ نلت بشارۃ
عیسیٰ ابن مریم وھو دین احمد اور اسی نے ابو عبیدہؓ سے کہا ھو الذی بشر بہ عیسیٰؑ جب حضور تجارت کیلئے
شام گئے تھے تو ابو سہیل راہب (مصاحب بحیرہ) نے کہا کہ ھو الذی بشر بہ عیسیٰ ابن مریم ہامان نے خالد بن ولید
سے کہا کہ بشر بہ المسیح۔ ہرقل نے اراکین سلطنت سے کہا ھذا ھو النبی الذی بشر بہ عیسیٰؑ موضح
القرآن میں ہے کہ انہ محمد فی الدنیا واحمد فی السماء اتقان میں ہے کہ سموہ احمد ومحمد اقبل ان

یکون فتح البیان میں ہے کہ احمد ھو نبینا معناہ اکثر حمدًا للّٰہ او انہ محمّدً اکثر مسا محمد غیرہ واقعا اختاذ عیسی ھذا الاسم لان حمدہ للّٰہ اسبق من حمد الناس لہ۔ امام کرخی کا قول ہے کہ انما ذکرہ باحمد لانہ مکتوب فی الانجیل ومسمی بہ فی السماء وھو اسبق من تسمیۃ بمحمد قال علیہ السلام کیف صرف اللّٰہ عنی شتم قریش انھم یشتمون مذ مما وانا محمدؐ حاشیہ بیضاوی میں ہے کہ حضورؐ کے نام چار ہزار ہیں جنمیں سے ستّر نام اسمائے الٰہی سے اشتراک رکھتے ہیں اور آپ کے نام توقیفی ہیں جنمیں ہم نئے نام داخل نہیں کر سکتے قال بعض المحققین انما اشتھر اسم محمد فی القریش لانھم سموہ ومن ما فترائے المسلمون لفظ احمد حوالہ فنفی موضع الشتم تبدیل الاسم لیس بعجاب اذ سمی عمرو بن ھشام ابا جہل وسموہ ابا الحکم وسمی عبد العزی بن عبد المطلب ابا لھب راھل النار صرفًا عما اداہ من صباحۃ وجھہ۔ قال تبع فیہ شعرا

	شھدت علی احمد انہ لہ امۃ سمیت فی الزبور فلو مد عمری الی عصرہ۔	رسول من اللہ باری النسم وامۃ احمد خیر الامم لکنت وزیرالہ وابن عم
رفاعۃ بن زھیر =	او ما تجی من احمد	یوم القیمۃ والخصوم
مسلم =	وادخل الجنۃ ذات نسق	مجاورا لاحمد فی المرفق
خالد بن ولید =	وانی نجم بنی مخزوم	وصاحب لاحمد الکریم
فاطمۃ الزہراءؓ =	ماذا علی من شم تربۃ احمد بشیر نذیر ھاشمی مکرم	ان لا یشم مدی الزمان غوالیا عطوف رؤف من یسمی باحمد
علی کرم اللّٰہ وجہہ =	وسبطا احمد ولدای منھا	وایکم لہ سھم کسھمی

مرزا صاحب = شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم	آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتادہ میم
گر چہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال	چوں دل احمد نے بینم دگر عرش عظیم
برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے	جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

اسی قسم کے اشعار مرزا صاحب کے بہت ہیں جو براہین میں مذکور ہیں۔

نواں مغالطہ

من بعدی اسمہ احمد[٢٥٤] کی پیشینگوئی مرزا صاحب پر اسلیئے صادق آتی ہے کہ انجیلوں میں جو فارقلیط کا لفظ ٢٥٤
موجود ہے اس کا صحیح معنے ھازم الشیطان ہے جو حضور پر منطبق ہے (کیونکہ فارق بمعنے ڈرانے والا ہے اور
لیط بمعنے شیطان ہے) اور بعضوں نے فارقلیط کا معنی مُعزّی یا مُسلّی کیا ہے اور اس سے مراد بھی حضور ہی
ہیں کیونکہ آپنے من قال لاالہ الا اللہ دخل الجنۃ کا اعلان کر کے بتلا دیا تھا کہ اسلام ہی راہ نجات ہے جس
میں آکر انسان کو اطمینان خاطر حاصل ہو سکتا ہے۔ الابذکر اللہ تطمئن القلوب اور جو لوگ فارقلیط کا ترجمہ
احمد یا محمد کرتے ہیں تو وہ حسب تحقیق مصنف ینابیع الاسلام غلط ہے کیونکہ (بقول مصنف مذکور) یونانی
زبان کا اصل لفظ پیری کلی طاس تھا جسکے معنے تسلی دینے والا ہے مسلمانوں نے اسے پیری کلیوطاس سمجھا اور
اسکا ترجمہ احمد کر کے من بعدی اسمہ احمد کی پیشینگوئی کو صادق بنانے کی کوشش کی۔

اس مغالطہ کے دفعیہ میں یوں کہا جاتا ہے کہ اگر من بعدی اسمہ احمد کا مفہوم انجیل سے ثابت نہ ہو اور یہ نہ مانا جائے کہ فارقلیط کا جو لفظ انجیلوں میں وارد ہے اس سے مراد احمد ہی ہے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ قرآن شریف نے ایک ایسی پیشینگوئی حضرت مسیح کی طرف سے پیش کی ہے کہ جس کی تصدیق اناجیل سے نہیں ہوتی۔ حالانکہ مغالطہ ۴۸ کے جواب میں ہم نے کئی ایک غیر مسلم کے اقوال بھی پیش کیئے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اناجیل میں اس پیشینگوئی کا ذکر ضرور ہوا ہے اب مرزائی مسلک کے مقابلہ میں ایسے تمام اقوال کو ناقابل تسلیم قرار دینا قرین قیاس نہ ہوگا اسلیئے ماننا پڑتا ہے کہ فارقلیط کا معنے احمد ہی ہے اور مسلی یا معزی نہیں ہے اور مصنف ینابیع الاسلام کا کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ اناجیل میں اصل لفظ پیری کلیوطاس تھا جس کو غلطی سے سہو کاتب نے پیری کلی طاس (بحذف واو) لکھدیا تھا اور اس قسم کا محو و اثبات اناجیل کے قلمی نسخوں میں کثیر الوقوع تھا اب پیری کلی طاس کا ترجمہ کبھی تو مسلی یا معزی سے کیا جاتا ہے اور کبھی صاف ہی روح القدس ہی کو اس کا صحیح مفہوم تصور کیا گیا ہے اس لیئے خود اناجیل کے تراجم بھی غیر معتبر ہو گئے ہیں

کتاب[٢٥٥] اظہار الحق میں مولوی رحمت اللہ مرحوم مہاجر کی لکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام یہود میں پیدا ہوئے اور ٢٥٥
بیت المقدس کے پاس قریہ ناصرہ اور بیت اللحم میں پرورش پاکر عبرانی زبان میں انجیل خاص کی اور بقول نصاریٰ آخری

لفظ بھی ایلی ایلی لما سبقتنی آپنے عبرانی میں ہی بولے تھے اور واقعہ صلیب کے بعد حواریوں کو مختلف ممالک میں نکال دیا گیا تھا کیونکہ یہودیوں نے اصلی انجیل تلف کردی تھی او قتل وغارت سے عیسائی مذہب کی بیخکنی کرنا شروع کردیا تھا یہ لوگ پہاڑوں اور غاروں میں پوشیدہ طور پر اپنا مذہب شائع کرتے رہے اور کچھ عرصہ بعد یہودیوں کی طاقت کمزور ہو گئی تو حواریوں نے آبادی کی طرف رخ کیا چنانچہ یوحنا یہودی ایران میں آیا اور اس نے ۹۵ء میں سیرت مسیح یونانی زبان میں (بقول نصاریٰ) مرتب کرکے عیسائیت کی دعوت دی اور اس تاریخی کتاب کا نام انجیل یوحنا نام پڑ گیا۔

اصل انجیل جو خود حضرت مسیح نے عبرانی زبان میں لکھوائی تھی اس میں آپنے صاف لکھا تھا کہ میرے بعد احمد آئیگا انجیل یوحنا میں اس کا ترجمہ پیری کلیوطاس کیا گیا۔ جو قلمی نسخوں میں نقل در نقل ہونیسے پیری کلی طاس بن گیا بہر حال عیسائیت نے یونان میں پرورش پاکر ادھر ادھر پھیلانا شروع کردیا اور نجران میں پہنچ گیا چنانچہ تیسری صدی عیسوی میں وہاں کے حکمران ذونواس نے عیسائیت قبول کی اور مدینہ شریف کے پاس عیسائیوں کا مرکز بن گیا جس سے دوسرے عرب بھی خال خال عیسائی ہوگئے کیونکہ نجاشی عیسائی نے اُنپر حکمرانی شروع کردی تھی اور جب اسلامی حکومت نے اپنے قوت بازو سے سلطان محمد ثانی کے عہد میں قسطنطنیہ فتح کیا تو یونانی عیسائی ۱۴۵۳ء میں یورپ کو بھاگ گئے اور وہاں اپنی انجیل یونانی سے تعارف کرایا اور ۱۴۸۴ء میں ولیم ٹنڈیل پیدا ہوا اور جوان ہوکر سلاڈبری میں اتالیق بن گیا اسکے بعد وہ ۱۵۲۲ء میں لندن آیا اور ارادہ کیا کہ انجیل کا ترجمہ انگریزی میں کرے مگر کامیاب نہ ہوا پھر وہاں سے نکلکر کولون آگیا وہاں کے مشہور تاجر ہمفری نے اس کا ترجمہ انگریزی میں شائع کیا مگر لوگوں نے اسے باغی سمجھکر نکال دیا اسنے شہر وادمس جاکر دوسری دفعہ ترجمہ شائع کیا اور اس پر حواشی بھی بڑھائے اور جب یہ ترجمہ لندن پہنچا تو پادریوں نے اسے غلط قرار دیا اور سوائے دو نسخہ کے تمام نسخے جلوا دیئے اس کے بعد اسنے تیسری دفعہ بلجیم میں ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ کیا تو گرفتار ہوگیا اور ڈیڑھ سال قید کے بعد ۱۵۳۶ء میں اس کو پھانسی دے کر لاش جلائی گئی اس کے بعد تراجم کا رواج ہو گیا چنانچہ آجکل ۵۰۷ زبانوں میں انجیل کے تراجم موجود ہیں لیکن جو ترجمہ انگریزی میں موجود ہے اس میں ولیم مذکور کا ترجمہ آج تک ملتا ہے کیونکہ اس کا ترجمہ بہت نفیس اور سلیس زبان میں تھا۔

اب معلوم ہو گیا کہ عرب نے یورپ سے پہلے انجیل یوحنا پر کوئی گیارہ سو سال اطلاع حاصل کرلی تھی اور پیریکلید طاس کو احمد ہی سمجھا تھا اسلیئے ممکن ہے کہ اس گیارہ سو سال کے عرصہ میں جو نسخہ قلمی نقل در نقل ہونیکے بعد یورپ پہنچا ہو اسمیں پیری کلی طاس ہو جسکا ترجمہ ہو نہ تسلی دینے والا کردیا ہو۔ یا کسی نسخہ میں پاری کلا طاس

ہو اور کسی میں پاری کلی طاس - انگریزی تراجم شائع ہونیکے بعد جب انجیل یوحنا کا ترجمہ عربی میں شائع کیا گیا تو کسی نے اس لفظ کو بارقلط کی صورت میں مُعَرَّب بنایا اور کسی مترجم نے فارقلیط کی شکل میں پیش کیا ہو۔ جس کی تشریح شروع شروع میں تو احمد سے ہی کیگئی جیسا کہ مصنف ینابیع الاسلام بھی مانتا ہے مگر بعد میں بارقلط اور فارقلیط کا مفہوم الگ الگ قرار دیکر اسلام کی ذہنیت کو غلط ثابت کیا گیا اور کہدیا کہ مسلمانوں نے اس مقام پر احمد کے سمجھنے میں غلطی کی ہے حالانکہ مصنف مذکور کی رائے تاریخی طور پر خود غلط ہے کیونکہ اصل یونانی لفظ عرب میں یورپ سے پہلے گیارہ سو سال پہنچ چکا تھا اور انہوں نے صحیح طور پر اس کا ترجمہ احمد کر لیا تھا اور چونکہ عبرانی زبان ان کی ہمسایہ زبان تھی اور ملک شام میں آمد و رفت کثرت سے تھی جس سے وہ بخوبی عبرانی زبان کے ماہر ہو چکے تھے اسلیئے ہم بوثوق کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے خود عبرانی زبان کے اصلی لفظ کو بھی یونانی زبان کے لفظ سے ضرور مطابق کیا ہوگا اس تحقیق تک انگریزوں کے عیسائی بننے سے پہلے پہنچ چکے تھے کہ اس لفظ سے احمد نبی ہی مراد ہیں آخر جب اسلام آیا تو اس وقت بھی یورپ عیسائیت سے ناواقف تھا مگر عرب کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے سامنے صاف اقرار کیا کہ من بعدی اسمہٗ احمد کی پیشینگوئی انجیل میں موجود ہے اور کسی نے یہ عذر نہیں پیش کیا کہ اس لفظ کا معنے روح القدس ہے یا معزی یا مسلی ہے کیونکہ ایسی ایجاد کرنیوالے یورپین ابھی تک عیسائیت سے بے خبر بیٹھے ہوئے تھے۔)

اب تیرہ سو سال تک اسلام نے عربی عیسائیوں کی تحقیق کے مطابق سمجھا ہوا کہ پاری کلیوطاس ہی انجیل یوحنا میں مذکور ہوا ہے اور اسی کا ترجمہ احمد ہے مگر جب عیسائیوں نے انگریزی تراجم کے بعد عربی میں تراجم شائع کیئے تو مترجمین نے اس لفظ کو فارقلیط یا فارقلط معرب بنایا پھر بھی مسلمان یہی سمجھتے رہے کہ اس لفظ کی تعریب میں بھی یہی معنے مذکور ہیں لیکن مصنف ینابیع الاسلام سب کے بعد یہ دعویٰ پیش کرتا ہے کہ یہ لفظ فارقلیط غلط طور پر مُعَرَّب بنایا گیا ہے اور اسکے معنے احمد کے نہیں ہیں کیونکہ اس کی تعریب پاری کلی طاس سے واقع ہو گئی ہے نہ پاری کلیوطاس سے۔ مگر ہم ضرور کہینگے کہ اس تعریب میں غلطی تمہارے عیسائی مترجمین نے ہی کی ہو گی جس کے ذمہ دار وہ خود ہونگے اور مسلمان جو اس پیشینگوئی میں احمد سمجھتے ہیں اس کی بنیاد یہ تعریب نہیں ہے بلکہ وہ اصلی لفظ یونانی ہے کہ جس سے اسلام سے پہلے عربوں نے احمد سمجھ لیا تھا اب خواہ اس کو موڑ توڑ کر پاری کلیوطاس بناؤ یا پاری کلی طاس۔ تمہارا اختیار ہے ورنہ ہزار سال کے بعد کی تحقیق اس سے پہلے تحقیقات پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتی۔

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ پاری کلیوطاس کا ترجمہ بجائے احمد کے انہوں نے روح القدس یا تسلی غلط طور پر کیا ۲۵۶
ہے کیونکہ انجیل میں یوں مذکور ہے کہ "حضرت مسیح نے فرمایا کہ میں خدا سے تمہارے لئے پیری کلیوطاس طلب کرونگا تاکہ
تمہارے پاس وہ ہمیشہ رہے جب تک میں نہ جاؤں گا وہ نہیں آسکتا وہ تمہیں غلطیوں پر سرزنش کرے گا اور تم پر حاکم ہوگا
میں تمہیں نہیں بتاتا وہ تم کو حق بات سمجھائیگا اور وہ خود اپنی طرف سے نہیں بولیگا۔ بلکہ خدا کی طرف سے حکم پاکر بولے گا"
عیسائی کہتے ہیں کہ واقعہ صلیب کے بعد پنتکوست کے دن روح القدس آیا اور اس نے حواریوں کو تسلی دی اور یہ پیشینگوئی
سچی ہوگئی لیکن غور کے بعد معلوم ہوگا کہ یہ غلط ہے کیونکہ روح القدس پہلے بھی آتا تھا اس کے آنے کی پیشینگوئی کرنا اور کہنا کہ
جبتک میں نہ جاؤنگا وہ نہیں آئیگا اور اس کو ہمیشہ ساتھ رہنے والا بتانا اور حاکم تصور کرنا یہ سب ایسی باتیں ہیں جن سے صاف
ثابت ہوتا ہے کہ پاری کلیوطاس سے مراد روح القدس نہیں ہے بلکہ انسان مراد ہے ورنہ حضرت مسیح کے بعد جو بیس آدمی
اپنے اپنے زمانہ میں اس پیشینگوئی کے بعد نبوت کے مدعی نہ بنتے جنمیں سے ایک مدعی مونٹانس بھی تھا جیسا کہ تاریخ کلیسیا
مطبوعہ ۱۸۶۸ء کے ص۹۸ میں مذکور ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ظہور احمدی سے پہلے ہی یہ ثابت ہو چکا تھا کہ "آنیوالا انسان ہوگا
فرشتہ نہیں" اور جب آپ کا ظہور ہو گیا تو ساری پیشینگوئی واقع ہوگئی کیونکہ آپ صادق القول۔ حاکم الاسلام
ناہی عن المنکر۔ آمر بالمعروف۔ دائم الاسلام اور قائل بالوحی تھے اور اس توقع کی تصدیق یوں بھی ہے کہ
انجیل برنباس میں صاف لکھا ہے کہ احمد آئیگا کتاب الاعمال میں حضرت موسےٰ کا قول منقول ہوا ہے کہ خدا تعالےٰ ۲۵۷
میرے جیسا تمہارے بھائیوں سے ایک نبی مبعوث کرے گا اور اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالے گا (استثناء باب ۱۸) یوحنا باب ۱ میں ہے
کہ حضرت یحییٰ سے سوال ہوا کہ وہ نبی تم ہو؟ کہا نہیں۔ تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ حواریوں نے پوچھا کہ آپ کی امت کے
بعد کوئی اور بھی امت ہے تو آپ نے فرمایا ہاں امت احمد ابھی باقی ہے اور وہ صلحاء پاکدامن ہونگے۔
عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت موسےٰ نے اپنا مثیل حضرت عیسےٰ کو بنایا تھا مگر یہ غلط ہے کیونکہ حضرت موسےٰ کی طرح ۲۵۸
حضور نے پہلے شرائع کو منسوخ کیا تھا جہاد کا حکم دیا تھا والدین سے پیدا ہوئے تھے نہ کہ مسیح اور موسےٰ علیہ السلام نے ہی مصر
سے نکلکر شہر شرب کو ہجرت کی تھی (جو اس وقت ایک کاہن کے نام پر موجود تھا) آپ نے بھی یثرب کو اپنا دار الہجرت بنایا اور آپ
بنی اسماعیل سے پیدا ہوئے کیونکہ من اخوانکم کا لفظ موجود ہے اور عیسےٰ علیہ السلام بنی اسحاق سے پیدا ہوئے تھے اسلئے
مثیل موسےٰ حضور ہیں عیسےٰ علیہ السلام نہیں تھے۔

دسواں مغالطہ

۲۵۹ مجمع البحار میں حضرت عائشہؓ کا قول مذکور ہے کہ قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ[۲۵۹] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد نبوت جاری ہے جواب یہ ہے کہ اگر یہ قول صحیح ہے تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں کیونکہ آپ نے لا نبی بعدہٗ سے یہ مراد لیا ہے کیونکہ حضور کے بعد کوئی نبی زندہ نہیں ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ آپ کے بعد کوئی مبعوث نہیں ہے کہنا بھی غلط ہے کیونکہ کنز العمال میں خود عائشہؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ لم یبق من النبوۃ بعدہ شئی الا المبشرات حضورؐ کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی نہیں ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ جریان نبوت کے قائل نہ تھیں انہوں نے جو کچھ کہا ہے صرف نزول مسیح بجسم عنصری کو پیش نظر رکھکر کہا ہے اور بس۔

گیارہواں مغالطہ

۲۶۰ حضرت مغیرہؓ[۲۶۰] جریان نبوت کے قائل تھے کیونکہ انکے پاس کسی نے کہا کہ خاتم الانبیاء لا نبی بعدہٗ تو آپ نے فرمایا کہ جب تم نے خاتم الانبیاء کہا ہے تو بس یہی کافی ہے لا نبی بعدہ کہنے کی کیا ضرورت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پھر حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجسم عنصری اترنے والے ہیں تو پھر یہ فقرہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ کوئی نبی آپ کے بعد ظاہر ہونے والا نہیں ہے (تفسیر دُرّ منثور) بہر حال ہمیں لا نبی بعدہ کا معنے سوچ لینا چاہئے تاکہ آئندہ کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے کیونکہ اس میں بعدہ خبر کے مقام پر آیا ہے اور خبر افعال عامہ یا افعال خاصہ سے محذوف ہے اسلئے پہلا معنے یہ ہے کہ لا نبی مبعوث بعدہ حضور کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملیگی۔ مرقات حاشیہ مشکوٰۃ میں یہی معنے لیا گیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

دوسرا معنے یہ ہے کہ لا نبی خارج بعدہ حضور کے بعد کسی نبی کا ظہور نہیں ہوگا حضرت مغیرہؓ نے یوں سمجھکر اسے غلط قرار دیا ہے

تیسرا معنے یہ ہے کہ لا نبی حی بعدہ حضور کے بعد کوئی نبی زندہ نہیں ہے حضرت عائشہؓ نے یہی سمجھکر اس حدیث سے انکار کیا ہے کیونکہ حیوٰۃ مسیح کی روایت خود ان سے مروی ہے

چوتھا معنے یہ ہے کہ لا نبی یکون بعدہ حضور کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں ہوگا۔ یہ مرزا صاحب کا مذہب تھا۔ جو بعد میں تبدیل ہو گیا تھا (۲۰۰ و ۲۰۲) یہاں قابل تعجب یہ بات پیدا ہو گئی ہے کہ مسلمان حضور علیہ السلام پر جریان نبوت کو ختم کر دیتے ہیں اور مرزائی مسیح قادیانی کے بعد کسی کو نبی نہیں مانتے (اب ان لوگوں کا جواب حضور کے بعد اسی طرح ہے جیسا کہ مرزا صاحب کے بعد ہو سکتا ہے زیادہ تردید کی ضرورت نہیں ہے۔

بارہواں مغالطہ

٢٦١ [٢٦١] لوعاش ابراھیم لکان نبیًا اگر حضرت ابراہیم بن محمد علیہ السّلام زندہ رہتے تو نبی ہوتے اور یوں بھی آیا ہے کہ لو کان ابراھیم حیا لکان نبیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے بعد نبوّت کا امکان تھا جواب یہ کہ مدارج النبوۃ میں صاف لکھا ہے کہ یہ حدیث امام نووی کے نزدیک موضوع ہے تو پھر اس سے استدلال کیسے صحیح ہو سکتا ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت انسؓ یا عباسؓ نے لبطور مبالغہ کہدیا ہوگا ورنہ حضورؐ نے یوں نہیں فرمایا تھا موضوعات کبیر ص۶۵ میں ملا علی قاری کہتے ہیں کہ لو صادعمر نبیا لکان من اتباعہ اور اسی طرح لوعاش ابراہیم لکان نبیا کو اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو یہ معنے ہونگے کہ بالفرض اگر کوئی نبی ہو بھی جاوے تو اسے شریعت محمدّیہ کے ماتحت رہنا پڑیگا جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ لو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی اگر حضرت موسےٰ زندہ ہوتے تو وہ بھی میرے ہی تابع ہوتے مگر وہ زندہ نہیں ہیں اسی طرح دوسرے انبیاء کی بعثت بھی بند ہو چکی ہے اس واسطے کوئی نبوّت ظہور میں نہ آئی اور جس طرح موسےٰ علیہ السّلام کی زندگی آپکے بعد ناممکن تھی اسی طرح خاتم النبیین نے تمام دوسری فرضی نبوتوں کو بھی ممنوع قرار دیا اور نزول مسیح میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ آپ بھی حضورؐ کی امت ہونگے اور اسی شریعت کے تابعدار ہونگے اور اپنی شریعت پر حکم نہ کرینگے کیونکہ ان کی نبوّت حضورؐ کے بعد شروع نہیں ہوئی بلکہ پہلے شروع ہوئی اور ختم بھی ہو چکی تھی اب گویا اعزازی خدمت پرنپشن کے زمانہ میں یہ کام کرینگے۔ جو صرف عہدہ مجدّدیت ہوگا۔

تیرہواں مغالطہ

٢٦٢ [٢٦٢] لانبی بعدی کا معنے یہ ہے کہ آپکے بعد مستقل کوئی نبی نہ ہوگا جیسا کہ ما انا الا باقیھم سے مراد قبلیۃ متصلہ ہے پس جس طرح آپکے پہلے چھ صدی کے اوپر نبی آئے ہیں اسی طرح آپکے چھ صدی کے بعد نبی کا آنا ممکن ہوگا جواب یہ ہے کہ پھر تو مثیل مسیح کو چھٹی صدی میں پیدا ہونا چاہیئے تھا یہ چودہویں میں کیوں پیدا ہوا خوب تک بندی جوڑی ہے کیا مرزا محمود طبابت سے پیٹ پالتے ہیں جو مرزا صاحب کا باپ طبابت پیشہ تھا تو پھر یہ کیوں نہ ہوئے ایسے قیاسات صرف وہم کے درجہ پر ہیں ان کو حجت شرعیہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

چودہواں مغالطہ

٢٦٣ [٢٦٣] اس زمانہ کا مجدّد کون ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ہیں جنہوں نے مہدی ہونے کا دعوی کیا اور حدیث

لا مهدی الا عیسیٰ سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب عیسیٰ بھی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت تسلیم شدہ ہے اسلئے اجرائے نبوت ثابت ہوا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ کا مجدد مرزا صاحب کو کون تسلیم کرتا ہے؟ ہر ایک فرقہ اپنے لئے الگ مجدد تجویز کرتا ہے حنفی حضرات بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کو تسلیم کرتے تھے۔ دیوبندی مولوی رحمت اللہ صاحب کو۔ اہلحدیث اسمٰعیل شہید کو۔ اور ہمارے نزدیک مجدد کی شخصیت ممنوع ہے۔ حجج الکرامہ میں لکھا ہے کہ ہر ایک جماعت علمائے اسلام مجدد وقت کہلاتی ہے جو احیائے سنت کا کام کرتے رہتے ہیں ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ایں بیشک تو مذکور ہے کہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد آتا ہے جو احیائے اسلام کرتا ہے مگر صدی کا سر معلوم نہیں کہ ہجری ہے یا عیسوی یا کوئی اور کیونکہ سنہ ہجری حضرت عمر کے زمانہ میں تجویز ہوا تھا۔ اور سنہ عیسوی کا رواج اس وقت مسلمانوں میں نہ تھا اگر رواج تھا تو سنہ بعثت یا سنہ فیل کا رواج تھا اس کے بعد پھر یہ معلوم نہیں کہ سر سے کیا مراد ہے ابتدائے صدی یا اختتام صدی۔ کسی کے متعلق کوئی دلیل نہیں ملتی اور صرف زبانی کہدینا کافی نہیں ہے اس کے علاوہ من یجدد دین من لفظ عام ہے اس میں شخصیت نہیں ہے اس لئے ایک جماعت بھی مجدد ہو سکتی ہے اور ایک یا ایک سے زیادہ بھی اس لئے مرزا صاحب جب شخصی طور پر مجدد نہیں بن سکتے تو پھر دوسری دعاوی کیسے صحیح ہونگے ورنہ ایسے دعاوی کے حقدار تمام مجددین ہوں گے تخصیص مرزا کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

پندرہواں مغالطہ

مسجدی آخر المساجد میں حضورؐ نے اپنی مسجد کو آخری مسجد کہا ہے حالانکہ مسجد نبوی کے علاوہ بیشمار مسجدیں موجود ۲۶۴
ہیں اسی طرح آخر الانبیاء کے بعد کئی ایک نبی ہو سکتے ہیں اور آخر کا لفظ انقطاع نبوت کی دلیل نہیں ہے جواب یہ ہے کہ آخر المساجد سے مراد آخر المساجد النبویہ ہے اور مطلب ہے کہ حضورؐ کی مسجد نبویہ اپنی نوعیت میں آخری مسجد ہے جیساکہ مسجدی کا لفظ بتا رہا ہے کہ آپ کی مسجد نبوی مراد ہے اور ترغیب و ترہیب میں آخر المساجد النبویہ کی تصریح بھی موجود ہے اب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب حضور کی مسجد کے بعد مسجد نبوی کوئی نہیں اسلئے کوئی نبی بھی آپکے بعد نہیں ہوگا ورنہ اس کی مسجد بھی مسجد نبوی کہلائے گی اس لئے یہ حدیث انقطاع نبوت کی زبردست دلیل ہے۔

سولہواں مغالطہ

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضورؐ تم میں سے کسی آدمی کے ۲۶۵

باپ نہیں ہیں مگر رسول خدا اور خاتم النبیین یعنے روحانی باپ ہیں اور نبوت کے سلسلہ میں جس قدر انبیاء آنیوالے ہیں وہ تمام آپکے روحانی بیٹے ہیں اور آپ کی تابعداری میں انبیاء کہلانے کے مستحق ہیں ورنہ جو نبی آپکے تابعداری کے خلاف مدعی نبوت ہو وہ چونکہ آپکا روحانی بیٹا نہیں اسلیئے نبی کہلانے کا مجاز نہیں ہے اور یہ نبوت جزوی نبوت ہوگی جو نبوت ثانیہ کی بنا پر جز تسلیم کی گئی ہے جس کی ابتداء رؤیائے صالحہ سے ہوتی ہے اور یہی وہ نعمت ہے کہ جس کا سوال ہمیں اہدنا الصراط المستقیم میں تعلیم کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ خیال درست ہو تو مرزا صاحب کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ یہ ضروری تھا کہ اول التابعین حضرت صدیق اکبر نبی ہونے کا دعویٰ کرتے اس موقعہ پر لکن حرف استدراکیہ نہیں ہے کہ جس سے پچھلے مفہوم کے خلاف بیان کیا جاتا ہے ورنہ یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ولکن ابا احد مّن نسائکم حالانکہ یہ بھی غلط ہے اسلیئے اسکو لکن انتقالیہ کہا جائیگا جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ پہلے مضمون کے علاوہ ایک مضمون جدید شروع ہونا بتایا جاتا ہے۔

سترہواں مغالطہ

[۲۶۶] جب یوں کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے تو لانبی بعدی کیسے ثابت رہیگا کیونکہ آپکے ۲۶۶
بعد نبی تو آگیا اور نبوت بھی جاری رہی کیونکہ حضرت مسیح کی نبوت بھی ان کے پاس ہی رہیگی اس کا جواب ہے کہ لانبی بعدی کا مطلب یہ ہے کہ آپکے بعد بعثت انبیاء کا سلسلہ بند ہے نہ یہ کہ اگر انبیاء سابقین میں سے بھی کوئی آپکے بعد ظاہر ہو تو وہ بھی مرجائیگا حضرت خضر علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت قدیم ہے اب تک انکے زندہ رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی نبوت بھی جاتی رہی۔

اٹھارہواں مغالطہ

[۲۶۷] خاتم انگوٹھی کو کہتے ہیں یا خاتم مہر کے معنے میں آتا ہے یا خاتم بمعنے کامل ہے اور کبھی تعریفی موقعہ پر آخر کے معنے ۲۶۷
میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ متنبی کو خاتم الشعراء کہا گیا ہے مگر کسی طرح بھی لفظ خاتم سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپکے آنے سے نبوت بند ہوگئی ہے کیا ایک نعمت کے بند ہونے سے حضور کی عظمت ظاہر ہوگی یا زیادہ ہونے سے آپ کی فوقیت دوسرے انبیاء پر ثابت ہوگی اسلیئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ نبوت جاری ہے جیسا کہ پہلے بھی جاری تھی لیکن کوئی نبوت آپ کی منظوری اور آپ کی تصدیقی مہر کے سوا جاری نہ ہوگی اسلیئے جو نبی آپکے ماتحت نہ ہوگا وہی کافر بے ایمان مفتری

کاذب اور دجّال ہوگا اور جسپر آپ کی تصدیقی مہر ہوگی وُہ نبی تابعدار خادم شریعت ہوگا چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے متعلق کہا گیا ہو کہ لوکان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی اور مسیح علیہ السّلام کے متعلق بھی نبی کا لفظ آیا ہے جس سے مُراد امتی نبی ہی ورنہ اسرائیلی نبی نہیں ہے۔

اس تمام تقریر کی بُنیاد اس پر ہے کہ آیت وخاتم النبیین میں لفظ خاتم بمعنے آخر نہیں ہے اور آخر ہے تو بطریق مبالغہ ہے ورنہ اس کا معنے جاعل النبیین اور سید النبیین ہوگا لیکن لغت میں خاتم القوم اخرھم آیا ہے اور حدیث شریف میں خواتیم سورۃ البقرہ سے حقیقی طور پر آخری آیات مراد ہیں اور اس آیت کے نزول سے پہلے جس قدر یہود و نصاریٰ کی تحریرات ملتی ہیں ان میں بھی آخر الانبیاء کا ہی انتظار کیا گیا ہے اور بعد میں بھی جس قدر اسلامی تصریحات ملتی ہیں ان میں بھی آپ کو آخر النبیین ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ اسلیئے سیاق وسباق دونو کی بنیاد پر خاتم النبیین کا معنے آخری نبی ہی ہوگا نبی ساز یا تصدیق کنندہ نہ ہوگا کیونکہ اس معنے کی تصدیق نہ لغت میں ہے اور نہ کوئی تصریح قدیم یا جدید اس کی تائید کرتی ہے دیکھو ۲۲۸ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ پس ہم حضورؐ کو نبی کامل سیّد المرسلین۔ افضل الانبیاء اور مصدق الانبیاء مانتے ہیں تو اس لفظ کے ماتحت نہیں مانتے بلکہ ایسے مضامین کیلئے دوسرے موقعہ پر ہزارہا تصریحات موجود ہیں جن سے ہمارا یہ مطلب پورا ہو جاتا ہے اور چونکہ علماء امتی کا بنیاء بنی اسرائیل وارد ہے اور نزول مسیح کا مسئلہ عقائد اسلامیہ میں داخل ہے اسیلئے آپ کے آنیسے نبوّت کا بند ہو جانا یہ معنے نہیں رکھتا کہ اب دنیا میں کوئی شخص بھی احکام شرعیہ پر عملدرآمد کرنے کا مجاز نہ ہوگا بلکہ یہ معنے ہے کہ آپ کی شریعت چونکہ پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے اسیلئے نبی جدید بھیجکر اس کو ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں رہی گویا آپ کا وجود آسمان نبوّت پر عین سمت الراس پر قایم ہونیوالا سورج تہا اور باقی انبیاء وجود طلوع آفتاب یا نصف النہار کے کسی درجہ پر تہا اسیلئے تکمیل نبوّت کی وجہ سے اور عدم احتیاج نبوّت جدیدہ کی وجہ سے آپ پر نبوّت ختم ہوئی ہے جو ایک اعلےٰ درجہ کا امتیازی مرتبہ ہے اور نہ اس طریق پر بند ہوئی ہے کہ ابھی نبوّت تکمیل کو نہیں پہنچی تھی اور آپ سنگ راہ واقع ہو گئے ہیں بہر حال ایسے ناپاک خیال حضورؐ کے متعلق گستاخی کا موجب ہیں۔

انیسواں مغالطہ

۲۶۸ ما ارسلنا من نبی الا اذا تمنی۔ الایہ کے بعد ایک قراءت میں ولا محدّث بھی وارد ہوا ہے۔ اور ایک

روایت میں آتا ہے کہ ستکون فی امتی عدد ثوان ای متکلمین پس آیت اور حدیث کے ملانیسے معلوم ہؤا کہ رسالت یا نبوّت کا سلسلہ امت محمدیّہ میں جاری رہیگا۔ جواب یہ ہے کہ قرآن شریف میں ہوا اور پانی کے متعلق بھی ارسلنا کا لفظ واقع ہے اسلیئے صرف ارسلنا کے لفظ سے نبوّت کا ثبوت نہیں ہے اور اس آیت میں بھی انبیائ سابقین کی نبوّت کا ثبوت ارسلنا سے نہیں ہے بلکہ اس مطلب کے لیئے دوسرے دلائل ہیں جو اپنی جگہ پر مذکور ہیں اور حدیث صحیح یوں ہے کہ لوکان فی امتی احد لکان عمر۔

بیسواں مغالطہ

۲۶۹ یا عم انت خاتم المھاجرین کما انی خاتم النبیین اس حدیث میں حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو خاتم المھاجرین فرمایا ہے حالانکہ آپ کے بعد بھی ہجرت کا مسئلہ جاری ہے اور تشبیہ دینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد بھی اسی طرح سلسلۂ نبوّت جاری رہیگا جواب یہ ہے کہ اس مقام پر ہجرت مکہ مراد ہے مطلق ہجرت مُراد نہیں ہے اور حضرت عباس تک اس ہجرت کا اعتبار رہا جس کی وجہ سے صحابہ مہاجرین کہلائے ورنہ بعد میں ہجرت کرنیوالوں کو مہاجرین صحابہ کا لقب نہیں دیا گیا اسلیئے یہ روایت انقطاع نبوّت کی دلیل بن گئی کیونکہ اب یہ معنے ہوئے کہ اے چچا تم خاتم المہاجرین ہو تمہارے بعد جو بھی مکہ چھوڑ کر مدینہ میں آئیگا اس کو مہاجر کا لقب نہیں ملیگا جس طرح کہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد بھی جو شخص مدّعی نبوّت ہوگا (خواہ کسی طرح کا ہو) وہ نبی تسلیم نہیں کیا جائیگا بلکہ مفتری کذاب اور ملعون ہوگا۔

اکیسواں مغالطہ

۲۷۰ فیکم النبوۃ والمملکۃ حضورؐ نے حضرت عباس سے فرمایا تھا کہ تمہارے خاندان میں سلطنت اور نبوّت رہے گی جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بنی عباس میں نبوّت بھی جاری رہی ہے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کسی معتبر روایت سے اس کو تسلیم نہیں کیا گیا اسلیئے آیت قرآنیہ کے مقابلہ میں اس کو تسلیم کرنا یا اسکو آیت کی مخصص سمجھنا بیوقوفی ہوگی علاوہ اسکے اگر اس حدیث کو واقعات کی رُو سے دیکھا جائے تو فیکم النبوۃ کا ظہور کسی خلیفہ وقت بنی العباس کے عہد میں نہیں ہوا شائد تجویز تو تھی مگر وقوع پذیر نہیں ہوئی اسلیئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضورؐ نے یہ نہیں فرمایا ورنہ کیا مجال تھی کہ اس پیشگوئی کا ظہور نہ ہوتا۔

بائیسواں مغالطہ

٢٧١ ابوبکر[٢٧١] خیر الناس الاان یکون نبی حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ صدیق اکبر بنی نوع انسان سے افضل ہیں مگر یہ کہ کوئی نبی ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد نبوت جاری ہے ورنہ مضارع (یکون) وارد نہ ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ الاان یکون نبی مراد ایا لناس اگر ناس کے لفظ سے انبیاء مراد ہوں تو پھر آپ کو خیر الناس کا لقب نہیں ملیگا اس کی تائید واقعات کے علاوہ تمام وہ روایات بھی کرتی ہیں جو فضیلت صدیق میں مروی ہیں اسلئے اس سے یہ مراد لینا کہ ایک نبی ہوگا کلام کو بے ربط کر دیتا ہے اور استدلال جریان نبوت کی تکذیب کرتا ہے

تیئیسواں مغالطہ

٢٧٢ اَنَا مُقَفًّى[٢٧٢] حضرت ابو موسےٰ اشعری کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنا نام مقفے بتایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء آپ کے بعد آئینگے وہ حضور کے مُقتَفِیْ ہونگے اور پیرو کہلائینگے اور حضور انکے مُطَاع اور مُقَفّٰی ہونگے اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا سلسلہ جس طرح پہلے جاری تھا اسی طرح اب بھی جاری ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مُقَفًّى اسم مفعول ہے جو بشہادت آیہ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ ماضی کی تحویل میں آکر اَلَّذِیْ قُفِّیَ بِہٖ کے معنے دیتا ہے کہ آپ سب کے آخر لائے گئے ہیں ورنہ مستقبل کے معنے میں اگر اس کو تحویل کیا جائے تو یوں ہوگا کہ اَلَّذِیْ یُقَفّٰی بِہٖ وہ نبی کہ جس کو بعد میں بھیجا جائیگا اور یہ معنے غلط ہے کیونکہ آپ نبی ہو کر مبعوث ہو چکے تھے اور اگر یہ تحویل کی جائے کہ الذی یقفی بالغیر بعدہ کسی غیر کو آپ کے تابعدار بنا کر بھیجا جائیگا تو مستدل کا مطلب تو پورا ہو جائیگا لیکن مقفے کا لفظ ایسی تحویل و تبدیل کو برداشت نہیں کرتا اس لئے یہ استدلال بالکل عربی زبان سے ناآشنائی کی وجہ سے غلط ہے

چوبیسواں مغالطہ

٢٧٣ خاتَم[٢٧٣] بمعنے مہر اور خاتِم بمعنے مہر اور ختم کرنے والا علامہ زمخشری۔ ابو حیان اور ابو عبیدہ یہ تینوں بزرگ خاتَم کو آخری قرار دیتے ہیں۔ مگر چونکہ اس پر کوئی عربی محاورہ پیش نہیں کرتے اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق یہ معنے کئے ہیں جیسا کہ کوئی عیسائی الکلمۃ کا معنے حضرت مسیح کرے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واقعی لغت میں بھی کلمہ کا یہی معنے ہے البتہ مفردات الراغب میں یوں مذکور ہے کہ انہ ختم النبوۃ ای تممہا بمجیئہ جس کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ہوتی ہے کہ حسنین رضؓ کو ابو عبدالرحمن سلمی خاتِم النبیین پڑھا رہے تھے تو

آپ نے فرمایا تھا کہ انکو خاتم النبیین پڑھو۔ اب معلوم ہوگیا کہ تکمیل نبوت یہاں مراد ہے انقطاع نبوت یہاں مراد نہیں ہے کیونکہ حسب ذیل تصریحات اجرائے نبوت کی تائید کرتی ہیں:۔

(۱) انه صار كالخاتم الذي يتزينون به ويختمون به (فتح البيان جلد سابع ص۲۰۲)

(۲) انه به ختموا فهو كالطابع لهم (بحر محيط)

(۳) ختم به النبيون فلا يوجد نبي يامره الله بالتشريع (شاہ ولی اللہ المرحوم)

(۴) قالت عائشة رضي الله عنها خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبي بعده وهذا لا ينافيه لانه اراد لا نبي ينسخ شرعه (مجمع بحار)

(۵) لو فرضنا نبيا بعده او في زمانه في ارض اخرى لا يقع النقص بقوله خاتم النبيين (مولانا محمد قاسم رح)

(۶) لا امكان للبخل في المبدأ الفياض (مرزا جانجانان رحمه الله تعالى)

(۷) حصول كمالات النبوة لا ينافي ختم الرسالة (مجدد الالف الثاني رح)

(۸) مطلق النبوة لم ترتفع (اليواقيت والجواهر)

(۹) انما انقطعت نبوة ناسخة بعده لا ما هي تابعة له (فتوحات مكية)

(۱۰) لو عاش ابراهيم لكان نبيا وكذا لو صار عمر نبيا لكان من اتباعه لا يخالف قوله خاتم النبيين كقوله لو كان موسى حيا لما وسعه الا اتباعي كعيسى وخضر والياس عليهم السلام (ملا علي القاري)

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف کے تمام معانی جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف نہ ہوں قابل تسلیم ہیں اسلیئے خاتم کا معنے اگر تکمیل نبوت یا زینت نبوت بھی کیئے ہیں تو ہم ماننے کو تیار ہیں مگر ساتھ ہی ہم آخر الانبیاء بھی تسلیم کرتے ہیں اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ خاتم سے آخر الانبیاء مراد نہیں کیونکہ لا نبی بعدی میں اسکی تشریح موجود ہے غیر مسلم کی تصریحات آپ کو آخر الانبیاء تسلیم کرتی ہیں (ص۲۵۱) اور آج تک اجماع امت میں یہی چلا آرہا ہے کہ جسنے آپکے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اس کا خاتمہ کیا گیا اسواسطے جو شہادتیں اوپر لکھی گئی ہیں ان کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ حضورؐ کے بعد کوئی اور بھی نبی آسکتا ہے۔ کیونکہ

(۱) انما الاعمال بخواتیمها۔ اعطیت خواتیم البقرة میں خاتم کو خود حضورؐ نے آخر کے معنے میں لیا ہے حتی مختوم خاتمہ مسک وغیرہ میں متعدد جگہ قرآن شریف میں خدا نے اسکو بندش یا انقطاع کے مفہوم میں استعمال کیا ہے

اسلیئے علامہ زمخشری وغیرہ نے یہی معنے لیا ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے اپنے اعتقاد سے یہ معنی گھڑ لیئے ہیں۔

(۲) مفردات امام راغب نے اگر تکمیل نبوت کا معنے کیا ہے تو خاتم کے معنے آخر سے بھی انکار نہیں ہے۔

(۳) حضرت علیؓ نے حضرت حسنین کو اگر خاتم تلقین کیا ہے تو اس کا یہ معنے نہیں ہے کہ آپ حضور کو آخر الانبیاء نہیں مانتے تھے کیونکہ خاتم الشیء آخرہ ایک عام محاورہ ہے۔

(۴) فتح البیان۔ بحر محیط اور شاہ ولی اللہ نے اگرچہ مہر کا معنے کیا ہے مگر پھر بھی اس تکمیل کے رنگ میں آخری نبوت ہی مراد لی ہے کیونکہ مشہور ہے وقع زید الا اذا قیل تو

(۵) حضرت عائشہؓ نے لانبی بعدی سے لانبی خارج سمجھا تھا اسلیئے اس قول سے منع کرتی تھیں ورنہ اگر لانبی مبعوث بعدہ سمجھتیں تو کبھی انکار نہ کرتیں انکا کی وجہ بھی نزول مسیح کا قول تھا۔

(۶) مولانا محمد قاسم مرحوم نے بھی ہماری زمین میں حضور کی رسالت کو آخری رسالت تسلیم کیا ہے ہاں اگر کسی دوسری زمین میں آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد دوسرا نبی تصور کیا جائے تو خاتم الانبیاء کے خلاف نہوگا نہ یہ مطلب نہیں کہ آپ زمین میں بھی مرزائیوں کی طرح جریان نبوت کے قائل ہیں (دیکھو تحذیر الناس)

(۷) علامہ شعرانی ابن عربی مرزا جان جاناں حضرت مجدد اور ملا علی قاری یہ تمام حضرات انقطاع نبوت کے قائل تھے اور اجراء کمال نبوت سے مراد ان حضرات کی صرف فیوض محمدی ہے ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ نبوت بھی جاری ہے لیکن ان کا یہ قول البتہ مشتبہ ہے کہ اگر کوئی نبی ہوگا تو حضرت مسیح کی طرح تابع شریعت نبوی ہوگا اور مخالف یا ناسخ شرع محمدی نہ ہوگا اس قول سے مرزا صاحب نے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا ہے کہ میں بھی تابع نبی ہوں مخالف نبی نہیں ہوں تاکہ شریعت کو منسوخ کروں لیکن مرزا صاحب پھر بھی حق بجانب نہیں ہیں کیونکہ اسلام میں تابع نبی کا نمونہ نزول مسیح تسلیم کیا گیا ہے جو مرزا صاحب کی تابعداری کے بالکل خلاف ہے اگر ان بزرگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ تابعداری کا ایک یہ معنے بھی ہے کہ ظلی طور پر اور تناسخ کے طریق سے خود حضور انور کو دوسری دفعہ پیدا کیا جا سکتا ہے تو کبھی اپنے بیان کو مشتبہ نہ چھوڑتے۔

پچیسواں مغالطہ

۲۷۴ لانبی بعدی[۲۷۴] میں ایسی ہی نفی ہے کہ جیسی لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ

بعدہ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ پس جس طرح مسجد کے ہمسایہ کی نماز دوسری مسجد میں جائز ہے اگرچہ خالی نقص سے نہیں اور کسرےٰ وقیصر کی سلطنت بعد میں بھی قایم رہی اگرچہ کمزور حالت میں تھی اسی طرح نبوّت بھی آپکے بعد باقی رہ سکتی ہے

اس کا جواب یہ ہی کہ اگر انقطاع نبوّت کے بیرونی دلائل نہ ہوتے کہ جن کو یہود ونصاریٰ نے بھی تسلیم کیا ہے تو یہ حدیث قابل تاویل تھی مگر اب اگر تاویل کر کے اجرائے نبوّت کا قول کیا جائے تو سب سے پہلے فیصلہ جماعتِ اسلامیہ کے رو سے ملحد یا مرتد اور زندیق اور تابع ہو اور کر واجب القتل بننا پڑتا ہے اور انسان کو کچھ شرم بھی تو چاہیئے آخر اجماع امت بھی تو کوئی چیز ہے تمام اہل اسلام کے مقابلہ میں صرف اپنی رائے کو صحیح ماننا کتنا بڑا ظلم ہے صلوٰۃ الجار میں کوئی تصریح موجود نہیں ہے۔ کہ انسان اپنے گھر نماز نہیں پڑھ سکتا بلکہ نوافل کا گھر پڑھنا ہی بہتر ہے اسلیئے اس جگہ صلوٰۃ سے مراد فرائض ہیں کیونکہ مسجد میں جماعت ہوتی ہے گھر میں پڑھے گا تو اس کو ثواب جماعت نہیں ملیگا اور یہ کہنا غلط ہے کہ قیصر وکسرےٰ حضورؐ کے بعد بھی رہے کیونکہ فارس کی سلطنت کسرےٰ کے مرنے سے برباد ہوگئی تھی اور قیصر روم ملک شام سے نکلکر روم کے کسی گاؤں میں مسلمانوں سے پناہ گزین ہوگیا تھا اور عرب سے اس کی سلطنت بھی نیست ونابود ہوگئی تھی (ہکذا افسرہ النوادی رحمہ اللہ)

چھبیسواں مغالطہ

۲۷۵ تفسیر[۲۷۵] درمنثور میں ومن الارض مثلھن کے تشریح میں فی العلم لکھا ہے کہ زمینیں بھی سات ہیں اور بقول ابن عباسؓ ان میں بھی انبیاء کا سلسلہ آدمؑ سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک موجود ہے پس خاتم النبیین سے اگر یہ مراد ہو کہ آپکے سوا آپکے زمانہ میں یا بعد کوئی نبی نہیں ہے تو یہ سلسلہ انبیاء باطل ہو جائیگا اسلیئے اجرائے نبوت صحیح ہوا جواب یہ ہے کہ ہماری زمین کا تعلق دوسری زمینوں سے نہیں ہے اسلیئے ہر ایک زمین کے احکام مختلف ہوسکتے ہیں اور حدیث ابن عباسؓ بعض کے نزدیک اسرائیلیات میں شمار ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں یوں وارد ہوا ہے کہ فیھا محمد کمحمدکم جس کا مطلب یہ ہی کہ سات زمینوں میں بھی محمدؐ ہیں اور وہ بھی اپنی زمین میں خاتم النبیین ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ خاتم النبیین مجموعی طور پر سات ہیں اور اس امر میں سب شریک ہیں کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور اس میں کوئی ہرج نہیں ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دوسرے خاتم النبیین کے بعد سلسلہ نبوت

جاری ہے تو ہماری زمین میں بھی شبہ کی گنجایش ہوگی لیکن حسب تحقیق مفسرین یہ امر بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ دوسرے خاتم النبیین بھی یا تو حضورؐ سے پہلے ہو گذرے ہیں اور یا اگر ہمعصر تھے تو آپ کے تابع ہو کر رہتے تھے مگر حضورؐ کی وفات کے بعد ان کا وجود نہیں تھا کیونکہ آپ کی نبوت حسب تحقیق اہل اسلام جن و انس اور کافۃ الناس کیلئے تھی کہ جس میں تمام سبع ارضین کے باشندے بھی شامل ہیں اسلئے حضورؐ آخری نبی ٹھیرے تو تمام زمینوں میں بھی بعثت انبیاء بند کردی گئی ہے (والتفصیل فی تحذیر الناس عن جر الناس للعلامۃ النانوتویؒ واللکنویؒ)

ستائیسواں مغالطہ

۲۷۶ خاتم النبیین[۲۷۶] کے بعد کلھم کا لفظ نہیں ہے اس لیئے یہاں بعض الانبیاء مراد ہیں۔ جواب لا نبی بعدی نے کلھم کا مفہوم ادا کردیا ہے کیونکہ نبی سے بڑھکر وحی کا مفسر نہیں ہوسکتا۔

(۱۰) تصریحات ختم نبوّت فی الحدیث

۲۷۷ حضورؐ[۲۷۷] نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں امت کا اتفاق ہے جس کی تصدیق نزول آیت وخاتم النبیین سے پہلے اور پیچھے ہر طرح پایۂ یقین تک پہنچ چکی ہے مگر تاہم رفع شکوک کیلئے لکھا جاتا ہے کہ

اوّل یہ کہ مغالطہ نمبر ۹۰ میں یہود و نصاریٰ کی تصریحات موجود ہیں کہ جنمیں حضور کو صاف لفظوں میں آخر الانبیاء کے عنوان سے آخری نبی یقین کیا گیا تھا اور کسی قسم کی تاویل وہاں نہیں کی گئی تھی

دوم یہ کہ جسقدر مغالطات کے جواب لکھے گئے ہیں ان میں بھی یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضورؐ ہی آخری نبی ہیں اور آپ ہی کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے۔

سوم یہ کہ جو کچھ اسلامی فیصلہ جات نمبر ۲۲۸ لغایت ۲۳۹ لکھے گئے وہ بھی اسی بنیاد پر ہیں کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور جو مدعی نبوت ظاہر ہوئے تھے خواہ کسی رنگ میں تھے ان کو واجب القتل سمجھا گیا

چہارم ذیل کی تصریحات نبویہ جو خود حضورؐ نے فرمائی ہیں وہ بھی ثابت کرتی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور خاتم النبیین کا وہی معنی صحیح ہے جو اہل اسلام نے سمجھا ہے نہ وہ معنے جو مرزائیوں نے گھڑ لیا ہے۔

۲۷۹ مسلم و بخاری[۲۷۹]: حدیث اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ میں ہی آخری اینٹ قصر نبوت ہوں کیا اب وہ

ٹوٹ گئی تھی کہ مرزا صاحب نے وُہ کمی پوُری کی یا کہ مرزائی اینٹ اس سے بہتر تھی؟

مسلم و بخاری: حدیث سیاستہ الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لانبی بعدی (ابو ہریرہؓ)۔ بنی اسرائیل میں انبیاً ۲۷۹
حکمران ہے جب ایک مرتا تو دوسرا پیدا ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آپکے بندش الفاظ نے فیصلہ کیا ہے کہ
آپ کے خلفا نبی قطعاً نہیں ہو سکتے۔

ترمذی وابوداؤد: خلافۃ النبوۃ ثلاثون عاماً میرے بعد خلافت راشدہ تیس سال ہو گی پھر سلطنت میں تبدیلی ۲۸۰
ہو جائے گی اس میں حضورؐ نے نبوّت کو جاری نہیں کیا (سفینہ)

نسائی وابوداؤد: لیس یبقی من النبوۃ الا الرؤیا الصالحۃ اب صرف رویائے صالحہ ہی باقی ہیں نبوت باقی نہیں ہے (ابو ہریرہؓ) ۲۸۱

کنز العمال: انا مکتوب عند اللہ خاتم النبیین میں خدا کے نزدیک آخری نبی لکھا جا چکا ہوں اور یہ فیصلہ حضرت ۲۸۲
آدم کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے (عرباض بن ساریہ)

مشکوٰۃ: انا خاتم النبیین ولا فخر میں آخری نبی ہوں اور یہ واقعیت ہے کوئی فخریہ یا تعریفی لفظ نہیں ہے (جناب ۲۸۳
مرزائی خوب غور کریں کیونکہ وہ اسے تعریفی لفظ ہی سمجھتے ہیں)

درمنثور: ومحمد نبیّی وھو خاتم النبیین مردہ سے سوال ہوتا ہے تو وُہ اقرار کرتا ہے کہ حضورؐ ہی میرے پاک نبی ۲۸۴
ہیں اور حضورؐ ہی خاتم الانبیاء اور آخری نبی ہیں (تمیم الداری)

کنز العمال: حدیث نزول آدم فی الھند قال جبریل اخر ولدک من الانبیاء حضرت آدم ہندوستان میں ۲۸۵
اترے تو آپ کو وحشت ہوئی پھر جبریل نے اذان کہی اور محمد رسول اللہ کہا حضرت آدم نے کہا وہ کون
ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہے (ابو ہریرہؓ)

(نوٹ) لنکا میں قدم آدم کی زیارت گاہ مشہور مقام ہے جس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے۔

احمد: حدیث التودیع لانبی بعدی اطیعوا مادمت فیکم حضورؐ نے دنیا سے دل برداشتہ ہو کر فرمایا کہ میرے بعد کوئی ۲۸۶
نبی نہیں آئے گا اسلئے جب تک میں تم میں موجود ہوں اطاعت کرو (ابن عمرؓ) اس حدیث سے بروز ثانی کا مسئلہ
بھی حل ہو گیا کہ وُہ باطل ہے ورنہ ایسے موقعہ پر آپ ضرور امید دلاتے۔

حدیث الشفاعۃ: انت رسول اللہ وخاتم النبیین قیامت کے دن حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس سے ناامید ۲۸۷

ہو کر آپکے پاس عرض کرینگے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ ہی ہماری سفارش کریں (ابو ہریرہؓ)

۲۸۸ مشکوٰۃ ۔ حدیث قرب القیامۃ ۔ انا والساعۃ کھاتین حضورؐ نے دو انگلیاں اٹھا کر فرمایا کہ میں اور قیامت ان دونوں کی طرح مقدم و موخر ہیں (انس) درمیان میں اگر کوئی نبی ہوتا تو حضورؐ یوں کہنے کا حق نہیں رکھتے تھے۔

۲۸۹ ترمذی ۔ لوکان بعدی نبی لکان عمر اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے (عقبہ بن عامر) اس حدیث میں اگر مرزا صاحب اہل نبوت ہوتے تو ضرور ان کا نام ہوتا۔

۲۸۹ ب حدیث انقطاع نبوت ۔ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی چونکہ بعثت انبیاء کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اسلیئے میرے بعد نہ کسی قسم کا نبی آسکتا ہے اور نہ کسی قسم کا رسول (انس بن مالک) لاتقی حنبس نے بڑنکو ورکیا ہے

۲۹۰ ابن ماجہ ۔ ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات نبوت چلی گئی اور رویائے صالحہ رہ گئیں ۔ (ام کرز)

ء انا اخر الانبیاء وانتم اخر الامم میں آخری نبی ہوں اس لیئے تم آخری امت ہو (ابو امامہ)

۲۹۱ ترمذی ۔ حدیث استخلاف علی ۔ لایکون بعدی نبی آپکو حضورؐ نے ایک موقعہ پر اپنا خلیفہ بنایا تو آپنے کہا کہ لوگ مجھے کیا کہیں گے؟ (کہ میں جنگ میں شریک ہونیکے قابل نہیں رہا) تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تم کو یہ منظور نہیں ہے ۔ کہ موسیٰؑ کے بعد ہارون کی جگہ ہو مگر فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آنے کا ۔ (جابر)

۲۹۲ مسلم ۔ حدیث الدجاجلۃ ۔ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی انا خاتم النبیین لانبی بعدی (ثوبان) اس حدیث میں بندش الفاظ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت صحیح نہ تھی قال فی الفتح جـ ۶ صـ ۴۵۵ لیس المراد من ادعی النبوۃ مطلقا فانھم لایحصون کثرۃ لکون غالبھم عن جنون او سوداء بل المراد بہ من لہ شوکۃ مرزا صاحب بھی مراقی تھے۔

۲۹۳ الف حدیث التفضیل ختم بی النبیون مجھے فضیلتیں دیگئی ہیں جنمیں سے ایک یہ ہے کہ میرے آنیسے نبی ختم کیئے گئے (ابو ہریرہ) نبوت جاری رہے تو آپ کی فضیلت کیا رہی؟

۲۹۳ ب بخاری ۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (ابو ہریرہؓ) اور مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے یہی لفظ حضورؐ کی مرض موت میں مروی ہیں جس سے ثابت ہوا ۔ کہ خاتم النبیین کا معنے آخری نبی محکم ہے۔

۲۹۴ مسلم ۔ انا اخر الانبیاء ومسجدی اخر المساجد (عبداللہ بن ابراہیم) وعند النسائی خاتم الانبیاء وخاتم المساجد

اَنا محمد واحمد والمقفی (ابوموسے اشعری) قال النووی المقفی ھو العاقب (آخری نبی)

۲۹۵ بخاری۔ انا العاقب الذی لیس بعدہٗ نبی (جبیر بن مطعم)

۲۹۶ منتخب کنز العمال طبرانی۔ قال فی خطبتہ یوم حجۃ الوداع ایھا الناس انہ لا نبی بعدی ولا امۃ بعدکم (ابوامامۃ)

۲۹۷ احمد۔ فی امتی کذابون دجالون سبعۃ وعشرون منھم اربع نسوۃ وانی خاتم النبیین لا نبی بعدی (حذیفہ)

۲۹۸ طحاوی۔ انہ کذاب من ثلثین کذابا یخرجون قبل الدجال لوگوں نے مسیلمہ کے متعلق گفتگو کی تو آپ نے فرمایا

کہ یہ بھی تیس کذاب میں سے ایک ہے (ابوبکرہ)

۲۹۹ بیہقی و دیلمی ابن کثیر۔ لا نبی بعدی ولا امۃ بعد امتی (ضحاک ابن نوفل) انی جعلتھم اخر الامم (انس)

۳۰۰ ابوحبان فی کتابہ۔ اول الانبیاء ادم واخرھم محمد (ابوذر)

۳۰۱ ابن کثیر۔ درمنثور۔ کنت اول النبیین فی الخلق واخرھم فی البعث (ابوہریرہ) کنت اول الناس فی الخلق واخرھم فی البعث (قتادہ)

۳۰۲ کنز العمال۔ ذھبت النبوۃ لا نبوۃ بعدی الا المبشرات (انس وحذیفہ)

۳۰۳ طبرانی۔ درمنثور۔ ابن جریر۔ احمد۔ انہ لا نبی بعدی (علی ابن عباس۔ عمر۔ حبشی بن جنادہ۔ اسماء بنت عمیس

مالک بن حسن عقیل بن ابی طالب۔ عبداللہ بن عمرو)

۳۰۴ کنز العمال۔ انا مقفی والحاشر والماحی والخاتم والعاقب (ابن عباس ابوموسے وابوطفیل) انما بعثت فاتحا و

خاتما (ابوقتادہ) انی خاتم الف نبی او اکثر (جابر وابوسعید)

۳۰۵ الحاکم کنز العمال۔ فیقول قوم نوح امتک اخر الامم (وھب بن منبہ۔ معاذ) نحن اخر الامم

(ابن عباس) نحن الاخرون السابقون (ابوہریرۃ) نحن اخیرھا واخیرھا (بہز بن حکیم)

۳۰۶ المعتصر للطحاوی۔ لا وحی الا القرآن (ابن عباس) مرزا صاحب کی وحی باطل ٹھہری

کنز۔ طبرانی۔ فتح۔ یا عم انک خاتم المھاجرین فی الھجرۃ کما انا خاتم النبیین فی النبوۃ (ابن عباس)

قال الضب انت خاتم النبیین (عمر بن الخطاب۔ عائشۃ۔ ابی ھریرۃ) یقول عیسی

ابن مریم ان محمدا خاتم النبیین قد حضر الیوم فی المحشر (ام ھانی) یقولون فتح

اللہ بک وختم (سلمان رضی اللہ تعالی عنہ)

۳۰۲ شرح الشفاء - مدارج النبوة[٣٠٨] = عرض على النبي صلى الله عليه وسلم حمار يسمى يزيد بن شهاب فقال ان كثيرا من اولادي صادوا مراكب الانبياء فلم يبق منهم الا انا ومن الانبياء الا انت فادخلني في مراكبك - قال في غياث اللغات وبحر الجواهر ان من الحمير ما هو طويل الاذان - يعظمه النصارى لانه كان من مراكب المسيح ابن مريم -

۳۰۴ تسمية نبينا خاتم الانبياء[٣٠٩] لان الخاتم اخر القوم (كليات ابي البقاء) خاتم النبيين اي اخرهم (لسان العرب) وهكذا في القاموس وشرحه تاج العروس وفي مفردات الراغب تمم بها المجيئة وفي ابن كثير والبيضاوي عن ابن مسعود لكن نبيا ختم النبيين - وكذلك يدل عليه قوله تعالى اكملت لكم دينكم عند ابن كثير واني رسول الله اليكم جميعا - وما ارسلناك الا كافة للناس الا رحمة للعلمين الذي ختم النبوة وطبع عليها فلا تفتح لاحد بعده (ابن جرير) فمن رحمة الله وتشريفه لمحمد انه ختم النبيين (ابن كثير) ثم قال اذا كان لا نبي بعده فلا رسول بالطريق الاولى لان الرسول اخص من النبي (ابن كثير) انه خاتم الانبياء والمرسلين (زرقاني شرح مواهب) معنى قوله اخر الانبياء لا ينبأ احد بعده وعيسى ممن نبئ قبله فلا اشكال (زمخشري) يلزم من كونه خاتم النبيين خاتم المرسلين (سيد محمود آلوسي في روح المعاني) لا نبوة بعده اي لا معه (خازن) لا ينبأ احد بعده (مدارك) وكذا صرح به الفخر الرازي في تفسيره لانذركم به ومن بلغ لمن كان حيا في زمنه ومن يولد بعده (ابن كثير) هذا الدين كمال الى يوم القيمة كما قال تعالى اليوم اكملت لكم دينكم - لانذركم ومن بلغ - قال كعب من بلغه القران فقد بلغه محمد (ابن كثير) ومن يكفر به من الاحزاب فالنار موعده اي الناس كلهم الى يوم القيمة فان اسلموا فقد اهتدوا[٢٥١]

قال السيوطي[٣١١] في الخصائص الكبرى عن زياد بن لبيد كان على بعض آطام المدينة اذ سمع يا اهل يثرب قد ذهبت نبوة بني اسرائيل هذا النجم قد طلع بمولد احمد اخر الانبياء مهاجره الى يثرب وعن زيد بن عمرو بن نفيل اني بلغت البلاد اطلب دين ابراهيم وكل من اساله من اليهود والنصارى والمجوس يقول هذا الدين وراءك وينعت النبي ويقول لم يبق نبي غيره - وعن عمرو بن حكم حدثني بعض عمومتي

ان ورقة كانت عندهم يتوارثونها فى الجاهلية - فلما قدم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة اتوه بها
واذا فيها بسم الله وقوله الحق - وقول الظّلمين فى تباب هذا الذكر لامة تأتى اخر الزمان الخ قال
الشعبىؒ فى مجلة ابراهيم عليه السلام ياتى النبى الامى الذى يكون خاتم الانبياء - وعن محمد بن كعب
القرظى اوحى الله الى يعقوب انى ابعث النبى الذى تبنى امته هيكل القدس وهو خاتم الانبياء اسمه احمد
وعن كعب الاحبار قال دانيال لبخت نصر فى تعبير رؤياه اما الحجر فدين الله يقذف به هذه الامة فى اخر الزمان فيظهر عليها [۵۱]
قال [۲۱۱] ابو نعيم فى دلائل النبوة قال موسى انى اجد فى الالواح امة هم الاخرون - رب اجعلهم امتى ۲۱۲
قال تلك امة محمد صلى الله عليه وسلم وعن كعب قال ان ابى كان من اعلم الناس بالتورية لما حضره
الموت قال انى حبست عنك ورقتين فيهما نبى يبعث قد اظل زمانه (الى اخر ما قال) ثم نظرت
فيها اذا فيهما محمد رسول الله خاتم النبيين لانبى بعده (مرّ هذا على نمبر ۲۵۱)
قال [۲۱۳] فى الكنز قال ابو بكر الصديق عند وفات النبى صلى الله عليه وسلم فقدنا الوحى والكلام من عند الله
وعن انسؓ قال ابو بكر لعمر انطلق بنا نزور ام ايمن كما كان يزورها النبى عليه السلام فاتياها فوجداها
تبكى وتقول ان خبر السماء قد انقطع عنا - وفى شمائل الترمذى عن علىؓ كان بين كتفى النبى عليه السلام
خاتم النبوة وهو خاتم النبيين وفى نهج البلاغة عن علىؓ عند غسله بابى انت وامى لقد
انقطع بموتك مالم ينقطع بموت غيرك من نبوة الانبياء واخبار السماء -
قال [۲۱۴] الحافظ ابن قيم فى كتابه الفرقان لم يكن النبى عليه السلام محتاجا الى غيره فى النبوة لا الى نبى سابق ۲۱۴
ولا الى نبى لاحق وعن الراغب الاصفهانى مثله فى مفرداته - وعن ابن حزم فى النحل والملل ج ۱
ص ۱۳ وجب الاقرار بان وجود النبوة بعد النبى صلى الله عليه وسلم باطل لا يكون البتة -

(۱۱) مرزا صاحب اور ان کے اپنے ذاتی دعاوی

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب اپنی نبوّت منوانے میں کامیاب نہیں ہو سکے بلکہ اسلامی تصریحات نے انکو نہ صرف
غلط ہی قرار دیا ہے بلکہ ان پر دس فرد جرم بھی لگا دیئے ہیں کہ جن کی وجہ سے آپ ہی خارج از اسلام ہو گئے ہیں -

اور کسی وجہ سے اہل اسلام سے موالات کرنے کے مجاز نہیں ہے اب ذیل میں مرزائیوں کے وہ دعاوی بیان کیئے جاتے ہیں کہ جن کے رو سے مرزا صاحب کو مہدی یا مسیح محمدی ثابت کیا جاتا ہے جو سرتاپا غلط ہیں۔

پہلی دلیل

۲۱۵ معراج الدین احمدی نے سیرت المسیح میں لکھا ہے کہ قادیان اصل میں کدعہ کا بگڑا ہوا ہے اور اسی گاؤں میں ظہور مہدی ہونا قرار پایا ہے اور مرزا صاحب اپنے ازالہ ص۱۲۳ پر لکھتے ہیں کہ "شاہان دہلی کی طرف سے ہمارے مورث اعلےٰ کو دریائے بیاس کے پاس ماجہ کے علاقہ میں) قضاء کا عہدہ ملا ہوا تھا کہ جس کی وجہ سے وہ قاضی ماجھی کہلاتے تھے اور گاؤں کا نام (اصل میں تو اسلام پور تھا مگر) لوگ قاضیاں ماجھی بھی کہتے تھے اور جب وہ قضا چھوٹ گئی تو فقط قاضیاں رہ گیا پنجابی تلفظ نے اس کو (ض کی جگہ د بدل کر) قادیان بنادیا" اور اخیر میں کادیان کہنے لگے اور جب لوگوں نے مخالفت مذہبی کے زمانہ میں اس کے کید سمجھ کر غلام احمد کادیانی (کید یانی) لکھنا شروع کیا تو بصرف از کثیر سرکاری کاغذات میں مرزائیوں نے قادیان لکھوایا مگر مخالفین چونکہ وہی پرانی رٹ لگاتے رہے اور ماخذ قید کی طرف کسی کی توجہ نہ ہوئی اسلیئے قاضیان بنوانے کی کوشش نہ کیگئی بہر حال اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قول لغۃ کدعہ کا بگڑا ہوا ہے غلط ہے اس کے علاوہ مرزا صاحب اپنے ضمیمہ ص۴۱ میں لکھتے ہیں "مہدی اس گاؤں سے نکلیگا کہ جس کا نام کدعہ ہے (معرب قادیان) خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور خدا اس کے دوست جمع کرے گا جو ۳۱۳ عدد اہل بدر کے مساوی ہونگے اور انکے نام بقید سکونت وولدیت پورے طور پر ایک فہرست مطبوعہ میں درج ہونگے بحمد للہ یہ پیشگوئی میرے حق میں پوری ہوئی"۔ اس عبارت میں قادیان کو معرب تصور کرنا اور اصل لفظ کدعہ قرار دینا دو وجہ سے غلط ہے اول یہ کہ بقول خود مرزا صاحب قادیان کو قاضیان ثابت کر آئے ہیں جو خاص عربی لفظ ہے دوم یہ بقول خود قادیان کو بھی عربی بتاتے ہیں چنانچہ اپنے ازالہ ص۷۶ میں لکھتے ہیں کہ کشفی طور پر میں نے اپنے بھائی غلام قادر مرحوم کو قرآن شریف پڑھتے دیکھا تھا چنانچہ انہوں نے یہ آیت بھی پڑھی کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان (یعنے مرزا صاحب کو مسیح بناکر قادیان کے قریب اتارا ہے کیونکہ یہاں کے لوگ چونکہ شریر النفس واقع ہوئے ہیں اسلیئے پہلے نوشتوں میں شاید اس کو دمشق سے تعبیر کیا گیا ہے اور دمشق چونکہ یزیدیوں کی جگہ ہے ظہور امام مہدی وہاں نہیں ہوا بلکہ قادیان کے قریب مشرقی کونہ میں جہاں مرزا صاحب کا موروثی مکان ہے وہاں ہوا) اس سے معلوم

ہوتا ہے کہ قادیان عربی لفظ ہے کہ جس کو استعارہ کے طور پر دمشق بھی کہتے تھے۔

باوجود اس قدر غلط لکھنے کے پھر مرزا صاحب اسکے بعد لکھتے ہیں کہ "باغ داد بگڑ کر بغداد ہوا۔ لودہی آنہ بگڑ کر لودہیانہ امرت سر انبر سر۔ کاشمیر کشمیر اور بکہ سے مکہ ہوا بلکہ یثرب کا نام بدل کر مدینۃ النبی۔ طابہ۔ اور طیبہ وغیرہ بن گیا اور اندرپست شاہ جہان کے زمانہ میں دہلی بنا پھر آجکل دلی کہتے ہیں" جس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا غالب گمان یہی تھا کہ قادیان کدعہ ہی تھا لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ واقعی کدعہ مقام ظہور امام ہے یا کوئی اور دوسری بستی ہے جس سے مراد قادیان لینا بالکل غلط ہے۔ و اسلئے جب ہم بہائیوں کی تحریرات دیکھتے ہیں تو اور بھی یقین ہو جاتا ہے کہ قادیان کدعہ سے مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ اول تو مقام ظہور کُرعہ یا کُراع ہے جس کی اصلیت حجج الکرامۃ ص ۳۵۵ میں کُرَو لکھی ہے جو فارس میں ایک بستی کا نام ہے ہاں کدعہ کادیان سے ملتا جلتا نظر آتا ہے مگر وہ بھی مرو کے مضافات میں ایک بستی کا نام ہے اور مرو خود خراسان میں داخل ہے جو فارس کا ایک حصہ ہے اسلئے کدعہ بھی فارس میں ہی ہوا پنجاب میں نہ ہوا۔ کامل ابن اثیر جلد ششم تحت احوال ابن مقنع میں دیکھنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کدعہ یا کُرعہ فارس میں دو مقام ہیں فارس سے باہر نہیں ہیں اور فارس دمشق سے مشرق میں واقع ہے اسلئے جن روایات میں آیا ہے کہ مہدی کا ظہور شرقی دمشق سے ہوگا اس سے مراد بھی خراسان ہی ہے (دیکھو حجج ص ۳۶۸) اب مرزا صاحب کا یوں تاویل کرنا کہ پنجاب بھی شرقی دمشق ہے بالکل بے بنیاد تاویل ہوگی۔ کیونکہ اس تاویل کی اس وقت ضرورت تھی جبکہ دمشق کے قریب ترین مواضع میں ہمیں کوئی کدعہ نہ ملتے۔ مگر اب ان کی موجودگی میں قادیان کو مقام ظہور امام بنانا بالکل قرین قیاس نہ ہوگا

خود مرزا صاحب[۳۱۶] بھی اپنی ایک تحریر میں اسی خیال کی تائید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مقام ظہور حسب تبادر ذہن ۳۱۶
وحسب تحقیق اہل اسلام قادیان نہیں ہے بلکہ کوئی اور مقام ہے جو دمشق کے قریب ہے چنانچہ اپنے ازالہ اوہام ص ۳۰ میں آپ ہی لکھتے ہیں کہ بہت ممکن ہے کہ خاص دمشق کے قریب سے ہی کوئی مہدی (مثیل مسیح) نمودار ہو جائے اور احقاق الحق میں لکھتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ جس مسیح کی اسلام نے خبر دی ہے وہ میں ہی ہوں بلکہ بہت ممکن ہے کہ کوئی اور مسیح ہو کہ جس پر بغیر تاویل کے یہ اسلامی لفظ صادق آتے ہوں" اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی ضمیر بھی آپ کو تاویل بعید کے ارتکاب پر اندر ہی اندر ملامت کرتی تھی مگر تقدس مانع تھا اسلئے در پردہ اپنے قول کی تردید بھی کر گئے ہیں۔ جزاہم اللہ خیرا ہم بھی کہتے ہیں کہ واقعی مرزا صاحب نے اس غلطی کو محسوس کر لیا تھا کیونکہ انہیں

کے مضافات میں ایک اور قصبہ بھی قادیان کے نام سے مشہور ہے اور وہیں مرزا صاحب کا ہمعصر ایک گوجر قوم غلام احمد قادیانی نمبردار ہو گذرا ہے جہاں مرزا صاحب کی تمام داستان سازی باطل ہو کر رہ جاتی ہے کیونکہ یا تو وہاں بھی مرزا صاحب اپنے آباؤ اجداد کا قبضہ ثابت کر کے اپنے گاؤں کی وجہ تسمیہ جاری کریں اور یا یہ اقرار کریں کہ یہ لفظ دراصل کادی اور آں کلمہ نسبت سے مرکب ہے جس کا مفہوم یوں نکلتا ہے کہ یہاں ارائیں قوم کے باشندے رہتے تھے تاکہ دونو گاؤں کی وجہ تسمیہ مشترکہ طور پر صحیح ہو سکے ورنہ وہاں کا غلام احمد گوجر بھی مرزا صاحب کے مقابلہ میں کھڑا ہو کر حقدار تھا کہ وہ بھی مسیح اور مہدی بنے اور مرزا صاحب کا یہ دعویٰ غلط ہو جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی صرف میں ہی ہوں کوئی دوسرا آدمی اس نام کا نہیں ہے (ازالہ) اگر اسلامی روایات سے مقابلہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقام ظہور امام کو قادیان قرار دینا سراسر جہالت ہے کیونکہ قادیان کی بنیاد [illegible] ہجری میں پڑی ہے اور کدعہ کا مقام خود حضورؐ کے وقت موجود تھا۔ علیٰ ہذا القیاس قادیان پنجاب میں ہے اور کدعہ یا کراع مقام ظہور عرب بلکہ یمن میں ہی جیسا کہ ان تحریرات سے ثابت ہوتا ہے

کراع الغمیم موضع علی مرحلتین من مکۃ عند بئر عسفان ثم قال هو موضع بین مکۃ والمدینۃ (مجمع البحار ج ۴ ص ۲۰۷) ثم قال مکۃ من تہامۃ وهي من ارض الیمن ولذا یقال الکعبۃ الیمانیۃ (بحار الانوار جلد ثالث ص ۵۰۳)

اور یہی قرین قیاس بھی ہے کہ امام صاحب یمن میں پیدا ہونگے مدینہ میں حسب روایات پرورش پائیں گے اور مکہ میں ظاہر ہو کر بیعت لیں گے بہر حال یہ استدلال بالکل کمزور ہے اور اس کی تائید میں اگر ۳۳ درجہ طول لیکر دمشق کو مشرق میں بنایا جائے تو اور مضحکہ خیز امر بن جاتا ہے کیونکہ تعیین حدود میں ہمیشہ ماحول قریب مراد ہوا کرتا ہے دور دراز کی حدود اربعہ مراد نہیں ہوتے مرزا صاحب نے اپنے خیال میں کدعہ اور قادیان کو جواہر الاسرار قلمی کی تحریر پر بنیاد رکھ کر متحد بنا لیا تھا اور کسی کی نہ سنی اسی طرح جب ۳۱۳ مریدوں کی نوبت آئی تو وہ بھی پورے نہ ہوئے تو مجبوراً مردے سے مرید بھی اس نمبر میں شامل کر کے کام چلتا کیا اور اس پیشگوئی میں ذرہ خیال نہ کیا کہ یہ بھی شرط تھی کہ "وہ مرید مہدی کے پاس جمع ہونگے" بہر حال بے دیگر مسیح اور مہدی بنگئے اور چاروں طرف سے اظہار ناراضگی ملامت کے ووٹ اور تکفیری فتاوے شروع ہو گئے اور پیشگوئی کے خلاف ذرہ بھر مقبولیت نہ ہوئی تو دوسری چال چلدی کہ مہدی کو لوگ کافر بھی کہیں گے مگر دیکھنا یہ ہے کہ مقبولیت عام تھی یا نفرت؟ تو خود فیصلہ ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کہاں تک حق بجانب تھے۔ ع "بدنام بھی ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا؟"

دوسری دلیل

٣١٧ لما یلحقوا بہم تولا یکونوا امثالکم[ص٣١٦] میں بتایا گیا ہے کہ صحابہ کا ایک گروہ ابھی عرب سے نہیں ملا اور وہ گروہ ایک نبی
کے ماتحت قرار پایا ہے جو خود محمد ہی ہو گا ورنہ یہ لوگ صحابہ میں داخل نہ ہونگے اور ترمذی میں مروی ہے کہ جب خدا تعالے
نے فرمایا کہ عرب کے بدلہ میں دوسری قوم اسلامی خدمت کیلیئے تیار رہے گی تو حضور نے حضرت سلمانؓ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ لوکان الدین
عند الثریا لنالہ رجال من ابناء فارس اہل فارس دین کی خدمت کرینگے جو ثریا تک پہنچکر ناممکن الحصول ہو گیا ہو گا
اور مرزا صاحب کا مورث اعلےٰ مرزا ہادی بیگ سمرقند سے نکلکر خراسان آیا تھا اور خراسان بقول حجج ص٣٥٨ فارس میں
داخل تھا کیونکہ سمرقند توران میں واقع ہے اور توران و ایران دونو فارس میں شامل تھے یاقوت حموی لکھتا ہے کہ
علت سمرقند ان یقال لہا زین خراسان جنۃ الکوثر۔ اگرچہ اس وقت یہ علاقہ فارس میں شامل نہیں ہے مگر کسی وقت
تکلم ضرور شامل تھا اور ہادی بیگ ولد برلاس یزدجرد کی اولاد میں سے ساسانی کہلاتا تھا جن کی ایک خاص قوم مغل
قرار پائی تھی جسمیں ترک بھی شامل ہو گئے تھے تو اس سلسلہ نسب کو ساسانی۔ مغل اور ترک تینوں لقب حاصل ہو گئے تھے
مگر جب ہند میں آئے تو انہوں نے اپنا نسب نامہ فراموش کر دیا اور مرزا صاحب نے بذریعہ کشف و الہام پھر یہ ثابت کیا کہ
آپ اہل فارس یا اہل سمرقند مغل۔ ترک اور ساسان کی اولاد ہیں اور آپ پر وہ حدیث بھی صادق آگئی کہ اذا
رأیتم الرایات السود خرجت من خراسان فاتوہا فان فیہا خلیفۃ اللہ المہدی (رواہ احمد عن ثوبان)
جب خراسان میں تم کو سیاہ علم دکھائی دیں تو انکے پیچھے آجاؤ کیونکہ انکے پیچھے خلیفہ مہدی ہو گا۔ مرزا صاحب کا
مورث اعلےٰ خراسان سے ہو گذرا تھا اگرچہ اس وقت علم موجود نہ تھے مگر کم از کم آدمی نکلے تو تھے اسی طرح مرزا صاحب بھی
اگرچہ جسمانی طور پر وہاں موجود تو نہ تھے مگر (باعتبار مالیکیول کے) بحیثیت بذر اور تخم کے تو موجود تھے بہرحال
اس موقعہ پر ہوا بھر بھی سہارا ہم کو مفید رہیگا۔

٣١٨ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ[ص٣١٧] یستبدل قوما غیرکم میں قوم کا لفظ وارد ہوا ہے اسی طرح اس حدیث میں
صحیحین کے نزدیک رجال من ابناء فارس وارد ہے ابونعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں بھی بروایت ابوہریرہ قوم
من ابناء فارس ہی لکھا ہے خود مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں بحوالہ تحفہ گولڑویہ ص٢٣ تحفہ التوحید یا ابناء فارس
ہی تسلیم کیا تھا اسلیئے شخصی طور پر مرزا صاحب مراد نہیں ہو سکتے اور نہ ہی آپ کی قوم مراد ہو سکتی ہے کیونکہ آپ کے

مورث اعلیٰ تمر لنگ اور چنگیز خان مسلمانوں کی تباہی کے باعث ہوئے ہیں اور ان کی بدولت بغداد کی سلطنت اسلامیہ کا خاتمہ ہوا ہے علاوہ بریں اگر براہین احمدیہ کے الہام ہی آپ کو القاب دینے میں کافی ہیں تو آپ کو ہامان اسلام بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ وہاں یہ الہام بھی موجود ہے۔ اوقد الی یا ہامان

٣١٩ آپ کا[٣١٩] فارسی النسل ہونا بھی کسی تاریخی ثبوت پر مبنی نہیں ہے صرف الہام ہی الہام ہے جسکو بیرون حدود بیعت میں تسلیم کرنا گناہ عظیم تصور کیا گیا ہے کیونکہ مرزائی مورخ بھی اس الہام کی تکذیب کرتے ہیں چنانچہ معراج الدین نے سیرت المسیح میں آپ کو برلاس کی اولاد ثابت کیا ہے جو صرف مغل اور تیمور کے رشتہ دار قوم تھی اور عسل مصفیٰ جلد دوم ص۵۲۴ میں ہے کہ مرزا صاحب کے اسلاف سمرقند سے ہندوستان میں آئے تھے اور وہ سمرقند ان ایام میں تاتار چینی میں شامل تھا اور خود مرزا صاحب کے الہام نے بھی اس کی تائید کی ہے کہ میری ایک دادی چینی نسل کی بھی تھی اور ایک دادی سید بھی تھی۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۲۰) اسلیئے وہ الہام غلط ہوا کہ مرزا صاحب فارسی النسل تھے مگر تاہم مرزائی بدستور رٹ لگائے جاتے ہیں کہ آپ حضرت سلمان کی نسل سے مغل فارسی النسل تھے اگرچہ یہ ثابت نہیں کرتے کہ حضرت سلمان فارسی کب سمرقند میں آباد ہو گئے تھے اور کیا سلمان فارسی یزدجرد کی اولاد بھی تھے اور نہ کیا سلمان فارسی نے عرب سے ہجرت اختیار کر لی تھی اور یہ بھی نہیں سمجھتے کہ اسکے دو دعویدار اور بھی موجود ہیں۔

٣٢٠ اوّل حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ[٣٢٠] کے تابعدار کہ جنہوں نے بطریق روایت ثابت کیا ہے کہ ایک روایت میں رجل من ابناء فارس بھی وارد ہوا ہے جس سے مراد سراج الامۃ حضرت امام اعظم رح مراد ہیں اور یہ دعویٰ حنفی مذہب میں تسلیم کیا جا چکا تھا مگر مرزا صاحب نے اس دعویٰ پر بلا وجہ تورہ چنگیز خانیہ کے زیر ہدایت چھاپہ مارا۔

دوم علی محمد باب مہدی ایران کے مرید مرزائیوں سے پہلے اس کے دعویدار بن چکے ہیں اسلیئے مرزا صاحب کا دعویٰ تیسرے نمبر پر قابل سماعت نہیں ہو سکتا کیونکہ احناف کے بعد ایرانیوں کے وجوہات دعوے بہت پختہ اور سچے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی بنیاد تاریخی شہادتوں پر ہے اور مرزا صاحب کا بیان صرف الہام پر مبنی ہے بابیوں کا بیان ہے کہ مقام ظہور امام خاص ایران ہے کیونکہ حجج الکرامۃ ص۳۷۶ و ص۳۸۳ میں مذکور ہے کہ امام صاحب اہل ایران سے لڑینگے (مگر مرزا صاحب ایران گئے اور نہ وہاں لڑے) اور آپ کے اصحاب گو عجمی ہونگے لیکن انکی گفتگو عربی زبان میں ہوگی اور مرزائی پنجابی میں بول چال کرتے ہیں اور عربی میں مرزا صاحب اس وقت خود طفل مکتب تھے

تو مریدوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ عربی زبان میں روزمرہ کی گفتگو کریں جس کا وجود مرزا صاحب کے زمانہ میں بھی نہیں ملتا) اور ان کا محافظ ایک معصوم (نبی اور مسیح ایران) ہوگا جو ان کی جنس سے نہ ہوگا اور عموماً اہل فارس ہی عجم سے مراد ہوتے ہیں جیسا کہ حاکم نے بروایت ابی ہریرہ لکھا ہے کہ اہل فارس کو ایک بہت بڑا حصہ اسلام کا دیا جائیگا پس اس دلیل سے سید محمد علی باب مہدی ایران کی صداقت کا تسلیم کرنا مرزا صاحب کی صداقت سے بہتر ہوگا کیونکہ اس مسلک میں کسی تاویل بیجا کو نہیں لیا گیا اور حضرت باب شیراز میں ظاہر ہوئے اور آپ کے مرید سارے ہی ابناء فارس تھے جنہوں نے خراسان میں سیاہ جھنڈے قائم کئے تھے اور اہل فارس نے ان کا مقابلہ کیا تھا اور یہ سب عجمی تھے ان میں ایک بھی عربی النسل نہ تھا۔

اسلام کے نزدیک چونکہ مقام ظہور امام کا فیصلہ خاص یمن قرار دیا گیا ہے اسلئے یہ کمزور بیانات تسلیم نہیں کیے گئے اور یہ کہنا پڑا ہے کہ ابناء فارس کی پیشینگوئی کا تعلق ظہور مہدی سے نہیں ہے بلکہ اس سے مراد صرف اتنی ہے کہ اسلام کی خدمت عرب کے بعد عجمی کرینگے اور خاص کر اہل فارس اس میں بہت حصہ لیں گے جیسا کہ تواریخ اسلام سے ثابت ہوتا ہے۔

تیسری دلیل

[٣٢١] کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا میں نبی کریم علیہ التسلیم کو مثیل موسےٰ قرار دیا گیا ہے (دیکھو ص ٢٥) پس جس طرح ٣٢١
موسےٰ کے بعد عیسےٰ کی پیدائش چودہ صدی کے بعد ہوئی تھی اسی طرح ضروری ہے کہ مثیل موسےٰ (حضور انور) کے بعد مثیل مسیح (مرزا صاحب) کی پیدائش بھی چودہویں صدی میں ہو چنانچہ مرزا صاحب اپنے ازالہ ص ١٨٥ میں لکھتے ہیں کہ "غلام احمد قادیانی" کے اعداد تیرہ سو ہیں اور صرف میرا ہی دعویٰ کرنا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ میں ہی اس صدی میں مسیح ہو کر آیا ورنہ تم آسمان سے مسیح کو اتار لاؤ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ:۔

[٣٢٢] اول تو یہی غلط بات ہے کہ حضرت موسےٰ اور حضور انور علیہم السلام کے درمیان چودہ صدیاں یقیناً ٣٢٢
گذری تھیں اور اگر مان بھی لیں کہ کسی ایک روایت میں چودہ صدیاں ہی بنتی ہیں تو مرزا صاحب بھی کسی ایک روایت میں جو بالکل بے اعتبار ہے مثیل مسیح بن جائیں گے کیونکہ حضور کے بعد چودہ صدیاں سنہ ہجری کے حساب سے لی جاتی ہیں اور حضور کے پہلے یہ سنہ موجود نہ تھا اسلئے یہ کیسے یقیناً معلوم ہو سکتا ہے کہ ماقبل و مابعد کی چودہ صدیاں مقدار میں

یکساں ہوں گی۔علاوہ اسکے سنہ ہجری کا آغاز بھی محرم سے ہوا ہے حالانکہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ اسلیئے یہ حساب بھی تخمینی بنتا ہے اسکے علاوہ حضرت موسٰے اور حضرت عیسٰے کے درمیان مختلف بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ چودہ صدیاں نہ تھیں بلکہ سولہ صدیاں تھیں یا کچھ کم وبیش بہر حال پندرہ صدیاں یقینی نہیں ہیں جیساکہ ذیل کی روایات سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) تولد موسٰی علیہ السلام سنہ ۲۴۳۳ عبری وجود عالم۔ تولد المسیح علیہ السلام سنہ ۴۰۰۰ والفرق ۱۵۶۷

(۲) " " سنہ ۳۸۱۹ سیپ ٹواجنٹ۔ " سنہ ۵۳۸۴ " ۱۵۶۸

(۳) " " سنہ ۲۷۴۵ سامریہ۔ " سنہ ۴۳۰۵ " ۱۵۶۰

(۴) بعض کا خیال ہے کہ تولد موسٰے وعیسٰے کا باہمی فرق ۱۵۷۱ سال ہے۔

(۵) حسن امروہی تفسیر غایۃ البرہان کے مقدمہ میں بعثۃ موسٰے وعیسٰے کا باہمی فرق ۱۲۸۱ سال لکھتے ہیں

(۶) سرسید تبیین الکلام ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ ان دونو کے درمیان بعثت کی رو سے ۱۵۲۱ سال کا فرق ہے۔

(۷) نواب صدیق الحسن خان لکھتے ہیں کہ موسٰے علیہ السلام کے بعد حضرت عیسٰے ۱۸ صدی میں تھے۔

(۸) ٹامس رنہین تورات فارسی کے خاتمہ پر لکھتے ہیں کہ سب کا اتفاق ہے کہ میلاد مسیح اور بعثت ابراہیم کے درمیان ۱۹۲۱ سال کا فرق ہے اور یہود و نصارٰے کا اس پر اتفاق ہے کہ موسٰے علیہ السلام کی بعثت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ۴۳۰ سال میں ہوئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میلاد مسیح میلاد موسٰے کے بعد ۱۵۷۱ سال میں ہوا

(۹) مرزا صاحب اپنے ازالہ کے ص ۱۱۵ پر لکھتے ہیں کہ میلاد النبی علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان ۲۰۰۰ سال کا فرق ہے اور میلاد المسیح اور بعثت نبوی کے درمیان ۶۰۹ سال کا فاصلہ ہے تو اس حساب سے موسٰے وعیسٰے کا درمیانی فاصلہ ۱۵۹۱ ہوتا ہے بہر حال مرزا صاحب کے اپنے حساب کی رو سے بھی کسی طرح چودہ صدیوں کا فاصلہ نہیں بن سکتا سوائے اسکے کہ منگھڑت باتوں سے کوئی نئی بات پیدا کی جائے۔

مرزا صاحب کا یہ استدلال بھی غلط ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عدد پورے تیرہ سو ہوتے ہیں اسلیئے وہ ۳۲۳
مہدی ہیں کیونکہ ان کے سوا کئی ایک اوروں کے بھی اتنے ہی عدد ہیں اب کیا وہ بھی حق رکھتے ہیں کہ چودہویں صدی کا مجدد مسیح یا مہدی کہلائیں۔وہ یہ ہیں۔

(۱) مہدی کاذب محمد احمد برمر سوڈانی (۲) سید احمد پیر لشکر نجیب علی گڈھی (۳) مرزا امام الدین ابو اوتار لال بیگیان کادیانی (یہ حضرت مرزا صاحب کے بڑے بھائی تھے کہ جو پیر خاکروباں کے نام سے مشہور تھے (۴) مولوی حکیم نور الدین مستہام بھیروی (۵) مولوی کامل سید نذیر حسین دہلوی (۶) بنام بیچارہ فضل احمد مجیب (۷) مولوی محمد حسین ہوشیار بٹالوی (۸) غلام احمد قادیانی (قوم گجر سکنہ قادیان ضلع لودہیانہ) (۹) غلام احمد قادیانی (قوم قریشی ہم عمر مرزا صاحب ساکن قادیان ضلع گورداسپور متصل دور الگلہ) اب مرزا صاحب قادیانی ساکن قادیان متصل بٹالہ کی تخصیص نہ رہی۔ اور ازالہ ص۱۸۵ کی تحریر غلط نکلی کہ خدا نے کہا کہ غلام احمد قادیانی کے عدد تیرہ سو ہیں اسلئے تم ہی مسیح موعود اور مجدد اس صدی کے ہو اور یہ بھی غلط ہوا کہ تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کے سوا کوئی غلام احمد قادیانی اور نہیں ہے۔ (منتخب از کلمہ رحمانی۔)

قاضی فضل احمد صاحب لودہیانوی لکھتے ہیں کہ مینے ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین کے جواب میں غور کیا تو مرزا صاحب کا خیال کرتے ہوئے فوراً یہ جواب ملا کہ تنزل علی کل افاک اثیم جسکے اعداد پورے تیرہ سو ۱۳۰۰ تھے (القول الفصیح تیسرا ناموس ص۳۰)

چوتھی دلیل

روایات کے مطابق سنہ ۱۳۰۰ ہجری دنیا کی عمر کا ساتواں ہزار سال ہے جس میں امام مہدی کا ظہور قرار پایا ہے ۳۲۴

اس لیئے مرزا صاحب کا دعویٰ جو عین سنہ ۱۳۰۰ ہجری میں کیا صحیح ہو گا جواب ۳۲۵ یہ ہے کہ محققین یورپ کے نزدیک سنہ ۱۸۷۲ء سے ۳۲۵

ساتواں ہزار سال شروع ہو جاتا ہے۔ (الملے نیل ڈان ج۲) اور مرزا صاحب کا دعویٰ ۱۸۸۲ء ۱۳۰۰ھ کو ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے دعوے میں دس سال لیٹ ہو گئے تھے اور اگر سنہ ولادت پیش کیا جائے تو اس میں بھی مرزا صاحب ناکام نظر آتے ہیں کیونکہ ۱۲۶۰ھ ۱۸۴۲ مرزا صاحب کی پیدایش کا سال ہے اور سید علی محمد باب کے ادعائے مہدویت کا سال ہے اور روایت انما الایات بعد المائتین سے مراد اگر بعد الالف لیا جائے تو یہ زمانہ بھی تیرھویں صدی کا ہی نکلتا ہے کہ جس میں مہدئ ایران اور مسیح ایران ظاہر ہو چکے تھے اسکے علاوہ مرزا صاحب کے شریک کار مہدی سوڈانی بھی ہیں کہ تیرھویں صدی ہجری میں جنہوں نے مرزا صاحب سے بڑھ کر کامیابی حاصل کی تھی اسلیئے ایک غیر جانبدار شخص کی نگاہ میں یہ مسئلہ بالکل مشتبہ رہ جاتا ہے اور کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ ع

"من بکہ اقتدار کنم قبلہ یکے امام دو" جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے:۔

	نام امیدوار	سنہ پیدائش	سنہ دعوے مسیحیت و مہدویت	سنہ وفات	کل عمر	
۱۲۶۲/۱۸۴۵ ظہور کوکب	۳۲۶ مرزا صاحب	۱۲۵۹/۱۸۴۲	۱۳۰۰/۱۸۸۲	۱۳۲۶/۱۹۰۸	۶۶ سال	۳۲۶
	علی محمد باب	۱۲۲۰	۱۲۶۰/۱۸۴۳	۱۲۶۶	۴۷ "	
	بہاء	۱۲۲۸	۱۲۶۸	۱۳۰۹/۱۸۹۲	۸۰ "	
	مہدی سوڈان	۱۲۵۹/۱۸۴۲	۱۳۰۰/۱۸۸۲	× ×	×	

پانچویں دلیل

انا علی ذھاب بہ لقادرون [۱۲۷۴] اور واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم میں بتایا گیا ہے کہ قرآن شریف ایک زمانہ میں دنیا سے اٹھ جائیگا تو حضور انور کا بروز آخر زمانہ میں ہوگا ان کے عدد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ [۱۲۷۴/۱۸۵۷] کا ہے جس میں غدر ہوا اور اسلامی سلطنت ہندوستان سے جاتی رہی اس وقت مرزا صاحب بالغ تھے جس کو آپ کے بلوغ کا زمانہ کہا جا سکتا ہے جواب یہ ہے کہ پہلے تو یہ سمجھنا کہ بہ کا مرجع آیت میں قرآن شریف ہے ماء کیوں نہیں جو پہلے مذکور ہے دوسرے یہ کہ ظہور امام اور ذہاب قرآن کا زمانہ ایک قرار دینا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ ایسے وقت میں رسول آیا ہی کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس وقت وہ بالغ بھی ہوا کرتے ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس وقت وہ مدعی ہوکر تبلیغ رسالت کیا کرتے ہیں مگر مرزا صاحب کو ابھی ۲۵ سال کا انتظار ہے کہ وہ کب مدعی ہوں اور کب تبلیغ کریں

"تا تریاق از عراق آوردہ شود۔ مار گزیدہ مردہ شود"

۳۲۷ اس [۳۲۷] کے علاوہ اعداد جمل کوئی پختہ دلیل نہیں ہے ورنہ جن مخالفوں نے مخالف پہلو پر مرزا صاحب کی تاریخیں اخذ کی ہیں وہ بھی درست ہوں گی پیدائش الافی الفتنۃ سقطوا [۱۲۵۹] دعوے مسیحیت و مہدویت افی الفتنۃ سقطوا [۱۳۰۰] ام لا بلغ۔ شبا ظلمو [۱۲۷۵]۔ وفات ڈوا غلام احمد [۱۳۲۶] ڈوبا۔ مرگ قادیانی [۱۳۲۶] ہیضہ سے۔ غضب کی نگاہ [۱۹۰۸] اور فی العذاب والضلال البعید اور قادیان کے متعلق یوں کہا جا سکتا ہے کہ احادیث میں اسی جگہ کی طرف اشارہ ہے ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان [۱۰۰۰] اور غیر کی تکلیف چونکہ دس سال تک ہی ہے اس لیئے ۷۳ بھی وہی سنہ ہوگا (کلمۂ رحمانی ص۵۷ و ۵۹)

۳۲۸ قال [۳۲۸] فی عجج التنقیح فی دعوۃ المہدی والمسیح یدبر الامر (الاسلام) من السماء الی الارض (نزلہ من السماء)

ثم بعد المائتین یرجع (ذلک الدین) الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون (ای یشرع رفع الدین) بعد سنۃ ۲۶۰ اذ ھو زمان اختفاء الامام الی سنۃ ۱۲۶۰) (۲) لا تحرک بہ لسانک الایۃ فالمراد فیہ بالبیان الحدیث اذ بہ فصل القرآن ثم صار تکمیل الحدیث الی سنۃ ۲۶۰ (وھو زمان تصنیف صحیح المسلم) فشرع زمان الرجوع الی الالف فتم التدبیر والرجوع الی سنۃ ۱۲۶۰ وھو زمان ظھور الباب من آل فارس (وھو الشیراز) حیث جعل بیتوتہ ویقال لہ مطلع العلوم ومطلع اھل فارس اذ لا یبقی من الاسلام الا رسمہ ولا من القرآن الا اسمہ و فی الحدیث اقرؤا القرآن قبل ان یرفع فنالہ رجل من الثریا - وفی الحجج المراد بقولہ علیہ السلام الایات بعد المائتین اما الایات صغری وھی شرور حدثت فی الاسلام واما ایات کبری بعد الالف ای فی المایۃ الثالثۃ عشر - قال ابو البرکات فی کتابہ التوضیح ھذہ الایات تقع فی المایۃ الاخیرۃ من الیوم الذی وعد بہ علیہ السلام امتہ بقولہ ان صلحت امتی فلھا یوم وان فسدت فلھا نصف یوم من ایام الرب وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون ھکذا فی الجواھر ثم قال المجلسی ان لکل امۃ مدۃ معلومۃ تنتفی بعدھا لقولہ تعالی لکل امۃ اجل فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون وھی لھذہ الامۃ الف سنۃ لقولہ تعالی یدبر الامر الایۃ ولما مضی سنۃ ۲۶۰ الی زمان الامام العسکری حسن بن علی وغاب عن الناس وظھرت الفتن بعدہ فظھر القائم بعدہ بعد یوم الرب ای الف سنۃ سنۃ ۱۲۶۰ والیہ نظر قولہ تعالی ویستعجلونک بالعذاب اذ قالوا ان کان ھذا ھو الحق من عند ربک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم فقال لھم اللہ تعالی لکم میعاد یوم لا تستاخرون منہ ساعۃ ولا تستقدمون - قال الآسی ھذہ الاستدلالات وان کانت علی غیر شئ لکنھا عند الخصم علی شئ خطیر -

چھٹی دلیل

مرزا صاحب کی تصدیق کے لیئے ۱۳۱۱ء کو ایک ہی رمضان شریف میں کسوف و خسوف کا اجتماع ہوا جو ظہور مہدی کی علامت احادیث میں لکھی تھی - جواب یہ ہے کہ حدیث کی عبارت یہ ہے ان لمھدینا ایتین لم تکونا منذ خلق اللہ السموات والارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ رواہ الدارقطنی عن محمد بن علی) اول - اس حدیث شریف کو رسول اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں کہا - دوم - اس کے راوی جعفر جعفی اور عمرو ہیں جنکو اسماء الرجال میں محدثین نے

کذا ابو ضاع الحدیث لکھا ہے اسلیئے ان کی حدیث قابل استدلال نہیں ہے سوم ۔ مرزا صاحب کے زمانہ میں اجتماع کسوف وخسوف جو ہوا تھا وہ یوں تھا کہ ۱۳ کو چاند گرہن ہوا تھا اور ۲۷ کو سورج گرہن ہوا جو کسی طرح اس حدیث کا مصداق نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن ہوگا اور پندرہ کو سورج گرہن ۔ چہارم یہ کہ ظہور مہدی ایران باب کے وقت ۱۲۶۷ھ میں بھی خسوف وکسوف کا اجتماع رمضان شریف میں بعینہٖ . . . . . ہوا تھا جس طرح کہ مرزا صاحب کے عہد میں ہوا تھا۔ آیا وہ بھی مہدی تھا؟ پنجم یہ کہ رمضان شریف میں عام طور پر اجتماع کسوف وخسوف کئی بار مرزا صاحب سے پہلے بھی ہو چکا ہے جیسا کہ کتاب یوز آف دی گلوبس میں لکھا ہے کہ دورۂ قمر ۲۲۳ سال کا ہوتا ہے جس میں دس دفعہ یہ اجتماع رمضان شریف میں ہو چکا ہے ۔ اور اگر یہ معنے لیا جائے کہ ہلال کو گرہن ہو تو علم نجوم کے لحاظ سے ناممکن ہو جاتا ہے ۔ مگر مرزا صاحب نے اس حدیث کو ممکن الوقوع بنانے میں یوں کوشش کی ہے کہ اول لیلۃ سے مراد ایام بیض کی پہلی رات ہے کیونکہ ۱۳-۱۴-۱۵ میں عموماً چاند گرہن لگتا ہے اور نصف منہ سے مراد لیالی محاق کی درمیانی رات ۲۷ تاریخ رمضان ہے کیونکہ اس وقت چاند سیاہ ہو جاتا ہے گویا یوں کہا گیا ہے کہ چاند گرہن اپنی راتوں میں سے پہلی رات کو ہوگا اور سورج گرہن انہی راتوں (۲۶-۲۷-۲۸) کے درمیانی رات میں ہوگا مگر یہ ساری کوشش بے فائدہ ہے کیونکہ ایسے اجتماعات کئی دفعہ ہو چکے ہیں اور حدیث کا دعویٰ ہے کہ آج تک ایسا اجتماع نہیں ہوا اسلیئے یہ تاویل بیجا غلط اور بلاضرورت اور علامت جہالت ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو بہت ممکن ہے کہ کوئی ستارہ ہلال رمضان کے سامنے سے گذر کر چاند گرہن پیدا کرے اور پندرہ کو سورج گرہن بھی ہو جاوے ہاں اگر چاند گرہن میں زمین کو بھی چاند کے سامنے مانا جاوے تو پھر پہلی تاریخ کو چاند گرہن ممکن نہ ہوگا لیکن یہ شرط ضروری معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اگر کوئی دمدار ستارہ یا کوئی اور قسم کا ستارہ جو ابھی تک دریافت نہیں ہوا چاند کے نیچے سے گذر کر اسے سیاہ کر دے تو کیا اسکو چاند کا گرہن نہ کہیں گے اور مرزا صاحب کا یوں کہنا کہ قمر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلی تاریخ مراد نہیں ہے کیونکہ ہلال کو قمر نہیں کہتے غلط ہے کیونکہ عام محاورات میں یوں کہتے ہیں کہ شہری قمریہ تو کیا اس وقت ہلال کی تاریخ مراد نہیں ہوتی اسی طرح قرآن شریف میں والقمر قدرناہ منازل موجود ہے اور اس میں اسکی منزلوں کا ذکر ہے تو کیا ہلال کی لیئے منزل کوئی بھی نہیں ہے اس لیئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ قمر عام

ہے اور ہلال و بدار خاص نام ہیں۔ اور مرزا صاحب کا کہنا غلط ہے۔

ساتویں دلیل

۳۳۰ ظہورِ امام کی دلیل ومدار ستاروں کا نکلنا بھی ہے چنانچہ وہ بھی مرزا صاحب کے عہد میں پایا گیا۔

جواب یہ ہے کہ ومدار ستارے ہمیشہ نکلتے رہتے ہیں اسلیئے یہ کوئی خاص نشان صداقت نہیں ہوسکتا ورنہ مرزا ئیوں کو باب کی صداقت بھی تسلیم کرنا ہوگی کیونکہ باب نے ۱۲۶۰ھ میں دعویٰ نبوت کیا اور ۱۲۶۲ھ ۱۸۴۵ء میں اکفلی ستارہ ومدار نمودار ہوا تھا جس کی دو دمیں تھیں اور سنہ ۱۳۰۰ ۱۸۸۲ میں بھی ایک ومدار ستارہ نکلا تھا مگر اس وقت مرزا صاحب اور بہاء دو نو مدعی تھے اور یا مرزا صاحب ابھی مدعی بننے کو تھے اسلیئے یہ بھی نشان صداقت مرزا نہیں ہوسکتا ۱۸۴۳ء اور ۱۸۶۱ء میں جو ستارے ومدار نمودار ہوئے تھے اس وقت نہ مرزا صاحب مدعی نظر آتے ہیں اور نہ بہاء اہل نجوم کا قول ہے کہ ۳۳ سال کے دور میں ومدار ستارے نمودار ہوجاتے ہیں۔ مگر ہر وقت کسی مدعی کو اپنا نشان صداقت تصور کرنا نہیں سنا گیا ورنہ آجتک کئی امام آخر الزمان پیدا ہو کر مرجاتے انکا یہ بھی قول ہے کہ کبھی دفعہ انکا گذر کرہ ہوا میں ہوتا ہے تو شعلہ انداز ہوجاتے ہیں اور کبھی نکتہ تقاطع ارض سے نہیں گذرتے تو شعلہ انداز بھی نہیں ہوتے یہی وجہ تھی کہ ۱۴ نومبر ۱۸۶۶ء کو تو وہ شعلہ افگن ہو کر نمودار ہوئے اور ۱۸۹۹ء میں ان کا ظہور نہ ہوا اور ۱۸۸۵ء میں جو ظہور ہوا وہ بالکل معمولی تھا حیرت انگیز نہ تھا اسلیئے وہ قابل ذکر ہی نہیں ہوسکتا پھر اس کو نشان صداقت قرار دینا کیسے صحیح ہوگا (عدۃ التنقیح)

آٹھویں دلیل

قصیدہ اول

۳۳۱ خواجہ نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

قدرتِ کردگار مے بینم	حالت روزگار مے بینم	از نجوم ایں سخن نمیگویم	بلکہ از کردگار مے بینم
در خراسان و مصر و شام و عراق	فتنۂ کارزار مے بینم	ہمہ را حال میشود دیگر	گر یکے در ہزار مے بینم
قصۂ بس عجیب مے شنوم	غصۂ در دیار مے بینم	غارت و قتل لشکر بسیار	از یمین و یسار مے بینم
بس فرومائگان بے حاصل	عالم و خوندکار مے بینم	مذہب و دین ضعیف مے یابم	مبدء افتخار مے بینم
دوستان عزیز ہر قومے	گشتہ غم خوار و خوار مے بینم	منصب و عزل و تنگی عمال	ہر یکے را دو بار مے بینم
ترک و تاجیک را بہم دیگر	خصم گیر و دار مے بینم	مکر و تزویر و حیلہ در ہر جا	از صغار و کبار مے بینم

۱۳ بقعهٔ خیر سخت گشته خراب
جائے جمع شرار مے بینم

۱۴ اندکے امن گر شود امروز
درحد کوہسار مے بینم

۱۵ گرچہ مے بینم این ہمہ غم نیست
شادیٔ غمگسار مے بینم

۱۶ بعد ازاں سال چند سال دگر
عالمے چوں نگار مے بینم

۱۷ بادشاہے تمام دانائی
سرورے باوقار مے بینم

۱۸ حکم امسال صورتے دگر ست
نہ چوں بیداد وار مے بینم

۱۹ غ د سال چوں گذشت ازاں سال
بوالعجب کاروبار مے بینم

۲۰ گرد در آئینہ ضمیر جہان
گرد زنگ و غبار مے بینم

۲۱ ظلمت ظلم ظالمان دیار
بے حد و بے شمار مے بینم

۲۲ جنگ و آشوب و فتنہ و بیداد
درمیان و کنار مے بینم

۲۳ بندۂ خواجہ وش ہمے بینم
خواجہ را بندہ وار مے بینم

۲۴ ہر کہ او بود بار بار امسال
خاطرش زیر بار مے بینم

۲۵ سکہ نو زنند بر رخ زر
درہمش کم عیار مے بینم

۲۶ یک از حاکمان ہفت اقلیم
دیگرے را دوچار مے بینم

۲۷ ماہ را روسیاہ مے نگرم
مہر را دل فگار مے بینم

۲۸ تاجر از دور دست و بے ہمراہ
ماندہ در رہگذار مے بینم

۲۹ حال ہندو خراب مے بینم
جور ترک و تتار مے بینم

۳۰ بعض اشجار بوستان جہاں
بے بہار و ثمار مے بینم

۳۱ ہمدلی و قناعت کنجی
عالیا اختیار مے بینم

۳۲ غم مخور زانکہ من دریں تشویش
خرمی وصل یار مے بینم

۳۳ چوں زمستان بے چمن بگذشت
شمس خوش بہار مے بینم

۳۴ دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

۳۵ بندگان جناب حضرت او
ہمہ را تاجدار مے بینم

۳۶ بادشاہے تمام ہفت اقلیم
شاہ عالی تبار مے بینم

۳۷ صورت و سیرتش چو پیغمبر
علم و حلمش شعار مے بینم

۳۸ ید بیضا کہ بود تابندہ
بازبا ذوالفقار مے بینم

۳۹ گلشن شرع را ہمے بوئیم
گل دین را بہار مے بینم

۴۰ تا چہل سال اے برادر من
دور آں شہسوار مے بینم

۴۱ عاصیاں آں امام معصوم
خجل و شرمسار مے بینم

۴۲ غازی دوستدار دشمن کش
ہمدم و یار غار مے بینم

۴۳ زینت شرع و رونق اسلام
محکم و استوار مے بینم

۴۴ گنج کسریٰ و نقد اسکندر
ہمہ بر روئے کار مے بینم

۴۵ بعد ازاں خود امام خواہد بود
پس جہاں را مدار مے بینم

۴۶ ا ح م د مے خوانم
نام آں نامدار مے بینم

۴۷ دین و دنیا ازو شود معمور
خلق ازو بختیار مے بینم

۴۸ مہدیٔ وقت عیسیٰ دوران
ہر دو را شہسوار مے بینم

۴۹ ایں جہاں را چو مصر مے نگرم
عدل او را حصار مے بینم

۵۰ ہفت باشد وزیر سلطانم
ہمہ را کامگار مے بینم

۵۱ برکف دست ساقیٔ وحدت
بادۂ خوشگوار مے بینم

۵۲ تیغ آہن دلان زنگ زدہ
کند و بے اعتبار مے بینم

۵۳ گرگ با میش و شیر با آہو
در چرا باقرار مے بینم

۵۴ ترک عیار مست مے نگرم
خصم او در خمار مے بینم

	نعمت اللہ نشستہ بر کنج		از ہمہ برکنارے بینم	

ص۳۳ سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہور مہدی کے وقت ضعف اسلام دور ہو جائیگا اور وہ ۱۳۰۰ھ کے بعد کا زمانہ ہے کہ جس میں مجدد وقت کا انتظار تھا۔ ص۴۰ سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب چالیس سال تک اپنا کام کرینگے ص۴۲ سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب بروز محمدی ہونگے ص۴۶ سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو احمد نام لے کر پکارے گا ص۴۷ سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب تبلیغ اسلام کرینگے ص۶۳ سے ثابت ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہوگا اور ص۸۰ سے ثابت ہے کہ عیسٰے اور مہدی ایک ہی شخص کے نام ہیں ص۹۰ سے ثابت ہے کہ بارہ سو کے بعد تیرہ سو ہجری میں مہدی کا ظہور ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ یہ استدلال اس وقت تسلیم ہو سکتا ہے کہ اسکے دعویدار صرف مرزا صاحب ہی ہوں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اسکے مدعی دو اور بھی ہیں اول تابعداران حضرت سید احمد صاحب بریلوی رح جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم دہلوی کے مرید تھے آپکے ہاتھ پر تیس ہزار غیر مسلم نے اسلام قبول کیا اور چالیس لاکھ اہل اسلام نے بیعت کی۔ آپکے مرید مولوی عبداللہ صاحب غزنوی اور مولوی عبید اللہ صاحب نومسلم تھے آپ کی طفیل سے کفر و شرک دور ہوا۔ اور قرآن و سنت نے جگہ لی اسلیئے یہ پیشینگوئی جناب سید احمد صاحب پر زیادہ چسپاں ہوگی اور کسی قسم کی تاویل بھی نہ کرنی پڑے گی (دیکھو سوانح احمدیہ) اور یہی وہ بزرگ ہیں کہ جنکو مرزا صاحب نے خود مسیح بنکر یحییٰ اور مہدی کا خطاب دیا تھا مگر بعد میں انکاری ہو بیٹھے تھے۔ بہرحال یہ بزرگ مرزا صاحب کے ہمعصر تھے مگر آپکے زمانہ میں مرزا صاحب کو کوئی نہیں پوچھتا تھا دوم بابی مذہب کے شیدائی یہ کہتے ہیں کہ ۱۳۰۰ھ میں حضرت باب کا زمانہ ہے اور ص۹۱ میں اصل شعر یوں بتاتے ہیں غ۔ ر۔ س۔ چوں گذشت از سال۔ یعنے جب ۱۲۶۰ گذر ینگے تو حضرت باب کا ظہور ہوگا۔

۳۳۲ ص۳۴ عام اہل اسلام کا خیال ہے کہ یہ قصیدہ اور ایسے کئی ایک قصائد ۵۷ھ میں غدر کے وقت مسلمانوں کی تسلی دینے کیلیئے اختراع کیئے گئے ہیں ورنہ اصل میں کسی کشف صحیح پر ان کی بنیاد نہیں ہے۔ پچھلے ترک موالات کے دنوں میں دو قسم کے اور قصیدے بھی شائع ہوئے تھے ایک کا قافیہ شود تھا اور دوسرے کا بیانہ وغیرہ اور اس میں مختلف التواریخ اور متباین المضامین تھے اسلیئے ایسے قصائد قابل اعتبار ہی نہیں ہیں تاکہ ان کی صداقت پر کسی کا دعوٰے تسلیم کیا جاسکے اسکے علاوہ یہی قصیدہ دوسری جگہ اگر دیکھو گے تو جزوی طور پر ضرور مختلف ہوگا۔ چنانچہ ایک جگہ پر (بقول بعض) یوں لکھا ہے۔ م ح م د ے بینم۔ ص۴۶ جس سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام مہدی کا نام حسب روایات محمد

ہوگا احمد نہ ہوگا مرزائیوں نے خواہ مخواہ احمد بنالیا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ شاہ ولی اللہ مرحوم کی پیشینگوئی بھی مشترکہ طور پر اختلافی ہو اسلیئے وثوق سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے مراد فلاں مدعی ہے اور فلاں نہیں۔

اور دراصل فقراء کی پیشینگوئیاں ظنی یا وہمی ہوتی ہیں ان کا اعتبار مسائل شرعیہ میں نہیں ہوتا

قصیدہ دوم خواجہ نعمت اللہ ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

راست گویم بادشاہے در جہاں پیدا شود ۔۔۔ نام آں تیمور شاہ صاحبقران پیدا شود

بعد زاں میراں شہے کشورستاں گرد پدید ۔۔۔ والیٔ صاحبقراں اندر زمان پیدا شود

چوں کند عزم سفر آں شاہ سوئے دار البقا ۔۔۔ بعد ازاں اجواں شاہ در انس و جان پیدا شود

بعد ازاں گردد عمر شاہنشہے مالک رکاب ۔۔۔ گردد آں شاہ مدعیش ہمدساں پیدا شود

شاہ بابر بعد زاں در ملک قلب بادشاہ ۔۔۔ پس بہلی دایۂ ہندوستاں پیدا شود

از سکندر چوں رسد نوبت بابراہیم شاہ ۔۔۔ ایں یقین دان فتنہ دہ در آں پیدا شود

باز نوبت چوں رسد شاہِ ہمایوں را زحق ۔۔۔ ہمدساں افغان یکے از آسماں پیدا شود

حادثہ رو آورد سوئے ہمایوں بادشاہ ۔۔۔ آنکہ نامش شیر شاہ باشد ہماں پیدا شود

چوں رود در ملک ایراں پیش اولاد رسول ۔۔۔ تا کہ قدر و منزلش از قدرداں پیدا شود

شاہِ شاہاں مہربانیہا کند در حق او ۔۔۔ تا وقار عزتش چوں خسرواں پیدا شود

تا زمانی آنکہ او لشکر بیارد سوئے ہند ۔۔۔ شیر شاہ فانی شود پوزش بر آں پیدا شود

پس ہمایوں آمدہ گیرد تمامی ملک ہند ۔۔۔ بعد زاں اکبر شہی کشورستاں پیدا شود

بعد زاں شاہِ جہانگیر است گیتی را پناہ ۔۔۔ دنگہی اندر جہان شاہ غیاں پیدا شود

چوں کند عزم سفر آں شاہ سوئے دار البقا ۔۔۔ ثانیِ صاحبقراں اندر جہاں پیدا شود

ثانیِ صاحبقراں تا چہل شاہی میکند ۔۔۔ تا لہ جورش جد دینِ آں کلاں پیدا شود

فتنہ ہا در ملک آرد نیز بس گردد خراب ۔۔۔ از عجائب ہا بود گر آب و ناں پیدا شود

در تجبر خلق آید چوں چنیں گردد خراب   مشتری آتش فشاں از آسماں پیدا شود

راستی کمتر بود کذب و دغل گردد فزوں   دوست گردد دشمنی اندر میاں پیدا شود

ہمچناں در عشرہ باشی بادشاہی میکند (عیاشی ۱۲)   تا ز فرزندان او کوچک بداں پیدا شود

او بر آید پر کند آوازۂ خود در جہاں   والی در خلق عالم سرفشاں پیدا شود

اندر آں اثنا قضا از آسمان آید پدید   آنکہ نامِ او معظم بیگماں پیدا شود

خلق را فی الجملہ در دورانِ او گردد سکون   بر جراحت ہائے مردم مرہم آں پیدا شود

نادر آید از ایران می ستاند ملک ہند   قتل دہلی پس بزور جہد آں پیدا شود

بعد زاں احمد شہی کو ہست گیتی را پناہ   او بملک ہند آید حکم آں پیدا شود

چوں کند عزم سفر آں شاہ سوئے دار البقا   رخنہ اندر خاندانش زاں میاں پیدا شود

قوم سکہاں چیرہ دستی چوں کند بر مسلمیں   تا چہل ایں دور بدعت اندراں پیدا شود

بعد زاں گیر و نصاریٰ ملک ہندوستان تمام   حکم شاں صد سال در ہندوستاں پیدا شود

چوں شود در دور ایشاں جور و بدعت را رواج   شاہِ غربی بہر قتلش خوش عناں پیدا شود

قاتل کفار خواہد شد شہے شیر علی رضی   حامیٔ دین محمد پاسباں پیدا شود

درمیانِ این آں گردد چو بس جنگ عظیم   قتل عالم بے شبہ در جنگ آں پیدا شود

فتح یابد از خدا آں شاہ بزور خود تمام   قوم عیسیٰ را شکستے بے گماں پیدا شود

غلبۂ اسلام ماند تا چہل در ملک ہند   بعد زاں دجال خر از اصفہاں پیدا شود

از برائے دفع آں دجال مے گویم شنو   عیسیٰ آید مہدیٔ آخر زماں پیدا شود

پانصد و ہفتاد ہجری آں زمانے گفتہ شد (۵۷۰)   یکہزار و سی صد و ہشتاد آں پیدا شود (۱۳۸۰)

سالہا چوں سیزدہ می بگذرد فرمان او (اے محمد مہدی علیہ السلام را ۱۲)   شور و غوغا اختلافش زاں میاں پیدا شود

نعمت اللہ را چو آگاہی شد از اسرار حق   گفتۂ او بیگماں بر مردماں پیدا شود

نوٹ:- اس قصیدہ میں امام آخر الزماں کا نام نہیں بتایا گیا اور نہ ہی پہلے قصیدہ سے مطابقت رکھتا ہے۔

قصیدہ سوم خواجہ نعمت اللہ ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

۱	چوں آخری زمانہ آید بدیں زمانہ !	شہباز سدرہ بینی بر دست رائیگانہ
۲	بینی تو عیسوی را بر تخت بادشاہی	گیرند مومناں را با حیلہ و بہانہ
۳	احکام دین و اسلام چوں شمع گشتہ خاموش	عالم جہول گردد جاہل شود علامہ
۴	در شہر کوہ کشلاک نوشند خمر بیباک	ہم بھنگ، چرس، تریاق نوشند باغیانہ
۵	فاسق کنند بزرگی بر قوم از ستر گی	پس خانۂ بزرگی سازند بے نشانہ
۶	در کوہ گلہ باناں در شہر ہا خراماں !	باشند چو بادشاہاں سازند خوش مکانہ
۷	آں عالمان عالم گردند ہم چو ظالم	پس شستہ روئے خود را بر سر نہند عمامہ
۸	زینت دہند خود را با شملہ و بجبہ	گوسالہ ہائے سامر باشند در دن جامہ
۹	ہم بنگ ہائے رشوہ ہر قاضے چو تحشوہ	با غمزہ و کرشمہ گیرند بر علامہ
۱۰	ہر مومن تزاری در چنگ قاضی آری	چوں سگ پئے شکاری قاضی کند بہانہ
۱۱	ہم مفتیان فتوئے فتوے دہند بے جا	از حکم شرع سازند بیرون بسے بہانہ
۱۲	در مکتب و مدارس علم نجوم خوانند	ہم اعتقاد بے جا بنہند بے کرانہ
۱۳	فسق و فجور در گو، رائج شود بہر سو	مادر بدختر خود سازد بسے بہانہ
۱۴	در ہند، سندھ و مدراس اولاد گورگانی	شاہی کنند اما شاہی چو ظالمانہ
۱۵	تا مدت سہ صد سال در ملک ہند و بنگال	کشمیر و شہر گوپال گیرند تا کرانہ
۱۶	صد سال حکم ایشاں در ملک بلخ و توراں	آخر شود یکساں در کہف غائبانہ
۱۷	آں راجگان پنگی مخمور و مست بھنگی !	در ملک شاہ فرنگی آئند غالبانہ
۱۸	صد سال حکم ایشاں در ملک ہندوستاں	آرید اے عزیزاں این نکتہ بیانہ
۱۹	طاعون و قحط یکجا در ہند گشت پیدا	پس مومناں بمیرند ہر جا ازیں بہانہ
۲۰	مردے ز نسل ترکاں رہزن شود چو سلطاں	گوید دروغ دستاں در ملک ہندیانہ
۲۱	دو کس بنام احمد گمراہ کنند بے حد	سازند از دل خود تفسیر فی القرانہ
۲۲	اسلام و اہل اسلام گردد غریب میداں	در ملک بلخ و توراں در ہند و سندھیانہ
۲۳	در شرق و غرب یکسر حاکم شوند کافر	چوں میشود برابر ایں حرف زیں بیانہ
۲۴	از بادشاہ اسلام عبد الحمید ثانی !	چوں کیقباد و کسرٰے می باشد عادلانہ
۲۵	بر او نصاری ہر سو اغوا غلو نمایند	پس ملک او بگیرند با حیلہ و بہانہ
۲۶	بر کوہ قاف میداں باشد ز روس فرماں	خوارزم و حیرہ یکساں گیرند تا کرانہ
۲۷	جاپان و چین و ایراں خرطوم ہم کہستاں	ہم ملک مصر و سوداں گیرند تا کرانہ
۲۸	قتل عظیم سازند در دشت مرد و میداں	بر قوم ترکماناں آئند غالبانہ
۲۹	شاہ بخارا، توراں تابع شود بدیشاں	تا آنچہ شعر خوانم گیرند تا کرانہ
۳۰	نیپال و ملک تبت، چترال بگہ پربت	پس ملک ہائے گلگت گیرند باعیانہ
۳۱	دو شہ چو شاہ شطرنج بر یک بساط بنیم	از بہر ملک و ہم گنج آئند مدعیانہ
۳۲	سرحد خدا نمائند از جنگ باز آئند	صلح فریب سازند صلح منافقانہ
۳۳	کافر چو مومناں را ترکیب دیں نمایند	از حج مانع آئند و ز خواندن قرآنہ
۳۴	در عین بے قراری ہنگامہ اضطراری	رحمے کند چو باری بر حال مومنانہ
۳۵	ناگاہ مومناں را شورے پدید گردد	با کافراں نمائند جنگے چو رستمانہ
۳۶	گردد ز نو مسلماں غالب ز فیض رحماں	یعنی کہ قوم افغاں باشند شادمانہ
۳۷	آخر حبیب اللہ صاحب قراں من اللہ	گیرد ز نصر اللہ شمشیر از میانہ
۳۸	رود اٹک دو سہ بار از خون ناپ کفار	تر میشود بیکبار جریان جارحانہ
۳۹	پنجاب شہر لاہور ہم ڈیرہ جات بنوں	کشمیر ملک منصور گیرند غائبانہ
۴۰	چوں مردمان اطراف ایں مژدہ کہ شنوند	یکبار جمع آئند بر باب عالیانہ
۴۱	قوم فرانس و ایراں برہم نمودہ اول	با انگلش و اطالی آئند جارحانہ
۴۲	ایں غزوہ تا بہ شش سال باشد ہمہ بدنیا	خوں ریختہ بقرباں سلطان غازیانہ
۴۳	حامد شود علمدار در ملک ہائے کفار	فی النار گشتہ کفار از لطف آں یگانہ
۴۴	اعراب نیز آئند از کوہ و دشت ہامول	سیلاب آتشینے از ہر طرف روانہ
۴۵	آخر بموسم حج مہدی خروج سازند	آں شہرۂ خروجش مشہور در جہانہ
۴۶	خاموش نعمت اللہ اسرار حق مکن فاش	در سال کنت کنزا باشد[1] چنیں بیانہ

نوٹ:- اگر پہلے قصیدے میں شعر ۲۶ مرزا صاحب کے حق میں ہو تو قصیدہ نمبر ۳ کا شعر ۲۱ اس کی تردید کر رہا ہے -

نوٹ:- اس قصیدہ کا شعر ۲۰ مرزا صاحب کے استدلال کا کافی جواب بن سکتا ہے -

[1] باشد کی بجائے گشتہ پڑھیں تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ یہ نظم ۵۴۸ھ میں تیار ہوئی ہے

نویں دلیل

(۱) مولوی عبداللہ صاحب غزنوی نے فرمایا تھا کہ قادیان سے ایک نور نکلے گا مگر میری اولاد اس سے محروم رہیگی (براہین احمدیہ ص۲۴۸) (۲) گلاب شاہ مجذوب نے (بقول کریم بخش ناخواندہ کے) کہا کہ عیسیٰ جوان ہوگیا۔ تمام حالات بتا کر کہا کہ اس کا نام غلام احمد ہے (ازالہ ص۷۰۶) (۳) نواب صدیق الحسن نے کہا ہے کہ مہدی کی تکفیر ہوگی (۴) حضرت شاہ سلیمان تونسوی نے مرزا صاحب کی تعریف کی ہے (۵) براہین احمدیہ کے شائع کرنے کو خود حضور انور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا (براہین ص۲۴۸) (۶) اسی طرح متعدد اولیاء اللہ نے آپ کی تصدیق کی ہے جس کی تصریح عسل مصفیٰ کے آخر میں ہے ۳۲۳

جواب یہ ہے کہ صوفیائے کرام میں حسن ظن غالب ہوتا ہے اور اپنے مکاشفات کی بنیاد پر کئی دفعہ ٹھوکریں بھی کھا جاتے ہیں۔ ترک موالات کے دنوں میں خواجہ حسن نظامی نے بڑے بڑے مکاشفے شائع کیے تھے مگر پورا ایک بھی نہ ہوا اسلیئے بہت ممکن ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب اور حضرت تونسوی صاحب نے غلطی کھائی ہو اور بعد میں جب مرزا صاحب کو اسلام کے خلاف دیکھا ہو تو انکار کر دیا ہو مہدی کی تکفیر کا مسئلہ بھی کشف پر مبنی ہے اسلیئے یہ بھی قابل التفات نہیں باقی رہا خواب کا معاملہ تو یہ سب سے کمزور اور خیالی دلیل ہے۔ مرزا صاحب حضور انور کو دیکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا براہین شائع کرد۔ ازالۃ الاوہام میں صوفی محمد لکھنوی کا خواب لکھا ہے کہ بقول حضور انور "مرزا بڑا خراب آدمی ہے" اب ناظرین خود ہی سوچیں کہ دونو خواب کیسے صحیح ہو سکتے ہیں ایسے لوگوں کو خدا ہدایت دے کیونکہ عجیب رنگ میں حضور انور کو بدنام کر رہے ہیں کہ آپ بھی کسی جگہ کچھ کہتے تھے اور کسی جگہ کچھ۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور انور کا ارشاد ہے کہ خواب میں شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا اسلیئے خواب میں حضور کا آنا اصلی ہوگا جواب یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے کو شیطان پھر بھی دھوکا دے سکتا ہے کیونکہ کسی نے آجکل پہلے حضور کو دیکھا ہوا تو نہیں ہے کہ جس سے وہ تمیز کر سکے کہ یہ صورت حضور کی ہے جس پر شیطان نہیں آسکتا اب جس صورت میں آئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ شاید یہی حضور کی صورت ہو اسلیئے خوابوں کا اعتبار مطلقاً نہیں ہے اور کسی مسئلہ شرعیہ کے ثابت کرنے میں کارآمد نہیں ہو سکتیں۔ ہاں پیغمبر کے خواب صحابہ کے خواب اور سجادہ در رکھنے والوں کے خواب سچے نکلتے ہیں مگر آج کل وہ لوگ نہیں رہے اسلیئے آجکل کے خواب حدیث النفس۔ بخارات غذائیہ۔ بخارات دماغیہ۔ اور تسویلات شیطانیہ سے اگر مشتبہ نہ ہوں۔ تو پھر قابل توجہ ہو سکتی ہیں ورنہ مشکل ہے

(۱۲) مہدی اور مسیح دو ہیں یا ایک ؟

۳۳۵ مرزائیوں کے خیال میں مرزا صاحب مسیح اور مہدی دونو تھے اور بہائی مذہب میں چونکہ الگ الگ ہوئے ہیں اسلیئے انکا آپس میں ایک دفعہ جو مقابلہ ہوا ہے اس موقعہ پر وہی نقل کر دینا کافی ہے۔

(مرزائی) امام مہدی کے متعلق جو روایات آئی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ ہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم و بخاری میں ان کو روایت نہیں کیا گیا اور نہ ہی موطا امام مالک میں ان کا نشان ملتا ہے اور حسب تحقیق مرزا صاحب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ محدثین کے بعد گھڑ لیا گیا ہے کیونکہ ابن خلدون نے ان تمام روایات کو مخدوش قرار دیا ہے۔ اور ان میں ایسا شدید اختلاف موجود ہے کہ وہ ایک دوسرے کی خود ہی تردید کر رہی ہیں اسلیئے جنہوں نے ان کو تسلیم کیا ہے ان کو باہمی مطابقت پیدا کرنے میں یوں کہنا پڑا ہے کہ

۳۳۶ (۱) مہدی شخصی نام نہیں ہے بلکہ ایک جماعت کا نام ہے جو مختلف اوقات میں ہو گذرے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ابھی باقی بھی ہو۔

(۲) مہدیؑ اولاد علیؓ سے تعلق رکھتا ہے فاطمی ہونا ضروری نہیں (ابو داؤد۔ حجج الکرامۃ)

(۳) اولاد امام حسن رضی اللہ عنہ میں سے کوئی ایک مہدی بنکر ظاہر ہوگا۔

(۴) اولاد امام حسین رضی اللہ عنہ میں سے کوئی ایک مہدی بنکر ظاہر ہوگا (ابن عساکر)

(۵) مہدی حسنین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے ہوگا۔ (حجج)

(۶) حضرت حمزہؓ اور جعفرؓ بھی اہل بیت میں داخل ہیں کیونکہ مہدی ان کی اولاد میں سے ہوگا۔

(۷) مہدی بنی امیہ میں ظاہر ہوگا کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا قول ہے کہ میری اولاد میں مہدی ہوگا۔ جو دنیا کو اپنے عدل سے پر کر دے گا (تاریخ الخلفاء)

(۸) مہدی علیہ السلام اولاد عباس رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہونگے (حجج)

(۹) مہدی علیہ السلام کا ظہور قریش کے کسی قبیلے میں سے ہوگا۔ (کنز)

(۱۰) اولاد علیؓ اور اولاد عباسؓ دونو سے آپ کا تعلق ہوگا۔ (حجج)

(۱) اتنا ثابت ہؤا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور امت محمدیہ میں ہوگا۔ خدا جسکو چاہے مہدی بنادے

(۲) محققین کا اصلی یہ مذہب ہے کہ ایک شخص پیدا ہوگا جو مسیح اور مہدی دونو کہلائے گا۔ کیونکہ

اولاً ابن ماجہ اور حاکم نے بروایت انس ذکر کیا ہے کہ لا یزال الامر الا شدۃ ولا الدنیا الا ادبارا ولا الناس الا شحا ولا تقوم الناس الا علی شرار الناس ولا المهدی الا عیسی ابن مریم وثانیاً کما ارسلنا الی فرعون رسولا میں اشارہ ہے کہ حضرت نبی کریم مثیل تھے اور آیت لیستخلفنهم میں اشارہ ہے کہ اخر الخلفاء سلسلہ موسویہ میں حضرت مسیح علیہ السلام تھے اسی طرح ضروری ہے کہ سلسلہ محمدیہ مماثلۃ بسلسلہ الموسویہ میں بھی آخری خلیفہ محمدی وہ ایسا مہدی ہوگا جو مسیح بھی کہلائیگا اور اسی بنا پر اس خلیفہ کو ابن مریم کہا گیا ہے ثالثاً نشانات مسیح تقریباً ایک ہی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی اور مسیح صرف ایک شخص کے ہی صفاتی نام ہیں جیسے نزول امطار۔ کثرت زرع۔ ترک جہاد۔ وجود عدل۔ کسر صلیب۔ اہلاک ملل۔ ظہور من المشرق۔ دخول فی بیت المقدس وبیت اللہ الشریف۔ رابعاً بروایت احمدیہ وارد ہؤا ہے کہ یوشك من عاش منكم ان یلقی عیسی ابن مریم اماما مهدیا وحكما عدلا فیكسر الصلیب ویقتل الخنزیر وتضع الحرب اوزارها۔ اس سے یہ ثابت ہو کہ مسیح ہی امام۔ حکم اور مہدی کہلائے گا۔

۳۳۷ (مخالف)[۳۳۷] (۱) اختلاف پیدا ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تمام روایات ہی موضوع ہیں ورنہ جس قدر اختلافی مسائل ہیں ان کی بنیاد روایات موضوعہ پر ماننی پڑے گی (۲) مسئلہ مہدی کو بنظر تحقیر دیکھنا خبث باطن یا جہالت اسلامی ظاہر کرتا ہے ورنہ اگر واقعی قابل نفرت ہوتا تو اصحاب الجرح والتعدیل یا ائمہ کبار اور امامان اسلام اس سے نفرت کا اظہار کرتے (۳) تعدد مہدی کا قول غلط ہے کیونکہ جب محدثین نے اصول حدیث کی رو سے احادیث صحیحہ الگ کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ امام مہدی شخص معین ہی تو پھر کونسے امور ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم اختلاف رفع کرنے کی خاطر ایک نیا مسئلہ پیدا کریں کہ "مسیح اور مہدی ہزاروں آئینگے" معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو اس مسئلہ میں تحقیق نصیب ہی نہیں ہوئی (۴) یہ قول بھی غلط ہے کہ جس حدیث کو موطا نہیں نقل کرتا وہ حدیث ہی موضوع ہے کیا اس کی بابت قرآن شریف میں وارد ہوچکا ہے کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ اگر یہ تسلیم کیا جائے تو یہ ماننا پڑیگا کہ صحاح ستہ موضوعات پر مشتمل ہوں۔ (۵) یہ اصول بھی غلط ہے کہ جو احادیث صحیحین میں نہیں ہیں وہ مردود ہیں الخ

یہ اصول بھی غلط ہے کہ جو حدیث صحیحین میں درج ہیں وہ تمام واجب القبول ہیں کیونکہ بقول مرزا صاحب (ازالہ ۲۲۶)
بہت سی ایسی روایات ہیں کہ جن کو امام ابوحنیفہؒ نے تسلیم نہیں کیا (۶) یہ بھی غلط ہے کہ صحیحین میں امام مہدی کا ذکر
نہیں آیا ان کی روایت ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم و امامکم منکم وعند مسلم فیقال لعیسی صل
بنا فیعتذر بعضکم اولی ببعض فیقتدی المسیح بالمهدي (فتح الباری) اذا ینزل عیسی علی افیق (وہو جبل
عند بیت المقدس) وبیدہ حربة فیاتی بیت المقدس یقتل الدجال والناس فی صلوٰة الصبح والامام یؤم بہم (فتوی فتح الباری ۱۳۵)
(۷) یہ اصول بھی غلط ہے کہ جس کتاب کے متعلق تفصیل مذکور ہو تو دوسری کتابیں مجمل ہو جاتی ہیں دیکھیے قرآن شریف
میں تورات کیلئے وفیہ تفصیل کل شیء مذکور ہے اور یا اخت ہارون کا لفظ تورات میں مذکور نہیں ہے بلکہ کسی صحیفہ
قدیم میں اس کا ذکر نہیں آیا (۸) یہ بھی اصول غلط ہے کہ جس کو ابن خلدون غیر محقق تصور کرے وہ واقع میں بھی ایسا ہو
کیونکہ وہ محض مؤرخ ہے اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ اصحاب الحدیث کے مقابلہ میں اپنی تحقیق پیش کرے (۹) امام شوکانیؒ
نے پچاس روایات لکھی ہیں۔ ملا علی قاری۔ ابن حجر۔ ابن تیمیہ۔ ابن قیم وغیرہ سب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے (۱۰) اگر تعدد مہدی
صحیح ہے تو چونکہ مہدی و مسیح ایک ہیں اسلئے یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح بھی ایک جماعت ہو کر کچھ ہو گذرے ہیں اور کچھ گذرینگے
(۱۱) اگر اختلاف روایات باعث تعدد ہے تو مسیح کو بھی متعدد ماننا پڑے گا کیونکہ نزول مسیح میں بھی اختلاف ہے حیث اختلف
اولاً فی مقام نزولہ بشرقی دمشق عند المنارة البیضاء (ترمذی۔ نواس بن سمعان) او بروحاء (روح المعانی ۲۱۳/۳)
او جبل افیق (قریب بیت المقدس) وعکاء (کنز العمال ج۷) وثانیاً فی مکثه اینمکث اربعین سنة (کنز العمال
او ۴۵ سنة (حجج) او سبع سنین او تسع عشرة سنة (کما هو عند مسلم)
(۱۲) کچھ نشانات پائے جانے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ واقعی قادیانی مدعی امام مہدی تھا اس لیئے ضروری ہے کہ علامات
خمسہ کا امتحان کیا جائے مثلاً کونہ من بنی فاطمة ۔ اسمہ محمد ۔ حیوتہ بعد الدعوة ۔ ملکہ سبع سنین ۔
انتظار المسیح ۔ ابطال الجزیة ۔ وضع الحرب ۔ نزول جبریل ۔ اقتداء عیسی ۔ نزول عیسی ۔ اعلان ظهور
[illegible] اخذ البیعة فی الحطیم ان گیارہ نشانات میں جو پورا اترے وہ مہدی ہوگا (۱۳) یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ اختلاف
آج تک رفع نہیں ہوا کیونکہ حجج میں ہے کہ مہدی کا اہل بیت ہونا متواتر ہے اور آل عباس کے روایات تمام ضعیف
یا مردود ہیں امام شوکانی توضیح میں لکھتے ہیں کہ یا نیال کی طرف امام صاحب عباسی ہونگے اور یہ روایات قابل استدلال نہیں ہیں

ایک محقق کا قول ہے کہ مہدی عباسی کی حدیث بھی اور ہے کیونکہ اسکے لفظ ہیں منا السفاح منا المنصور ومنا المھدی
(بیہقی) (۱۴) قول عمر کہ وہ بنی امیہ سے ہے امیر معاویہؓ اس کی تردید کرتے ہیں کہ ھو من اولاد علیؓ (حجج طبرانی) مرزا
صاحب خود بھی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ از بعض جداتی من بنی فاطمہ۔ اور عسل مصفے میں تسلیم کیا گیا ہے کہ جب آپ
بنی فاطمہ میں داخل ہوئے تو آپ سید بھی بن گئے (۱۵) بنی فاطمہ تسلیم کرنے سے امام مہدی پر تمام عنوان صادق آتے
ہیں۔ من الامۃ من اھل البیت من الحسن او من الحسین اما (۱۶) لا مھدی الا عیسی قابل استدلال نہیں کیونکہ اسکا
راوی محمد بن خالد ہے وھو متفرد بہ ومجھول عند البخاری۔ قال فی الحجج حدیثہ مضطرب ضعیف لا یعارض الصحاح (۱۷) اگر
صحیح ہو تو بقول شوکانی یوں تاویل ہوگی لا مھدی کاملا الا عیسیٰ یا یوں کہیں گے کہ انہیں اتحاد زمانی مراد ہے کقولہ
واما امنا الا واحد (۱۸) کما سے استدلال کرنا اس وقت مفید ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ سے پہلے مہدی بھی مانا جائے ورنہ تشبیہ نام رہیگی
مگر عسل مصفے میں یوں لکھا ہے کہ سید احمد بریلوی ۱۲۰۱ھ میں یحییٰ کی طرح مبشر مرزا پیدا ہوئے تھے مگر مرزا صاحب انہیں مانتے ($\frac{۴۳۹}{۲}$)
اور کہتے ہیں کہ سید احمد کے پیرو چونکہ گمراہ ہیں اسلیئے داستان سازی میں مشغول رہتے ہیں کہتے ہیں کہ مسیح آسمان سے
اترے گا۔ بھلا جھوٹا ایسا نہ کہے تو کیا کہے (۱۹) اب ثابت ہوا کہ مہدی سید ہوگا۔ اور ختم رسالت کی وجہ سے نبی نہ ہوگا۔
اور مسیح کو بطریق توصیف مہدی کہا گیا ہے ورنہ اس کو بطور اسم علم کے مہدی نہیں کہا گیا جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ
علیکم بسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین (ابو داود) ولجریر اللھم اجعلہ مھدیا (کنز العمال) ولابی ذر
من سرہ ان ینظر الی عیسی ابن مریم فلینظر الی ابی ذر الغفاری (ابن عساکر عن انس) ولن تھلک امۃ انا
اولھا وعیسی اخرھا والمھدی اوسطھا (حاکم۔ ابو نعیم۔ ابن عساکر) فبطل ما قال فی العسل المصفے اذا ذکر
المھدی منفردا فالمراد بہ رجل صالح ($\frac{۴۵}{۲}$) فعلیہ ان یقول ایضا ان المسیح اذا ذکر منفردا فالمراد بہ
رجل سیاح لیرتفع الامر من البین ۔ ھذا۔

(۱۳) حیاتِ مسیح برنباس کی زبانی

قرآن شریف میں صراحۃً مذکور ہے کہ واقعہ صلیب کے متعلق دو قسم کے خیال پیدا ہو گئے تھے اول یہ کہ مسیح صلیب ($\frac{۳۳۸}{}$) ۳۳۸
پر مر گیا اور اس کی لاش کو اتار کر قبر میں رکھا گیا تین روز بعد مسیح زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گیا یہ خیال بائیبل کی چاروں انجیلوں

میں موجود ہے۔جن کو عیسائی مانتے ہیں اور قرآن شریف انکار کرتا ہے دوم وہ خیالات ہیں۔جو موجودہ اناجیل اربعہ کے علاوہ اسلامی تصریحات اور انجیل برنابا میں موجود ہیں۔جن میں یوں بتایا گیا ہے کہ مسیح زندہ اٹھا لیا گیا اور اس کی بجائے دوسرا آدمی ہمشکل سمجھ کر رات کو صلیب پر قتل کیا گیا۔اس اختلاف کی وجہ سے ینابیع الاسلام میں اعتراض کیا گیا ہے کہ اسلام کا جب یہ دعویٰ ہے کہ قرآن شریف مصدق انجیل ہے تو اس میں واقعہ صلیب کو کیوں نہیں مانا گیا اس کا جواب مسلمانوں کی طرف سے یوں دیا گیا تھا کہ جس انجیل کی قرآن تصدیق کرتا ہے۔وہ ایک کتاب تھی جو خود مسیح نے عبرانی زبان میں وحی پا کر حواریوں کو دی تھی۔اور واقعہ صلیب کے وقت وہ تلف کردی گئی تھی جس میں قرآن شریف کے کے مطابق رفع مسیح بغیر صلیب مذکور تھا اور واقعہ صلیب میں چونکہ بڑی گڑبڑی پیدا ہو گئی تھی اور حواری اصل واقعہ کے وقت بھاگ گئے تھے اور جو پاس تھے ان کو بھی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اسلئے صحیح طور پر بیان نہیں کر سکے کہ اصل واقعہ کس طرح ہوا۔بلکہ انہوں نے اپنے قیاس اور شنید سے جو صحیح تصور کیا لکھ دیا۔لیکن برنابا حواری نے جو حالات لکھے ہیں وہ وہی خیالات ہیں کہ جن کی تصدیق قرآن کرتا ہے اور اس نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ تمام واقعات میرے چشم دید تھے اسلئے موجودہ عیسائی اگرچہ اسکو تسلیم نہیں کرتے لیکن اسلام ضرور تسلیم کرتا ہے اور اناجیل اربعہ کو اس واقعہ کے متعلق مشکوک قرار دیتا ہے۔

٢٣٩ مرزائیوں نے انجیل برنابا کو عیسائیوں کی طرح ناقابل تسلیم سمجھ کر اناجیل اربعہ کو ہی صحیح سمجھا اور باہمی اختلاف کو یوں مٹایا کہ قرآن شریف میں جن لوگوں نے واقعہ صلیب سے انکار کیا ہے وہ بے خبر تھے اور ما صلبوہ کا معنی ہے کہ یہودیوں نے اس کی ہڈیاں نہیں توڑی تھیں اسلئے شُبّہ لھم مسیح نیم مُردہ ہو کر مُردہ کے مشابہ بن گیا تھا اسلئے مُردہ سمجھ کر حواریوں کو اسکی لاش دی گئی تھی انہوں نے قبر نما غار میں تین دن تک مرہم حوارین سے علاج کیا تو اسکے زخم فوراً درست ہو گئے۔اور کشمیر کو چلا گیا پھر وہیں ۷۰ برس تک روپوش رہ کر محلہ خانیار میں دفن ہوا۔اور یہ داستان سازی بڑی کوشش کے بعد تیار ہوئی اور اسکے ثابت کرنے میں کسی سیاح چینی کی انجیل پیش کی جاتی ہے جو کسی طرح بھی نہ انجیل برنابا کا مقابلہ کر سکتی ہے اور نہ اناجیل اربعہ کے ہم پلہ ہے کیونکہ وہ غیر معروف ہونے کے علاوہ تمام انجیلی بیانات کے خلاف ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس کی مشتبہ عبارتوں کو اپنے مطلب کے مطابق ڈھال لیا ہے ورنہ مرزائیوں کا فرض تھا کہ وہ چینی انجیل کا ترجمہ شائع کرتے مگر اب ہم کیسے کہہ سکتے

ہیں کہ آیا اس انجیل کا وہی مطلب ہے جو مرزا صاحب نے سمجھا تھا یا کچھ اوستادی سے کام لیا گیا ہے برخلاف اس کے مسلمانوں نے انجیل برنابا کا ترجمہ اردو میں شائع کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزائیوں کی داستان سازی بالکل غلط ہے نہ اس کی تائید اسلام کرتا ہے اور نہ نصرانیت یا یہودیت بلکہ صرف مرزائیت کا خانہ ساز مسئلہ ہے۔ اگرچہ یہ انجیل تین سو صفحہ سے زائد تک چلی گئی ہے مگر ہمیں چونکہ صرف حیات کا مسئلہ درکار ہے اسلیئے اس سے اس مسئلہ کے متعلق چند اقتباسات ذیل میں لکھے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اسلامی نکتہ خیال سے مسیح کے حالات زندگی کیسے ہیں۔

(۱۴) اقتباسات انجیل برنابا (برنباس)

۳۳۹ ف۱ موضع ناصرہ میں رہنے والی پارسا مریم کے پاس جبریل نے آکر کہا کہ خدا نے تجھے ایک نبی کی ماں ہونے کیلئے چنا گیا ہے۔ کہا کہ انسان کے بغیر بیٹا کیسے جنوں گی کہا کہ یہ بات خدا کے نزدیک محال نہیں ہے کیونکہ اُسنے بغیر انسان کی موجودگی کے آدم پیدا کیا تھا کہا اچھا خدا کی مرضی۔ اب مریم کو اندیشہ ہوا کہ یہودی لے بدنام کرینگے اسلیئے اپنے رشتہ دار یوسف بخار (عبادت گذار) سے نکاح کیا اور جب اُسنے دیکھ کر مریم کو چھوڑنے کا ارادہ کیا تو خواب میں اسکو بتایا گیا کہ مت ڈر صرف مشیت ایزدی سے یسوع نبی پیدا ہوگا۔

۳۴۰ ف۲ قیصر روم (اوغسطس) نے حاکم یہودیہ (ہیرودس اکبر) کو حکم دیا کہ اپنے علاقہ کی مردم شماری کرے اس لیئے یوسف کو اپنے گھر (بیت اللحم) جانا پڑا۔ اور ایک سرائے میں وہاں پہنچکر قیام کیا تو مسیح پیدا ہوئے سات روز کے بعد ہیکل میں ختنہ کیا گیا پورب کے تین مجوسی مسیح کا ستارہ دیکھ کر اور یہودیہ پہنچکر بیت المقدس میں آٹھیرے اور مسیح کا پتہ پوچھا تب بادشاہ نے نجومیوں سے پوچھکر انکو بتایا کہ وہ بیت اللحم میں پیدا ہوا ہے تم وہاں جاؤ اور واپس ہو کر مجھے ملنا۔ مجوسی ستارے کے پیچھے ہو لیئے اور بیت اللحم میں جاکر مسیح پر نیاز چڑھائی بچہ نے خواب میں کہا کہ تم بادشاہ سے نہ ملو تب وہ سیدھے اپنے گھر چلے گئے یوسف مریم کو مصر لے آیا اور پیچھے بیت اللحم کے بچوں کو مار ڈالنے کا حکم جاری ہوا (کیونکہ حاکم کو یسوع سے بڑا خطرہ تھا) اور یوسف حاکم کی وفات تک مصر ہی رہا۔ سات سال کے بعد یوسف اسے یہودیہ واپس آیا تو ارخیلاوس بن ہیرودس وہاں کا بادشاہ تھا اس لیئے اس سے ڈر کر جلیل میں چلا گیا یسوع

بارہ سال کا ہؤا تو بیت المقدس سجدہ کرنے آیا اور لوگوں سے بحث کی جس سے وہ دنگ رہ گئے تو والدین کے

ہمراہ ناصرہ میں آٹھیرا۔

۳۴۱ ف یسوعؑ تیس برس کا ہؤا تو جبل زیتون پہ زیتون لینے کو پھرال بیٹا دو نو گئے تو بعد از نماز یسوعؑ کو بذریعہ

وحی بتایا گیا کہ وہ یہود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے والدہ نے تصدیق کی۔ کہ مجھے یہ پہلے ہی بتایا گیا تھا تو تبلیغ کیلئے

یسوعؑ پہلی دفعہ بیت المقدس آئے اور رستہ میں ایک کوڑھی کو دعا سے اچھا کیا تو اس نے چلا کر کہا کہ اے

بنی اسرائیل اس نبی کی پیروی کرو۔

۳۴۲ ف تب آپ دوسری دفعہ معہ یہود کے ہیکل میں نماز پڑھنے کیلئے بیت المقدس آئے اور شہر میں شور مچ گیا کاہنوں

نے منبر پر کھڑا کر کے لوگوں کو وعظ سننے کا حکم دیا اور آپنے وعظ میں تمام فقیروں۔ استادوں اور علمائے بنی اسرائیل

کو خصوصیت سے آڑے ہاتھوں لیا تب وہ باطنی طور پر مخالف بنگئے مگر بظاہر تسلیم کیا اور آپ اپنے مریدوں کے ہمراہ

تبلیغ کے لیئے وہاں سے چلدیئے۔

۳۴۳ ف چند دن بعد مسیحؑ جبل زیتون پر دوسری دفعہ گئے اور وہاں ساری رات نماز میں دعا کی کہ مجھے یہودیوں سے

بچا جو میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ صبح خدا کی طرف سے کہا گیا کہ دس لاکھ فرشتے تیری حفاظت کرینگے جبتک کے

تیرا کام انتہا تک پہنچے اور دنیا کا اختتام نہ ہو تب تک تم نہ مروگے تو آپنے سجدہ کیا اور ایک دنبہ قربانی

کیا پھر اردن کے گھاٹ سے عبور کر کے چلے گئے۔ اور چالیس دن روزہ رکھا پھر اورشلیم تیسری بار واپس آکر تبلیغ

کی اور لوگ مطیع ہو گئے۔ جنمیں سے آپنے بارہ حواری چن لیئے اوڈاوس۔ پطرس۔ برنابا (برنباس جس نے یہ

انجیل لکھی) متی عشار۔ یوحنا۔ یعقوب۔ اندراوس یشوعا۔ برتولماوس۔ فلپس۔ یعقوب ثانی

یہوداہ اخریوطی غدار۔

۳۴۴ ف عید ظلال کے موقعہ پر ایک امیر نے ماں بیٹے دونو کو مدعو کیا اور آپنے وہاں پانی کو شراب بنایا۔ اور حواریوں

کو وعظ کی کہ "سیاح بنو اور تکلیف سے نہ گھبراؤ۔ اشعیا کے وقت دس ہزار نبی کا قتل ہؤا تھا۔ ایک گال پر دھپڑ پڑے

تو دوسری آگے کر دو آگ پانی سے بجھتی ہے آگ سے نہیں بجھتی۔ خدا ایک ہے۔ نہ اس کا بیٹا ہے۔ نہ باپ" پھر دس کوڑھے

جو آپ کی دعا سے اچھے ہو گئے آن سے کہا کہ میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ لوگوں سے جا کر کہو کہ ابراہیم علیہ السلام

سے جو وعدے خدا نے کیئے تھے نزدیک آ رہے ہیں پھر آپ دوسری دفعہ ناصرہ کو روانہ ہوئے راستہ میں جہاز ڈوبنے
لگا مگر آپ کی دعا سے بچ گیا۔ ناصرہ میں علما نے معجزہ طلب کیا تو آپنے فرمایا کہ بے ایمانوں کو نشانی نہیں ملیگی
کیونکہ کوئی نبی اپنے وطن میں قبول نہیں کیا جاتا۔ اس پر لوگوں نے آپ کو سمندر میں ڈبونا چاہا مگر آپ بچ گئے
۳۴۵ ف [345] پھر آپ کفرناحوم میں آئے اور ایک کا شیطان دور کیا لوگ ڈر گئے اور کہا کہ اس علاقہ سے نکل جاؤ۔ تو آپ
صور اور صیدا میں آئے اور کنعانی عورت کا جن نکالا اگرچہ وہ یہودی نہ تھی اور آپ صرف بنی اسرائیل کی طرف
مبعوث تھے۔

دوسری دفعہ عید مظال کے وقت آپ چوتھی دفعہ اورشلیم میں آئے اور پوجاریوں کو بحث میں لاجواب کیا اتنے میں
ایک بت پرست نے اپنے بیٹے کیلیئے آپ سے دعا کروائی تو وہ تندرست ہوگیا اور گھر جاکر باپ نے بت توڑ ڈالے پھر آپنے
توحید کی طرف پوجاریوں کو دعوت دی۔ اور بیمار رندکو کا ذکر کرکے انکو نادم کیا تو وہ قتل کے درپے ہوگئے اسلیئے آپ وہاں
سے صحراء اردن میں آگئے اور چار حواریوں کے شکوک رفع کیئے اور انہوں نے باقی آٹھ حواریوں کو بھی سمجھایا
مگر یہوداخسر یوطی نہ سمجھا۔

۳۴۶ ف [346] پھر آپ کو فرشتہ نے پانچویں دفعہ اورشلیم بھیجا تو آپنے ہفتہ کے دن تبلیغ کی تو پوجاریوں کا سردار کہنے لگا کہ تم ہمارے
خلاف تبلیغ نہ کرو آپنے کہا کہ میں ان سے نہیں ڈرتا جو خدا سے نہیں ڈرتے اور جنہوں نے کئی نبی مار ڈالے اور ان کو
کسی نے دفن بھی نہ کیا رئیس الکہنہ نے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا مگر لوگوں سے ڈر گیا۔

۳۴۷ ف [347] نبوت کے دوسرے سال آپ نائین کو پہلی دفعہ گئے وہاں آپنے ایک بیوہ کا لڑکا بڑے اصرار کے بعد زندہ کیا
اور لوگ عیسائی ہوئے مگر رومانیوں نے عیسائیوں سے کہا کہ ہم تو ایسے پیر کو خدا جانتے ہیں تم نے تو کچھ قدر ہی
نہیں کی اب شیطان کے بہکانے سے اختلاف رائے پیدا ہوگیا تو ایک فرقہ نے کہا کہ یہ خدا ہے دوسرے نے کہا کہ خدا
محسوس نہیں ہوتا اسلیئے یہ خدا کا بیٹا ہے اور تیسرا توحید کا قائل رہا اور آپ کفرناحوم میں چلے گئے اور ایک مجمع کثیر
میں آپ تبلیغ کرکے جنگل کو نکل گئے۔

۳۴۸ ف [348] ایک دفعہ قریۃ السامریہ پہنچے تو انہوں نے روٹی بھی نہ دی۔ تو یعقوب اور یوحنا نے کہا کہ آپ بددعا کریں
کہ ان پر آگ برسے۔ آپنے فرمایا کیا صرف اسلیئے کہ انہوں نے ہم کو روٹی نہیں دی۔ کیا تم نے انکو رزق دیا ہے؟

یونسؑ نے نینوی والوں کو بددعا دی تھی تو آپ کے جانے کے بعد انہوں نے توبہ کرلی تھی وہ تو بچ گئے مگر آپ کو
مچھلی نے نگل کر نینوی کے پاس پھینک دیا تھا تب دونو حواری تائب ہوئے۔

۳۴۹ ف۱۱ چھٹی بار آپ عید فصح منانے اورشلیم آئے وہاں بیت الصدا کے چشمہ پر ایک نوجوان ۲ سال سے بیٹھا تھا اور
جب چشمہ میں جوش آتا تھا تو بیمار اس میں جا کر شفا حاصل کرتے تھے مگر اس کو کسی نے اندر نہ جانے دیا تھا آپ نے دعا سے
اس کو اچھا کیا لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے تبلیغ کی اور بحث میں پوجاریوں کو لاجواب کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر حدود
قیصریہ میں آئے اور حواریوں سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ پطرس نے جواب دیا کہ آپ خدا کے بیٹے ہیں تب آپ نے
ناراض ہو کر اس سے توبہ کرائی مگر عام لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو کر جم چکا تھا تو آپ جلیل میں چلے آئے اور بیماروں
کو اچھا کیا۔

۳۵۰ ف۱۲ رات کو حواریوں سے کہا کہ اب امتحان کا وقت آگیا ہے تب فرشتہ نے بتایا کہ یہودا آپ کا اندرونی دشمن ہے وہ
کاہنوں سے اندرونی سازش رکھتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ایک حواری ہلاک ہوگا برنباس نے پوچھا وہ کون ہے؟ آپ نے
فرمایا کہ وہ خود ہی ظاہر ہو جائیگا۔ میں دنیا سے جاتا ہوں۔ میرے بعد ایک رسول آئیگا جو میری تصدیق کرے گا
اور بت پرستی کو دور کر دے گا پھر آپ کوہ سینا پر چلے گئے اور چالیس دن وہیں رہے۔ پھر اورشلیم کو ساتویں دفعہ چلے راستہ
میں کسی نے کہا یہ اللہ ہے اور اپنی قوم کو آپ کے پاس لایا تو آپ نے کہا "نہیں میں بشر ہوں"

۳۵۱ ف۱۳ اس کے بعد آپ صحرائے تیرو میں گئے اور حواریوں کو نماز روزے کی تلقین کی اور ان کو کھانا لانے کیواسطے
کسی بستی میں بھیجا۔ تو سب چلے گئے مگر برنباس آپ کے پاس رہا تو آپ نے فرمایا کہ "اے برنباس میرا ایک شاگرد مجھے تیس
روپے پر بیچ دے گا اور میرے نام پر قتل کیا جائیگا خدا مجھکو زمین سے اوپر اٹھا لے گا اور اس شاگرد غدار کی شکل تبدیل
کر دیگا اور ہر ایک یہی سمجھے گا کہ وہ مسیح ہے مگر جب مقدس رسول آئیگا تو میرے نام سے یہ دھبا اڑا دے گا خدا تعالے یہ
قدرت اسلئے دکھائیگا کہ میں نے مسیّا کا اقرار کیا ہے جو مجھے یہ بدلہ دیگا کہ میں زندہ ہوں اور موت کے دھبے
سے بری ہوں" برنباس نے کہا کہ آپ مجھے بتائیے وہ شاگرد کون ہے میں اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالوں آپ نے
نہ بتایا اور کہا میری ماں کو یہ بات بتا دو تا کہ اس کو تسلی رہے۔

۳۵۲ ف۱۴ تب آپ نے آٹھویں دفعہ اورشلیم آکر تبلیغ کی اور پوجاریوں نے رومانی فوج کو اطلاع دی کہ آپ بت پرستی

کو بُرا کہتے ہیں اس لیئے وہ واجب القتل ہیں مگر آپ کو نہ پا سکے کیونکہ آپ بحر جلیل میں کشتی پر سوار ہو چکے تھے مگر
لوگوں نے ہجوم کیا تو آپ نے لنگر ڈال کر ان کو ساحل کے قریب تبلیغ کی اور ناتؔ کو دوسری بار چلے گئے وہاں ایک
یتیم کے گھر قیام کیا اور اس کی ماں نے بڑی خدمت کی تب لوگوں نے مشورہ کیا کہ آپ کو اپنا بادشاہ بنالیں مگر
آپ وہاں سے بھاگ گئے اور پندرہ دن تک حواریوں کو بھی نہ ملے تب یوحنا۔ یعقوب اور برنباس نے آپکو
پا کر عرض کی اے معلم! تو ہم سے کیوں بھاگ گیا تھا کہا کہ "اسلیئے بھاگا ہوُں کہ شیطانی فوج میرے قتل کی سامان
کر رہی ہے دیکھ لوگے کہ پوجاری حاکم رومانی حاکو سے میرے قتل کا حکم حاصل کریں گے کیونکہ ان کو میرے بادشاہ
بننے کا خطرہ لگا ہوُا ہے اور میرا ایک شاگرد مجھکو ان کے حوالے کر دیگا جیسا کہ یوسفؑ مصر میں بیچا گیا تھا مگر خدا تعالےٰ
اس کو پکڑوا دیگا اور حضرت داؤدؑ کا حکم پوُرا ہوگا۔ (جاہ کن را چاہ در پیش) مجھے ان کے ہاتھوں سے بچا کر
دنیا سے اٹھالیگا"

دوسرے دن آپکے شاگرد دو دو ہو کر حاضر ہوُئے اور باتیوں کا انتظار دمشق میں کیا تو ان کو موت کے
متعلق وعظ کیا کہ "انسان کو عارضی گھر کا خیال نہ کرنا چاہیئے بلکہ اصلی وطن (آخرت) کا سامان کرنا چاہیئے۔ پھر
کہا کہ مَیں تم کو اسلیئے نہیں کہتا کہ میں اب مر جاؤں گا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں دنیا کے اختتام تک زندہ
رکھا جاؤں گا"

وٓ ۱۵ یہوداؔ آپکا توشہ دان سنبھالے رہتا تھا کہ جس میں نذرانے ہوتے تھے صرف اس خیال سے کہ آپ جب بادشاہ ۳۵۲
بن جائینگے تو مجھے بھی اچھا عہدہ ملجائیگا اب انکاری ہو کر کہنے لگا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو ضرور جان لیتا کہ میں اسکا چور ہوں
حکیم ہوتا تو سلطنت لینے سے نہ بھاگتا۔ اب اس نے رئیس الکہنہ کو وہ تمام ماجرا سنا دیا جو نائین میں پیش آیا تھا
تو پوجاریوں نے یہ سوچا کہ آپ ہماری بُت پرستی ہی منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسیّا بنی اسماعیل سے ہوگا اور داؤد سے
نہیں آئیگا اور لوگوں میں آپ کی قبولیت بہت عام ہو چکی ہے اور لوگ آپ کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں مناسب ہے کہ
حاکو رومی سے مدد لیکر آپ کو رات کیوقت گرفتار کیا جائے ورنہ اس کی بادشاہی میں ہم تباہ ہو جائینگے۔

وٓ ۱۶ اس وقت تمام شاگرد دمشق میں تھے آپ ہفتہ کی صبح کو ناصرہ تیسری دفعہ چلے آئے اور لوگوں سے ملاقات ۳۵۳
کر کے یہودیہ چلے گئے راستہ میں شاگردوں نے ہر چند روکا مگر آپنے فرمایا کہ "مَیں ان سے نہیں ڈرتا تم موجودہ فریسیوں

کے خمیر سے ڈرتے رہو کیونکہ خمیر کی ایک گولی من بھر آٹے کو خمیر بنا دیتی ہے"۔

٣٥٤
٣٥٤ ف ١٧ پھر نویں دفعہ اورشلیم میں آئے اور فوج گرفتار کرنے کو آئی مگر قابو نہ پا سکی تو نہر اردن عبور کر کے آپ صحرا
میں چلے گئے پجاریوں نے آکر بحث کی تو تنگ ہو کر سنگباری شروع کر دی مگر آپ بچ نکلے اور وہ آپس ہی میں
ہزار آدمی تک مر مٹے تو آپ معہ اصحاب کے سمعان کے گھر آ گئے۔ نیقودیموس نے کہا کہ آپ اورشلیم سے نکل کر قدرون
کے نالہ سے پار چلے جائیں تو آرام میں رہیں گے آپ کی والدہ کو فرشتہ نے سب حال بتایا تو روتی ہوئی اورشلیم آ گئیں
اور اپنی بہن مریم سالومہ کے گھر قیام کیا۔

٣٥٥
٣٥٥ ف ١٨ اب رئیس الکہنہ نے یورشلیم میں جلسہ کیا جسمیں کچھ لوگ اس کی تقریر سنکر مرتد ہو گئے۔ اور پجاری ہیرودیس منعر
کے پاس چلے گئے اس سے فوج لیکر آپ کو تلاش کرنے لگے مگر نہ پایا اسی رات آپ نے فرمایا کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ اب
دنیا سے چلا جاؤں گا اور جہاں جاؤں گا تکلیف محسوس نہ کروں گا نیقودیموس کے باغ میں آپ رہتے تھے کہ
ایک دن آپ نے یہوداہ غدار سے فرمایا کہ جو تمہیں کرنا ہے جاؤ کرو تو وہ مخبری کرنے کو اورشلیم چلا گیا دوسروں نے سمجھا
کہ عید فصح کے لئے کچھ خریدنے گیا ہے تو یہوداہ نے رئیس سے جا کر کہا کہ اگر تیس روپے دیدو تو میں آج رات ہی
٣٥٦ حضرت مسیح کو بمعہ گیارہ حواریوں کے تمہارے قبضہ میں کر دوں گا رئیس نے رقم ادا کر کے یہوداہ کے ہمراہ ایک دستہ فوج
کا مشعلیں اور ہتھیار دیکر روانہ کر دیا۔

٣٥٦
ف ١٩ اس رات آپ نے یہوداہ کو روانہ کر کے نیقودیموس کے باغ میں سو رکعت نماز پڑھی اور جب فوج آئی تو آپ نے
حواریوں کو گھر جا کر جگایا مگر وہ نہ جاگے جب خطرہ زیادہ ہو گیا تو خدا نے جبرائیل۔ رفائیل۔ اور اوریل کو بھیج کر
گھر کی جنوبی کھڑکی سے آپ کو اٹھا لیا اور تیسرے آسمان پر اپنے پاس رکھ لیا۔

٣٥٧
٣٥٧ ف ٢٠ تب یہوداہ زور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا جہاں سے آپ اٹھائے گئے تھے اور شاگرد سو رہے تھے اور
اس نے ان کو جگانا شروع کر دیا۔ تو خدا تعالیٰ نے اس وقت اپنی قدرت دکھائی کہ وہ بولی اور شکل میں آپ کے مشابہ
بن گیا اور حضرت مسیح کو تلاش کرنے لگا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ یہ وہی مسیح ہے تو ہم نے کہا کہ "اے معلّم تو ہی تو ہمارا
معلّم ہے کیا تو ہم کو بھول گیا ہے"۔ اس نے مسکرا کر کہا احمقو! یہوداہ اسخریوطی کو نہیں جانتے ہو۔ اتنے میں سپاہی اندر
آ گھسے اور اس کو مسیح سمجھ کر گرفتار کر لیا ہر چند اس نے کہا کہ میں وہ مسیح نہیں ہوں۔ مگر انہوں نے اسے مخول سمجھ کر

ایک نہ سنی۔ کہا کہ "میں ہی تو تم کو لایا ہوں تم مجھے ہی باندھ لوگے؟" سپاہیوں نے جانا کہ وہ ان سے فریب کرتا ہے
تب انہوں نے اس کو مکے اور لاتیں مار کر ذلیل کیا اور اورشلیم کو گھسیٹتے ہوئے لے چلے اور یوحنا اور پطرس ساتھ
گئے اور انہوں نے برنباس سے آکر کہا کہ تمام کاہن جمع تھے اور قتل کرنے پر اتفاق کیا تھا اور یہوداہ نے وہاں دیوانگی
سے بہت باتیں کیں مگر انہوں نے مخول سمجھا یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہی وہ مسیح ہے اور موت سے ڈر کر باتیں بناتا
ہے اور جنون کا اظہار کر رہا ہے۔

۳۵۸
۳۵۸ ۲۱ صبح جلسہ ہوا اور رئیس الکہنہ نے گواہی لی کہ یہی مسیح ہے میں یہ کیوں کہوں جبکہ رئیس نے ہی جانا کہ وہ مسیح
ہے بلکہ تمام شاگردوں نے بھی اعتقاد سے یہ کہا کہ یہ وہی مسیح ہے حضرت مریمؑ بھی اپنے اقارب و احباب کے ہمراہ یہاں
آگئیں آپ نے بھی یہوداہ کو اپنا بیٹا مسیح سمجھ کر رونا شروع کر دیا۔ برنباس کہتا ہے کہ خدا کی قسم مجھے اس وقت وہ
بات بالکل بھول گئی تھی کہ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ "میں دنیا سے اٹھا لیا جاؤں گا اور دوسرا شخص میری جگہ عذاب
دیا جائیگا اور میں دنیا کے خاتمہ تک نہ مروں گا" تب برنباس۔ یوحنا۔ مریم صلیب کے پاس گئی تو یہوداہ
کو مشکیں باندھ کر رئیس کے سامنے لائے تب اس نے تعلیم اور شاگردوں کے متعلق پوچھا مگر یہوداہ نے جواب
دیا گویا کہ وہ دیوانہ ہے۔ پھر خدا کی قسم دلا کر پوچھا کہ سچ کہو تب اس نے کہا کہ میں سچ کہتا ہوں کہ میں وہی یہوداہ اسخریوطی
ہوں کہ جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں مسیح کو تمہارے ہاتھ میں دیدوں گا مگر میں نہیں جانتا کہ تم کیوں پاگل ہوگئے ہو
اور چاہتے ہو کہ میں ہی مسیح ناصری بن جاؤں؟

۳۵۹
۳۵۹ ۲۲ تب اسے مشکیں باندھے ہوئے پیلاطس (حاکم اورشلیم) کے پاس لیگئے اور وہ درپردہ حضرت مسیح کا خیر خواہ
تھا اور چونکہ وہ یہی سمجھتا تھا کہ یہوداہ ہی مسیح ہے اسلیئے کمرہ میں لے جا کر پوچھنے لگا کہ مسیح بتاؤ کہ رئیس الکہنہ نے
معہ تمام قوم کے کیوں تجھ کو میرے سپرد کیا ہے کہا کہ میں سچ کہوں گا تو تم نہیں مانو گے۔ حاکم نے کہا کہ میں یہودی
نہیں ہوں سچ بتاؤ مجھے اختیار ہے کہ چھوڑ دوں یا قتل کر دوں کہا کہ میں یہوداہ اسخریوطی ہوں اور یسوع جادوگر نے
مجھے اپنی شکل پر بدل دیا ہے۔ مگر رئیس اور قوم نے شور مچایا کہ یہی مسیح ناصری ہے ہم اسے خوب پہچانتے ہیں تب
حاکم نے خود بری الذمہ ہونے کیلیئے اس کو ھیرودس کے پاس بھیجا کیونکہ مسیح کوہ جلیل کا باشندہ تھے یہوداہ
نے وہاں بھی جا کر انکار کیا مگر اوروں کی طرح ھیرودس نے بھی اس پر ہنسی اڑائی اور اس کو سفید کپڑے پہنا دیئے

(جو پاگلوں کا امتیازی لباس تھا) اور بیلاطس کے پاس واپس روانہ کردیا اور کہا کہ بنی اسرائیل کو انصاف
عطا کرنے میں کمی نہ کرے تب اس نے اسکو ان کے حوالے کردیا کہ مجرم ہے اور موت کا مستحق ہے تو وہ اسے جمجمہ
پہاڑی پر لائے جہاں صلیب دیا کرتے تھے وہاں اسے ننگا کرکے صلیب پر لٹکا دیا تو یہودا سخت چلایا۔ برنباس کہتا
ہے کہ یہودا کی آواز چہرہ اور تمام شکل حضرت مسیحؑ کے مشابہ ہونے میں یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ شاگردوں اور
مومنین تمام نے یہی سمجھا کہ وہ مسیح ہے تب بعض لوگ حضرت مسیحؑ کو جھوٹا نبی سمجھکر مرتد ہو گئے کہتے تھے کہ اس کے
معجزات جادو تھے اور یہ کہنا غلط نکلا کہ "میں نہیں مروں گا جب تک کہ دنیا کا خاتمہ قریب نہ ہو جائے اور وہ
دنیا سے لے لیا جائے گا" اور جو لوگ دین پر مضبوطی سے قائم رہے۔ انہوں نے بہت غم کیا اور آپ کا کہنا بالکل
بھول گئے کیونکہ انہوں نے یہودا کو آپ سے بالکل ہی مشابہ دیکھا تھا اور اسی غلط فہمی میں نیقودیموس اور
یوسف ارامیتائی کی سفارش سے یہودا کی لاش بیلاطس سے حاصل کرکے یوسف کی نئی قبر میں دجو اسنے
پہلے بنا رکھی تھی۔ ایک سو رطل خوشبو بھر کے یہودا کو دفن کیا۔

ف۲۳ تب برنباس۔ یعقوب۔ اور یوحنا مریمؑ کے ہمراہ ناصرہ گئے اور وہ فرشتے جو مریمؑ کے محافظ تھے ۲۶۰
آسمان پر گئے اور تمام ماجرا مسیحؑ سے کہا تو آپنے والدہ کا غم سن کر خدا سے دعا مانگی کہ "مجھے والدہ سے ملنے کی اجازت
ہو" تب فرشتے اپنی حفاظت میں آپ کو نور کے شعلوں میں مریمؑ کے گھر واپس لے آئے جہاں آپ کی والدہ او
دونوں خالہ مرثا اور مریم مجدلیہ اور برنباس یوحنا۔ یعقوب اور پطرس مقیم تھے آپکو دیکھ کر یہ سب بیہوش ہو گئے
مگر آپنے یہ کہکر تسلی دی کہ میں زندہ ہوں۔ تب والدہ نے پوچھا کہ بیٹا تو پھر خدا نے تیری تعلیم کو کیوں داغدار بنایا
اور کیوں اقارب واحباب کے نزدیک تیری موت دکھلائی اور بدنام کیا۔ فرمایا! اماں!! سچ جانو میں نہیں مرا
اور مجھ کو اللہ نے دنیا کے خاتمہ تک محفوظ رکھا ہے یہ کہکر چار فرشتوں کو شہادت کیلیئے طلب کیا تب فرشتوں
نے تصدیق کی۔ تب برنباس نے پوچھا کہ چوروں کے درمیان قتل ہونے کا دھبا تو آپ پر ہمیشہ لگا رہے گا فرمایا
کہ "میرے بعد محمد رسول اللہ آئینگے اور یہ دھبا اٹھائیں گے اور لوگوں پر واضح کردینگے کہ میں زندہ ہوں"
پھر برنباس کو آپنے اپنے حالات قلمبند کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا کہ میری والدہ کو جبل زیتون میں لے جاؤ
کیونکہ میں وہاں سے آسمان کو چڑھوں گا تب وہ مریمؑ کو وہاں لیگئے اور فرشتے تمام کے سامنے مسیحؑ کو

آسمان کی طرف اٹھالیے گئے۔

۳۶۱ خلاصہ یہ ہے کہ یہ انجیل صاف بتا رہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ بجسم عنصری آسمان پر اٹھائے گئے یہود اپنے کیفر کردار میں مشابہ بالمسیح بنکر مصلوب ہوا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام نے اخیر میں یہ بھی فرمادیا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (احمد۔ محمد۔ مسیا۔) آپ کے قتل و صلب کا دھبہ اٹھادینگے اب ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ہم کس زبان سے کہہ سکتے ہیں کہ (یاتی من بعدی اسمہ احمد) کی پیشینگوئی سے مرزا صاحب مراد ہیں کیونکہ مرزا صاحب تو یہود کے موافق اپنے زعم باطل میں آپ کو قتل اور مصلوب کر چکے تھے اور دشمنان اسلام کو اپنی طرف سے کامیابی دے چکے تھے صرف ہڈی توڑنے کو باقی سارا کام ختم ہو چکا تھا۔

(۱۵) اسلامی تصریحات اور حیاتِ مسیحؑ

۳۶۲ الف۔ مؤرخ طبری لکھتا ہے کہ حضرت مریمؑ اور یوسف (چچازاد رشتہ دار) دونو ایک مسجد میں خادم تھے جو جبل صیہون کے پاس تھی آپ ایک دن چشمہ سے پانی لینے گئیں تو جبرائیل نے نفخ کیا جس سے آپ کو حمل رہ گیا یوسف نے بدظن ہو کر پوچھا کہ کیا بیج کے سوا بھی کوئی پودا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ سب پودے ابتداء میں بغیر بیج کے تھے آدم کا بھی ماں باپ نہ تھا تو یوسف خاموش ہو گئے اور جب وضع حمل کے آثار پیدا ہوئے تو یوسف آپ کو مصر لے گئے ابھی دور ہی تھے۔ کہ دردزہ شروع ہو گیا تو گدھے پر سے اتر کر ایک کھجور کے نیچے ڈیرہ لگادیا۔ اور وہاں حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے سردی کا موسم تھا فرشتوں نے آکر آپ کو تسلی دی اس رات تمام بت سرنگوں ہو گئے شیاطین آپکے مگر ناکام رہے اور یہ عہد کیا کہ اس کی زندگی میں اس کا کام تمام کر ڈالیں گے۔ مجوسی ستارہ دیکھ کر مُر۔ لوبان اور سونا کی نیاز چڑھا گئے کیونکہ مر سے شفا ہوتی ہے اور اس نبی سے شفا حاصل ہو گی۔ لوبان اسلیئے کہ اسکا دھواں سیدھا آسمان کو جاتا ہے اور یہ نبی بھی سیدھا آسمان کو جائیگا اور سونا اس لیئے کہ تمام مال و دولت کا سردار ہے اور یہ نبی بھی اپنے زمانہ میں بہترین شخص ہو گا۔ (ہیرودوس کا قصہ مذکور ہے) پھر بارہ سال آپ مصر میں رہے (اور یہی ربوہ کا مقام ہے) آپ زمیندار کے گھر رہتے تھے ایک رات اس کی چوری ہو گئی۔ تو آپنے وہاں کے خیرات خوار جمع کر کے ایک اندھے اور ایک لونجے کو پکڑ کر کہا کہ تم نیچے بیٹھو اور اندھے کو کاندھے پر اٹھاؤ اس طریق سے وہ زمیندار کے خزانہ تک پہنچ گئے تو آپنے ان کو چور ثابت کیا

اور واپس شام میں آ گئے تیس سال کے تھے کہ آپ کو نبوّت ملی - اور تین برس بعد خدا نے آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا

۳۶۳ (ب) ۳۶۳ ایک روز تین شیطانوں نے انسانی بھیس میں ایک جلسہ کیا لوگ جمع ہوئے تو ایک شیطان نے کہا کہ مسیح خود خدا

ہے - دوسرے نے کہا کہ خدا جسم میں نہیں آتا - یہ خدا کا بیٹا ہے تیسرے نے کہا کہ دوسرا مستقل خدا ہے اب عیسائیوں میں

شرک پیدا ہو گیا اور جب واقعہ صلیب قریب تھا تو آپنے حواریوں سے کہا کہ میرے لئے تاخیر اجل میں دعا کرو مگر وہ

سب سو گئے اور دعا نہ کرنے پائی تو آپنے فرمایا کہ میں جاتا ہوں اور ایک حواری تیس درہم سے مجھکو بیچ ڈالے گا چنانچہ وہ تیس

درہم رشوت لیکر آپ کو گرفتار کرانے آیا - تو وہ خود ہی آپ کا شبیہ بن گیا اور انہوں نے اس کو صلیب دیدیا اور آپنے بعد از

صلیب ایک اور جگہ جمع ہونے کا حکم دیا - تب حواری گئے تو ایک کم تھا اور وہ نہ تھا کہ جس نے مخبری کی تھی - کسی نے کہا کہ

وہ پھانسی لے کر مر گیا ہے وہب کہتے ہیں کہ سات گھنٹے مسیحؑ مرے تھے پھر زندہ کر کے اٹھا لیئے گئے عیسائیوں کا بھی یہی

مذہب ہے پھر آسمان سے اتر کر مریم مجدلیہ کے ہاں اتر کر حواریوں کو تبلیغ کیلئے روانہ کیا چنانچہ پطرس اور پولس روما کو گئے

(پولس حواری نہ تھا) متی اور اندر آہس انسان خواروں کے ملک کو فیلبوس افریقیہ کو یحنس فسوس (قریہ اصحاب الکھف) کو

یعقوب اور شلیم کو ابن تلما عرب کو اور سیمون بربر کو روانہ ہوئے اور جو حواری باقی رہ گئے ان کو یہودیوں نے دھوپ

میں بٹھا کر عذاب دینا شروع کر دیا تب سلطان روم نے عیسائیت قبول کی تو یہودیوں کو مار ڈالا اور صلیب پرستی شروع ہو گئی

۳۶۴ (ج) ۳۶۴ قال الطبری ملک الشام بعد صلیبه طیباریوس الی جایوس ثم ابنه قلودیوس ثم نیرون

الذی قتل بطرس وبولس وصلبه منکسا ثم بوطلا یوس ثم اسفسیالوس

وبعد رفع عیسے اربعین سنة وجه ابنه ططوس فهدم بیت المقدس وقتل الیهود

ثم اخرون ثم هرقل - فالزمان بین تخریب بخت نصر الی الهجرة الف سنة وبین ملك

اسکندر والهجرة ۹۲۱ سنة وبین ظهوره ومولد عیسی ۳۰۳ سنة وبین مولده وارتفاعه

۳۲ سنة - وبین ارتفاعه الی الهجرة ۵۸۶ سنة (فانظروا کیف اعادوا لفظة الارتفاع) -

۳۶۵ ۳۶۵ ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ جب یہودیوں نے آپ کو ایذا رسانی شروع کی - تو آپ مع والدہ کے سفر میں ہی رہنے

لگے اسکے بعد انہوں نے حاکم دمشق کے پاس شکایت کی بیت المقدس میں ایک شخص بغاوت پھیلا رہا ہے تو اس نے

حاکم بیت المقدس کی طرف حکم بھیجا کہ ایسے آدمی کو فوراً سولی چڑھا کر قتل کر دو - جب یہودی گرفتار کرنے کو آئے - تو

اس وقت آپ اپنے حواریوں میں بیٹھے تھے (کہ جن کی تعداد ۱۲ سے ۱۸ تک بتائی گئی ہے) تو انہوں نے بروز جمعہ بعد العصر آپ کو محاصرہ میں لے لیا تب آپ نے کہا کہ میرا شبیہ کون بننا چاہتا ہے تاکہ میری جگہ مصلوب ہو کر میرے ساتھ جنّت میں جائے ایک نو عمر جوان آدمی اٹھا آپ نے ہر چند ٹالا مگر اسکے سوا کسی نے جرأت نہ کی۔ تو جس کوٹھری میں تھے اس کا ایک روشندان کھول کر نیند کی حالت میں آپ کو فرشتے آسمان پر لیگئے جب کوٹھری سے حواری باہر آگئے تو شبیہ کو لے جاکر صلیب پر لٹکا دیا اب جو لوگ کمرہ میں تھے انہوں نے کہا کہ مسیح آسمان پر ہے اور جو لوگ باہر تھے ان کو یقین ہو گیا کہ مسیح کو انہوں نے قتل کر ڈالا ہے"

ابن جریر[۳۶۶] نے خود آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسلام کا بیان بھی نقل کیا ہے کہ قیامت سے پہلے اہل روم اعماق ۳۶۶
یا عمّان میں اتریں گے۔ تو مدینہ شریف سے ایک لشکر مقابلہ کو نکلے گا اور رومی کہیں گے کہ ہمارے قیدی واپس کرو۔ تو مسلمان انکار کرینگے پھر لڑائی شروع ہو گی تو ایک ثلث مسلمان بھاگ جائینگے ایک ثلث شہید ہونگے باقی ایک ثلث روم پر فتح پائے گا اور قسطنطنیہ فتح کرے گا غنیمت تقسیم ہو رہی ہو گی۔ تو کوئی آواز دے گا کہ مسیح دجّال آپڑا ہے تو وہ ملک شام میں پہنچینگے تو دجّال کو دیکھ لیں گے کہ وہ آرہا ہے تب لڑائی کی صفیں تیار کرینگے تو نماز فجر کا وقت ہو جائیگا تب حضرت مسیح علیہ السّلام آسمان سے اترینگے امام مہدی کہینگے کہ آپ نماز پڑھائیں مگر آپ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھیں گے پھر جب آپ کی نظر دجّال پر پڑے گی تو وہ نمک کی طرح پگھلنا شروع ہو جائیگا مگر آپ اپنے نیزہ سے اس کو خود جاکر قتل کرینگے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ معراج کی رات جب حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے ملاقات ہوئی تو قیامت کا ذکر چھڑ گیا تو عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ مجھے خدا سے وعدہ ہے کہ جب دجّال ظاہر ہوگا تو میرے پاس دو نیزے ہوں گے تو وہ مجھے دیکھ کر پگھلنا شروع ہوگا اور جب یہود کا خاتمہ ہوگا اور لوگ واپس چلے جائینگے تو یاجوج ماجوج نکلکر تباہی ڈالیں گے تو میری دعا سے خدا ان کو ہلاک کردیگا اور انکے جسم بارش کے ذریعہ سمندر میں چلے جائینگے تو پھر اسکے بعد قیامت آئے گی (ابن ماجہ)۔ آپ نے یوں بھی فرمایا ہے کہ اس وقت (امام مہدی علیہ السلام کے ماتحت) تین شہر ہونگے ایک بحرین میں دوسرا شام میں اور تیسرا حیرہ میں۔ لوگ اختلاف رائے میں ہونگے کہ مسیح دجّال ستر ہزار فوج لے کر نکلے گا کہ جن میں اکثر یہودی اور عورتیں ہوں گی اور ان کے سر پر تاج ہونگے تب مسلمان جبل افیق پر جمع ہوں گے اور

بھوک سے تنگ آئیں گے تب آواز آئے گی کہ امداد غیبی آگئی ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام آئینگے (ابن ماجہ)

٣٦٧ ایک[٣٦٧] وعظ میں آپنے فرمایا کہ خروج دجّال کی خبر ہر ایک نبی دیتا رہا ہے میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امّت ہو اگر میرے زمانہ میں ظاہر ہوا تو میں خود سنبھال لوں گا میرے بعد ظاہر ہوا تو تم اپنا بندوبست کرو۔ شام و عراق کے درمیان خروج کرے گا۔ تو دائیں بائیں پھیلے گا وہ نبوّت کا دعویٰ کرے گا اور کہے گا کہ انا نبی ولا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا پھر کہے گا کہ میں رب ہوں۔ ایک آنکھ بیٹھی ہوگی دوسری ابھری ہوئی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا جسے ہر خواندہ و ناخواندہ شناخت کر سکے گا اسکے ہاتھ میں جنّت اور دوزخ ہونگے تم کو اگر دوزخ میں ڈالے تو سورہ کھف پڑھو تا کہ اس کی آگ سرد ہو جائے ایک عربی کے والدین زندہ کرے گا تو دو شیطان اسکے والدین بن کر کہیں گے کہ بیٹا یہی رب ہے اسے مان لو ایک کو دو حصّوں میں چیر ڈالے گا پھر زندہ کر کے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے وہ کہے گا۔ وہی جو تجھے اور مجھے پیدا کرنے والا ہے تم دجّال ہو آج مجھے خوب اطمینان ہو گیا ہے وہ بارش اور قحط بھی اپنے ساتھ رکھیگا جو قوم اسے مانے گی اس کو بھرپور کردے گا اور جو نہ مانے گا اسے تباہ کر دیگا مکّہ اور مدینہ پر چونکہ فرشتوں کا پہرہ ہوگا اسلیئے وہاں نہ جا سکے گا مگر مدینہ شریف کے پاس ضریب احمر کے مقام پر کھڑا ہو کر لوگوں کو دعوت دیگا تو منافق زن و مرد نکلکر اسکے لشکر میں شامل ہو جائینگے اس دن کا نام یوم الخلاص پڑ جائیگا اس وقت عرب قلیل تعداد میں امام صاحب کے ماتحت بیت المقدس میں جمع ہونگے تو صبح کی نماز میں نزول مسیح ہوگا۔ دجّال دیکھ کر بھاگے گا تو آپ فرمائینگے کہ تیرا قتل میرے ہاتھ سے مقدّر ہے تو خود جا کر قتل کریں گے اور یہود کو شکست ہوگی۔ شجر و حجر بھی ان کو پناہ نہ دینگے صرف ایک غرقد درخت کی آڑ میں پناہ لے سکینگے۔ اس کی سلطنت چالیس دن ہوگی یا جس مدّت تک خدا کی مرضی ہوگی جنمیں سے ایک دن ایک سال ہوگا اور آخری ایک ساعت کا کہ ایک دروازہ سے نکلکر دوسرے تک پہنچو گے تو شام ہو جائے گی اور نماز اپنے اپنے وقت اندازہ لگا کر پڑھنا ہوگی آپنے یہ بھی فرمایا ہے کہ تین سال پہلے ایک ایک حصّہ کم ہوتے ہوتے بارش بالکل بند ہو جائیگی۔ اور عبادت گذار تسبیح و تہلیل سے پیٹ بھر لیا کرینگے۔ (کنز العمال)

٣٦٨ اس[٣٦٨] کے بعد حضرت مسیح علیہ السّلام کا عہد مبارک ہوگا آپ **حاکم عادل** ہونگے۔ یہود پہلے ہی تباہ ہو چکے ہونگے تو اور بھی تباہ ہو جائینگے جزیہ قبول نہ ہوگا صرف اسلام قبول ہوگا مال و دولت آپکے عہد میں بکثرت ہوگی

اور لوگ سیراب ہو نگے یہانتک کہ ایک انار ایک کنبہ کو کافی ہو جائیگا۔ آپ **صلیب** اور **خنزیر** کو نیست و نابود
کر دینگے اور عیسائیت کا بھی خاتمہ ہو جائیگا صرف خدا ہی کی پرستش ہو گی۔ قریش اپنی سلطنت پر قائم ہو جائینگے۔
زمین جوان ہو کر حضرت آدمؑ کے وقت جیسی نباتات نکالے گی۔ گھوڑے چند روپوں میں ملیں گے کیونکہ دنیا میں
امن قائم ہو گا۔ لڑائی کا نام و نشان تک نہ رہے گا بیل کی قیمت بڑھ جائے گی کیونکہ کھیتی میں بہت ضرورت
بڑھ جائے گی۔ نزول کے وقت آپکے سر سے پانی کے قطرے گرتے ہونگے دو فرشتوں کے کاندھوں پر
ہاتھ رکھے ہوئے اتریںگے آپ پر دو زعفرانی چادریں ہوں گی آپکے دم سے یہودی خود ہی بھسم ہونگے باب لُدّ میں
دجال کو قتل کرینگے دمشق کے مشرقی جانب سپید مینار کے پاس ٹھہرینگے آپ فجِ روحا کے مقام سے
حج بھی کرینگے۔ آپ شادی کرینگے آپکے بچے ہونگے آپ کی وفات پر اہل اسلام جمع ہو کر
نماز جنازہ پڑھیں گے اور روضہ نبویہ میں آپکو دفن کیا جائیگا۔ (کنز العمال)

۳۶۹ یاجوج ماجوج کے وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا قیام جبل طور پر ہو گا۔ اور یہ قوم بحیرہ طبریہ کو بھی پی کر
خشک کر دے گی پھر ان کے آخری حصہ کا گذر ہو گا تو کہیں گے کہ کبھی یہاں پانی ہوتا تھا مسلمان ایسے تنگ ہونگے
کہ ایک بیل کا سر یا خود ایک بیل سو درہم سے زیادہ عزیز ہو گا حضرت کی بددعا سے انکو پھوڑا نکل کر تباہ کر دیگا
اور ان کی لاشوں سے بدبو پھیل جائے گی پھر دعا کرینگے تو بڑے بڑے پرند ان کی لاشیں اٹھالے جائیں گے
اور بعد میں بارش ہو کر زمین صاف ہو جائے گی اور خوب کھیتی ہو گی اسکے بعد ایک ہوا چلے گی تو مسلمان مر جائینگے
اور بے ایمان باقی رہیں گے جن پر قیامت قائم ہو گی۔ (کنز العمال)

۳۷۰ ان تصریحات کو پیش نظر رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی سلطنت ملک شام میں اس وقت
ہو گی کہ قسطنطنیہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا ہو گا عرب کی سلطنت از سر نو قائم ہو گی یہودی قوم کا نا دجال
خدائی دعوے کرتے ہوئے اسلام کو مٹانے کیلئے نکلے گا مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے نازل ہونے سے یہودی
سلطنت بالکل تباہ ہو جائے گی اور ملک شام میں آپ کم از کم چالیس سال حکومت کرینگے اور صاحب اولاد
ہو کر مدینہ شریف میں روضہ نبویہ کے اندر دفن ہونگے اور بعد اسلام مٹ جائیگا اور بدکرداروں کے لیے قیامت
قائم ہو گی۔ (کنز العمال۔ ابن جریر)

٣٧١ یہ واقعات بالکل صاف بتا رہے ہیں کہ حضرت مسیحؑ اور حضرت امام مہدی ملک شام میں ظاہر ہونگے ان کا تعلق ہندوستان وغیرہ میں نہیں ہے اور جو لوگ اس پیشگوئی کو افسانہ خیال کر کے تکذیب کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ زمانہ کے انقلابات میں آئے دن کئی ایک نئی نئی صورتیں پیش آتی رہتی ہیں کہ جنکا کسی کو وہم و خیال تک بھی نہیں ہوتا اسلیئے ممکن ہے بلکہ یقین ہے کہ اندرون عرب میں ایسے واقعات پیش آئیں جن کا اثر قسطنطنیہ تک بھی پہنچ جائے۔ اگرچہ اس وقت اس پیشگوئی کے آثار موجود نہیں ہیں لیکن موجود ہوتے کچھ دیر نہیں لگتی خدا جب چاہتا ہے۔ تو گریٹ وار پیدا کر کے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیتا ہے اور مسلمان ایسے مٹ جاتے ہیں کہ لنگوٹی سنبھالنے کو مستقل حکومت خیال کر لیتے ہیں۔

٣٧٢ جس طرز پر اسلامی تصریحات نے ظہور مہدی اور نزول مسیح کو پیش کیا ہے وہ حاکمانہ رنگ ہے نہ محکومانہ یا رعیتانہ بو اس میں نہیں آتی۔ اور یہ ایسے واقعات ہیں کہ ان کے ظہور پذیر ہونے میں کچھ اشکال بھی نہیں گو آج تک مجموعی طور پر یہ تمام واقعات پیش نہیں آئے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ سرے سے ناممکن ہیں دنیا کی مادی ترقی۔ انکشافات جدید۔ اور علوم و فنون کی تبدیلیاں یا اقوام میں سیاسی اور تمدنی انقلابات یہ سب کے سب ایسے امور ہیں کہ جنکے سامنے اس پیشگوئی کا اظہار اصلی رنگ میں دکھائی دینا کوئی ناممکن بات نہیں رہ جاتا اور جن لوگوں نے عجلت پسندی سے یا اس پیشگوئی کے بعض الفاظ کی بنیاد پر یا کسی غلط فہمی اور مغالطہ اندازی سے یقین کیا ہے یا یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ ایسے واقعات ظہور پذیر ہو چکے ہیں یا یہ کہ ان کا جائے وقوع ہندوستان یا کوئی دوسرا ملک ہے انہوں نے دیدہ دانستہ اس پیشگوئی کے تمام اجزاء پر نہ کبھی خود غور کیا ہے اور نہ کسی کی
٣٧٣ توجہ اس کی طرف منعطف ہونے دی ہے ورنہ بالکل صاف ہے کہ خروج مہدی اور نزول مسیح کے آثار ابھی تک نمایاں طور پر کہیں بھی نمودار نہیں ہوئے۔ اور قیامت کے آثار جو سنہ ۱۲۰۰ ہجری سے ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں البتہ ان میں ترقی بعد ہی سے معلوم نہیں کب تک پایۂ تکمیل کو پہنچکر ایک دفعہ پھر اسلام ہی اسلام دنیا میں نظر آنے کا موقعہ پیدا ہو گا۔

حضور علیہ السلام نے قرب قیامت کے علامات سینکڑوں بیان کیئے ہیں۔ جن میں سے جس قدر آج ہمارے سامنے موجود ہیں ان کو قلمبند کیا جاتا ہے۔

۳۷۴ بدزبان لوگ پیدا ہونگے جو سلام بھی گالیوں میں دینگے کتاب اللہ پر عمل پیرا ہونا باعث توہین ہوگا جھوٹ زیادہ ہوگا اور سچائی بہت کم ہوگی۔ اپنی ظنّی رائے پر فیصلہ ہوگا۔ بارش زیادہ ہوگی اور پھل کم ہوگا زمانہ ساز آدمی بہتر خیال کیا جائیگا۔ قرآن کی بجائے خانہ زاد اصول پیش کیئے جائینگے لیکچرار بہت تیار ہونگے شراب نوشی بکثرت ہوگی۔ اسلامی جہاد ترک ہو جائیگا شریف النسل کس مپرسی کے عالم میں ہونگے اور کم ذات عالی قدر ہو جائینگے دنیا میں عامل بالقرآن نہ رہیں گے نوعمر ایک دوسرے پر گدہوں کی طرح چڑھیں گے تجارت اس قدر ہوگی۔ کہ عورتیں بھی اس کام میں امداد کریں گی اور جہاں کہیں مال جائیگا نفع نہ ہوگا۔ رزیل عالم ہوگا اور شریف جاہل۔ گدہوں اور کتوں کی طرح بر لب سڑک عورتوں اور بچوں سے بدفعلی کی جائیگی چھوٹے پر رحم نہ ہوگا اور بڑے کی عزت نہ ہوگی۔ حرامزادے کثرت سے ہونگے بلا ضرورت قسم کھائیں گے ناگہانی موتیں واقع ہوں گی ایمانداری کم ہو جائیگی بے ایمان اپنی اپنی قوم پر حکومت کرینگے عورتیں اکڑ کر چلیں گی جاہل عبادت گذار ہونگے اور اہل علم بے عمل ہونگے۔ شراب کو شربت بنائیں گے اور سود کو خرید و فروخت رشوت ستانی تحفہ بن جائیگا اور چندہ کے مال سے تجارت چلے گی۔ ایماندار کو جانور سے بھی ذلیل سمجھا جائیگا نیک عمل بُرے تصوّر ہونگے اور برے عمل نیک عمل خیال کیئے جائینگے زُہد و تقوےٰ صرف روایات میں نظر آئے گا اور دکھاوٹ کیلیئے پرہیز گاری ظاہر کی جائے گی۔ اولاد سے سُکھ نہ ہوگا والدین کہیں گے کہ اس کی بجائے بِلّا پالتے تو بہتر ہوتا یا پتھر ہوتا تو کسی کام آتا۔ گانے والیاں مہیّا کی جائیں گی۔ نوعمر حکمران ہونگے ناپ اور تول میں کمی بیشی ہوگی۔ مسلمان کے پیٹ میں قرآن شریف کی ایک آیت بھی نہ ملے گی۔ لا الٰہ الا اللہ نکی رسم ہوگی اور اس کی حقیقت سے کوئی بھی واقف نہ ہوگا غیر قوم میں نکاح زیادہ پسند ہوگا اور اپنی رشتہ دار عورت پسند نہ آئے گی۔ وغیرہ وغیرہ (کنز العمال)

ناظرین اس سے اندازہ لگالیں کہ جس نبی کی یہ پیشینگوئیاں آج لفظ بہ لفظ وقوع پذیر ہو کر نظر آرہی ہیں۔ اس کی وہی پیشینگوئیاں کب لفظ بلفظ سچی نہ نکلیں گی جو حضرت امام مہدی اور حضرت مسیح کے متعلق بیان فرمائی ہیں! اسلام سے بےخبر تعلیمیافتہ ذرہ فطرت اسلام پر متوجہ ہو کر سوچیں کہ ان کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا کہ یہ روایات جھوٹی ہیں یا اگر جھوٹی نہیں تو ان سے استعارات یا مجاز مراد ہے نہایت شرم کی بات ہے کہ حضورؐ کی باقی تمام پیشینگوئیاں تو لفظ بلفظ سچی نکلیں لیکن مہدی و مسیح کے متعلق سب کی سب استعارات بن جائیں یہ خوب منطق

ایجاد ہوئی ہے جس سے بے ایمانی کی بدبو آرہی ہے خدا اس سے بچائے۔

(۱۶) دلائل حیوۃ المسیح علیہ السلام

پچھلی تحقیق سے گو یہ ضرورت نہیں رہی کہ مستقل طور پر حیات مسیحؑ کے بارے میں کوئی عنوان قائم کیا جائے مگر تاہم ناظرین کے آرام کیلئے ذیل میں قرآن شریف۔ احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ۔ یا اقوال ائمہ ومفسرین سے دلائل لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ بوقت ضرورت کام آئیں :

۳۷۶ (النساء ۶) وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ "یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل ہی کیا ہے اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے لیکن یہ بات ضرور ہے کہ ان کو اشتباہ ضرور ہوا ہے" انجیل برنباس میں ہے کہ یہودا کو انہوں نے مسیح سمجھ کر قتل کر ڈالا تھا اسلئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کشمیر میں ۸۷ سال رہ کر دفن ہوئے ہیں سراسر غلط ہوگا۔

۳۷۷ (النساء ۲) ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ (جو یہود و نصاریٰ) "آپ کے متعلق اختلاف کرتے ہیں وہ خود شک میں ہیں" یقینی طور پر نہ کوئی عیسائی کہہ سکتا ہے کہ آپ خدا تھے اور نہ کوئی یہودی کہہ سکتا ہے کہ آپ ہی کو قتل یا صلیب پر چڑھایا گیا ہے اب جو شخص یقینی طور پر یوں کہے کہ کشمیر میں جاکر حضرت مسیح علیہ السلام نے وفات پائی تھی۔ وہ بات شکی ہوگی یقینی نہیں ہوسکتی۔

۳۷۸ (النساء ۳) مالھم بہ من علم الا اتباع الظن۔ "جو یہودی وفات مسیحؑ کے قائل ہیں ان کو کسی طرح اپنے قول کا یقین نہیں ہے صرف ایک خیال ہے جس کی تابعداری کر رہے ہیں" اب مرزائی بھی مرزا صاحب کے کہنے پر وفات مسیح کے قائل ہیں اور مرزا صاحب بھی پہلے حیات مسیح کے قائل تھے بعد میں انہوں نے اپنا عقیدہ بدل ڈالا تھا۔ اور غیر مصدقہ اناجیل اور غیر مشہور اقوال اور غیر موجّہ استدلالات سے یہ کہدیا تھا کہ مسیحؑ وفات پاچکے ہیں اگر انجیل برنابا دیکھ لیتے تو امید تھی کہ پھر اپنے رائے کو تبدیل کر لیتے۔

۳۷۹ (النساء ۴) بَلْ رَفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ "نہیں نہیں بلکہ خدا نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا تھا" اس آیت میں وفات مسیح کے قائل یہودیوں کے متعلق مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ ان کی بات بالکل صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے

کہ خدانے خود ان کی ایذا رسانی سے بچا کر اپنی طرف اٹھا لیا تھا (دیکھو انجیل برنابا۔ تاریخ طبری۔ درمنثور اور ابن جریر)
(نساء) وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہٖ قبل موتہٖ "جو بھی اہل کتاب ہوگا آپ کے عہد میں آپ کی تصدیق کریگا" کہ واقعی آپ نبی ہیں خدا نہیں ہیں۔ اور یہ تصدیق "آپ کی موت سے پہلے ہوگی" اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی موت ابھی تک نہیں ہوئی اور بحکم حدیث نبوی آپ کے نزول کے بعد چالیس سال حکومت کرنے سے پیچھے آئے گی (دیکھو کنز العمال)

۳۸۱ (مآئدہ) ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام خود خدا ہیں۔ تو اس الوہیت کو توڑنے کیلئے حضور علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ ان کو سمجھا دیجئے کہ اگر خدا تمام باشندگان زمین کو اور مسیح علیہ السلام کو مار ڈالے تو کون اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے؟ اور جب حضرت مسیح کی والدہ کو خدا نے موت دی تھی تو اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام نے خدا کا کیا بگاڑ لیا تھا؟ مراد یہ ہے کہ اگر آپ خدا ہوتے تو ضرور مقابلہ میں اترتے۔ اس آیت میں یہ تو یقیناً ثابت ہوگیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو حضرت مسیح علیہ السلام اس وقت ضرور زندہ تھے ورنہ یہ دھمکی درست نہیں رہتی اس جگہ یہ بھی یاد رکھو۔ کہ وَاُمَّہٗ اصل میں یوں ہے وَقَدْ اَھْلَکَ اُمَّہٗ حضرت مسیح سے پیشتر آپ کی والدہ کو خدا تعالےٰ وفات دے چکا ہے۔ جیسا کہ واجمعوا امرکم (وادعوا) شرکاءکم والذین تبوء والدار (وتقبلوا) الایمان ۔ وامسحوا برؤسکم واغسلوا ارجلکم معطوف میں فعل محذوف ہیں جو ذرہ غور سے خود بخود معلوم ہوسکتے ہیں جیسے علفتہ تبنا وسقیتہ ماءً یالیت زوجک قد غدا۔ متقلد اسیفا ورمحا (ومتوشحا) رمحا شراب البان و(اکل) تمر واقط۔

۳۸۲ (آل عمران) انی متوفیک ورافعک الی۔ حضرت مسیح یہود کی ایذا رسانی سے تنگ آگئے تھے تو خدا تعالےٰ نے آپ کو تسلی دی کہ "میں **آپکو اپنی طرف قبض کرلوں گا**" (یا آپ کو پوری زندگی عطا کرونگا) **اور اپنی طرف اُٹھا لوں گا**۔ اور یہود کی نجاست سے اور ان کی بدنامیوں سے پاک کروں گا۔ انجیل برنباس میں دیکھو خدا تعالےٰ نے کس طرح آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا اور کس طرح حضور کے ذریعہ آپ سے تمام بدنامیاں دور کر ڈالیں۔ جو یہود آپ کے متعلق مشہور کر رہے تھے۔

(زخرف) انہ لعلم للساعۃ "حضرت مسیح علیہ السلام قیامت کا ایک علم ہیں" اس میں آپ کے نزول کو

آثار قیامت میں داخل کیا ہے اور احادیث میں تصریح موجود ہے کہ آپ کے نزول کے بعد بہت جلد دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا (ابن کثیر)

۳۸۴ (بنی اسرائیل) فاذا جاء وعد الاخرۃ جئنا بکم لفیفا بروایت حضرت ابن عباسؓ اس کا معنے یوں ہے کہ قیامت کا وقت جب نزدیک آئیگا تو ہم تمکو اکٹھا کریں گے۔ یعنے حضرت مسیح علیہ السلام دنیا کو ایک ہی مذہب پر جمع کرینگے ان کے عہد میں یا تلوار ہو گی یا اسلام ٹیکس۔ جزیہ۔ وغیرہ قبول نہ ہو گا (تفسیر عباسی)

۳۸۵ (الصّٰفّٰت) لَلَبِثَ فِی بَطْنِہٖ الی یوم یبعثون۔ حضرت یونس علیہ السلام کا حال خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اگر وہ خدا کی یاد میں نہ لگے رہتے تو مچھلی کے پیٹ میں ہی قیامت کے دن تک ٹھیرتے اس آیت نے بتا دیا ہے کہ ایک نبی اور ایک مچھلی جیسا جانور قیامت تک (حضرت مسیح علیہ السلام سے زیادہ عمر میں) زندہ رہ سکتے ہیں اسلیئے یہ کہنا غلط ہو گا کہ قرآن شریف میں قیامت تک کی زندگی کسی جاندار کے لیئے مذکور نہیں ہے۔

۳۸۶ (حجر) اِنَّکَ مِنَ الْمُنظَرِیْنَ۔ ابلیس نے مہلت مانگی تھی تو اوسکو وقت معلوم یعنے نفخہ اولے یا قیامت تک مہلت دے کر کہا گیا کہ تم ان میں شامل ہو کہ جنکو مہلت دی گئی ہے یعنے طویل العمر اور بھی ہیں اور تم بھی طویل العمر ہو کو قیامت تک زندہ رہو گے اس آیت میں ایک منحوس ہستی کو بھی قیامت تک زندہ رکھا گیا ہے۔ تو مقدس ہستی کو زندہ رکھنا کیوں ناممکن ہو گا؟

۳۸۷ (صف) هُوَ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُولَہٗ بِالْھُدٰی "خدا وہی ہے کہ جسنے اپنا رسول ہدایت دیکر بھیجا تاکہ تمام مذاہب پر دین حق کو غالب کرے" ایک روایت کے مطابق اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کی طرف اشارہ ہے کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے عہد میں اسلام ہی اسلام ہو گا دوسرے مذہب کا نام تک نہ ہو گا۔ براہین احمدیہ میں ہے کہ یہ آیت چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق مانی گئی ہے اس لیئے بعد میں مرزا صاحب نے کوشش کی تھی کہ اپنے اوپر وارد کریں۔ مگر آپکے عہد میں غیر مذاہب کو بڑی ترقی ہوئی اور اسلام مغلوب ہوتا گیا اور مرزا صاحب کا غذی گھوڑے ہی دوڑاتے ہوئے دنیا سے چل بسے۔

۳۸۸ (مائدہ) فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی قیامت کو آپسے سوال ہو گا کہ کیا آپنے شرک کی تعلیم دی تھی؟ تو آپ جواب دینگے کہ میں نے تو لوگوں کو تیرا ہی حکم سنایا تھا اور جب تک میں انمیں موجود رہا۔ ان پر رقیب رہا لیکن جب تو نے مجھے زندہ دنیا سے اٹھا لیا تھا تو تب سے تیری رقابت شروع ہو گئی تھی" اس آیت میں بھی آپ کی حیات مذکور ہے

(ارشاد الساری روح المعانی۔معالم۔وغیرہ۔)

۳۸۹ (آل عمران) وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام دنیا و آخرت میں ہی وجاہت ہیں اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ گو اولاً زمین پر آپ کو ذی سلطنت نہیں بنایا گیا۔ ثانیاً آسمان پر اور ثالثاً بعد نزول دنیا میں ہی آپ ذی وجاہت ہیں اور خدا کے مقرب فرشتوں میں داخل ہیں۔ اور ملکوتی زندگی آپ کو عطا کی گئی ہے (فتح البیان) یہ آیت رفع جسمانی کی بہترین دلیل ہے۔

۳۹۰ (آل عمران) یکلم الناس فی المھد وکھلا۔ حضرت مریم علیہ السلام کو فرشتہ نے پیغام الٰہی سنایا تھا کہ خدا تعالیٰ آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو بچپن اور بڑھاپے میں لوگوں سے کلام کریگا۔ تینتیس سال کی عمر میں وفات مسیح کو ماننے والوں کے نزدیک واقعہ صلیب پیش آیا۔ اور اس سے پہلے بچپن اور جوانی میں آپ نے کلام کیا جس کا ثبوت اناجیل سے ملتا ہے مگر مرزائیوں کے نزدیک کشمیر میں حضور کی ۷۰ سال عمر گذری ہے۔ جو خاص بڑھاپے کی عمر ہے مگر اس وقت کا کلام یا تبلیغ موجود نہیں ہے اس لیئے ماننا پڑتا ہے کہ آپ کا کلام بڑھاپے کے وقت بعد میں ہوگا جو آپ کے نزول کے بعد وقوع پذیر ہوگا اب مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ آپ ابھی زندہ ہیں۔ ورنہ بڑھاپے کا کلام موجود نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ کشمیر کا نظریہ صرف خیالی بحث ہے۔

۳۹۱ (آل عمران) ومکروا ومکر اللّٰہ۔ خدا تعالیٰ نے حکمت عملی کھیلی کہ کسی دوسرے کو شبیہ بعینہٖ بنا کر سولی ولا دیا کیونکہ اس نے غداری کی تھی اور حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھا لیئے گئے۔ اگر مرزائیوں، یہودیوں، اور عیسائیوں کی طرح مانا جائے تو خدا کی حکمت عملی کا ثبوت نہیں ملتا۔

۳۹۲ (مائدہ) اذ کففت عنک بنی اسرائیل۔ خدا تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے یہودیوں کو روک دیا تھا لیکن جب یوں مانا جائے کہ انہوں نے آپ کی بے عزتی کی اور سولی پر چڑھا دیا تو روک کاوٹ کیسے ثابت ہوئی۔ حدیبیہ کے موقعہ پر خدا نے رکاوٹ کی تھی تو خونریزی رک گئی تھی۔ مگر یہاں بقول مرزائیاں وہ نہیں رکی۔ اس واسطے ماننا پڑتا ہے کہ در اصل واقعہ یوں ہی تھا۔ کہ یہودا کو آپ کی جگہ صلیب پر چڑھایا گیا اور آپ صاف بچ کر آسمان پر چلے گئے۔

(مائدہ) وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتھم۔ یہ بھی ایک شاذ قراءت ہے۔ کیونکہ

اس میں اِنْ فعل حال پر داخل ہوا ہے مگر محمد بن علی (وہو بن الحنفیہ) کہتے ہیں کہ اس آیت کا ترجمہ یُوں ہے کہ جو بھی اہل کتاب ہیں اپنی موت سے پہلے ان کو پُورا انکشاف ہوجاتا ہے اور تصدیق کرتے ہیں کہ واقعی حضرت مسیح علیہ السلام نبی برحق تھے اور وہ زندہ ہیں اور پھر اخیر زمانہ میں نازل ہوکر اسلام کی خدمت کرینگے اور کسی یہودی یا مجوسی کو نہیں چھوڑینگے۔ (درمنثور)

۳۹۴ (زخرف) انہ لَعَلَمٌ لِلسَّاعَۃِ [۳۹۴]۔ یہ بھی قرأت ہے جس کا ترجمہ یُوں ہے کہ آپ کا نزول جسمانی تصدیق قیامت کے لیئے ایک آسمانی نِشان ہوگا اور آپ کا وجود ہی صداقت اسلام کے لیئے کافی ہے۔ (درمنثور)

تائیدی طور پر معراج۔ قصہ اصحاب کہف اور حضرت عزیز علیہ السلام کا قصہ بھی قابل استدلال ہوسکتا ہے اسکے علاوہ اب احادیث نبویّہ بیان کی جاتی ہیں کہ جنمیں صاف طور پر بیان ہے کہ آپ زندہ ہیں۔ اور نزول فرمائیں گے۔ ینزل عیسے ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ

۳۹۵ (ذکرہ ابن الجوزی فی کتابہ الاذاعۃ لما کان وما سیکون بین یدی الساعۃ) وفیہ لفظۃ الی الارض دلیل علی ان النزول من السماء لان من الابتدائیۃ لابد لہا من الی الانتہائیۃ — فرم ماقیل ان النزول لیس معناہ "حضرت مسیح علیہ السلام زمین پر (آسمان سے) اترینگے۔ اور شادی کرینگے۔ اور آپ کی اولاد بھی ہوگی اور ۴۵ سال تک رہیں گے"

اس معیار کے مطابق مرزا صاحب بالکل ناکام رہے کیونکہ مسیح بننے کے بعد آپنے محمدی بیگم کا نکاح کرنا چاہا تاکہ اس سے اولاد ہو مگر ناکامی ہی رہی۔ اس کے بعد ارادہ کیا کہ بشیر کی پیشینگوئی سے یہ مشابہت پیدا کرلینگے مگر وہ بھی غلط نکلی پھر یہ ظاہر کیا کہ بقول دانیال ۱۳۳۵ھ میں مرینگے۔ ۹ سال پہلے ہی مر گئے۔ بہرحال اس حدیث کے مطابق مسیح بننے کی آپنے بڑی کوشش کی مگر ہر طرح ناکامی رہی اور آخیر کہنا پڑا کہ یہ بھی ایک قصہ تھا۔

(ابوھریرۃ مرفوعا) کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم "جب (عیسٰے) ابن مریم آسمان سے تم میں اتریں گے حالانکہ تمہارا امام تم میں سے موجود ہوگا تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی" (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی) یعنے ادھر دجال ہوگا ادھر امام مہدی جماعت کو کھڑے ہونگے۔ لڑائی تیار ہوگی اور اس طرف نزول مسیح ہوگا تو یہ ایک عجیب کیفیت ہوگی اور عجیب منظر ہوگا۔ مرزا صاحب نے وامامکم منکم کو ابن مریم پر

معطوف بناکر یوں معنے کیا ہے کہ "جب ابن مریم اترے گا اور تمہارا امام جو تم میں سے ہوگا" یوں کر تیسیر یہ کوشش
کی ہے کہ عیسٰے ابن مریم تم محمدیوں سے پیدا ہوگا کیونکہ نزول من لہٗ تھا پیدا ہونے کے معنے میں بھی آیا ہے جیسے
انزل من السماء ماء میں کہ پانی اسی دنیا میں پیدا ہو کر اترتا ہے مگر معطوف معطوف علیہ دو الگ الگ ہوتے ہیں تو
معنے صحیح یوں ہوگا کہ عیسٰے ابن مریم بھی اتریں گے اور تمہارا امام بھی اتریں گے اب اگر اترنے کا معنے پیدا ہونا ہے
تو مرزا صاحب سے پہلے امام مہدی کا پیدا ہونا بھی ضروری ہوگا مگر مرزا صاحب امام بھی خود ہی بنتے ہیں اور اگر واقعی اترنا
مراد ہے تو امام کو بھی اتارنا تسلیم کریں۔ اسلیئے یہ جملہ حالیہ ہوگا جس کا ترجمہ پہلے لکھا جاچکا ہے اور یوں کہنا بھی بیجا ہے
کہ وامامکم۔ عیسی کا عطف تفسیری ہے کیونکہ عربی میں عطف تفسیری عطف بیان کو کہتے ہیں اور وہاں حرف
عطف و نہیں ہوتا۔ اور و تفسیر کے لیئے کبھی نہیں آئی۔ پس ثابت ہوا کہ محض خیالی تفسیر سے یہ مسئلہ حل کیا
ہے ورنہ کوئی نقلی ثبوت موجود نہیں ہے۔

۳۹۷ (الحسن البصری مرفوعًا) قال علیہ السلام للیہود ان عیسی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ (ابن کثیر)
یہودیوں کو آپنے فرمایا کہ "**حضرت عیسٰے علیہ السلام نہیں مرے** (جیسا کہ مرزائی اور یہودی کہتے ہیں)
اور ضرور قیامت سے پہلے تمہاری طرف آنیوالے ہیں" مرزا صاحب اگر وہی تھے تو یہود سے لڑتے مسلمانوں
کے پیچھے کیوں پڑ گئے تھے اور کیوں اصلی یہودیوں کو چھوڑ کر اپنے خانہ ساز یہود سے الجھتے رہے شاید انکو نقلی
یہودی ہی چاہیئے تھے؟ کیونکہ آپ بھی نقلی مسیح ہی تھے۔

۳۹۸ (عبد اللہ بن مسعود مرفوعًا) قال علیہ السلام لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم وموسی وعیسی فتذاکروا امر الساعۃ فقال عیسی
وفیما عہد الی ربی ان الدجال خارج ومعی قضیبان فاذا رآنی ذاب کما یذوب الرصاص وفی روایۃ معی سیف (مسند احمد)
حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی تھی حضرت ابراہیمؑ حضرت موسٰےؑ اور حضرت عیسٰےؑ سے
میری ملاقات ہوئی تو قیامت کا ذکر چھڑ گیا تو پہلے حضرت ابراہیم کے سپرد کیا تو آپنے لاعلمی ظاہر کی، پھر حضرت
موسٰے نے بھی ایسا ہی کہا اخیر حضرت عیسٰے علیہ السلام فرمانے لگے کہ قیامت کا صحیح ظہور تو اللہ ہی کو علم ہے
مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جو وعدے مجھ سے فرمائے گئے ہیں ان میں ایک یہ وعدہ بھی ہے کہ دجال نکلے گا جبکہ
میرے پاس دو شاخیں ہوں گی (یا دو تیز سے) اور دجال دیکھ کر سیسہ کی طرح پگھلے گا" مرزا صاحب کے

دونیز سے شاید براہین احمدیہ اور ازالۃ الاوہام ہوں مگر یہ دونو ایسے خراب تھے کہ جب سے ان کا ظہور ہوا عیسائیوں کی ترقی ہوتی گئی چنانچہ سراج الاخبار جہلم ۲ دسمبر ۱۹۱۳ء میں لکھا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں پنجاب کے عیسائیوں کی مردم شماری ۳۷۶۹۵ تھی اور ۱۹۱۱ء میں ۱۶۳۰۹۴ ہوئی تو ان دس سالوں میں ۲۵۳۹۹ بڑھے اور یہی وہ دس سال ہیں کہ جنمیں بقول مرزا محمود مرزا صاحب کو اپنے متعلق یقین ہو گیا تھا کہ آپ افضل المرسلین ہیں اور عیسائیت کی ٹانگ توڑنے آئے ہیں۔" (ندائے تبلیغی نمبر (۱) قادیان مارچ ۱۹۳۰ء)

۳۹۹ (ابوہریرہ مرفوعاً) انی اولی الناس بعیسی ابن مریم لانہ لم یکن بینی وبینہ نبی وانہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ انہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض علیہ ثوبان ممصران کان راسہ یقطر وان لم یصبہ بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویدعو الناس الی الاسلام ویہلک اللہ الملل کلہا الا الاسلام ویہلک اللہ الدجال ثم تقع الامانۃ علی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ویلعب الصبیان مع الحیات ولا تضرہم فیمکث اربعین ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون (مسند احمد وفتح الباری)

اس حدیث میں آٹھ نشان ہیں جنمیں سے پہلا اور آٹھواں آپ کی (عیسیٰؑ) کی حیات ثابت کرتے ہیں۔ باقی چھ نشان ایسے ہیں کہ جن سے مرزا صاحب کی تکذیب ہوتی ہے کیونکہ مرزا صاحب نہ سپید رنگ سرخ تھے۔ نہ دو زرد چادروں میں رہتے تھے۔ نہ ان سے صلیب ٹوٹی نہ غیر مذاہب برباد ہوئے نہ ہی ان کا دجال (قوم عیسائی) برباد ہوئی اور نہ ہی امن قائم ہوا۔ بلکہ آئے دن ملک میں بیماریاں۔ فتنہ و فساد اور ابتری پھیلی اور خود حکومت برطانیہ (دجال) کے وفادار رعیت تھے یہ کب بادشاہ بنے اور کب جزیہ موقوف کیا ہے بلکہ اپنی رعیت امت مریدوں پر جزیہ لگا دیا ہے کہ اپنی جائیدادوں میں سے ماہواری چندہ دیا کریں۔ ورنہ ان کا نام رجسٹر اسلام سے کٹ جائیگا۔

۴۰۰ (ابومالک) وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ۔ عند نزول عیسی ابن مریم لا یبقی احد من اھل الکتب الا امن بہ (ابن جریر)

۴۰۱ (ابن عباس) قبل موتہ ای قبل موت عیسی علیہ السلام وانہ علم للساعۃ ای نزول عیسی علیہ السلام قبل یوم القیمۃ قال ابن جریر افقہ الناس عبد اللہ بن عباس وان روی عنہ ان ضمیر موتہ راجع الی اھل الکتاب لکن لیس ذلک مذھبہ ومرادہ بھذہ الایۃ۔ بل ھو من المباحث الیومیۃ وبیان ارواقعی لان مذھبہ ان الضمیر راجع الی عیسی علیہ السلام کما یدل علیہ سیاق الایۃ وما روی عنہ انہ علم للساعۃ غیر ھذا فلیس مرادہ ھھنا لما تقرر عندہ حیوۃ عیسی علیہ السلام (ابن جریر)

خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ ابن عباسؓ سے ان دو آیتوں میں ضمیر کے مرجع حضرت عیسیٰؑ کے سوا اور بھی ہو سکتے ہیں!

مگر یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت عیسےؑ اس کا مرجع ہو ہی نہیں سکتا۔ اسلیئے اس امر کی نفی ابن عباسؓ سے منقول نہیں ہوئی۔ کہ حضرت مسیحؑ زندہ نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا مذہب بھی دوسرے صحابہ کی طرح یہی ہے کہ آپ ابھی تک زندہ ہیں جیساکہ روایت ۲۰۱ بتا رہی ہے اب مرزائیوں کا یا کہنا غلط ہوگیا کہ ابن عباس وفات مسیح کے قائل تھے

۲۰۲ (حذیفہ بن اسید) اشرف علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نتذاکر الساعۃ قال لاتقوم الساعۃ حتی ترد عشر ایات طلوع الشمس من مغربہا۔ الدخان۔ الدابۃ۔ یاجوج وماجوج۔ نزول عیسیٰ ابن مریم۔ دجال۔ ثلثۃ خسوف۔ خسف بالمشرق خسف بالمغرب وخسف بالعرب ونار من قعر عدن (مسلم)

۲۰۳ (عبد اللہ بن سلام) یدفن عیسےٰ ابن مریم مع رسول اللہ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعًا (البخاری فی تاریخہ) ثم قال مکتوب فی التورٰیۃ صفۃ محمد وعیسیٰ ابن مریم یدفن معہ (ترمذی)

۲۰۴ (عائشۃؓ) قلت یا رسول اللہ انی اریٰ ان اعیش بعدک افتاذن لی ان ادفن الی جنبک فقال وانّیٰ لک بذٰلک الموضع مافیہ الا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسیٰ ابن مریم۔ واحد۔ کنز۔ ابن عساکر)

۲۰۵ (عبد اللہ بن عمرؓ) ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ۔ یمکث ۴۵ سنۃ ثم یموت ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر (رواہ ابن الجوزی فی الوفاء) اس حدیث میں جو تھی قبر مسیح کی ہے اور فی قبری سے مراد مقبرہ ہے کیونکہ حدیث عائشہؓ میں موضع قبر کا لفظ موجود ہی اور ملّا علی قاریؒ بھی لکھتے ہیں کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے۔ مرزا صاحب کی روحانی قبر اگر مراد ہو۔ تو شیخین کی قبر بھی روحانی ہوگی۔ اور یہ سارا سلسلہ ہی نقلی بنجائے گا۔

۲۰۶ (ابو مودود) وقد بقی فی البیت موضع قبر (ترمذی) مطلب یہ ہے کہ روضہ نبویہ میں ایک قبر کی جگہ ابھی خالی پڑی ہوئی ہے جہاں حضرت عیسےؑ کو دفن کرینگے۔ مرزائی یہ اعتراض تو کرتے ہیں کہ کیا گنبد گرا کر دفن کیا جائیگا؟ مگر اپنا ذرہ خیال نہیں ہے کہ انکے مسیح کو مدینہ شریف جانا بھی نصیب نہیں ہوا۔ اور مرا تو جوہڑ کے کنارے قادیان میں دفن ہوا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بروز کے طور پر یہ بھی مقبرہ نبویہ ہی ہے لیکن پھر اعتراض پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کی قبر روضہ نبویہ ہوا خلیفہ اول نور الدینؓ خلیفہ محمود کی قبر شیخین کی نقل ہوئی تو چوتھی قبر حضرت مسیح کی کہاں سے لائینگے کہ مرزا صاحب پھر ایک دفعہ اور مسیح بن کر آئینگے۔ حالانکہ وہ کہہ چکے ہیں کہ میرے بعد کوئی مسیح نہیں آئیگا۔ یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی؛

۴۰۷ (ابوہریرۃ مرفوعاً) لیہلن[۱۲] عیسی ابن مریم بفج الروحاء بالحج او بالعمرۃ او بہما جمیعا (مسلم)[ش۲۰۷] یقتل الخنزیر و یمحی الصلیب ویجمع له الصلوٰۃ ویعطی المال حتی لا یقبل ویضع الخراج وینزل الروحاء فیحج او یعتمر او یجمعہما (و تلا ابوہریرۃ وان من اہل الکتب الآیۃ استشہاداً علیہ) یوشک ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا... فیضع الجزیۃ ویفیض المال ویکون السجدۃ واحدۃ للہ رب العالمین (ثم اعاد وان من اہل الکتب ثلثا رواہ مسلم) والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم - والذی نفسی بیدہ لینزلن فیکم ابن مریم یہ حدیث مختلف طرق کے ساتھ ابوہریرہؓ سے مروی ہے اور اسی میں پانچ بڑے نشان بتلائے گئے ہیں اوّل یہ کہ حضرت مسیح حج کرینگے مگر مرزا صاحب کو حج نصیب نہ ہؤا۔ بیٹے کو بھیجا بھی تو فج روحاء میں نہ پہنچا اور باتیں بنانے لگ پڑے۔ کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ پنجاب ایک کھلا میدان ہے۔ اس میں دعوت اسلام کو حج کہا گیا ہے۔ دوم۔ محو صلیب اور عیسائیت کو دنیا سے مٹانا۔ مگر مرزا صاحب کے عہد میں عیسائیت پھیلی۔ سوم۔ روحاء میں اترنا جو اہل الشام کا مکہ کو راستہ ہے مرزا صاحب کو شام جانا ہی نصیب نہ ہؤا۔ تو روحاء کے طریق سے حج کرنا کیسے نصیب ہو سکتا تھا۔ چہارم۔ جزیہ کا قانون منسوخ کرنا۔ اور اس کی بجائے صرف اسلام قبول کرنا۔ مرزا صاحب خود ٹیکس اور مالگزاری دیتے تھے کسی سے جزیہ نہ لینا ان سے کیسے ممکن تھا۔ پنجم۔ مال دینا مگر مرزا صاحب خود چندہ لیتے تھے۔ اور مریدوں سے فراہمی چندہ سے کتابیں اور اخبارات چھاپ کر تبلیغ مرزائیت کرتے تھے۔ اس موقعہ پر بہانہ کرتے تھے۔ کہ ہم انعامی اشتہارات دیتے ہیں۔ کوئی لیتا نہیں ہی۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگ لیتے تھے ٹال مٹول سے دینے تک نوبت ہی نہ پہنچنے دیتے تھے سچے ہوتے تو عیسائی جب آتھم کا جلوس نکال کر مرزا صاحب کی پیشینگوئی جھوٹی ثابت کرکے قادیان گئے تھے اور رسی گلے میں ڈالنا چاہتے تھے تو گھر سے کیوں نہ نکلے تھے؟

کتاب کلمہ فضل رحمانی میں لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے کہا تھا۔ کہ اگر میری پیشینگوئی جھوٹی نکلے تو میرے گلے میں رسی ڈال کر تشہیر کرو۔ مگر موقعہ آیا۔ تو ایک کوٹھڑی میں جا گھسے۔ اس کے علاوہ مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب کے خلفاء کا عہد مرزا صاحب کا ہی عہد ہے۔ اسلیئے اگر اس عہد میں پیشینگوئی پوری ہو جائے تو یہی سمجھو کہ مرزا صاحب کے عہد میں ہی پوری ہوئی۔ پس اسی اصول پر ہم بھی کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب نے خلیفہ نورالدین کے عہد میں لودھیانہ میں مرزائیوں سے ایک مناظرہ کے موقعہ پر تین سو روپیہ جیتا تھا۔ تو اب وہ

بات بھی غلط ہوگئی۔ کہ "ہم دیتے ہیں لیتا کوئی نہیں"

(ابن عباسؓ مرفوعا) لن تهلك امة انا اولها وعيسى ابن مريم اخرها والمهدي أوسطها (احمد و ابونعیم) ۴۰۸
اس حدیث میں تین محافظ الگ الگ بیان کیئے گئے ہیں اوّل خود حضور علیہ السلام دوم عیسےٰ علیہ السلام اور تیسرے
امام مہدی علیہ السلام جو پہلے دو کے درمیان آئیں گے۔ اب اگر ایک کو دوسرے میں داخل کریں۔ جیسا کہ بروز
میں کیا گیا ہے۔ تو تین ہستیاں الگ الگ قائم نہیں رہ سکتیں۔

انه خليفتي في امتي (ابوداؤد) "حضرت مسیح میری اُمّت میں میرے خلیفہ ہیں" مطلب یہ ہے کہ شریعت ۴۰۹
اسلام کے مطابق حکومت کریں گے اور اگرچہ آپ نبی ہیں مگر اپنی نبوّت کے احکام پر نہ چلیں گے۔ ورنہ ان کی شریعت
منسوخ نہ رہے گی۔

(عبداللہ بن مغفل) فينزل عيسى ابن مريم مصدقا بمحمد على ملته اماما مهديا حكما عدلا (کنز جلد ۷ ص ۲۰۲) اس ۴۱۰
حدیث میں آپ کو امام اور مہدی بھی کہا گیا ہے جیسے خلفاء راشدین کو بھی مہدی کہا گیا ہے (دیکھو جزو ۱۹)

(ابوہریرةؓ مرفوعا) يوشك من عاش منكم ان يلقى عيسى ابن مريم اماما مهديا حكما عدلا۔ (احمد) اسمیں ۴۱۱
یہ اشارہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔ کیونکہ آپ اس وقت تک زندہ تھے
(باتفاق الحدثین)
(جابر بن عبداللہؓ مرفوعا) فينزل عيسى ابن مريم فيقول اميرهم صل بهم فيقول لا ان بعضكم امام بعض (کنز) اس حدیث ۴۱۲
میں صاف مذکور ہے کہ امامکم منکم اور امیر الناس سے مراد امام مہدی علیہ السلام ہیں ورنہ یہ مراد نہیں ہے کہ
بوقت نزول مسلمانوں کا امام کوئی اور نہ ہوگا۔

(ابن عباسؓ مرفوعا) فعند ذلك ينزل اخي عيسى ابن مريم من السماء (کنز) اس حدیث میں آسمان سے نزول صاف طور ۴۱۳
پر مذکور ہے اور یہ کہ حضرت عیسےٰ کو آپ کے جدی رشتہ داری کا تعلق ہے اور مرزا صاحب کو حضور سے رشتہ داری
کا تعلق ہرگز نہیں ہے کیونکہ آپ کا سلسلہ نسب عجمی ہے اور آپ کا مورث اعلیٰ چنگیز خان یا تیمور لنگ اور یزدجرد ہے

انی لا اتوکم یتامی وانی آتیکم عن قلیل ... وانا حیی (مسند دلائ بحوالہ انجیل مطبوعہ بیروت ۱۸۸۲ء سنہ ۱۴ باب ۱۴) ۴۱۴
(ابوھریرةؓ مرفوعا) ليهبطن ابن مريم حكما عدلا ..... وليقفن على قبري وليسلمن علي ولاردن عليه (ابن عساکر)
اس حدیث میں ھبوط کا لفظ نزول عیسےٰ کیلئے استعمال ہوا ہے اس میں مرزا صاحب کی تاویل نہیں چلتی۔ ورنہ یہ بھی

ثابت کریں۔ کہ ھبوط بمعنے ولادت ہے۔

۲۱۵ (عبداللہ بن سلام[۲۱]) یدفن عیسے ابن مریم مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعًا (بخاری، فی تاریخہ)

اس حدیث میں حضرت عیسے کی قبر چوتھی بتائی گئی تھی۔ مگر مرزا صاحب مرے تو اکیلے ہی تھی کم از کم ہونی تین اور قبریں تو پہلے موجود ہونی چاہیئے تھیں۔ اب اگر بعد میں ہوئیں تو کون تسلیم کرے گا کہ حدیث کا مفہوم یہی ہے جو گھڑا جاتا ہے

۲۱۶ (وعن الربیع مرسلا[۲۲]) الستم تعلمون ان ربنا حی وان عیسی یاتی علیہ الفناء۔ (ابن جریر۔ ابن ابی حاتم) نجران کے عیسائی حضور علیہ السلام سے مدینہ پاک میں مناظرہ کو آئے تھے۔ تو حضورؐ نے حضرت عیسے کی خدائی دعوے کی تردید میں بیان فرمایا تھا کہ خدا تو زندہ ہے مگر حضرت عیسے علیہ السلام پر فنا آئے گی۔ تو پھر کیسے خدا ہوئے مطلب یہ ہے۔ کہ آپ ابھی زندہ ہیں۔ اور پھر مرینگے۔

۲۱۷ (سعید بن المسیب[۲۳]) بقی فی البیت موضع قبر (درمنثور ومشکوٰۃ) عن عبداللہ بن عمرو۔ فیدفن معی فی قبری ای فی موضع قبری ۔ وعبر عنھا بالقبر لقرب قبرہ بقبرہ فکانھما فی قبر واحد (مرقاۃ) فاقوم انا وعیسے ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر (رواہ ابن الجوزی فی کتابہ الوفاء) وعن ابن عباس فعند ذلک ینزل اخی عیسے ابن مریم من السماء (ابن اسحاق وابن عساکر) فھذہ الاحادیث تدل صراحۃ ان النزول بمعنے الھبوط من السماء وان اُمۃ عیسے بیاض الی الحمرۃ وان مقبرۃ النبی علیہ السلام ھو مدفن عیسے ابن مریم

(۱۷) تحریفات المرزائیہ

۲۱۸ تحریف سے مراد یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا مفہوم اس طرح بیان کیا جائے کہ اسلامی تصریحات میں انکا پتہ نہ چل سکے۔ تحریف کنندہ جو خیال پیش کرتا ہے وہ خود ہی اس کا ذمہ دار ہوتا ہے پھر وہ جب نقلی دلیل نہیں لاسکتا تو سرے سے یوں کہدیتا ہے کہ مفسر اور محدث حقیقت اسلام سے ناواقف تھے۔ یہود ونصارےٰ نے اسلام میں داخل ہوکر ایسا قطع برید کردیا تھا کہ آج تک اس کا امتیاز مشکل ہے اور اگر کسی کی دقعت ذرہ بھر دل میں رکھتے ہیں تو اس کا کلام لیکر اس طرح بدل ڈالتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی اس کا مذہب بھی یہی ہے۔ حالانکہ اسکا مذہب اس تبدیلی کی تکذیب کرتا ہے۔ بعض دفعہ دوسرے کا کلام اس طرح مختصر کردیتے ہیں۔ کہ اگر پورا کلام نقل کریں تو

انکے خلاف ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ایسی استادی کھیلتے ہیں۔ کہ اول سے اخیر تک اپنے موافق کر لیتے ہیں اور یہ لوگ اس کی بھی پرواہ نہیں کرتے کہ جس کا کلام پیش کیا جاتا ہے آیا اس نے کبھی یوں کہا بھی ہے یا نہیں۔ اور یہ بیماری آج تمام مدعیان تجدید مصلحان اسلام۔ اور ترمیم کنندگان مسائل شرعیہ میں موجود ہے۔ جب ایسے لوگوں کا کلام پڑھا جائے یا کوئی تقریر یا تحریر سنی جائے اس میں صاف کہدیتے ہیں۔ کہ ہمارے بزرگوں کو وسائل تحقیق میسر نہیں ہوئے تھے۔ جہالت کا زمانہ تھا۔ تعلیم عام نہ تھی۔ فلسفہ اور طبعیات نے ترقی نہیں پکڑی تھی اسلیئے وہ خلاف عقل **توہم پرستی۔ قصہ پرستی**۔ اور **نقل پرستی**۔ میں پڑے رہے خصوصاً مفسرین کا وجود تو اسلام کیلیئے موجب بدنامی تھا کیونکہ ان میں تمام اسرائیلیات بھری پڑی ہیں۔ اور وہ ایسی روایات ہیں کہ اناجیل اربعہ اور بائیبل بھی ان کی تصدیق نہیں کرتی۔ اور نہ ان میں کوئی معقول بات نظر آتی ہے۔ اس واسطے جب ایسے لوگوں کے سامنے تفاسیر سے کوئی بات پیش کی جاتی ہے تو گو عام احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے یوں تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ تفاسیر قابل اعتبار نہیں ہیں۔ مگر انہی تفاسیر سے ایسی عبارتیں توڑ موڑ کر پیش کر دیتے ہیں جو انکے اپنے عین مطلب کے مطابق ہوتی ہیں۔ اور عقیدہ اسلامیہ کے خلاف ہوتی ہیں۔ اور کھلم کھلا نہ جھوٹ بولنے سے ذرہ شرم نہیں کرتے۔ یہی کہتے چلے جاتے ہیں۔ کہ اس مفسر یا محدث کا مذہب ہمارے موافق ہے حالانکہ اسی مفسر یا محدث کی ان تحریرات پر جب نظر ڈالی جائے۔ جو اس نے اپنا عندیہ۔ اور مذہب بتانے کیلیئے لکھی ہوتی ہیں تو ان کے بالکل خلاف نکلتی ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے۔ کہ سچ کہو کہ آیا واقعی انکا مذہب وہی ہے جو تمنے بیان کیلہے تو صاف کہدیتے ہیں کہ ایسی احادیث یا تفسیری اقوال تو ہمارے نزدیک معتبر ہی نہیں ہیں۔ ہم تو صرف الزامی طور پر پیش کر رہے تھے۔ اسلیئے ناظرین کو خبردار رہنا چاہیئے کہ عام تارکین اسلام کے متعلق عموماً اور مرزائیوں کے متعلق خصوصاً یہ خیال کرنا بالکل غلط ہوگا کہ عام تفاسیر اہل اسلام یا کتب حدیث پر ان کو ایمان ہے ان کا ایمان تو صرف ان چند احادیث یا آیات پر ہے جو ان کے بانی مذہب نے تسلیم کیئے ہیں اور ان کو وہ مفاہیم قرآن اور وہ مطالب حدیث سچے معلوم ہوتے ہیں جو ان کے دعاوے۔ اور مسلک سے مطابقت رکھتے ہونگے اسلیئے ان کے سامنے عام کتب مسلمہ اہل اسلام کا حوالہ پیش کرنا یا اجماع امت سے استدلال قائم کرنا بالکل لغو اور بے فائدہ ہوگا۔ اور جب تک ان کج بحثوں سے کچ بحثی نہ

کی جائے ان سے جان چھڑانی مشکل ہو جاتی ہے۔ لیکن ہمارا روئے سخن اس وقت صرف ان لوگوں کی طرف ہے
جو ابھی ایسی بیماریوں سے صحیح و سلامت رہ کر اسلام قدیم پر ڈٹ کر جمے ہوئے ہیں اور ان کی واقفیت
کے لیئے ذیل میں مسئلہ حیات مسیح میں چند مرزائیوں کی تحریفات پیش کرتے ہیں۔ جن سے خود معلوم ہو جائے گا۔
کہ ان کے بڑے میاں تحریفات میں کہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ اور کس انداز سے اپنے آپ کو اہل قرآن۔ اہل
حق۔ احمدی۔ بہائی۔ مصطفائی۔ یا امانی کہکر دلدادگان اسلام ظاہر کر رہے ہیں۔ اور اصل میں خالی لفافہ ہی انکے
پاس رہ گیا ہؤا ہے۔ ورنہ اسلام سے روگشی کو چھپاتے ہوئے اِدہراُدہر کی باتیں بتاتے ہیں جس کا اظہار
بہت جلد کر دیں گے۔

تحریفات نمبر اوّل، اور توفّی

۲۱۹ قائلین وفات مسیح کی طرف سے یہ آیات پیش کی جاتی ہیں [۱] لاتبدیل لخلق اللہ (۲۱ روم) [۲] قد خلت من ۲۱۹
قبلہ الرسل (مائدہ وال عمران) [۳] کانا یاکلان الطعام (مائدہ) [۴] یا عیسےٰ انی متوفیک (مائدہ) [۵] کنت انت الرقیب علیہم (مائدہ)
[۶] ھو الحی القیوم (ال عمران) [۷] ان اراد ان یھلک المسیح وامہ۔ [۸] ان ھو الا عبد انعمنا علیہ۔ [۹] لانفرق بین احد من رسلہ
[۱۰] اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا (مریم)
ان آیات سے وفات مسیح یوں ثابت کی جاتی ہے کہ آیت اول کی رُو سے جب مخلوقات الٰہیہ میں تبدیلی نہیں
ہے تو عام اصول موت کے خلاف ابھی تک مسیح علیہ السلام کیسے مستثنےٰ ہو سکتے ہیں۔ دوسری آیت یہ ثابت کرتی
ہے کہ حضورؐ سے پہلے جس قدر رسول تھے سب مر چکے تھے تیسری آیت یہ پیش کرتی ہے کہ حضرت مسیح اور آپ کی
والدہ دو تو خوراک کہایا کرتے تھے۔ اور عام بنی نوع انسان کی طرح وہ بھی خوراک کے محتاج تھے اور جب ماں مر گئی
ہے اور خوراک نہیں کھاتی تو بیٹا بغیر خوراک کے آجتک کیسے رہ گیا ہؤا ہے۔ چوتھی آیت میں خدا تعالیٰ نے مسیح
علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ میں تم کو موت دوں گا۔ رفعت دوں گا یہود کی بدنامی سے پاک کروں گا اور تیرے تابعدار انکو
بے فرمانوں پر غالب کروں گا۔ یہ چار وعدے ہیں کہ جنمیں سے پچھلے تین وعدے تو پورے ہو چکے ہیں۔ تو پھر سب سے
پہلا وعدہ کا پورا ہونا بھی ماننا پڑتا ہے کہ موت مسیح واقعہ ہو چکی ہے اور جس وقت قرآن شریف نازل ہوا تھا اس
وقت تک چاروں وعدے پورے ہو چکے تھے۔ ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ خدا نے اپنے کلام میں غیر موزون لفظ بیان کیئے
ہیں۔ کیونکہ اس وقت موت مسیح کو جو ابھی تک واقع نہیں ہوئی۔ سب کے اخیر بیان کرنا ضروری تھا۔ پانچویں آیت

میں ہے کہ قیامت کو حضرت مسیح سے پوچھا جائیگا کہ آیا تم کو علم ہے کہ عیسائیوں میں تثلیث کا مسئلہ کس نے شائع کیا تھا؟ تو آپ جواب میں کہیں گے۔ کہ مجھے معلوم نہیں۔ جب تک میں بنی اسرائیل میں رہا۔ تب تک تو انکے حالات سے خبردار رہا۔ اور جب سے توفی ہوئی ہے تو ہی ان کا نگران ہے ورنہ میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اب اگر نزول مسیح مان کر یہ مانا جائے کہ آپ یہود و نصاریٰ کو بزور شمشیر اسلام میں داخل کرینگے اور ان کے حالات سے بخوبی واقف ہو کر بعد میں مرینگے تو خدا کے سامنے کیسے اپنی لاعلمی کا اظہار کر سکیں گے۔ کیا جھوٹ بولیں گے۔؟ علاوہ بریں اس آیت کا طرز بیان صاف بتا رہا ہے۔ کہ تثلیث کا مسئلہ آپ کی توفی کے بعد ہوا تھا۔ تو جب بوقت نزول آیت وجود تثلیث مانا جاتا ہے تو موت مسیح ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے کیونکہ توفی کا وجود پہلے ہے۔ اب نزول مسیح اگر تسلیم کیا جائے۔ تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ تثلیث کا وجود پہلے ہو اور آپ کی وفات بعد میں ہو جو سراسر خلاف ترتیب آیت ہذا ہے۔ چھٹی آیت میں بتایا گیا ہے کہ خدا ہی ناقابل تغیر ہے اور حیات مسیح ماننے سے یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح ناقابل تغیر ہیں۔ جو آجتک نہ بوڑھے ہوئے اور نہ بھوک پیاس سے مرے اور یہ عین شرک ہے۔ ساتویں میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح نے وعدہ کیا تھا کہ میں نماز پڑھتا رہوں گا۔ اور زکوٰۃ بھی ادا کیا کروں گا جب تک میں زندہ ہوں اب چونکہ آپ زکوٰۃ کسی کو نہیں دیتے اسلیئے آپ کی زندگی بھی ختم ہو چکی ہے آٹھویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح۔ آپ کی والدہ اور اس وقت کے تمام آدمی مر چکے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اِنْ حرف شرط اسجگہ بمعنے اِذْ ہے جو فعل ماتحت کو ماضی بنا دیتا ہے (دیکھو تاج العروس) نویں آیت میں آپ کو عبد کہا گیا ہے جو اپنے معبود سے نیچے ہوتا ہے۔ اب اگر اس کو زندہ مانا جائے تو اس کو بھی حیّ۔ قیّوم ماننا پڑیگا۔ دسویں آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مومنین کا یہ وصف ہے کہ وہ کہیں کہ ہم کسی ایک نبی کو دوسرے پر فوقیت یا خصوصیت نہیں دیتے۔ اب اگر حضرت مسیح کو اب تک زندہ مانا جائے۔ جبکہ دوسرے وفات پا چکے ہوں۔ تو صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کے برخلاف ان کے ماننے میں تفریق پیدا ہو جائے گی۔

اس تحریف کا جواب مختصر تو یہ ہے کہ یہ ترجمہ عقائد اسلامیہ اور تصریحات اسلام کے بالکل مخالف ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی کہے کہ کلام مجید میں ایاک نعبد وایاک نستعین موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا خدا کسی دوسرے خدا کی عبادت کرتا ہے اور اپنے کاروبار میں اس سے مدد طلب کرتا ہے پس جسطرح

یہ تشریح ناقابل توجہ ہے۔ اسی طرح تحریف مرزائی بھی قابل التفات نہیں صرف فرق اتنا ہے کہ اس تشریح کا باعث جہالت اسلامی ہے اور تحریف مذکور کی وجہ تجدید اسلام اور ترمیم مذہب ہے لیکن تاہم ہمیں جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ مرزائیوں نے کس طرح اسلام کو بدلنے کی کوشش کی ہے اسلئے کہا جاتا ہے کہ **آیت اوّل** میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کی مخلوقات میں تبدیلی نہیں ہے اور جو اصول فطرت ہیں ان میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ بنی نوع انسان کبھی گھوڑا بن جائیں اور کبھی بھیڑ بکری یا کبھی یہ ممکن نہیں ہے کہ رات کی جگہ دن آجائے اور دن کی جگہ رات گھس آئے ورنہ خلق اور موت کا طریق یہاں مراد نہیں ہے کیونکہ پیدائش بحکم آیت الا له الخلق والامر دو قسم سے ہے امر تکوینی سے پیدائش کی مثال حضرت آدمؑ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ اور ہزاروں نئی نئی پیدائش نمودار ہو رہی ہے۔ جس کا اقرار مرزائی بھی کرتے ہیں۔ علیٰ ہذالقیاس موت کا طریق بھی مختلف ہے کوئی کسی طرح مرتا ہے اور کوئی کسی طرح۔ مسیح علیہ السلام کی وفات اگرچہ سرسری آدمیوں کی طرح واقعہ نہیں ہوگی۔ مگر ایسے طریق پر ضرور واقع ہوگی۔ کہ جیسے طویل العمر اور معمر ہستیوں میں واقع ہوتی ہے یا ہوگی جنمیں حضرت خضر اور حضرت الیاس یا ملائکہ مقربین بھی داخل ہیں اور آپ بھی بحکم آیت وَمِنَ الْمُقَرَّبِین حیات ملکی سے سرفراز ہو چکے ہیں اور اگر ذرہ محدود خیالی چھوڑ دیں تو یوں ماننا پڑتا ہے کہ شہدائے اسلام کی وفات اور انبیاء علیہم السلام کا اس دنیا سے انتقال عام بنی نوع انسان سے مختلف ہوا ہے ورنہ انبیاء کی بیبیوں سے حرمت نکاح کی کوئی وجہ نہیں نظر آتی۔ اور **حیوۃ النبی** کا مسئلہ بالکل غلط ٹھیر جاتا ہے اسلیئے اس آیت سے **موت کا وقوع** ایک ہی طرح سمجھنا غلط ہوگا۔ اسکے علاوہ آیت پیش کردہ میں **موت یا وفات** کا لفظ موجود نہیں ہے صرف خلق کا لفظ موجود ہے کہ جس کے اختلاف میں مرزائی بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اور **دوسری آیت** کا ترجمہ یوں کرنا بالکل غلط ہے کہ حضور انور سے پہلے تمام انبیاء مرچکے ہیں کیونکہ یہی آیت خود حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق بھی مذکور ہے تو پھر کیا حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے بھی تمام انبیاء مرچکے تھے حالانکہ خود **حضرت مسیح** اور **حضور انور** پر اس وقت تک موت کا ورود نہیں ہو چکا تھا۔ نیز اس آیت میں خَلَتْ کا ترجمہ مَاتَتْ کرنا بھی خلاف عقیدہ اسلامیہ ہے۔ کیونکہ خلا الیہ کا معنے ہے اس کی طرف گیا۔ خَلَا مِنْهُ کا معنے اس سے گذر گیا۔ خواہ مرا ہو یا ابھی زندہ ہو۔ اور صرف خلا کا معنے مَضَیٰ اور

جَرَی کے ہیں۔ (دیکھو منتہی الادب) اور جس جگہ مَاتَتْ کا معنے لیا گیا ہے۔ تو تسامح اور وسعت دے کر کیا گیا ہے جس طرح کہ موت کی جگہ انتقال۔ صعود اور مضیٰ لسبیلہ استعمال کر لیا کرتے ہیں اسیطرح خلا اُس جگہ استعمال کرتے ہیں۔ کہ جہاں صریح موت کا لفظ استعمال کرنیسے طبیعت رُک جاتی ہے۔ کیونکہ یا تو وہ مرنے والا بزرگ ہستی کا مالک ہوتا ہے یا جن کے متعلق ایسے لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ وہ سارے مَوت کا شکار نہیں ہوتے اگرچہ اپنے اپنے عہدہ سے فارغ ہوکر بے تعلق ہو چکے ہوتے ہیں۔ تو اس عہدہ سے سبکدوش ہونے کے بعد اگرچہ سارے نہ مرے ہوں مگر اس عہدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یوں کہنا درست ہوتا ہے کہ سہ قد خلا من قبلہ قوم کثیر۔ وسیخلو بعدہٗ عدید۔ اس عہدیدار کے پہلے کئی عہدیدار گذر چکے ہیں اب ایسے الفاظ سے تمام گذشتہ عہدہ داروں کی موت سمجھ لینا غلط ہوگا۔ اسی طرح اس آیت کا ترجمہ بھی حیات و ممات کو پیش رکھ کر یوں ہوگا کہ حضور انور سے پہلے رسول اپنے اپنے منصب رسالت پر رہ چکے ہیں۔ جنمیں سے کچھ تو وفات پا چکے ہیں اور کچھ ابھی تک زندہ ہیں۔ جیسے حضرت خضر۔ ادریس۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام) اسلیئے خلت کا لفظ ماتت کے معنے میں نہیں ہے اس کی تائید سُنۃ الٰہیہ سے بھی ہوتی ہے کیونکہ اسکے متعلق ایک دفعہ قد خلت سنۃ الاولین وارد ہے اور دوسری جگہ مضَتْ سنۃ الاولین آیا ہے جس سے مراد جریان مع التجدد مُراد ہے جس کا مطلب یوں نکلتا ہے۔ کہ حضور سے پہلے رسولوں کا سلسلہ رسالت بدستور جاری رہا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر خَلَتْ کا معنے ... مَاتَتْ مان بھی لیں تو پھر بھی مرزائیوں کا ترجمہ دو وجہ سے غلط ہوگا۔ کیونکہ اوّلاً اس میں الرُّسُلُ کا معنے تمام رسول کیا گیا ہے حالانکہ جماعۃ من الرسل صحیح بن سکتا ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ خود حضور بھی اپنے آنے سے پہلے وفات پا چکے ہوتے۔ کیونکہ آپ کا موجود ہونا اس دعویٰ کے خلاف ہوگا کہ تمام رسول مر چکے ہیں۔ ثانیاً اس آیت سے محرف نے وہ تمام رسول مراد لیئے ہیں جو حضورؐ سے پہلے تھے اور یہ ارادہ کرنا اسلیئے غلط ہے کہ من قبلہ کا فقرہ الرسل کی صفت واقع نہیں ہؤا۔ کیونکہ موصوف سے پہلے عربی میں اس کی صفت نہیں آسکتی۔ اور اگر اس کو **عطف بیان** بنایا جائے تو وہ بھی صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ من قبلہ کا وصف الرسل کا وصف لازمی نہیں ہے اسکے علاوہ کسی زباندان نے اس کو صفت یا عطف بیان نہیں بنایا۔ اسلیئے بغیر سند لغت کے یہ معنے کرنا غلط ہوگا کہ " وہ تمام رسُول جو آپ کے پہلے تھے " مر چکے ہیں۔

اب صحیح ترجمہ اس آیت کا یوں ہوگا کہ "کئی ایک رسول حضورؐ سے پہلے آتے رہے اور اپنی اپنی ڈیوٹی دے کر فارغ ہو چکے" لان اللام فیہ للجنس لا للاستغراق وان الظرف لیس صفۃ للرسل بل ھو مفعول فیہ لخلت ومن زائدۃ کقولہ تعالیٰ للہ الامر من قبلُ۔ بہر حال اس آیت سے اس وقت وفات مسیح کا وہم ہو سکتا تھا۔ کہ وہاں کُلُّھم کا لفظ موجود ہوتا۔ یا کوئی ایسی تصریح اسلامی موجود ہوتی کہ وہاں آل کا معنے کُلُّھم لیا جاتا۔ اب صرف محرّف کے کہنے سے کیسے یقین ہو سکتا ہے کہ یہاں کُلُّھم ہی مراد ہیں۔ تیسرؔی آیت سے یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ انسانی ہستی ہر وقت غذا کی محتاج ہے۔ کیونکہ تسبیح و تہلیل اور تسکین قلبی بھی کبھی پاک ہستیوں میں غذائے جسمانی سے مستغنی قرار دیتی ہے مثلاً اصحاب کہف پورے تین سو سال بغیر غذائے جسمانی کے زندہ رہے۔ خود حضور علیہ السلام صوم وصال میں غذا کے محتاج نہیں ہوتے تھے۔ ایک صوفی نے بیس سال تک تسبیح و تہلیل تک زندگی حاصل کی تھی۔ (دیکھو فتوحات مکیہ) حضرت خضر علیہ السلام ہماری خوراک کے بغیر زندہ ہیں۔ تمام ملائکہ غذائے جسمانی کے محتاج نہیں ہیں اسی طرح جب حضرت مسیح علیہ السلام ملکی صفات ہو چکے ہیں۔ تو ان کی خوراک بھی یاد الٰہی ہوگی۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ دجال سے پہلے تین سال مطلقاً بارش نہ ہوگی۔ اور سخت قحط پڑ جائیگا۔ تو کسی نے سوال کیا تھا کہ ہم تو اب صبر نہیں کر سکتے اس وقت مسلمان کیا کرینگے تو حضور نے فرمایا تھا کہ وہ لوگ یاد الٰہی سے زندہ رہیں گے (رواہ احمد) اس کے علاوہ خوراک کی ضرورت دنیاوی آب و ہوا میں ہے اور انسان جب اس سے اپنی وابستگی علیحدہ کر لے۔ تو دوسری جگہ کی آب و ہوا چونکہ محلل اشیاء نہیں ہوتی۔ وہاں انسان غذا کا محتاج نہیں ہوتا۔ تصریحات قرآنیہ میں بہشت کی آب و ہوا کے متعلق حضرت آدمؑ سے یوں کہا گیا تھا کہ انك لا تظمأ فیھا ولا تعریٰ آپ کو وہاں نہ بھوک ہوگی نہ پیاس اور نہ کپڑے خراب ہوں گے اور نہ آپ ننگے ہونگے اب ان نظائر کے ہوتے ہوئے حضرت مسیحؑ کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اب بھی وہ محتاج غذائے جسمانی ہیں۔ آپ کی توہین ہوگی۔ چوتھےؔ آیت میں متوفی کا لفظ اسم فاعل ہے جو فقرہ کے درمیان فعل مستقبل بن گیا ہوا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں آپکی وفات دونگا جس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آپ سے وعدہ ہوا تھا اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ وعدہ پورا بھی ہو گیا تھا۔ بلکہ ایفاء وعدہ کی داستان مرزائیوں نے خود گھڑلی ہے۔ ورنہ احادیث کے رو سے ابھی اس ایفائے وعدہ میں بڑی دیر ہے جس کو امام مہدی کے بعد کے چالیس سال تک پورا کرنا ہوگا اور یہ کہنا بے سود ہے کہ دوسرے تمام وعدے

پورے ہو گئے تھے۔ تو یہ وعدہ جو سب سے پہلے تھا کیوں پورا نہ ہوا۔ کیونکہ اس آیت میں چار وعدے مذکور ہیں انکی ترتیب مذکور نہیں ہے یہاں ترتیب پیدا کرنا محرفین کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے ورنہ حرف و ہزاروں جگہ قرآن شریف میں موجود ہے جہاں ترتیب مراد نہیں ہے کہ یہ پہلے ہو۔ اور وہ دوسرے نمبر پر ہو۔ سورہ فاتحہ ہی کھول کر دیکھ لیں ایاک نعبد وایاک نستعین مذکور ہے مگر یہ مراد ہر گز نہیں ہے کہ عبادت کا نمبر اول ہے۔ اور استعانت کا دوسرا اسیطرح سورہ مائدہ میں انبیاء کی فہرست دی ہے جس میں تمام بے ترتیب مذکور ہیں۔ آیت وضو کے اندر بھی ترتیب فرض نہیں ہے ورنہ جو شخص بارش میں پاک ہو جاتا ہے۔ یا نہر میں کود پڑتا ہے۔ اس کے غسل سے نماز ادا کرنا جائز نہ ہوتا بہر حال محرفین کے نزدیک اس آیت کے بعد خود ہی آیت یوں ہے۔ کہ فتوفاہ اللہ و دفعہ وطہرہ وجعل اتباعہ فوق الذین کفروا مگر اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ شاید اس قرآن میں موجود ہو کہ جس میں یہ آیت ہے کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان۔ ورنہ ہمیں امید نہیں ہے کہ اسکے سوا کسی قرآن میں موجود ہو۔

اسلام کے نزدیک اس آیت کو دو طریق سے حل کیا گیا ہے اول توفی کو بمعنے موت لے کر جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے تو اس وقت چار وعدوں کا پورا ہونا یوں قرار پایا ہے کہ آپ حسب تصریح انجیل برنباس ودیگر تصریحات نبویہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ تاکہ یہود کی دستبرد سے رہا ہو جائیں اور حضور انور علیہ السلام کی بعثت سے آپکے متعلق جو شکوک واوہام تھے۔ ان سے آپ کو پاک کیا گیا۔ اور ہمیشہ کیلئے عیسائی اور اہل اسلام تابعداروں کو یہود پر فوقیت دیگئی اور اخیر میں چالیس سال تک حکومت کے بعد آپ وفات پا کر مدینہ طیبہ میں دفن ہونگے؛

اب اگر ترتیب وار ہی ان کا ایفا ضروری سمجھا جائے تو ایک اور مشکل آپڑتی ہے کہ جس کو محرفین بھی نہیں اٹھا سکتے وہ یہ ہے کہ یہود پر متبعین کا غلبہ نمبر ۲ (وعدہ) اسلام سے پہلے ہو چکا تھا اور تطہیر نمبر ۳ (وعدہ) ظہور اسلام کے وقت حضور انور کی زبانی قرآن مجید کے نزول سے ہوئی ہے۔ پس جب واقعات کی رو سے وعدہ نمبر ۳ و ۲ میں ترتیب پیدا نہیں ہوئی تو بہت ممکن ہے کہ وعدہ نمبر ۱ و ۲ میں بھی ترتیب وقوعی پیدا نہ ہوئی ہو۔ اسلیئے یہ کہنا صحیح ہو جاتا ہے کہ رفع کے بعد توفی کا وقوع قرار پایا ہے اور صرف تجویز عقلی ہی نہیں بلکہ اس تقدیم وتاخیر کی نقل ہمارے پاس بقول مرزا (انقطاعی) حضرت ابن عباس سے بھی موجود ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ جب اس موقعہ پر حضرت ابن عباس کا قول پیش کیا جاتا ہے تو کبھی اظہار نفرت کیا جاتا ہے اور کبھی تغلیط کی جاتی ہے یا اسے اسرائیلی روایت سمجھ کر ردی کی ٹوکری میں پھینکدیا جاتا ہے

اور اتنا بھی خیال نہیں کیا جاتا کہ قرآن شریف اسلام سے پہلے یہود کے پاس موجود ہی کب تھا۔ کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تشریح یہودیوں سے سیکھی ہو۔

دوسرا مسلک یہ ہے کہ توفی کا معنے اس جگہ قبضہ میں لینے کے ہیں جس کو مرزا صاحب نے بھی براہین احمدیہ ۵۱۹ میں حیات مسیح کا قول کرتے ہوئے تسلیم کیا ہے اور توضیح المرام ۳ میں لکھتے ہیں کہ احادیث اخبار اور بائیبل کے رُو سے جن نبیوں کا اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں ایک یوحنا کہ جس کو ایلیا اور ادریس بھی کہتے ہیں اور دوسرے مسیح ابن مریم کہ جس کو یسوع اور عیسےٰ بھی کہتے ہیں۔ اور حکیم نورالدین صاحب نے بھی اسی معنے کی بنیاد پر ہو الذی ارسل رسولہ کو حضرت مسیح سے وابستہ کیا ہے اور تصریحات اسلامیہ تو ہزاروں ہی ہیں کہ جنہیں یہاں توفی کا معنے **قبض جسمانی** کیا ہے تو اب ان دو وعدوں میں ترتیب خود بخود آجائے گی اور واقعات کے مطابق مطلب یوں ہوگا کہ جب آپ کو یہودنے تنگ اور بدنام کیا تو آپکی تسلی کو خدا نے کہا کہ میں تجھے قبض کرکے اپنے آسمان پر اٹھالوں گا (دیکھو انجیل برنابا اور تاریخ طبری)

اس موقع پر بعض محرفین یوں غلط پیش کرتے ہیں کہ حیات مسیح کا مسئلہ منسوخ ہو چکا ہے اسلیئے براہین سے حوالہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کے عقائد میں ترمیم و تنسیخ نہیں ہوتی۔ (ورنہ ایسا شخص نبی نہیں ہوسکتا) ہاں البتہ احکام میں ترمیم و تنسیخ ہُوا کرتی ہے۔ مگر یہ مسئلہ عقائد کے متعلق ہے۔ اسلیئے اس میں ترمیم ناممکن تھی۔ اس کے علاوہ اگر ہم براہین احمدیہ کو اس مسئلہ میں منسوخ مان لیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا۔ کہ وہاں جو الفاظ یا ان کے معانی بیان ہوئے ہیں۔ وہ غلط بھی ہو گئے ہیں۔ کیونکہ دو مفہوم آپس میں لازم و ملزوم نہیں ہیں۔ ورنہ قرآن شریف میں جو آیات منسوخ سمجھی گئی ہیں۔ وہ غلط بھی ہو جائیں گے۔ پس براہین اگر منسوخ ہو جائے تو ہزار دفعہ ہو جائے۔ ہمیں کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ بقول مرزائیاں وہ ساری کتاب وحی الٰہی ہے اس لیئے گو منسوخ ہو جائے۔ مگر غلط نہیں ہوسکتی۔ ورنہ یہ کہنا پڑے گا۔ کہ مرزائیوں کا "خدا" غلط فقرے بولتا رہا ہے اور اگر اس اصول کا خیال کیا جائے کہ مرزائیوں کے نزدیک وحی الٰہی میں **نسخ** جائز ہی نہیں ہے تو پھر یہ عذر پیش کرنا بالکل غلط ہو جائیگا۔ کہ براہین منسوخ ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاف نہیں کہتے کہ وہ منسوخ ہے۔ کچھ گول مول کہدیا کرتے ہیں جس کا صحیح مطلب کچھ بھی نہیں نکلتا،

پانچویں آیت میں یہ اصول پیش کرنا کہ حضرت مسیح کی وفات کے بعد وجود تثلیث ہوا ہے بالکل غلط ہے جیسا کہ انجیل برناباؤ وطبری وغیرہ بتا چکے ہیں۔ اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ خدا کی طرف سے اشاعت تثلیث کا سوال ہوگا کیونکہ ءانت قلت للناس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سوال تعلیم تثلیث سے ہوگا کہ آیا اس کی تعلیم دینے والا کون ہے؟ تم ہو یا کوئی اور؟ تو اس کا جواب آپ نفی میں دینگے کہ میں نے یہ تعلیم نہیں دی، میں تو وحدانیت کی تعلیم دیتا رہا ہوں اس کے بعد اپنی مخلصی ثابت کرنے کو اپنی بے تعلقی ظاہر کرینگے کہ جبتک میں ان میں موجود تھا تب تک میں جوابدہی کا ذمہ دار تھا اب جب میرا تعلق مجھ سے رہا ہی نہیں ہے تو میں جواب وہ کیسے بن سکتا ہوں۔ اس لیئے خدایا تجھے پورا اختیار ہے کہ چاہے انکو عذاب کرے یا بخشدے مگر عذاب دیگا تو تجھپر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخشدے گا تو پھر بھی تیرے ہی ہیں۔

چھٹی آیت کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح کو حی قیوم نہیں سمجھا گیا ورنہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیوں کے مقابلے میں یاتی علیہ الفناء پیش نہ کرتے۔ پس اگر طول عمر سے کوئی حی قیوم بن جاتا ہے تو مرزائیوں کو ۶۶ سال کے بعد جو بھی ہو مار ڈالنا چاہیئے۔ تاکہ کہیں شرک لازم نہ آجائے۔ ۶۶ سال اس واسطے مقرر کیئے جائیں تاکہ مرزا صاحب کا وجود اس آیت کے خلاف ثابت نہ ہو۔

ساتویں آیت میں صلوٰۃ و زکوٰۃ سے مراد طریق اسلام نہیں ہے بلکہ ان کا اپنا طریق مراد ہے اسلیئے اپنے اوپر قیاس کرنا غلط ہوگا۔ اور اگر لفظ کا خیال رکھا جائے تو صرف یہی معنے ہے کہ عبادت اور پاکدامنی کا حکم تھا جواب بھی آپ پورا کر رہے ہیں اور اگر آنکھ بند کرکے یہی مان لیا جائے۔ کہ انجیل میں قرآنی تعلیم کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنیکا حکم تھا۔ تو اس وقت یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ایسی زکوٰۃ کے وجوب کیلیئے نصاب کا ہونا بھی ضروری ہے۔ تو آپ جب دنیا سے بے تعلق ہیں تو زکوٰۃ کیسے واجب ہوگی؟ کیا نادار بھی زکوٰۃ دیا کرتے ہیں؟ اسلیئے محرفین پہلے آپ کی جائیداد ثابت کریں پھر ہم ادائیگی زکوٰۃ کی سبیل سوچ لیں گے۔

آٹھویں آیت کا جواب یہ ہے کہ ان اگرچہ قد کا معنے دے سکتا ہے مگر یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوا کہ اس آیت کا بھی یہ معنے ہے کہ حضرت مسیح بھی مر گئے۔ اور ماں سمیت سارے مرگئے تھے۔ کیونکہ ان کا ایک وقت ہی سب کا معاً مرجانا کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہے بالفرض اگر یہ ارادہ صحیح بھی ہو تو یہ کہاں سے ثابت ہوگیا کہ جو

اور اذ کا معنے جہیں دیتا

معنے مسلمان کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ اسلامی معنے یہ ہے کہ کون ہے کہ خدا کا کچھ بگاڑ سکے جب کہ وہ حضرت مسیح اور تمام مخلوق کو معاً مار ڈالنے کا ارادہ کرے۔ حالانکہ اس سے پہلے مسیح کی والدہ کو موت دے چکا ہے (دیکھو ۳۸۱) نویں آیت میں وفات مسیح کا کوئی ذکر نہیں۔ اور یہ اصول گھڑنا کہ طول عمر سے عیسیٰ معبود کی حد تک پہنچ جاتا ہے بالکل غلط ہے۔ ورنہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت خضر و الیاس آج سے پہلے خدا بن چکے ہوتے۔ اور اگر یہ تسلیم نہیں ہے تو بموجب آیت قرآنی ابلیس تو دیر سے خدا بنا ہوتا۔ (دیکھو ۳۸۵)

دسویں آیت کا یہ مطلب ہے کہ ہم تمام انبیاء کو منجانب اللہ اور سچا سمجھتے ہیں۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ سب کے انبیاء کی پیدائش۔ حیات۔ حالات زندگی اور وفات بھی یکساں تھی۔ اور یکساں ہی مانتے ہیں یہ معنے صرف محرفین کی ایجاد ہے۔ ورنہ کوئی مفسر اسلام یا کوئی محدث اسلام اس طرح کے معنے کی تصدیق کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہی آئے گا اس لیئے اس آیت سے بھی وفات مسیح کا تعلق پیدا کرنا ایسا ہی ہے۔ کہ کسی نے کہا تھا کہ کیا کھلاؤ گے کہا دال۔ کہا تو پھر ہم بھی پاؤں سے ننگے نہیں ہیں۔

تحریفات نمبر دوم اور رفع

مَاقَتَلُوہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ (نساء) وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ (نساء) جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۲۰م
وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ (مریم) وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا (مریم) اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران) اللّٰہُ یَتَوَفّٰکُمْ (نحل) وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ (حج) نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ (یٰس) وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ (بقرہ) پہلی آیت بتا رہی ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا تاکہ صلیب پر مر کر ملعون ہوتے۔ بلکہ خدا نے آپ کو طبعی موت دیکر کشمیر میں بڑے مرتبہ تک پہنچایا تھا دوسری آیت بتاتی ہے کہ جو بھی یہودی ہے۔ وہ اپنی موت سے پہلے آپ کی طبعی موت پر ایمان لاتا ہے تیسری آیت ظاہر کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ بابرکت انسان تھے اب اگر ان کو آسمان پر بٹھا جانے تو وہاں کونسی برکت دیتے ہوں گے۔

اور کشمیر جانے سے یہ دعا پوری ہو گئی۔

چوتھی آیت بتاتی ہے کہ خدا تعالیٰ سے آپ نے سلامتی کی دعا کی ہے جبکہ آپ مرینگے۔ پانچویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ صراط مستقیم کی دعا کرو۔ اور یہ نہیں کہا کہ تم آسمان پر جا کر زندہ رہنے کی بھی دعا کرو۔ چھٹی آیت میں امت محمدیہ کو بہترین امت کہا گیا ہے کیونکہ دجال کو قتل کرے گی اور مسیح کی امداد کرے گی۔ اور مسیح ناصری کو جب تک مرا ہوا تصور نہ کیا جائے

تو مسیح محمدی کی امداد کیسے کرے گی۔ ساتویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ خدا تم کو وفات دیتا ہے تو کیا حضرت مسیح اس حکم سے باہر رہ گئے؟ آٹھویں آیت میں یہ تصریح موجود ہے کہ جو لوگ بڑی عمر پاتے ہیں۔ ان کے حواس ٹھیک نہیں رہتے اور سب کچھ بھول جاتا ہے۔ تو کیا مسیح علیہ السلام دو ہزار سال بعد شیخ فانی ہو کر اتریں گے تو پھر ان سے بہتری کی امید کیا ہو سکتی ہے۔ نویں آیت میں ہے کہ بڑی عمر کا آدمی منکوس ہو جاتا ہے اور اس کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔ تو کیا تم ایسی حالت میں حضرت مسیح کو لانا چاہتے ہو؟ دسویں آیت ظاہر کرتی ھے کہ بنی نوع انسان کے لیئے زمین میں رہنے سہنے کا مقام مقرر کیا ہوا ہے تو پھر کیا کسی کو آسمان پر بھی رہنے کی قیام کی اجازت ہو سکتی ہے؟ اس لیئے ان تمام آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ وفات مسیح کا عقیدہ حق ہے اور حیات مسیح کا عقیدہ خلاف قرآن ہے۔

اس تحریف کا جواب یہ ہے۔ کہ جو معنے آیات مذکورہ کے کیئے گئے ہیں اس کا نشان کسی اسلامی کتاب سے نہیں ملتا یہ سب کچھ مرزائی تعلیم کا نتیجہ ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ آریہ بھی تناسخ کا ثبوت قرآن شریف کرتے ہیں کہ ماننسخ من آیۃ - وننشئکم فیما لاتعلمون - فاذاھی ثعبان مبین - امم امثالکم - کونوا قردۃ خاسئین - وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان - پرند - چرند - اور لکڑی وغیرہ سب حالت بدلتے رہتے ہیں - اور یہی تناسخ کا مسئلہ ہے مگر ان آیات کا معنے جو اسلام نے لیا ہے اسکے لحاظ سے تناسخ کا ثبوت نہیں ملتا۔ اسی طرح ان آیات سے بھی وفات مسیح بھی ثابت نہیں ہوتی جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔ کیونکہ پہلی آیت میں مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپکو قتل اور صلب سے بچا کر اپنی طرف اٹھا لیا تھا اور وہ وعدہ پورا ہو گیا تھا کہ میں تجھکو اپنے قبضہ میں لا کر اپنی طرف اٹھا لونگا (دیکھو انجیل برنابا اور احادیث مذکورہ) اور یہاں دفعہ سے یہ مراد لینا غلط ہے کہ آپ کو طبعی موت سے وفات دیکر رفعت دی تھی۔ کیونکہ ایسی رفعت عام بنی نوع انسان کو حاصل ہوتی ہے آپ سے وعدہ کرنے کا کیا مطلب تھا کہ ہم تجھے رفعت دینگے کیا آپ کو شروع حیات سے رفعت مرتبہ حاصل نہ تھی؟ اور وعدہ دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو رفعت آپ کو دی جائے گی وہ رفعت جسمانی تھی۔ جو واقعہ صلیب کے وقت ظاہر ہوئی۔ ورنہ جو رفعت منزلت آپ کو پہلے ہی حاصل تھی۔ اس کا وعدہ کرنا تحصیل حاصل یا ایک قسم کا مخول بن جاتا ہے تم اگر کسی سے اس چیز کے دینے کا وعدہ کرو۔ جو اس کے پاس پہلے ہی حاصل ہے تو کیا یہ وعدہ لغو اور بیفائدہ نہ ہوگا دوسری آیت میں

لیؤمنن بہ سے یہ مراد لینا کہ یہود کو قتل مسیح کا ایمان حاصل ہوتا ہے دو وجہ سے غلط ہے اول یہ کہ ان کو تو پہلے ہی اپنے زعم میں یقین ہے کہ ہمنے حضرت مسیح کو صلیب پر قتل کر ڈالا تھا اور اناجیل اربعہ میں بھی بالتصریح موجود ہے کہ آپ صلیب پر مر چکے تھے تو اندریں حالات یوں کہنا کیسا بے معنی ہوگا۔ کہ اہل کتاب (یہود و نصارےٰ) آپکے قتل پر ایمان لے آتے ہیں۔ دوم یہ کہ لیؤمننّ میں نون مشدد علامت استقبال ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آئندہ ایمان لے آئینگے اور اس کی تفصیل پہلے نمبر ۳۰ میں بیان ہو چکی ہے کہ نزول مسیح کے وقت اہل کتاب سب کے سب آپ کی تصدیق کرلیں گے۔ اور یہی وہ معنے ہے۔ کہ جس کو اسلام نے قبول کیا ہے۔ اور جس کی تائید صحف قدیمہ اور احادیث نبویہ سے ہو رہی ہے اسلیئے اس کے خلاف کوئی اور معنے تراش کرنا تحریف میں داخل ہوگا۔ تیسری آیت میں مطلقاً وفات مسیح کا ذکر نہیں ہے ایک ایک دو روٹیاں کی مثال ہے ہر ایک جگہ مرزائی وفات مسیح کا ہی راگ گاتے ہیں۔ بھلا یہ تو بتائیں کہ اس آیت کے رو سے اگر وفات مسیح تسلیم کی جائے۔ تو کیا کشمیر میں دفن ہونے کے بعد آپ کی برکت ظاہر ہوئی تہی؟ آپ تو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح وہاں ۸۷ سال روپوش ہوکر مر گئے۔ نہ تبلیغ کی۔ نہ گرجا بنایا۔ اور نہ کوئی اپنا نشان چھوڑا۔ تو پھر برکت کیسی؟ اس لیئے اس آیت سے اسلام میں یہ مراد ہے کہ آپ کا وجود بابرکت ہے۔ واقعہ صلیب سے پہلے آپ کی ذات سے لوگوں کی ظاہری اور باطنی بیماریاں دور ہوئیں۔ اور نزول کے بعد اسلام آپ کی برکات سے بہرہ ور ہوگا۔ اور اس کی تمام مردہ طاقتیں ظاہر ہوں گی۔ اور باقی رہا آسمان کا مقام سو وہ بھی برکت سے خالی نہیں کیونکہ اب مقربین میں داخل ہیں۔ اور اب بھی صوفیائے کرام کی روحیں آپ سے روحانی برکات حاصل کر رہی ہیں۔ دیکھو فتوحات مکیہ (ب) چوتھی آیت میں مرزائیوں نے عیسائیوں کی چال چلی ہے۔ وہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن شریف نے بھی واقعہ صلیب میں آپ کی موت کو تسلیم کیا ہے۔ کیونکہ یوم اموت سے مراد صلیب پر مرنے کا دن ہے۔ اور یوم ابعث حیا سے مراد وہ دن ہے کہ جب آپ مرنے کے بعد تیسرے دن اپنی قبر سے نکلکر آسمان کو چلے گئے تھے۔ اب اگر مرزائیوں کا معنے مانا جائے تو عیسائیوں کا معنے بھی ماننا پڑتا ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایک معنے تسلیم ہو اور دوسرا متروک ہو۔ اسلیئے ہمیں اس مطلب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ جو اسلام نے یہاں پر تسلیم کیا ہے۔ کہ یوم ولادت میں آپ شیطانی عوارض سے محفوظ رہے۔ حالانکہ آپ غیر محفوظ جگہ میں پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھو مشکوٰۃ اور انجیل برنباس) یوم وفات میں آپ کو مسلمان روضہ نبویہ میں دفن کرینگے اور حضور کے

کے پاس آپ کو جگہ ملے گی۔ جہاں کسی قسم کا کھٹکا نہ رہے گا اور یوم بعث بعد الموت میں آپ حضور کے ہمراہ ایک مقبرہ سے اٹھیں گے اور جو حفاظت اس وقت حضور کی ہو گی۔ آپ بھی اس میں داخل رہیں گے۔ اب اس اسلامی معنے کو چھوڑ کر تحریف کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے پانچویں آیت سے وفات مسیح پر استدلال قائم کرنا۔ ایک واہیات اصُول پر مبنی ہے کہ جو واقعہ ایک کیلئے موجب رفعت ہو تو وہ سب کے لئے موجب رفعت ہوتا ہے اگر یہ اصُول صحیح ہے۔ تو آپ ہی بتائیں کہ اگر معراج موجب رفعت ہے تو کیا تم نے جولاہے کی طرح یہ بھی خدا سے مانگا ہے؟ شہادت حسین رضی بھی جب موجب رفعت ہے کیا تمہارے بانی مذہب نے بھی خدا سے مانگی تھی؟ اور ہزاروں امُور موجب رفعت ہیں کیا تم سب مانگا کرتے ہو؟ اور جب یہ فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی وسعت کے مطابق پاؤں پھیلایا کرتا ہے۔ تو اپنی وسعت سے بڑھ کر نا جب امور کا مطالبہ کرنا ایسا ہو گا۔ کہ کوئی اہدنا الصراط المستقیم کہکر دعا کرے کہ یا اللہ مجھے اپنے راستہ پر چلا کر خدا بنا لے شائد مرزائی یہی دُعا کرتے ہوں گے۔ مگر اسلام یہی کہتا ہے کہ جس راستہ پر مقدس ہستیاں تھیں۔ اسی راستہ پر خُدا ہم کو قائم رہنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ چھٹی آیت میں امت محمدیہ کو بہترین امت اسلئے نہیں کہا گیا کہ مرزا صاحب کی تصدیق کرنے کو کھڑی ہو جائے گی۔ بلکہ قرآن شریف کے رُو سے اسلئے اس کو یہ لقب عطا ہؤا ہے کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے مامُور ہُوئی ہے۔ انبیاء سابقین کی تصدیق کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہے اور خیر المرسلین کی تابعدار بن کر خیر الامم کا لقب حاصل کرتی ہے۔ پس ان وجوہات کو چھوڑ کر ایک نئی وجہ گھڑنا۔ کہ جس کا ثبوت کسی جگہ سے بھی نہیں ملتا۔ ایسا ہے کہ کوئی کہے کہ واعبد ربك حتى یاتيك اليقين عبادت کا حکم یقین آنے تک ہے اسلئے جن کو خدا کی ہستی کا یقین آ گیا ہے۔ ان پر عبادت فرض نہیں ہے کیا محرفین اس تحریف کو اپنی تحریفات میں داخل کر کے اپنی جماعت کو عبادت سے آزاد کر ڈالیں گے؟ اور یضل به من یشاء کی مثال پیدا کرینگے؟ ساتویں آیت میں عام حکم ہے۔ کہ خدا تم کو وفات دیتا ہے جس کے رو سے ہر ایک انسان اپنے مقررہ وقت پر مر جاتا ہے۔ اور مرنے کی مدت نہ کسی نے آجتک مقرر کی ہے اور نہ ہو گی۔ ورنہ جو شخص آج سو سال سے زیادہ عمر پا کر مرتا ہے اس آیت کے خلاف ہو گا۔ اور کہا جائیگا کہ عام مدت موت سے بڑھ کر کیوں زندہ تسلیم کیا جاتا ہے اس لیئے اس تحریف کے پاؤں نہیں ہیں اور سوائے بے سمجھی کے کچھ ثابت نہیں کرتی۔ آٹھویں آیت میں ارذل العمر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اپنے قوائے جسمانی کے ماتحت انسان کم و بیش ارذل العمر تک پہنچتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک انسان

ارذل العمر تک پہنچتا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ کوئی پہنچتا ہے۔ اور کوئی نہیں پہنچتا ہے۔ حضرت مسیح بھی حسب روایات سابقہ ارذل العمر تک نہیں پہنچے۔ کیونکہ آپ نزول کے بعد ایک عرب عورت سے شادی کر کے صاحب اولاد ہو نگے۔ اب آپ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ آپ چونکہ دو ہزار سال تک زندہ ہیں ارذل العمر تک پہنچ گئے ہیں۔ دو وجہ سے سطحی بات ہے اوّل یہ کہ جب حضرت مسیح کی پیدائش ہوئی تھی اس وقت کے ماحول کی عمریں بڑی لمبی ہوتی تھیں۔ جن پر آجکل کا اندازہ ٹھیک نہیں بیٹھ سکتا۔ مشہور ہے کہ رستم گیارہ سو سال تک زندہ رہ کر مر گیا۔ تو اس کی ماں رو کر کہتی تھی۔ کہ "بچہ مرو نہ چیزے دیدہ نہ چیزے خورد" اگر یہ روایت صحیح ہے تو خیال باطل کرنے کو کافی ہے کہ انسان ساٹھ ستر سال تک ارذل العمر تک پہنچ جاتا ہے اسکے علاوہ اگر اس وقت کے دوسری عمریں دیکھی جائیں تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہزار دو ہزار سال تک انسان کا ارذل العمر تک پہنچنا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ اصحاب کہف ۳۰۹ برس تک زندہ رہ کر بھی جوان رہے۔ سام کی عمر ہزار سال تھی متوشلح ۹۷۹ سال تک زندہ رہا۔ حضرت نوح علیہ السلام ایک ہزار چار سو سال تک تبلیغ کرتے رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی عمر ۱۴۵۰ سال تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نو سو تیس سال تک اپنی اولاد کی پرورش کرتے رہے۔ حضرت شیث علیہ السلام نو سو بارہ سال تک احکام خداوندی بجا لاتے رہے۔ حضرت ادریسؑ کی عمر ۳۶۵ تھی۔ حضرت موسیٰ کی ۱۲۰۔ اور حضرت ابراہیم کی ۲۲۳ سال کی عمر تھی۔ حضرت انوش کی عمر ۶۰۰ سال ہے اور حضرت ہود کی ۴۶۴ سال۔ کتاب المعمرین میں ان معمر لوگوں کا ذکر ہے جن کی عمریں کئی سینکڑے سالوں تک پہنچیں۔ باوجود اس کبر سنی کے ارذل العمر تک کوئی نبی نہیں پہنچا۔ اور نہ ہی کسی اسلامی شہادت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی نبی ارذل العمر کا شکار ہوا تھا۔ کیونکہ یہ ایک ذلیل زندگی ہے۔ اور خدا کے مقرب بندے اس سے محفوظ رہتے ہیں دوم یہ کہ احادیث نبویہ کی رو سے آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ ایک سو بیس یا ساٹھ سال تک ہی۔ اور وہ زمانہ جو آپ آسمان پر گذار رہے ہیں۔ وہ دنیاوی زندگی محسوب نہیں کیا گیا۔ ورنہ حضور علیہ السلام اپنے احادیث میں آپ کی عمر اپنے عہد میں کم از کم چھ سو سال تک ظاہر فرماتے اسلیئے ارذل العمر سے بچانے کی خاطر نزول مسیح کا انکار کرنا ایک جہالت ہے اسلیئے ہم کہتے ہیں کہ یہ کمال بیباکی ہے کہ اپنے خیال کی بنیاد پر اسلامی روایات کو رد کیا جاتا ہے بھلا کجا تم اور کجا فرمان نبوی۔ کیا یدی کیا یدی کا شوربہ۔ ایسے محرفین کو ایسی کمال بیباکیوں سے دست بردار ہونا چاہیئے۔ ورنہ وہ توہین الانبیاء کے مرتکب ہوں گے۔ ذیل آیت کی تشریح سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض آدمی

منکوس فی الخلق ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ لوگ ساٹھ ستر سال کی عمر تک معمر کہلانے لگتا ہے تو گو آجکل صحیح ہوگا۔ مگر گذشتہ زمانہ میں معمّر کی حد دو ہزار سال تک معلوم ہوتی ہے اور نکوس فی الخلق نہیں ہوا۔ اور آئندہ زمانہ میں بھی ممکن ہے۔ کہ آج کل کا اندازہ غلط ثابت ہو جائے۔ اور اگر یہ مطلب لیا جائے۔ کہ جو انسان اپنی پوری عمر پاکر درجہ شیخوخت تک پہنچکر پیر فرتوت بن جاتا ہے تو اسکے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ تو یہ معنے قابل تسلیم ہے مگر قرآن شریف میں یہی نہیں کہا گیا کہ ہر ایک معمر (کل من نعمرہ) کو ہم درجہ شیخوخت ہیں پہنچا کر دیتے ہیں۔ اگر محرفین نے یہی سمجھا ہے تو یہ ان کی خوش فہمی ہوگی ورنہ اسلام انبیاء کو ایسی حالت سے منزہ سمجھتا ہے حضور علیہ السلام کی یہ دعا تھی۔ کہ اللھم انی اعوذبك من الھرم یا اللہ شیخوخت سے مجھے بچائیو جس کا اثر یہ ہوا۔ کہ ۶۳ سال کی عمر میں آپکے قوائے جسمانی برقرار تھے۔ اور سوائے سترہ بال کے کوئی بال بھی سپید نہیں ہوا تھا۔ بہرحال انبیاء کو اس آیت سے مستثنےٰ کیا گیا ہے۔ بالخصوص حضرت مسیح علیہ السلام تو ۱۲۰ سال کی عمر تک پہنچکر بھی معمر شیخ فانی تسلیم نہیں کیئے گئے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آپ شادی کرکے صاحب اولاد بھی بنیں گے۔ اب ایکطرف محرفین کا قول ہے اور دوسری طرف حضور علیہ السلام کا فرمان ہے جس کی مرضی ہو وہ حضور کے خلاف محرفین کا اسلام قبول کرکے اسلام قدیم سے خارج ہو جائے اور جو چاہے اسلام میں داخل رہے۔ دسویں آیت میں عام قاعدہ بیان ہوا ہے کہ بنی نوع انسان کا مقام زمین ہے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح اخیر زمانہ میں پھر زمین میں ہی دفن ہوں گے۔ اس لیئے کچھ مدت کے لیئے استقرار فی الارض کے خلاف عارضی قیام آسمان میں کر لینا مضر نہیں پڑتا ورنہ کسی کو چارپائی پر بھی سونے کی اجازت نہ رہے گی۔ اور جو لوگ غباروں میں اڑکر ستر ہزار فٹ تک اوپر چلے جاتے ہیں یا ہوائی جہاز میں کچھ مدت کیلیئے زمین سے الگ ہوکر عارضی قیام کر لیتے ہیں۔ یا سمندر میں ساری عمر جہازوں کے ملاح رہتے ہیں ایسے خوش فہم محرفین کے نزدیک استقرار فی الارض کے خلاف ہوں گے۔ جو صریح حماقت میں داخل ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ ایسے محرفین قرآن شریف کو توڑ موڑ کر موجودہ خیالات کے مطابق کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ ورنہ یہ نہیں کہ اپنے خیالات کی ترمیم قرآن شریف یا احادیث سے کریں اب یہ کہنا مشکل ہو گیا ہے کہ یہ لوگ قرآن و حدیث پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے صرف اتنا ہی قرآن تسلیم کیا ہے کہ جس قدر خیالات مغربیہ سے موافقت رکھتا ہے ورنہ دوسرے احکام سے یا تو صراحتًہ انکار کر دیتے ہیں

بلا اگر کچھ شرم دامنگیر رہے تو نیک نیتی یا بدنیتی سے توڑ موڑ کر قرآنی مفاہیم کی نوعیت بدلنے لگ جاتے ہیں۔

تحریفات نمبر سوم در خلود

۴۲۱ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا وشیبۃ (روم) فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون (اعراف) ماجعلنٰہم جسدا لا یاکلون۔ وما کانوا خالدین (انبیاء) الیوم اکملت لکم دینکم (مائدۃ) لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (فاطر) ماجعلنا لبشر من قبلک الخلد وما کانوا خالدین (انبیاء) تلک امۃ قد خلت (بقرۃ) وکذلک جعلناکم امۃ وسطا (بقرۃ) انشاکم من نفس واحدۃ (حجرات) ثم انکم بعد ذلک لمیتون (المؤمنون)

پہلی آیت سے ثابت کیا جاتا ہے کہ جوانی کے بعد بڑھاپا آجاتا ہے۔ اور طاقت کے بعد کمزوری آجاتی ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام بوقت نزول کمزور ہونگے۔ تو اسلام کی خدمت کیا کرسکیں گے۔ دوسری آیت سے ثابت کیا ہے۔ کہ موت وحیات کا سلسلہ بنی نوع انسان کیلئے زمین سے وابستہ ہے۔ تو حضرت مسیح کا آسمان پر چلا جانا اور مدت دراز تک وہاں قیام رکھنا کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے تیسری آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کا جسم ایسا نہ تھا کہ خوراک نہیں کھاتے تھے۔ اور ان کو دنیا میں ہمیشہ کا رہنا میسر نہ تھا تو پھر حضرت مسیح کا اب تک بغیر خوراک کے زندہ رہنا کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ چوتھی آیت سے ثابت کیا ہے کہ حضور انور پر تکمیل اسلام ہوئی جو بڑی نعمت عظیم الشان ہے اب اگر طول عمر یا رفعت سماوی بھی نعمت ہوتی۔ تو حضور کو ایسی نعمت عظمیٰ سے کیوں خالی رکھا گیا تھا۔ پانچویں آیت سے یہ ثابت کیا ہے کہ حیات مسیح قانون فطرت کے خلاف ہے اور خدا تعالیٰ اپنی سنت تبدیل نہیں کرتے۔ چھٹی آیت سے ثابت کیا ہے کہ چونکہ حضور سے پہلے کسی کو خلود فی الدنیا نصیب نہیں ہوا۔ اسلیئے حیات مسیح کا قول غلط ہے ساتویں آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی تمام جماعت گذر چکی ہے۔ تو پھر حضرت مسیح ابھی تک کیوں باقی رہ گئے ہیں۔ آٹھویں آیت میں خدا تعالیٰ نے ہمکو امۃ وسط بنایا ہے اور نزول مسیح سے یہ لازم آتا ہے کہ ان کی امت (نصاریٰ) یہ خطاب پاکر خیر الامم بن جائیگی کیونکہ اب تو وہی اخر الامم ہوگی۔ نویں آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس واحد سے حضرت مسیح بھی پیدا ہوئے تھے تو تمام بنی نوع سے اشتراک ضروری تھا۔ تو پھر کیوں ابھی تک آپ کو زندہ تصور کیا جاتا ہے اور دسویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مرنے والے ہیں تو پھر حضرت مسیح کیوں نہیں مرے۔ ان سب کا جواب مختصر طور پر یوں ہے کہ وفات مسیح سے ایک آیت بھی وابستہ نہیں ہے۔ ان میں عام حالات بیان کیئے گئے ہیں کہ جن کا ہر فرد انسان میں اور ہر وقت پایا جانا ضروری

نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ہندوستانیوں کو کالے آدمی کہا جاتا ہے۔ مگر باوجود اسکے کشمیری ایسے گورے ہوتے ہیں کہ مغربی انسان ان کے ہم پلہ گورے نہیں ہوتے۔ اسلئے ایسے اصول کو **علوم متعارفہ** کہتے ہیں۔ ان کو **اصول کلیہ** نہیں کہا جاسکتا۔ ورنہ ضروری ہے کہ پہلی آیت کے رُو سے کوئی انسان بھی ایسا نہ پایا جائے۔ کہ جس کو طاقت کے بعد کمزوری لاحق نہ ہوئی ہو۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کئی بچے اور جوان بوڑھا ہونے سے پہلے ہی مرجاتے ہیں تو پھر یہ آیت ان پر کیسے شامل ہوسکتی ہے علیٰ ہٰذا القیاس حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس قاعدہ سے مستثنےٰ ہیں کیونکہ ان کو ابھی تک کمزوری لاحق نہیں ہوئی۔ دوسری آیت سے صرف اتنا معلوم ہؤا ہے۔ کہ موت وحیات کا سلسلہ ہم سے تعلق رکھتا ہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہر ایک سے ایسے سلسلہ کا تعلق یکساں اور ایک خاص مُدت تک ہوتا ہے اس واسطے حضرت مسیح سے بھی اس سلسلہ کا تعلق ہو جائے گا۔ اگرچہ کچھ دیر بعد ہو کیونکہ آخر آپ دفن آسمان پر نہیں ہونگے زمین پر ہی آکر وفات پائیں گے۔ تیسری آیت میں کفار کے ایک عام اشتباہ کا جواب دیا گیا ہے کہ رسول اور نبی کی شان نہیں ہے کہ بازاروں میں پھرے کہائے پیئے اور بول و براز کرے۔ ورنہ ہم میں اور اس میں فرق ہی کیا ہوا اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ نبی بھی چونکہ انسان ہوتا ہے اسلئے کھانا پینا اسکے لیئے ضروری سمجھا گیا ہے ہاں اگر نبی فرشتے ہوتے تو پھر ان کو خوراک سے کوئی تعلق نہ ہوتا لیکن خوراک ضروری ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہر وقت کھاتے رہتے ہیں۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ عند الضرورت کہاتے پیتے ہیں حضرت مسیحؑ بھی کھاتے پیتے رہے ہیں۔ اب چونکہ عارضی طور پر ایسی آب و ہوا میں ہیں۔ کہ جہاں اس خوراک کی ضرورت نہیں ہے اسلئے پھر وہ جب زمین پر آئینگے تو عند الضرورت کھانا کھائیں گے۔ اسلئے حیات مسیح کا قول اس آیت کے خلاف نہ ہؤا۔ چوتھی آیت میں صرف تکمیل اسلام کا ذکر ہے۔ باقی انعامات کا ذکر نہیں ہے اور چونکہ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض کا ارشاد ہو رہا ہے کہ بعض انبیاء میں خاص خاص انعام پائے گئے ہیں۔ تو حضور میں طول عمر کا انعام نہ پایا جانا تکمیل اسلام کے خلاف ثابت نہیں ہؤا اور یہ جہالت کا سوال ہے کہ حضور میں انبیاء سابقین کی مخصوص نعمتیں کیوں نہیں پائی جاتیں۔ ورنہ حضور بھی بغیر باپ کے پیدا ہوتے اور آپ کی والدہ محترمہ کا ذکر بھی ایک لمبی سورۃ میں درج ہوتا ہے اسلئے حضور میں طول عمر کا نہ پایا جانا یہ اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ حیات مسیح کا قول کرنا غلط ہے۔ پانچویں آیت کا تعلق اکرام المومنین اور تعذیب الکفار سے ہے جیسا کہ اس آیت سے پہلے چند آیات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ تمام امور الٰہیہ سے اس آیت کا تعلق نہیں

کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ شب و روز انقلاب ہوتا رہتا ہے۔ اور سلسلہ تولید و ممات میں قسم قسم کی نیرنگیاں ظاہر ہوتی رہتی ہیں سردی۔ گرمی۔ بارش۔ قحط۔ مرض۔ اور عافیت بھی ایک اصول پر نہیں ہے۔ اب اگر حیات مسیح کا مسئلہ ایسے انقلابات کے ماتحت تسلیم کیا جائے تو کونسا ظلم ہوگا۔ چھٹی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی انسان کو ہمیشہ کیلئے دنیا میں رہنا نصیب نہیں ہے اور ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح بھی آخر فوت ہو کر دفن ہونگے تو پھر اس آیت کے خلاف کیسے ہوگا۔ ساتویں آیت میں ذکر ہے کہ رسول اپنا منصب تبلیغ خالی کر کے چلے گئے ہیں۔ جنمیں سے کچھ وفات پا چکے ہیں اور کچھ زندہ ہیں ایسی بات کو ملحوظ رکھ کر ماتت کا لفظ اختیار نہیں کیا۔ تاکہ انبیاء کی دونوں قسموں پر یہ آیت شامل ہو جائے آٹھویں آیت میں ہم کو امۃ وسطاً کا خطاب دیا گیا ہے جس میں خود حضرت مسیح علیہ السلام بھی داخل ہیں ورنہ یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ آپ کوئی الگ امت تجویز کرینگے یا اپنی امت سابقہ کو بڑھائینگے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ اسلام کی خدمت میں یہود و نصاریٰ کے مذہب کو مٹا کر دنیا میں چالیس سال تک 'اسلام ہی اسلام کر ڈالیں گے اسلیئے حیات مسیح کا مسئلہ آیت ہذا کے خلاف نہ رہا۔ نویں آیت میں پھر ایک اصول متعارفہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور معترض نے اس کو اصول کلیہ سمجھ رکھا ہے۔ اس لیئے حیات مسیح کو اس آیت کے خلاف سمجھنے کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہوتی ہے ہم اسکے جوابدہ نہیں ہیں۔ دسویں آیت میں بھی وقوع موت کو اصول متعارفہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے ورنہ یہ مطلب نہیں کہ بنی نوع انسان کے موجود ہوتے ہی موت کا وقوع ہو جاتا ہے بلکہ موت کا بھی خاص موقعہ ہے کہ جس سے انسان پس و پیش نہیں ہو سکتا۔ علی ہذا القیاس حضرت مسیح بھی اپنے وقت پر موت کا شکار ہوں گے۔ آپ بھی نہیں بچیں گے اسلیئے ہمارا عقیدہ اس آیت کیخلاف بھی نہ ہوا۔ ہاں محرف کے عقیدہ کے خلاف ضرور ہے اور ہونا بھی چاہیئے۔ کیونکہ اسے دعوےٰ تو قرآن دانی کا بڑا ہے۔ مگر دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ مغز قرآن سے ناواقف ہے اور اس کو اتنی تمیز نہیں کہ اصول متعارفہ اور اصول کلیہ میں تمیز کر سکے شاید یہی قوم اس آیت میں بطور قاعدہ کلیہ مخاطب ہے انکم قوم تجھلون۔

تحریفات نمبر چہارم اور (رقی)

اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (روم) کل من علیہا فان (رحمٰن)، اینما تکونوا یدرککم الموت (نساء)، والذین یدعون من دونہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون۔ اموات غیر احیاء (نحل)، قال شرکاؤکم ما کنتم ایانا تعبدون۔ وان کنا عن عبادتکم لغفلین (یونس)، انکم وما تعبدون حصب جہنم انتم لہا واردون۔

الا الذین سبقت لھم الحسنٰے اولٰئک عنہا مبعدون (جزو ۱۷)، او ترقٰی فی السماء (بنی اسرائیل ۱۵)، انما مثل الحیٰوۃ الدنیا کماء انزلنٰہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض (یونس ۳)، الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء (زمر ۲)، انما الحیٰوۃ الدنیا لعب و لھو و زینۃ (حدید ۳)

ان آیات میں وفات مسیح کا ذکر ہے کیونکہ پہلی آیت میں انسانی زندگی کے چار درجات بیان ہوئے ہیں۔ خلق۔ رزق حیات۔ اور موت دوسری آیت میں ہر ایک چیز کو فانی کہا گیا ہے۔ اب اگر حضرت مسیح کو اب تک زندہ بجسم عنصری مانا جائے تو ان دو آیتوں کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ وہ اب تک باقی ہیں فانی نہیں ہوئے۔ اور حیات کے بعد موت نہیں آئی تیسری آیت میں ہے۔ کہ موت تم کو ہر جگہ پا سکتی ہے مگر بڑا تعجب ہے کہ اب تک حضرت مسیح کو نہیں پا سکی۔ چوتھی آیت میں تمام معبودان باطل کو مردہ کہا گیا ہے۔ اور جب عیسائی حضرت مسیح کی عبادت کرتے ہیں تو وہ کیوں مردہ نہ بنے پانچویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ معبودان باطلہ کو معلوم نہیں ہے کہ ان کی عبادت ہوتی بھی ہے یا نہیں ہے اگر پھر حضرت مسیح کو دوبارہ نازل ہو کر حکمران سمجھا جائے۔ تو آپ کو اپنی پرستش کا ضرور علم ہو جائیگا۔ اب قیامت کو کیسے کہہ سکیں گے۔ کہ ہمیں اپنی پرستش کا علم نہیں ہے اسلیئے حیات مسیح اور نزول مسیح کا عقیدہ خلاف قرآن ہے چھٹی آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ تمام معبودان باطلہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ مگر وہ معبود مستثنےٰ ہیں کہ جنکے متعلق خدائی فیصلہ بہتری میں ہو چکا ہے جن میں حضرت مسیح بھی شامل ہیں۔ پھر بتایا گیا ہے۔ کہ نزول آیت کے وقت ایسے مقدس انسان دوزخ سے الگ رکھے گئے ہیں۔ اب اگر حضرت مسیح مرے نہیں ہیں تو ان کا یہ فیصلہ کس طرح ہو گیا۔ کہ دوزخ سے الگ ہیں۔ ساتویں آیت اس امر کا بیان ہے۔ کہ حضور انور سے کفار مکہ نے یہ درخواست کی تھی۔ کہ آپ اگر نبی ہیں تو ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ کر دکھلائیں تو چونکہ آسمان پر انسان کا چڑھنا ناممکن تھا۔ اسلیئے حضور کو حکم ہوا کہ آپ ان کے جواب میں یوں کہیں کہ میں فرشتہ نہیں ہوں۔ کہ آسمان پر چڑھ کر دکھاؤں میں تو انسان رسول ہوں۔ اسلیئے نہیں چڑھ سکتا حضور کے انکار سے ثابت ہوا۔ کہ جب خاتم المرسلین آسمان پر نہیں جا سکتے تو حضرت مسیح علیہ السلام کیسے آجتک زندہ ہیں۔ آٹھویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ دنیاوی زندگی نباتات کے مانند ہے نباتات تازہ ہو کر بعد میں زرد ہو جاتی ہے اسی طرح انسانی زندگی میں تغیر ہو جاتا ہے مگر حیات مسیح اس آیت کے خلاف اب تک متغیر نہیں ہوئی۔ اسلیئے یہ عقیدہ خلاف قرآن ہوا۔ نویں آیت میں بارش کی مثال دیکر تغیر حیات کا تصور دلایا گیا ہے اور غیر متغیر حیات کو خلاف قرآن قرار دیا گیا ہے۔ دسویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ دنیاوی زندگی میں زینت اور تفاخر وغیرہ داخل ہیں اور یہ نہیں بتایا گیا کہ دنیاوی زندگی میں

آسمان پر بھی چلا جانا مقصود ہے اسلیئے ان دس حوالہ جات سے معلوم ہؤا کہ حضرت مسیح کو زندہ ماننا خلاف قرآن ہے

اس تحریف کا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں سے ایک آیت بھی حضرت مسیح سے متعلق نہیں ہے۔ جو کچھ کہ محرفین نے ضمنی اشارات سے سمجھا ہے وہ چونکہ اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے اسلیئے ان ضمنی اشاروں سے کوئی اسلامی مسئلہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ یہ ضمنی اشارے بھی کسی دلیل پر مبنی نہیں ہیں۔ مثلاً پہلی آیت سے یہ اصول سمجھنا کہ انسانی زندگی کے چار حصے ہیں۔ خلق۔ رزق۔ حیات اور موت اور اس سے نتیجہ نکالنا کہ ان میں طول عمر یا صعود الی السماء مذکور نہیں ہؤا۔ یہ کچھ خوش فہمی کا اثر ہے کیونکہ یہ آیت اپنے موقعہ پر شان الٰہی ذکر کرتی ہوئی بندوں سے خراج عبادت لینا چاہتی ہے اور آپ ہیں کہ خلاف موضوع انسانی زندگی کا تقسیم اوقات نکالنے بیٹھ گئے ہیں۔ خود ہی سوچیں کہ اگر یہ نکتہ آفرینی صحیح ہے تو لوٹ کر اسی آیت کو پھر غور سے دیکھ لیجئے کہ آپکے مقصد کے خلاف ہو رہی ہے کیونکہ اس میں ترتیب حالات یوں دیگئی ہے کہ خلق۔ رزق۔ ممات۔ اور حیات اگر آپکے بالمقابل کوئی عیسائی اجتہاد کرنے بیٹھ گیا تو وہ بآسانی کہہ سکے گا۔ کہ اس میں حضرت مسیح کے حالات درج ہیں۔ کیونکہ آپ مر کر زندہ ہوئے اور آسمان پر چڑھ گئے اسلیئے ہم کہتے ہیں۔ کہ اس آیت میں تمام حالات درج نہیں۔ اور نہ ہی یہ درج ہے کہ حیات کے بعد موت کب آئے گی۔ حضرت مسیح کو اگر ہمیشہ کے لیئے زندہ مانا جاتا تو پھر یہ آیت تردید کر سکتی تھی مگر اب تو محرفین کی لیاقت ظاہر کر رہی ہے کہ وہ ایسے خوش فہم ہیں کہ اگر ان سے یوں پوچھا جائے کہ انتم لا تعلمون سے کیا مراد ہے تو صاف کہدینگے کہ انسان ظلوم وجہول کی جہالت مراد ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم خدا کی صفت ہے انسان اس میں شریک نہیں ہے
یہ ثابت ہوگا کہ
اس لیئے اور نہ ہی کم از کم مرزائی علم سے عاری ہیں۔ دوسری آیت میں ہر چیز کو فانی بنایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح پر بھی فنا آنے والی ہے یاتی علیہ الفناء تیسری آیت میں موت کا تعاقب مذکور ہے اسلیئے حضرت مسیح بھی نہیں بچیں گے۔ چوتھی آیت میں حضرت مسیح کو محرفین نے معبودان باطلہ میں داخل کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت کے رو سے انہیں آپ داخل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ معبود غیر خالق ہیں۔ اور حضرت مسیح بحکم آیت انی اخلق لکم من الطین الآیہ خالق تھے اگر انہیں شامل کر لیا جائے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ ان معبودوں کی عین عبادت کے وقت ان کو موت آگئی ہو۔ بلکہ فرعون ہامان وغیرہ کی مدتوں عبادت ہوئی اور دیر بعد ان کو وفات دی گئی۔ اسی طرح حضرت عیسےٰ بھی دیر بعد وفات پانیوالے ہیں اور آئندہ جس کی بھی عبادت ہوگی۔ وہ بھی آئندہ ہی مریگا۔ اب مرا ہؤا نہیں ہے۔ پانچویں آیت میں یہ بتایا گیا ہے

کہ معبود اپنے عبادت گذاروں کی عبادت سے بیخبری ظاہر کریں گے تو جس طرح اس آیت سے خود اپنی عبادت کرانیوالا فرعون، ہامان وغیرہ خارج ہے اسی طرح حضرت مسیح بھی اس سے خارج ہیں۔ اس لیئے ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت تمام معبودان باطلہ کو شامل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کی شمولیت صرف بتوں تک جا کر ٹھیر جاتی ہے ورنہ انسان پرستی کے متعلق یہ آیت بحث نہیں کرتی، ورنہ آپ ہی بتائیں کہ فرعون خود اپنی عبادت کراتا رہا ہے تو قیامت کو وہ کیسے انکار کر سکے گا؟ چھٹی آیت میں معبودان باطلہ کو بحکم آیت وقودھا الناس والحجارۃ دوزخ کا ایندھن قرار دیا گیا ہے جنمیں سے ابھی کئی ایک پیدا بھی نہیں ہوئے اسلیئے ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہوا۔ کہ فلاں فلاں معبود شخصی طور پر ایندھن نہیں ہے بلکہ ایک اصول کے ماتحت قیامت کو یہ فیصلہ ہوگا اسلیئے مُبْعَدُوْنَ کا ترجمہ یوں کیا جائیگا کہ ایسے لوگ دور رکھے جائیں گے۔ تاکہ حضرت مسیح کے بعد آئندہ موجود ہونیوالے معبود اور راست گو بھی اس استثناء میں شامل ہو سکیں اگر انصاف سے دیکھیں تو اس آیت میں کچھ اشتباہ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح کو جب علم ہوتا تھا۔ تو آپ روک دیتے تھے اسی طرح نزول کے بعد بھی جس کو ایسا دیکھیں گے مار ڈالیں گے۔ اب اگر کوئی آپ کی عبادت کرے گا تو نہ آپ کو اسکا علم ہوگا اور نہ رضامندی اسلیئے آپکا انکار قیامت کو صحیح ٹھیرے گا۔ ساتویں آیت میں ہے کہ کفار مکہ نے حضور سے ناممکن امر کی، درخواست کی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ آسمان پر چڑھنے کا سوال ممکن تھا۔ ورنہ اس سوال کو یوں نہ بدلتے۔ کہ لن نؤمن لرقیك الآیہ ہم آپکے آسمان پر چلے جانے کو نہیں مانیں گے۔ جب تک خدا کی طرف سے ہمارے نام پر ایک چٹھی بھی نہ لاؤ۔ اور اس تبدیلی کی وجہ بھی خاص تھی۔ کیونکہ ان کے ماحول میں یہود و نصاریٰ آباد تھے اور سال بسال حج کے موسم پر تبادلہ خیالات کا موقعہ بھی ملتا رہتا تھا اسلیئے یہ بہت قرین قیاس ہے کہ ان کے نزدیک چونکہ آسمان پر انبیاء کا جانا یقینی تھا۔ کفار نے اسے ممکن سمجھکر ایک کڑی شرط لگا کر ناممکن بنا دیا تھا۔ محرفین نے اس موقعہ پر غور نہیں کیا ورنہ یہ استدلال ان کو واپس لینا پڑتا۔ آٹھویں آیت کا جواب دیا گیا ہے کہ انسانی زندگی کو نباتات کے بقاء و فنا سے تشبیہ دیگئی ہے مگر وقت کی تعین نہیں کی گئی۔ اسلیئے بقاء و فناء میں تقدیم و تاخیر واقع ہو رہی ہے اور آپ کی زندگی بھی معرض فنا میں ہے۔ نویں آیت میں بھی یہی مضمون ہے اور دسویں آیت میں دنیاوی زندگی کو ناپائدار بتایا گیا ہے جو آج نہیں تو چند سال یا چند صدیوں کے بعد ضرور نیست و نابود ہو جائے گی۔ اس لیئے یہ آیت بھی یاتی علیہ الفناء کی موید ثابت ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جسقدر آیات پیش کیگئی ہیں۔ محرفین نے خواہ مخواہ ان کو حیات مسیح کے خلاف بنا لیا ہے ورنہ اسکی سب مؤید ہیں

تحریفات نمبر پنجم اور ختم نبوت

۴۲۳ ماکان محمد[1] ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (احزاب[۱]) فاسئلوا[2] اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (انبیاء)

[3] یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ (فجر) ان[4] المتقین فی جنات ونھر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر

(قمر) وما[5] ھم عنھا بمخرجین (حجر) ما[6] اتاکم الرسول فخذوہ (حشر) اطیعوا[7] اللہ واطیعوا الرسول (نساء) الم[8]

نجعل[8] الارض کفاتا احیاء وامواتا (مرسلات) وانہ[9] لعلم للساعۃ (زخرف) یوم[10] ندعو کل اناس بامامھم (بنی اسرائیل)

آیت اول کا یہ مطلب ہے کہ حضور انور صلعم آخری نبی ہیں اور آپ کی نبوت سب سے آخری نبوت ہے اور آپ نے سب کے اخیر پر رتبہ رسالت حاصل کیا۔ حضور صلعم کے بعد کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجا جائیگا۔ مگر محرفین نے یہ سمجھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی زندہ نہیں اور یہ مفہوم غلط ہے کیونکہ رسالت حاصل کرنا اور بات ہے اور رسالت حاصل کردہ کے ساتھ زندہ رہنا اور بات ہے اس کی مثال یوں دیا کرتے ہیں کہ ایک آدمی کے بیٹے مختلف ہوں۔ سب سے آخری بیٹا اگر مر جائے اور درمیانی یا سب سے بڑا بیٹا ابھی تک زندہ ہو۔ تو وہ آخری بیٹا نہیں بنے گا۔ علیٰ ہذا القیاس آخری نبی ہمارے حضور انور ہی ہوں گے۔ اگرچہ آپ کی وفات کے بعد حضرت عیسےٰ ابھی تک زندہ ہیں مگر آپ آخری نبی کا خطاب نہیں پا سکتے دوسری آیت کا مطلب یوں ہے کہ کفار مکہ سے کہا گیا تھا کہ یہ تمہارا کہنا غلط ہے کہ اگر خدا کو ہماری طرف احکام بھیجنا مطلوب تھا تو کوئی فرشتہ بھیجتا۔ کیونکہ جس قدر پہلے رسول آئے ہیں وہ تمام بشر تھے۔ ایک بھی ان میں سے فرشتہ نہ تھا جو نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ تم کو شک ہے تو یہودیوں سے دریافت کر لو۔ کہ وہ آدمی تھے یا کہ فرشتے؟ مرزائیوں نے خواہ مخواہ اپنے ذہن میں اس آیت کا مطلب بدل کر کہا کہ "اگر تم کو وفات مسیح میں شک ہے تو یہودیوں سے جا کر پوچھ لو!" مگر یہ نہیں خیال کیا کہ اگر یہودیوں سے پوچھا جائیگا تو وہ زور سے کہدینگے کہ آپ مقتول یا مصلوب ہو چکے تھے۔ کیا مرزائی مان لیں گے؟ شاید ہمارے مقابلہ میں مان لیں۔ کیونکہ وہ بھی مماتی ہیں۔ اور یہ بھی مماتی ہیں۔ اس آیت میں اتنا ہی خیال نہیں کیا کہ پوچھنے کو تب کہا گیا ہے کہ اگر ہمیں علم نہ ہو ورنہ علم کی صورت میں ہمیں ان سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تیسری آیت میں یہ ذکر ہے کہ نزع کے وقت اہل ایمان سے کہا جاتا ہے کہ چلو اپنے رب کے پاس جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اور خوشی خوشی عباد اللہ المقربین اور فرشتوں میں شامل ہو جاؤ۔ مرزائیوں نے اس کو وفات مسیح سے یوں وابستہ کیا ہے کہ حضرت مسیح کو رفعت الی اللہ حاصل ہو گئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا ہے اسلئے اب مردوں میں شامل ہو کر داخل جنت ہو گئے ہیں۔ گویا ان کے

نزدیک یہ اصُول ہے کہ جو بھی خدا کے پاس جاتا ہے وہ مرا ہُوا ہی جاتا ہے زندہ نہیں جا سکتا۔ مگر اتنا خیال نہیں کیا خود فرشتے زندہ ہیں۔ وہ کیسے خدا کے پاس موجود ہیں۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کوہ طور پر خدا کے پاس حاضر ہوئے تھے وُہ کیسے زندہ تھے۔ حضور انورؐ شب معراج میں دیدار الٰہی سے مشرف تھے اور قاب قوسین کا قرب حاصل تہا تو حضور کو کسطرح زندہ تصوّر کیا گیا تہا۔ مرزا صاحب نے جب خود خدا بن کر زمین و آسمان پیدا کیا تہا۔ کیوں نہ مر گئے؟ (دیکھو ص۱۸۲) چوتھی آیت میں مذکور ہے کہ متقین جنت میں خدا کے پاس ہونگے مرزائی کہتے ہیں کہ جب خدا نے حضرت مسیح کو اپنے پاس لیا ہے تو ضرور اسکے پاس اب موجود ہیں اور جنت میں داخل ہیں اسلیئے آپ کی وفات ثابت ہے ہم کہتے ہیں کہ اگر یہی معنے صحیح سمجہا جائے تو اس سے وفات مسیح کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو بہی متقی ہی اس وقت جنّت میں داخل ہو چکا ہے اور دنیا میں کوئی متقی نہیں رہا۔ اب ہمیں تو یہیں رہنے دیجیئے۔ اپنے مرزا صاحب کی خیر منائیے۔ وہ اپنی زندگی میں متقین کی صف سے جب نکل گئے تو نبی کیسے بنتے تھے اصل بات یہ ہے کہ احمدیوں کو قرآن شریف نہیں آتا پانچویں آیت میں یہ مذکور ہے کہ جب اہل جنّت بہشت میں داخل ہوں گے تو ان کو کوئی نکال نہیں سکے گا۔ اور یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ پابزنجیر ہو کر قید ہیں۔ نکل نہیں سکتے۔ کیونکہ سورہ صافات میں خود خدا نے کہا ہے کہ اہل جنت نکل کر دوزخیوں سے بات چیت کرینگے حضور انور کا بیان ہے کہ آپ شب معراج میں جنت کی سیر کر آئے تھے احادیث میں مذکور ہے کہ شہدا کی روحیں پرندوں کی طرح جہاں چاہیں۔ اڑ کر چلی جاتی ہیں۔ مرزا صاحب مانتے ہیں کہ جب حضرت مسیح کی روح کو عیسائیوں کی شرارت کا پتہ لگا تو قادیان میں غلام احمد بنکر ظاہر ہوئی۔ (دیکھو ص۲۱۳) اب مرزائی تبائیں کیا قادیان بھی جنت میں داخل ہے یا یوں کہنا غلط ہے کہ اہل جنت اپنے ارادہ سے باہر جانے کے مجاز نہیں ہیں؟ اب اس آیت سے وفات مسیح ثابت کرنا غلط ہو گا۔ کیونکہ وہ اگر بالفرض مر کر ہی جنت میں گئے تو بقول مرزائیاں پنجاب میں نکل بھی آئے ہیں۔ اور اگر یہ مانا جائے کہ آپ ابھی زندہ ہیں۔ تو آپ کا ابھی تک جنت میں مستقل طور پر داخلہ نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ بھی ملائکہ مقربین میں رہتے ہیں۔ چھٹی آیت میں مذکور ہے کہ حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام جو کچھ تم کو کہیں اس پر عمل کرو۔ مثلاً آپ نے صاف فرما دیا ہے کہ بخدا عیسےٰ ابن مریم ارے یہودیو تمہیں آ کر ٹھیک کرے گا (دیکھو ص۳۹۶) اور ہم مسلمان بھی اس کو تسلیم کرتے ہوئے۔ حیات مسیح کا عقیدہ رکھتے ہیں ورنہ محرفین نے جو کچھ سمجہا ہے کہ رسُول (مرزا صاحب) نے جب تم کو وفات مسیح کا مسئلہ تبا دیا ہے تو تم اس کو مان لو" بالکل غلط ہے کیونکہ اولاً یہ حکم مرزائی بننے کے بعد جاری ہو سکتا ہے

ورنہ جب ہم مرزا صاحب کو رسول ہی نہیں مانتے تو ہماری طرف اس کلام کا روئے سخن کیسے ہو سکے گا۔ ثانیاً یہ ماننا پڑتا ہے کہ تیرہ سو سال تک یہ آیت بغیر تعمیل کے ہی پڑی رہی تھی مرزا صاحب آئے تو اس پر عمل ہونا شروع ہوا ہے حالانکہ یہ دو وجہ سے غلط ہے اوّل یہ کہ مرزا صاحب سے پہلے وفات مسیح کا مسئلہ سرسید نے شائع کیا تھا اور اس سے پہلے فلاسفر اور کچھ معتزلہ بھی وفات ہی کو مانتے چلے آئے ہیں۔ مرزا صاحب کا معاملہ تو کسے آمدی و کسے پیر شدی کے مشابہ تھا۔ بات تو آپ نے بھی وہی کہی تھی مگر ذرا الہام کی دُم لگائی تھی حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ المعتزلة والیھود والنصاریٰ الذین ینکرون الرفع الجسمانی (فتوحات ۳۶۹ ب) معتزلہ۔ یہود اور کچھ نصاریٰ بھی رفع جسمانی کا انکار کرتے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ مرزائی یہودی ہیں۔ یا معتزلہ۔ اور یا ایک قسم کے عیسائی۔ کہ رات دن حیات مسیح کی تردید میں ڈٹے رہتے ہیں۔ دوم یہ کہ لفظ مَا عربی زبان میں جو کچھ کا معنے دیتا ہے۔ مرزا صاحب نے تو صرف وفات مسیح کا مسئلہ ہمیں بتایا ہے جسکو ہم صرف ایک مسئلہ کہہ سکتے ہیں اور جسکو ہم جو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ساتویں آیت میں حکم ہوا ہے کہ اولی الامر کی اطاعت کرو۔ جس سے مراد سلطان وقت لیا جاتا ہے یا مذہبی پیشوا اور ائمہ ہدے مراد ہیں، اور مرزا صاحب ان میں داخل نہیں ہیں کیونکہ نہ آپ بادشاہ تھے اور نہ کسی مذہبی پیشوا یا امام وقت نے وفات مسیح کا مسئلہ شائع کیا تھا۔ اسلئے محرفین کا یوں کہنا غلط ہے کہ مرزا صاحب اولی الامر تھے۔ الامر جمع کا صیغہ ہے جس سے جماعت مراد ہے۔ ہمیں تو اولی الامر میں سے ایک بھی وفات مسیح کا قائل نہیں ملتا۔ آپ ایک جماعت پیش کرتے ہیں اور یہ بلا ثبوت ہمیں کیسے باور ہو سکتا ہے کیونکہ یہ کہ مرزا صاحب کا کہنا واجب التعمیل ہے۔ لاہوری پارٹی حضرت مسیح کو بغیر باپ کے نہیں مانتی۔ اور مرزا صاحب آپ کو بغیر باپ کے مانتے ہیں البتہ یہ آیت اگر ان کو سنائی جائے تو شاید کچھ کارآمد ہو سکے۔ مگر وہ بھی ایسے گستاخ واقع ہوئے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کو بعض دفعہ اجتہادی مسائل میں غلط گو بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ (دیکھو ع۱) اور ہم بھی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ آپ غلط گو ہی تھے۔ اس لئے اس آیت کو ہمارے سامنے پیش کر کے وفات مسیح منوانے کی توقع رکھنا مشکل نظر آتا ہے۔ آٹھویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ زمین ہڈیوں کو جمع کرنے والی ہے خواہ ان لوگوں کی ہڈیاں ہوں جو ابھی زندہ ہیں۔ یا مردوں کی اور یا ان لوگوں کی ہڈیاں ہوں جو ابھی تک پیدا ہو کر مرے بھی نہیں۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ زمین زندہ اور مردوں کو جمع کرنے والی ہے۔ اور ان کو بھی جو پیدا ہوں گے۔ اب اس سے وفات مسیح ثابت کرنا کمال بے وقوفی ہے کیونکہ اس آیت میں جب آئندہ نسلیں بھی داخل ہیں۔ جو ابھی تک پیدا ہو کر نہیں مریں اور وہ بھی داخل ہیں جو ابھی زندہ ہیں تو حضرت مسیح کی زندگی

کا انکار کیوں کیا جاسکتا ہے کیا صرف اس لیئے کہ آپ عارضی طور پر زمین کی سطح پر نہیں رہتے تو آپ ہی بتایئں کہ کون اس کی سطح سے ہر وقت لپٹا رہتا ہے؟ اسلیئے اس حکم سے حضرت مسیح بھی باہر نہیں ہیں کیونکہ آخر آپ بھی دفن ہو کر پیوند زمین بن جائینگے۔ نویں آیت میں مذکور ہے کہ حضرت مسیح کا ظہور قیامت کا ایک زبردست نشان ہے (دیکھو ع۳۹۴) محرفین کہتے ہیں۔ کہ اس کے بعد یوں بھی آیا ہے کہ وعندہٗ علم الساعۃ حضرت مسیح خدا کے پاس ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ خدا کے پاس زندہ بھی رہ سکتے ہیں ان کے علاوہ اس جگہ عندہٗ سے مراد مفسرین کے نزدیک مقام ملائکہ مراد ہے (دیکھو تفسیر کشاف وغیرہ) ہمیں ان کی شوخیٔ طبع سے خوف ہے کہ کہیں یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ علم خدا کا وصف ہے۔ جو خدا سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اسلیئے حضرت مسیح بحیثیت علم ہونے کے **خدا کی صفت تھے** اور **غیر محسوس بھی تھے** اگر یوں کہدیں تو تثلیث کا ثبوت قرآن سے ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک قرآن شریف کے متعلق یوں ہدایت ہے کہ قل فیہ ماشئت جو مرضی ہو کہتے جاؤ۔ دسویں آیت میں حکم ہے کہ قیامت کو ہر ایک اُمت اپنے اپنے نبی کے نام پکاری جائیگی۔ یا ان کو اپنے اپنے اعمال نامے دے کر اٹھایا جائیگا (موضح) محرفین کہتے ہیں کہ ظہور مسیح کے بعد جو مسلمان مرینگے کیا حضرت مسیح کے نام سے پکارے جائیں گے؟ ہم کہتے ہیں کہ مرزائی اپنی فکر کریں۔ کہ وہ کس نبی کی امت بنکر پکارے جائینگے۔ قادیانیوں کو سخت مشکل پیش آئے گی۔ کیونکہ ان کے نزدیک افضل المرسلین مرزا صاحب ہیں۔ اب ان کو چھوڑ کر حضور انور کی امت بننا کیسے گوارا کرینگے؟ اس لیئے اب ہی ان کو لازم ہے کہ اعلان کردیں کہ ہمارا امام اور نبی غلام احمد قادیانی ہے نہ کہ حضور علیہ السّلام تاکہ جو بات کل قیامت کو کھلنی ہے آج ہی کھل جائے۔ لو ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ ہمارا امام اور پیغمبر حق احمد مجتبےٰ آخر الزمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہیں۔ ہم اسی کے نام سے اٹھیں گے! اور جو لوگ ظہور عیسےٰ ابن مریم کے وقت ہوں گے وہ بھی حضور کے نام پر ہی اٹھیں گے کیونکہ بحکم حدیث لوکان موسےٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی جب حضرت مسیح خود حضور کے تابعدار ہو کر امت محمدیہ میں اٹھیں گے تو آپکے تابعدار اہل اسلام کس طرح امت محمدیہ میں داخل ہو کر حضور علیہ السّلام کی نام پر نہ اٹھیں گے؟

تحریفات نمبر ششم اور ساتواں

لکلٍ درجات مما عملوا (انعام) امنوا باللہ و رسلہٖ ولم یفرقوا بین احد منھم (بقرہ) ۲۲۴

وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ (بقرۃ) واخرین منہم لما یلحقوا بھم (جمعۃ) وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم (نساء) واوینہما الی ربوۃ (مومنون) اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون (یٰسٓ) ورسولا الی بنی اسرائیل (آل عمران) واذ قتلتم نفسا فادارئتم فیہا (بقرۃ) انہ لعلم للساعۃ (زخرف) ان گیارہ آیات کو وفات مسیح پر یوں چسپاں کرتے ہیں۔ کہ آیت اوّل میں ہر ایک کے اعمال مقرر ہیں۔ اب عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو کیا کام کیا کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہی کام کرتے ہیں جو تمہارے نزدیک ۸۷ سال روپوش ہو کر کشمیر میں کرتے رہے تھے۔ کیا وہاں کوئی تبلیغی نشان آپ دکھا سکتے ہیں؟ ہمارے نزدیک فرشتوں میں داخل ہو کر تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ اور اپنی نبوت کا کام ختم کر چکے ہوئے ہیں۔ دوسری آیت میں بتاتے ہیں کہ مسلمان وہ ہیں۔ جو تمام انبیاء کی حیات و ممات کو یکساں تسلیم کریں۔ تو پھر کیوں حضرت مسیح کو اب تک زندہ تسلیم کیا جاتا ہے کیا کوئی اور نبی بھی زندہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم انبیاء کو منجانب اللہ ہونے میں سب کو یکساں مانتے ہیں۔ ورنہ حالات زندگی میں ان کو یکساں نہیں مان سکتے۔ کیونکہ ہر ایک کی سوانح حیات الگ الگ تھے۔ اب صرف سانحہ موت ہی کو لیجئے۔ حضرت سلیمانؑ کو کھڑے ہوئے آئی تھی حضرت نوحؑ کو ۱۴۰۰ سال کے بعد آئی تھی۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں آئی تھی۔ خضر والیاس ابھی تک زندہ ہیں اب خود ہی بتائیے کہ سانحہ وفات سب کا کیسے یکساں ہوا۔ اور یہاں پر یہ وہم کرنا کہ ہم وفات مسیح کے قائل نہیں ہیں۔ تو ہم آپ کو ہمیشہ کیلئے زندہ سمجھتے ہیں بالکل غلط ہے کیونکہ ہمارے نزدیک قیامت سے پہلے آپ بھی وفات پائیں گے۔ تیسری آیت میں وفات مسیح پر کوئی دلیل مذکور نہیں ہے اور اگر یہ وہم ہے کہ اس میں خلت کا لفظ آیا ہے تو اس کی بحث پہلے ہو چکی ہے چوتھی آیت میں وفات مسیح کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ حضور انور ان آئندہ نسلوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ جو ابھی تک امیین میں شامل نہیں ہوئیں اگر یہ وہم ہے کہ اگر نزول مسیح حق ہوتا تو آخرین کے متعلق خدا تعالیٰ یوں بیان کرتا کہ وہ حضرت مسیح کے ہاتھ پر بیعت کرینگے۔ تو اس کا جواب یوں ہے کہ اگر اس میں نزول مسیح کا ذکر نہیں ہے تو حدوث مسیح قادیانی کا بھی ذکر نہیں ہے تو جس طریق سے مرزائی یہاں پر اپنے مسیح کو داخل کر سکتے ہیں ہم بھی اسی طریق سے اپنے مسیح علیہ السلام کو داخل کر لینگے کیونکہ یہ اپنی اپنی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے ورنہ یہ آیت مضمون پیش کردہ میں سے کسی ایک کی بھی متحمل نہیں ہے۔ پانچویں آیت میں وفات مسیح کو یوں ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح بنی اسرائیل میں جب تک

موجود رہے ہیں تو آپ کو ان کی شرارتوں کا علم تھا۔ اور اگر نازل ہوں گے۔ تو پھر آپ کو ان کی تثلیث کا علم ضرور ہی ہوگا۔ لیکن جب قیامت کو تثلیث کے متعلق سوال ہوگا تو آپ لاعلمی ظاہر کر دینگے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو علم نہیں ہو۔ اور نازل بھی نہ ہوں گے ورنہ کیا معاذ اللہ خلاف واقع بیان دینگے؟ اس کا جواب دو طریق پر ہے۔ اول یہ کہ شھید کا معنے مشاہدہ کرنے والا یہاں مراد نہیں ہے بلکہ رقیب یا مخبر کے معنے ہیں یہ لفظ استعمال ہے جیسا کہ لتکونوا شھداء علیہم میں امت محمدیہ کو امم سابقہ پر شھید علیہم کہا گیا ہے جس کا معنے صرف یہی ہے کہ ہم ان کے خلاف مخبر ہو کر ان کی تکذیب کرینگے اور کہیں گے کہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی نہیں آئے۔ بلکہ ضرور آئے ہیں۔ اور ہم اس امر کی تصدیق کرتے ہیں اور اس بات کو اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام تثلیث کے متعلق اپنے آپ کو بالکل الگ رکھ کر غیر جانبدار رہنا پسند کرینگے۔ کیونکہ جب آپ کو تثلیث کا علم ہوتا تھا تو آپ لوگوں کو منع کرتے تھے۔ رفع کے بعد حواریوں کے ذریعہ تثلیث کا عقیدہ محکم ہو گیا تھا۔ اسلئے اسکی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہو گی۔ اب آپ کا جواب درست ہوگا کہ تثلیث کا مسئلہ میری ذمہ داری سے باہر ہے ہاں اگر میں نے کہا ہوتا یا میں معلوم کر کے ان کو نہ روکتا تو میری ذمہ داری مخدوش ہو سکتی تھی۔ دوسرا طریق جواب یہ ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک حضرت مسیح کشمیر میں ۸۷ سال روپوش رہے ہیں۔ اور کشمیری اقوام بھی ان کے نزدیک یہودی ہیں۔ اور مسیح کی بھیڑیں ہیں۔ جن کو آپ سمجھانے آئے تھے تو آپ ایک سو بیس سال بنی اسرائیل میں ہی رہے اب اگر شھید کا معنے عالم بالاحوال کیا جائے تو پھر بھی یہ کہنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ "جبتک میں ان میں رہا۔ تو ان سے باخبر رہا" کیونکہ ۸۷ سال انکی بے خبری اور روپوشی کا زمانہ ہے اب اگر حیات مسیح مان کر یہ جواب صحیح نہیں بن سکتا۔ تو وفات مسیح مان کر بھی صحیح نہیں بن سکتا۔ چھٹی آیت میں ربوہ کا معنے کشمیر لے کر وفات مسیح ثابت کی گئی ہے۔ کہ ماں بیٹا دونوں کشمیر میں پناہ گزین ہوئے تھے اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اسلام کے نزدیک حسب تحقیق تواریخ اسلام ربوہ سے مراد مصر کا وہ گاؤں ہے کہ جہاں آپ کی ولادت ہوئی تھی اور ہیرودس اکبر کے ظلم سے بھاگ کر پناہ گزین ہوئے تھے (دیکھو انجیل برنابا) اور کشمیر کو جائے پناہ بنانا تواریخ اسلامی کے خلاف ہے کیونکہ آپ کی والدہ مریم جلیل میں ہی رہی ہے (دیکھو انجیل برنابا) اور اگر ربوہ سے مراد کشمیر ہی ہے تو اُدینگے وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ مادی وملجا انسان

کے لیئے وہ جگہ ہوتی ہے. کہ جہاں خطرات سے بچکر پناہ لے. اب اگر کشمیر کو بالفرض آپ کی جائے پناہ سمجھا جائے تو صرف اتنا ثابت ہوتا ہے. کہ ماں بیٹا وہاں بچ کر نکل آئے تھے. اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہاں مر بھی گئے تھے۔ مرنے کے وقوعہ کو یہاں پر شامل کر لینا خلاف قرآن یا قرآن پر زیادتی ہوگی اسلیئے اس آیت سے وفات مسیح کو ثابت کرنا غلط ہوگا. ساتویں آیت میں ایجاد امر کا ذکر ہے کہ خدا تعالیٰ جب چاہتے ہیں تو کُن کہہ کر پیدا کر لیتے ہیں وہ حیات و وفات مسیح کا کوئی ذکر نہیں ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ مرزا صاحب نے یہ مسئلہ ایجاد کیا ہے. اور یہ خدا کے حکم سے ہوا ہے تو ہم یوں کہیں کہ حیات مسیح کا مسئلہ اس سے پہلے ایجاد ہو چکا ہوا ہے اسلیئے لاتبدیل لخلق اللہ کے رو سے یہ تبدیل نہیں ہو سکتا اور مرزا صاحب کو دہوکہ لگا ہوا ہے کہ خدا کے حکم سے وفات مسیح کا مسئلہ ایجاد ہوا ہے کیونکہ خدا کے احکام میں اختلاف نہیں ہوا کرتا. آٹھویں آیت میں یہ بیان ہے کہ حضرت مسیح یہودیوں کی طرف رسول ہو کر آئے تھے. محرفین کا خیال ہے کہ نزول مسیح اگر صحیح ہو تو یوں کہنا پڑتا ہے کہ آپ امت محمدیہ کی طرف بھی رسول ہو کر آئیں گے؟ اور یہ خلاف قرآن ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ آپ اس وقت رسول نہیں ہوں گے. تو ہم پوچھتے ہیں. کہ آپ کی رسالت کیوں جاتی رہے گی؟ مگر اہل اسلام اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہی آیت ثابت کر رہی ہے کہ آپ نے تبلیغ رسالت کا کام صرف یہودیوں سے متعلق رکھا تہا آپ انہی کے رسول ہیں پھر انہی کی طرف بحکم احادیث ظاہر ہو کر آئینگے. مگر چونکہ اس وقت آپ کی شریعت منسوخ ہو چکی ہوگی. اسلیئے شریعت محمدیہ کے ماتحت تبلیغ توحید کرینگے. اور یہ تبلیغ بحیثیت امت محمدیہ میں داخل ہونے کے ہوگی. جیسا کہ پہلے بار بار مذکور ہو چکا ہے نویں آیت میں محرفین نے یہ مفہوم گھڑا ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہودیوں سے کہا تہا کہ ارے یہودیو! تم نے حضرت مسیح کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا تہا تو تمہارا آپس میں جھگڑا پڑ گیا تھا کیونکہ تم اسے نہیں مار سکے تھے. اور وہ نیم مردہ ہو کر تم کو مقتول نظر آیا تھا اور لوگوں نے اسے اتار کر اسے اچھا کر لیا تہا اور کشمیر کو بھاگ گیا تہا اور تم کو یقین ہو گیا تہا کہ تم اسکو نہیں مار سکے. مگر تم دیدہ دانستہ اس واقعہ کو چھپاتے تہے تاکہ تم اپنے آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب ظاہر کر سکو. لیکن خدا کو منظور تہا کہ اس راز کو طشت از بام کر دے. چنانچہ مرزا صاحب کی زبان سے اس کی ساری کلی کھول دیگئی واللہ مخرج ما کنتم تکتمون کا اشارہ اسی طرف ہے چنانچہ آپنے بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے حکم قہری کی ذریعہ سے یہود کو حکم دیا تہا. کہ تم حضرت مسیح کو صلیب پر پورا قتل نہ کرو. بلکہ کچھہ قتل کر کے چلے جاؤ. چنانچہ وہ چلے گئے۔

اور حضرت مسیح زندہ ہو گئے فقلنا اضربوہ ببعضہا کا اشارہ اسی طرف ہے کذلک یحیی اللہ الموتٰی میں اشارہ ہے
کہ اسی طرح کی حکمت عملیوں سے خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو موت سے بچایا کرتا ہے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ
یہ تحریف قرآنی یہودیوں سے بھی بڑھکر ہے اور ہمارے لیئے کافی ثبوت ہے کہ مرزائی اپنے خیالات کے ماتحت قرآن کی
تحریف میں منہمک رہتے ہیں۔ اور عمداً اسلامی روایات کو ملیامیٹ کر دیا کرتے ہیں۔ گویا وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی عقائد
اسلامی روایات۔ اسلامی تصریحات اور اسلامی مسلمات کو مٹا کر ایک نیا مذہب گھڑا جائے کہ جس کا نام تو اسلام
ہی ہو۔ مگر اس کی روح ازالہ الاوہام اور براہین احمدیہ کے الہامات ہوں۔ اور بقول شخصے ان کا قرآن براہین احمدیہ
اور ازالۃ الاوہام یا توضیح المرام اور دوسری کتب احادیث رسول ہیں اربعین کے چاروں نمبران کی بائیبل ہو
اگر یہ صحیح ہے تو ان کا تعلق اسلام سے لفظی ہے۔ اور ہمارے نبی کو امام نہیں مانتے جس طرح کہ اہل اسلام حضرت
عیسےٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کو نبی تو مانتے ہیں مگر اپنا امام نہیں مانتے اسی طرح انکا امام مرزا صاحب ہیں۔ ان کی شریعت
ہی ان کا دستور العمل ہے ورنہ ہمارے نبی کی شریعت شرائع قدیمہ منسوخہ میں درج ہو چکی ہے اس واسطے مرزا صاحب
ہم کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ بلکہ رسمی مسلمان کا لقب دیتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ہیں اسلام کا نشان موجود ہو
ورنہ خود اسلام موجود نہیں ہے۔ ؎ چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ دسویں آیت اور گیارہویں آیت سے یہ
ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہ حضرت مسیح بازاروں میں پھرتے تھے اور آپ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے
اور ضرور مر بھی گئے ہونگے۔ ورنہ بتاؤ کہ جو ایسا ہو ابھی تک نہیں مرا۔ جواب میں گذارش ہے کہ یہ دونو آیتیں ماقبل
ومابعد پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے اسلیئے بیان کیگئی ہیں کہ اہل مکہ یوں کہتے تھے کہ خدا کا رسول فرشتہ ہونا چاہیئے نہ
یہ کہ ہماری طرح عوارض انسانی میں مبتلا ہو۔ تو اس کا جواب یوں دیا گیا ہے۔ کہ انبیاء سابقین تمام بشر تھے۔
ان میں سے کوئی بھی فرشتہ نہ تھا۔ اور عوارض انسانی مبتلا تھے۔ موت وحیات کا سلسلہ بھی انسے بھی وابستہ تھا چنانچہ
جس طرح وہ اپنے اپنے وقت میں پیدا ہوئے۔ اسی طرح اپنے اپنے وقت مقررہ پر وفات پائیں گے۔ یہ مطلب چھوڑ
کر مرزائیوں نے حیات وممات مسیح کا مضمون یہاں پر چھیڑ دیا ہے اور ذہن میں یہ خیال جما رکھا ہے۔ کہ حیات مسیح کا
یہ معنے ہے کہ آپ کی وفات واقع نہ ہوگی۔ اور آپ قیامت تک بھی نہ مریں گے اور یہی غلط خیال پھیلا کر لوگوں کو
گمراہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ ورنہ اگر تبلیغ کرتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کرتے کہ اسلام میں نزول کے بعد

وفات مسیح کو تسلیم کیا گیا ہے۔ تو سارا جھگڑا ہی جاتا رہتا۔ مگر ایسے انسا کاروں سے کب امید ہو سکتی ہے کہ اسلامی رواداری میں ایک نقطہ بھی کہیں ؛

تحریفات نمبر ہفتم اور بھائی

۴۲۴ قرآن شریف کے معانی اختراع کرنے میں مرزائیوں نے بابی مذہب کی پیروی اختیار کی ہے ابوالبرکات بابی اپنی کتاب التوضیح میں لکھتے ہیں کہ پیشینگوئی کا اصل مطلب امام آخرالزمان کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہے اور علمائے ظاہری سے ان کا اصل مقصد پوشیدہ رکھا گیا ہے اور قرآن شریف میں یہ مضمون صاف لکھا ہوا ہے کہ امام آخرالزمان کی شریعت سے شریعت محمدی منسوخ ہو جائے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ "اذا السماء انشقت" کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ احکام وارکان اسلامیہ قدیمہ ایسے بے اثر ہو جائینگے کہ ان سے نور ایمان حاصل نہ ہوگا اور نہ ہی ان سے دیانتداری اور خلوص نیّت پیدا ہونگے۔ النجوم انکدرت ائمہ اسلام کے وعظ اور بیانات غیر موثر ہو جائینگے۔ کیونکہ امام آخرالزمان سے بیگانگی پیدا ہو جائے گی۔ فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس سے مراد امام الزمان ہیں جو غائب ہو کر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ہدایت پاتے ہیں اور کچھ لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ یوم ینادی المناد من مکان قریب امام آخرالزمان جبل کرمل سے اعلان نبوت کرینگے جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ علیٰ ہذالقیاس مرزائی مفسر بھی قرآن شریف کے وہ معانی معتبر اور یقینی سمجھتے ہیں۔ جو ان کے امام الزمان حضرت مرزا صاحب نے بیان کیئے ہوں۔ یا آپ کی رائے سے اتفاق رکھتے ہوں۔ جیسا کہ اذا زلزلت الارض زلزالھا دنیا میں ایک زلزلہ آئے گا۔ واخرجت الارض اثقالھا زمین سے معدنیات کوئلے وغیرہ نکال دے گی۔ یومئذ تحدث اخبارھا مطبع کے ذریعہ اخبارات جاری ہوں گے اور فون کے ذریعہ جمادات باتیں کرینگے۔ والوزن یومئذ الحق امتحانات میں اعمال کا وزن ہوگا جیسا کہ دمن یعمل مثقال الایہ سے معلوم ہوتا ہے اذا السماء انفطرت آسمان کو غیر مجسم مانا جائیگا۔ واذا الکواکب انتثرت۔ ستارے پھٹ کر منتشر ہو جائیں گے۔ واذا البحار سجرت محکمہ انہار جاری ہوگا۔ واذا القبور بعثرت پرانی قبروں کی کھدائی مصر وغیرہ میں شروع ہو جائے گی۔ اذا العشار عطلت ریل گاڑی کی وجہ سے اونٹ لادنے کی ضرورت

نہ رہے گی۔ واذا الوحوش حشرت چڑیا گھر بن جائینگے واذا النفوس زوجت مشرقی اور غربی مخلوق مخلوط ہو جائینگی۔

اذا الموؤدۃ سئلت دختر کشی بند ہو جائیگی اور اس پر مقدمہ چلایا جائیگا۔ اذا الصحف نشرت اخبارات شائع

ہوں گے اذا السماء کشطت آسمانی موجودات کو خوب تحقیق کیا جائیگا۔ واذا الجحیم سعرت آگ سے کارخانے چلیں

گے۔ اذا الجنۃ ازلفت امام الزمان کی بیعت کا زمانہ مراد ہے۔ علمت نفس ما قدمت واخرت نتائج امتحانی مراد

ہیں۔ الخنس الجوار الکنس آبدوز کشتیاں مراد ہیں۔ واللیل اذا عسعس جہالت چلی جائے گی۔ والصبح اذا

تنفس نئی روشنی ظاہر ہوگی تو رسول کریم مرزا صاحب کا ظہور ہوگا۔ وبالآخرۃ ھم یوقنون۔ آخری وحی پر یقین رکھنے والے

اور مرزا صاحب کو آخر الانبیاء ماننے والے ہی ایماندار ہیں۔

یہ چند تحریفی نمونے اسلیئے پیش کیئے گئے ہیں تاکہ بہائی اور مرزائی کا مذہب معلوم ہو جائے کہ ہر ایک اسلامی خیالات اور اسلامی تحقیقات چھوڑ کر اپنے اپنے بانی مذہب کو قرآنی پیشینگوئیوں کے مطابق کرتے ہیں جو انہوں نے اسلام چھوڑ کر گھڑلی ہیں۔ اور بڑے دھڑلے سے کہتے ہیں کہ جو حالات اسلام میں بہشت کے متعلق پیش کیئے گئے ہیں۔ ان سے مراد زمانۂ حال کا تعیش ہے۔ اور اسی میں قرآن کی صداقت کا راز مضمر سمجھتے ہیں۔ گویا انکے نزدیک جنت و نار کی حقیقت صرف دنیاوی رنج و راحت ہے اور زمانہ حال جسقدر مذہب چھوڑ کر وحشیت کی طرف آرہا ہے۔ اسی قدر مرزائی اور بہائی خوش ہوتے ہیں اور اپنے اپنے امام کی صداقت کا نشان قرار دیتے ہیں۔ ان قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے امام ترک مذہب۔ تعیش۔ ناجائز محبت۔ غیر موزون اتحاد اور نامناسب مساوات ہی سکھلانے آئے تھے اسلیئے مسلمانان زمانۂ حال کو اپنے اسلام پر قائم رہنا چاہیئے اور ایسے تارکین اسلام سے پرہیز واجب ہے۔

ازالہ صفحہ ۱۰۰۔۱۳۵ سورۃ القدر کی تحریف کی ہے کہ خدائی کام لیلۃ القدر میں ہی ہوتے ہیں حضورؐ علیہ السّلام کو نبوّت بھی اسی رات ملی تھی۔ اور اسی عظیم الشان رات میں نبی نزول فرماتا ہے (تنزل الروح) اس کے بعد سورۃ بیّنہ میں اس کی مثال بیان کی ہے کہ اہل کتاب سخت بلاؤں میں مبتلا تھے۔ نجات دینے کو فرشتوں کے ساتھ حضور انور نازل ہوئے۔ اسکے بعد سورہ زلزال نازل کی جسمیں مسیح قادیانی کے نزول کا بیان یوں ہے کہ زمین سخت جوش کھائے گی (اذا زلزلت) اور جو خیالات ملکیہ یا بہیمیہ انیں بھرے پڑے ہیں۔ سب نکل آئیں گے

اور دلی خیالات ظاہر ہوں گے (اخرجت) اور جب اچھے بُرے خیالات انتہا تک پہنچ جائینگے تو خدا رسیدہ لوگ کہینگے کہ یہ انسانی کام نہیں ہے خدا کی قدرت ہی کا ظہور ہو رہا ہے (اوحی) اب لوگ دو گروہ مرزائی اور غیر مرزائی ہو جائینگے غیر مرزائی دنیا پرست اپنے نتائج بداعمال سے پائینگے اور مرزائی خدا پرست اپنے نیک اعمال کا بدلہ اپنی آنکھ سے دیکھ لینگے (نبأ عظیم) کے مطابق یہی تفسیر ہے اور جو تشریح مفسرین اسلام نے لکھی ہے بالکل غلط ہے یہ مرزا صاحب کا ایمان ہے حالانکہ جو تفسیر اسلام نے کی ہے تو ابن جریر اور ابن کثیر نے اس کی سند حضور انور تک پہنچائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی تفسیر خود حضور کی فرمائی ہوئی تفسیر ہے اور یہ دیکھیئے مرزا صاحب ہیں کہ اپنے آقا کی تفسیر کو مسترد اور غلط کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی غلام آبق کا دعویٰ بھی ہے۔

تحریفات نمبر ہشتم اور دجال معہ یاجوج ماجوج

۴۲۵ قرآن شریف میں جو تحریفات انہوں نے کی ہیں اس باب میں اور اس سے پہلے بابوں میں پیش کیئے گئے ہیں ناظرین خود اندازہ لگائیں کہ اسلام کو اندر ہی اندر سے کس طرح یہ لوگ چوہوں کی طرح کتر گئے ہیں۔ مرزا صاحب بھی ان سے نالاں نظر آتے ہیں چنانچہ اپنے ازالہ ص۶۶ میں لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ہوا کہ علماء نے میرے گھر کو بدل دیا، میری عبادتگاہ میں انکے چولھے ہیں میری پرستشگاہ میں ان کی ٹھوٹھیاں پیالیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح احادیث نبوی کو کتر رہے ہیں مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے نزدیک ایسے لوگ غیر احمدی ہیں مگر اہل تحقیق واقعات پر نظر ڈال کر مرزا صاحب کو معذور سمجھتے ہیں کیونکہ انکو اپنے الہام سمجھنے میں اجتہادی غلطی لگی تھی۔ اور چونکہ غیر احمدی علماء کا داخلہ مرزا صاحب کے معبد اور گھر میں کبھی نہیں ہوا۔ اسلیئے ان سے مراد احسن امروہی، حکیم نورالدین، روشن علی وغیرہ ہیں کہ جنہوں نے تمام تحریفات کا بیڑہ اپنے سر پر اٹھایا ہوا ہے ان کی کتابیں مسک عارف، شمس بازغہ، اور نورالدین یا تفسیری نوٹ اصول مذہب قرار دی گئی ہیں اور ان کا خلاصہ مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام وغیرہ میں الہامی رنگ میں ظاہر کیا ہے اور انکے متبعین نے ان الہاموں پر اترا لالی رنگ پر چڑھا کر اسلام جدید کی بنیاد کو پختہ کر دیا ہے مگر ساتھ ہی یہ کہتے رہتے ہیں کہ جو شخص اسلام کی تعلیم کو بدلے یا قرآن مجید کو ایک حرف کو بھی ناقابل عمل سمجھے وہ کافر ہے سچ ہے کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہوتے ہیں ان منافقوں نے اسلام سارا ہی بدل ڈالا ہے اور پھر اسلام کو نہیں چھوڑتے دیکھیئے کیا کہتے ہیں دابۃ الارض طاعونی کیڑے ہیں جو مرزا صاحب کی تائید کیلیئے بھیجے گئے تھے یاجوج ماجوج انگریز اور روس ہیں کیونکہ اجیج آگ کو کہتے ہیں اور یہ لوگ آگ سے کارخانے چلاتے ہیں (اب مرزائی بھی چلاتے ہیں کیا وہ بھی یاجوج ماجوج ہو گئے ہیں) اور تاریخ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ان اقوام کے آباؤ اجداد کے نام یاجوج ماجوج ہیں

اور پہاڑی علاقوں سے نکل کر بڑی سرعت کے ساتھ دنیا میں پھیل گئے ہیں رمگر جہاں پھیلنا لکھا ہے وہاں کی مسیح کی دعا سے ان کی موت بھی بہت جلد لکھی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ مدعی مسیحیت خاک ہو گیا اور یاجوج ماجوج نہیں مرے شاید طفل تسلی دینے کے لئے یوں کہہ دیجئے کہ روحانی طور پر مر چکے ہیں) اصحاب الکہف یہی انگریز ہیں جو (کوٹھی) کہف میں رہتے ہیں جس میں دھوپ اندر نہیں آسکتی ہے۔ کتا بھی دروازے پر بیٹھا رہتا ہے اور خواب خرگوش ہوتے ہیں اور نیند میں بھی ان کی آنکھ بند نہیں ہوتی۔ یا یوں کہو کہ تم اِن کو ہادی خلق سمجھتے ہو۔ حالانکہ یہ گمراہ قوم ہے تین سو سال تک جو لوگ غار میں پڑے تھے ان کے متعلق تحقیق جدید نے فیصلہ کیا ہے کہ جب وہ بھاگ کر غار میں داخل ہوئے تھے تو سلطان عصر نے غار کے دہانہ پر دیوار چنوا دی تھی۔ اور آغاز اسلام میں اِن کی ہڈیاں یورپ پہنچ چکی تھیں دجال سے مراد قوم انگریز ہے کیونکہ لغت میں اس کے معنے الدجال الکیثرون لکھا ہے (غلام احمد بھی لغت کے رو سے حضور انور علیہ السلام کا تابعدار ہوتا ہے اس لئے تمام مسلمان مسیح بن گئے ہیں)، ریل گاڑی اس قسم کا گدھا ہے کہ جس میں ساٹھ تک گاڑیاں ہوتی ہیں، اور دونوں کانوں کے درمیان چالیس گز کے فاصلہ سے مراد یہی چالیس گاڑیاں ہیں (اسپیشل ٹرین چھوٹی ہوتی ہے اور مال گاڑی کے ڈبے سو تک بھی ہوتے ہیں اب یہ چھوٹے گدھے اور لمبے گدھے کس کے لئے ہیں یہ سب کچھ مانا مگر کہیں یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح بھی اِسی خر دجال پر سواری کریگا؟ یا ساری دنیا اس پر سواری کرے گی۔ اگر لکھا ہے تو ساری دنیا عموماً اور مرزائی خصوصاً دجال ہونگے) طوال الاذان یاجوج ماجوج کی صفت ہے اس سے مراد تار برقی اور فون ہے جس کے ذریعہ سے دور دراز کی باتیں سنی جا سکتی ہیں مگر سنتے کون ہیں اگر یہ خیال کیا جاوے تو مرزائی بھی یاجوج ماجوج ہیں۔ یہ دجال خوب ہے کہ یاجوج ماجوج بھی خود ہی بن جاتا ہے اور اصحاب کہف بھی خود بن جاتا ہے۔ اب اس دجال نے دور دراز سے دیکھنے کا آلہ بھی تیار کر لیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ دجال نہیں ہے ورنہ اس کی تیز نگاہ کا بھی ذکر ضرور ہوتا) ایک صحابی نے دجال اور جساسہ کا ذکر کیا ہے اس کے لفظ ہیں رایت کذا و کذا جس سے مراد یہ ہے کہ اس کو ایک خواب آتا تھا

(اب جہاں روایت ہوگا وہاں خواب ہی مراد ہوگا) انگریزی ٹوپی کا بیرونی دائرہ ک ف ر سے بنتا ہے جو دجال کی پیشانی پر رکھی گئی ہے اور ہر ایک خواندہ ناخواندہ اس علامت سے دجال کی شناخت کر سکتا ہے (مگر یہ ٹوپی زمانہ وحشت یورپ سے نکلی ہوئی ہے) اور آج مرزائی ہی پہنتے ہیں اس لئے وہ بھی دجال اور کافر ہیں) ۔عین طائفۃ انگریزوں کی مادی آنکھ ہے اور عین ممسوحہ انکی روحانی آنکھ ہے یہ نہیں بتایا کہ وہ یہودیوں کا بادشاہ بھی ہوگا۔ شاید اس کی خاص رعیت مرزائی ہونگے ۔ کہ جن میں بالخصوص وفات مسیح کا عقیدہ گھڑا گیا ہے ۔

الایام القصار ریل کے اور جہاز کے ذریعہ سال کا راستہ ماہ میں اور ماہ کا راستہ ہفتہ میں اور ہفتہ کا راستہ ایکدن میں اور ایک دن کا راستہ ایک گھنٹہ میں طے ہو سکتا ہے

تحریفات نمبر ۱۴۔ اور نزول عیسیٰ علیہ السلام

ینزل عیسیٰ بن مریم ۔ مرزا صاحب پیدا ہونگے کیونکہ نزول باراں سے مراد وجود بارش ہوتا ہے ۔عیسےٰ نجات دینے والے کو کہتے ہیں اور بیعت مرزا موجب نجات ہے مریم کے معنے عابدہ ہے آپ کی والدہ نہایت صالح عبادت گذار تھی اور چونکہ آپ کا روحانی باپ مرشد کوئی نہ تھا اس لئے بھی آپ ابن مریم بن گئے تھے (اس عقدہ کشائی سے ہم بھی عیسےٰ ابن مریم بن سکتے ہیں) حکمًا مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ جس مسئلہ کو چاہیں لیں اور جسے چاہیں نہ لیں (مگر پھر بھی دعوےٰ ہے کہ ہم شریعت جدیدہ ناسخہ نہیں لائے) عدلا اعتدال کی راہ (تعلیم مرزائی) نکالے گا تقتل الدجال انگریزوں کے دجل وفریب سے لوگوں کو مطلع کر یگا (کانگریس اس کام میں بازی جیت گئی ہے) یکسر الصلیب عیسائی مذہب کو مرزا صاحب نے براہین احمدیہ لکھکر شکست دی ہے (مگر جنگ مقدس میں آپ لاجواب ہو کر بد دعاؤں کے کھوٹے ہتھیاروں پر اُترے تھے اور بد دعا بھی پوری نہ ہوئی۔ براہین پر ناز تھا وہ بھی بعد کی تحریرات سے منسوخ ہوگئی) یقتل الخنزیر۔ خنزیر صفت والوں کو مرزا صاحب نے روحانی طور پر

مار ڈالاہے (یہ خوب بہانہ ہے ورنہ ولایت میں مرزائی بھی اِن میں شامل ہوتے جاتے ہیں)
یذوب الدجال. مرزائیوں کو دیکھکر انگریزی قوم خودبخود بھسم ہوجاتی ہے، لیکن مرزا
صاحب ہمیشہ شکرگذار رہے کہ خدا نے ان کو انگریزی عملداری میں پیدا کیا ہے) دَمُہٗ
نی حربته. انجام آتھم وغیرہ میں پادریوں کا خون ٹپکتا ہوا نظر آتا ہے ینزل شرقی دمشق
قادیاں میں پیدا ہوگا کیونکہ دمشق کا معنے جماعت کثیر ہے اور قادیاں بہی ایک بڑا
قصبہ ہے اور مرزا صاحب کا گھر قادیاں کے مشرقی جانب ہے اور ویسے ہی دمشق شہر سے
قادیاں مشرق میں واقع ہے۔ المنارۃ البیضاء مرزا صاحب نے پیدا ہوکر اپنی مسجد
میں ایک لمبا مینار بنوا ڈالا ہے یا یہ معنے ہے کہ منارہ (نورانی جگہ) خود قادیاں ہے۔ بین
مھرودتین مرزا صاحب دو بیماریوں (مراق اور ذیابیطس) میں مبتلا تھے (تعجب ہے
کہ کشف کو بہی خواب سمجھکر دو زرد چادروں کو بیماریاں بنا ڈالا ہے) واضعاً یدیہ علی
اجنحۃ ملکین حکیم امروہی اور حکیم بھیروی مرزا صاحب کے تکیہ گاہ تھے اِن کے سہارے آپکے
مذہبی چالیں چلی تھیں طأطأ راسہ قطر مرزا صاحب کی تصویریں قطرے ٹپکتے نظر آتے
ہیں (سوال یہ ہے کہ بوقت نزول یعنے پیدائش سر سے قطرے ٹپکتے تھے یا نہیں اس
کی کوئی شہادت نہیں ملتی) نقتل الدجال بباب لد لدھیانہ میں مرزا صاحب نے
عیسائی مذہب کا خاتمہ کردیا ہے (مولوی ثناءاللہ صاحب سے خطرہ ہے کہ کہیں اپنے
اوپر یہ لفظ وارد نہ کرلیں) یحرز عباد اللہ الی الطور. قادیاں میں مرزائیوں کو
حیات وممات میں مرزا صاحب نے جمع کرلیا ہے (جمع کرنیوالے مرگئے اور قوم ابہی تک
ساری جمع نہ ہوئی) تضع الحرب اوزارھا. مرزا صاحب نے مذہبی لڑائی (جہاد)
کے منسوخ ہونیکا فتویٰ دیا ہے (اور ساتھ یہ دعوےٰ ہے کہ میری شریعت جدیدہ
اور ناسخ نہیں ہے) یحیثی المال فلا یقبلہ احد. انعامی اشتہار مرزا صاحب نے
شایع کئے اور کسی نے انعام حاصل نہ کیا۔ یضع الجزیۃ آپ نے جزیہ کا مسئلہ بھی
منسوخ کردیا ہے یجعل الملل ملۃ واحدۃ. آپ نے تمام مذاہب کے اصلی مسائل
کو اسلام ہی ثابت کیا ہے (ورنانک کرشن رام اور زردشت وغیرہ کو مرسل من اللہ

کہدیتے ہیں کہ یہ تو اجماع اصحابہ یا اجماع امت ہوگیا ہے۔ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ (مصرعہ) آنچہ مے بینم بہ بیداری ست یارب یا بخواب؟ اس موضوع کے متعلق انکی اُستادیوں کے چند نمونے دکھلائے جاتے ہیں کہ ناظرین کسی دوسرے موقعہ پر ان کے فریب سے بچ سکیں۔

اتہام اوّل۔ اور خطبہ صدیقیہ

مرزائی وفات مسیح کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضور انور علیہ السلام کی جب وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے وفات سے انکار کردیا تو حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ پڑھا جس میں باتفاق رائے صحابہ یہ تسلیم ہوا کہ مسیح کی وفات ہوگئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ نے وفات مسیح پر اجماع نہیں کیا تھا اور نہ ہی حضرت ابوبکرؓ نے وفات مسیح کو وفات حضور کے لئے سند کے طور پر پیش کیا تھا۔ مواہب لدنیہ باب وفات النبیؐ میں یہ واقعہ یوں مذکور ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ جب حضور کی وفات ہوئی تو صدیق اکبر سنح سے تشریف لائے (مدینہ کے پاس سنح ایک بستی تھی کہ جس میں صدیق اکبر کا سکونتی مکان تھا) تو آپ نے حضور کو دیکھکر کہا کہ بابی انت وامی لایجمع اللہ علیک موتتین میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ پر دو موتیں خدا جمع نہ کریگا۔ اس فقرہ سے مطلب یہ تھا کہ آپ کو ایکدفعہ وفات آچکی ہے۔ اور جو لوگ یوں کہتے ہیں کہ حضور دوبارہ دنیا میں آکر مخالفین سے لڑینگے غلط ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ آپکو ان لوگوں کی طرح دو دفعہ وفات نہیں دینا چاہتا جو طاعون سے ڈر کر باہر غیر ممالک میں چلے گئے تھے۔ یا اس نبی کی طرح جو بیت المقدس پر گذرا تھا تو انکو موت آگئی تھی اور پھر زندہ ہوگئے تھے۔ حاصل واقعہ یوں ہے کہ حضور کی وفات سے لوگ سخت بے چین ہوگئے تھے اور رونے روتے انکو اوسان خطا ہوگئے تھے حضرت عثمانؓ کی زبان بند ہوگئی تھی اور ایسے نڈھال ہوگئے تھے کہ لوگ پکڑ پکڑ کر اٹھاتے بٹھاتے تھے حضرت عبداللہ بن انیس میں مطلق حس و حرکت کی طاقت نہیں رہی تھی۔ اور اسی غم میں مرگئے تھے اور حضرت بلال دیوانہ ہوگئے تھے۔ حضرت عمر دیکھکر یہ سمجھے ہوئے تھے کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی ہے اور منافقوں نے آپ کی وفات کی خبر اڑادی ہے اس لئے

آپ جوش میں آکر تلوار ہاتھ میں لیکر کہتے پھرتے تھے۔ کہ جو شخص حضور کی وفات کا قول کریگا۔ میں اُسے مار ڈالوں گا خدا کی قسم جب تک کہ منافقوں کے ہاتھ پاؤں نہیں کاٹیں گے آپ وفات نہیں پائیں گے۔ حضرت سالم سے لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر سے کہو کہ آپ کو سمجھائیں کیونکہ آپکے حواس قائم تھے تو آپ نے مسجد میں خطبہ دیا جس میں آپ نے یہ آیت

پڑھی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ انک میت و انھم میتون وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد پھر فرمایا کہ جو شخص حضور کو خدا سمجھا ہے آج وہ سمجھ لے کہ خدا زندہ ہے اور حضور وفات پا چکے ہیں۔ تب حضرت عمر نے ہوش سنبھالا اور کہا کہ مجھے اِن آیات کا مفہوم پیش نظر نہ تھا۔ دوسرے روز جب صدیق اکبر کی بیعت ہوئی تو حضرت عمر نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کل جو کچھ میں نے کہا تھا غلط تھا۔ میرا خیال تھا کہ رسولخدا ہم سب کے بعد وفات پائیں گے مگر مجھے اس کا ثبوت قول خداوندی اور قول رسول میں نہیں ملا۔ ابو نصر فرماتے ہیں کہ قول عمر کا مطلب یہ تھا کہ حضور پر وفات نہیں آئی صرف غشی طاری ہے، اور کبھی نہیں وفات پائیں گے۔ یہاں تک کہ اسلام کو تکمیل تک نہیں پہنچالیں گے اور منافقوں کا خاتمہ نہیں کریں گے۔ ازالۃ الخفا میں ہے کہ حضرت عمر یوں فرماتے تھے کہ ان محمد ارفع کما رفع عیسٰی بن مریم وسیعود الینا حیا حضور حضرت عیسٰے کی طرح مرفوع ہو گئے ہیں اور ہماری طرف دوسری بار زندہ رہ کر آئیں گے بعض روایات میں یوں ہے کہ حضرت عمر کو یہ بات قرین قیاس معلوم نہ ہوئی کہ حضور تکمیل اسلام سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ یا آپ کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ حضور کی شان خداتعالیٰ نے اس قدر بلند کی ہے کہ موت کا آنا ممکن نہیں ہے۔ ان دو نقلوں سے یہ ثابت ہوا کہ حیات مسیح کا عقیدہ صحابہ میں تسلیم شدہ اور یقینی تھا اور یہ بھی مانتے تھے کہ آپ مرفوع الی السماء ہیں اور یہ بھی فیصلہ ہو گیا کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی غلط فہمی دور کرنے میں آیات مذکورہ کیا تھا یہ شبہ اٹھایا ہے کہ ایک رفیع الشان نبی کو موت نہیں آسکتی۔ یا یہ کہ حضور سب کے آخر وفات پائیں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس غلط فہمی کو دور کرنے میں حضرت صدیق اکبر نے صرف یہ پیش کیا ہے کہ انبیاء سابقین پر وفات واقع

ہوئی تھی اور یہ پیش نہیں کیا کہ چونکہ حضرت عیسےٰ وفات پا چکے تھے اس لیئے حضور بھی وفات پا چکے ہیں حالانکہ حضرت عمر کہہ رہے تھے کہ حضور حضرت عیسےٰ کی طرح زندہ ہو کر واپس تشریف لائیں گے۔

اتہام دوم۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

وفات مسیح پر استدلال پیش کرتے ہوئے۔ یوں ہی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضؓ وفات مسیح کے قائل تھے کیونکہ آپ نے متوفیک کا معنے ممیتک سے کیا ہے۔ تفسیر عباسی میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ کو وفات ہوئی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ میں اہل کتاب کو موتہ کا مرجع بنایا ہے اور چونکہ آپ افقہ الناس تھے اس لیئے آپکا قول وفات مسیح میں پختہ سند ہوگا۔ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ مرزا صاحب ازالہ ۹۲۲/۹۰۱ میں لکھتے ہیں کہ رافعک کو ممیتک سے پہلے سمجھنا مخالف قرآنی اور ترتیب قرآنی کو بگاڑنا ہے اور لما توفیتنی سے مراد رفع لینا الحاد اور تحریف ہے کیونکہ قرآن شریف میں اول سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں توفی بمعنے موت کا التزام کیا گیا ہے پھر صفحہ ۳۰۳ میں لکھا ہے کہ یہ کہنا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے کہ مسیح علیہ السلام جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے اور اسی جسم خاکی کے ساتھ اتریں گے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو کم از کم سو صحابہ کے نام پیش کرو کہ سبھوں نے اس معنے پر اجماع کیا ہو۔ ایک دو کا نام مفید نہ ہوگا۔ ص۳۷۲ پر لکھا ہے کہ مفسرین نے لیومنن بہ کی تفسیر میں غلطی کی ہے کیونکہ جو اہل کتاب نزول سے پہلے مر چکے ہوں گے وہ کیسے آپ پر ایمان لائیں گے۔ بلکہ صحیح معنے یوں ہے کہ ہر ایک اہل کتاب ایمان رکھتا ہے کہ ہم قتل مسیح میں متردد ہیں اور ایمان اہل کتاب کو حضرت مسیح کی موت طبعی ماننے سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور بیوقوف مولویوں نے یہ بات نہیں سمجھی جو ہمیں بطریق الہام منکشف ہوئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کی زبان درازی کی یہ خوبی ہے کہ ایک جگہ تو حضرت ابن عباس کو افقہ الناس کا خطاب دیکر یاد کرتے ہیں اور جب آپ کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے تو دوسری جگہ محرف اور ملحد کا خطاب دیکر لغو گو بھی کہہ جاتے ہیں۔ ہاں سچ ہے کہ جب مرزا صاحب کی

بدزبانی سے حضرت مسیح جیسی پاک ہستی نہ بچ سکی تو اُن کے مقابلہ میں حضرت ابن عباس کی کیا وقعت ہو سکتی ہے اور مفسرین یا مولوی غلط گو یا بے وقوف ضرور ہی ٹھیرینگے وکم من عائب قولا صحیحًا وافتہ من الفہم السقیم دماغ اپنا صحیح نہیں ہے بیوقوف لوگ ہو گئے۔ مرزا صاحب اگر اسلامی کتب کا مطالعہ کرتے تو اُمید تھی کبھی اس جہل مرکب میں نہ پھنس جاتے۔ دیکھیئے مفسر ابن جریر اپنی تحقیق میں یوں لکھتے ہیں کہ قبل موتہٖ کا مرجع حضرت عیسےٰ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ موت عیسےٰ سے پہلے عہد عیسےٰ کے اہل کتاب سب کے سب آپ کی تصدیق کریں گے اور کوئی بھی بغیر تصدیق کے نہیں رہے گا اور یہ روایت کہ ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے قرآن یا حضور انور کی تصدیق کرتا ہے اور مرتے وقت فوراً صداقت اسلام منکشف ہو جاتی ہے اگرچہ تلوار سے اس کا سر کٹ جائے یہ گو حضرت ابن عباس وغیرہ سے منقول ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کا مذہب وفات مسیح تھا یا یہ کہ دوسری روایت آپ سے صحیح نہیں ہے بلکہ تحقیق شدہ بات یوں ہے کہ ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ کا مذہب یہی ہے کہ حضرت مسیح زندہ ہیں (جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے) مگر ساتھ ہی حضرت ابن عباس کا یہی خیال ہے کہ موتہٖ کا مرجع اہل کتاب بھی بن سکتا ہے نہ یہ کہ اہل کتاب ہی اس کا مرجع ہیں (حضرت مسیح مرجع نہیں ہیں) اس قسم کی روایات کو مفاوضات یوں بیان کہتے ہیں اور ان سے مراد صرف توسیع خیالات ہوتی ہے تعیین مذہب مراد نہیں ہوتی اگر آپ نے حضرت ابن عباس کا مذہب دیکھنا ہو تو یہ دیکھیئے (۱) بروایت ابی نعیم فرماتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ نازل ہو کر شادی کر کے صاحب اولاد ہوں گے۔ آپ کی شادی قوم شعیب میں ہو گی جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے سسرال ہیں ان کو نبی جذام کہتے ہیں (مرزا صاحب مسیح ہونے کے بعد شادی نہیں کر سکے اور چین سے شادی کا ارادہ کیا وہ بھی چنگیز خانی مغل تھے) (۲) بروایت امام جلال الدین سیوطی درمنثور میں مذکور ہے کہ ان تعذبہم فانہم عبادك الآیہ کی تشریح یوں ہے کہ حضرت عیسےٰ قیامت کو یوں عرض کریں گے کہ یا اللہ اگر تو اہل کتاب کو عذاب دینا چاہتا ہے تو ان کا کوئی عذر نہیں ہے کیونکہ انہوں نے شرک کیا تھا اور اگر تو ان میں سے ان لوگوں کو بخشدے جو میرے عہد میں شرک چھوڑ کر میری درازیٔ عمر اور نزول من السماء الی الارض

پر ایمان لے آئے ہیں تو مستحق مغفرت ہیں کیونکہ تو غفور رحیم ہے۔

(۳) بروایت ابن کثیر انہ لعلم للساعۃ میں ضمیر کا مرجع حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ ماقبل ومابعد میں آپ ہی کا ذکر ہے) حضرت ابن عباس۔ ابوہریرہ۔ ابو العالیہ۔ ابن مالک عکرمہ۔ حسن۔ قتادہ اور ضحاک وغیرہم نے حضور سے روایت کیا ہے کہ حضرت مسیح قیامت سے پہلے نزول فرمائیں گے۔" ان تصریحات نے فیصلہ کر دیا۔ کہ ابن عباس کی اصلی رائے یہی تھی کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور جو کچھ توفی کے متعلق موت وغیرہ کا معنے کیا ہے وہ آپ کا مذہب نہیں ہے صرف احتمال عقلی کے طور پر آپ نے بیان کیا ہے۔ کہ یہ بھی معنے ہو سکتا ہے۔ اور دوسرے معنے کی نفی نہیں کی باقی رہا تقدیم وتاخیر کا مسئلہ سو وہ بھی اسلام میں تسلیم شدہ امر ہے، جس سے مرزا صاحب خود غافل تھے۔ کیونکہ اگر قرآن شریف کو آپ غور سے مطالعہ کرتے تو آپ کو کئی جگہ پر تقدیم وتاخیر کا پتہ لگ جاتا۔ اسی طرح اگر آپ اتقان فی علوم القرآن ہی اٹھا کر دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ کس کس جگہ قرآن شریف میں تقدیم وتاخیر لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ قالوا ارنا اللہ جھرۃ فلا تعجبک اموالہم ولا اولادہم انما یرید اللہ لیعذبہم فی الحیوۃ الدنیا انزل علےٰ عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا قیما۔ میں ابن عباس نے جہرۃ کا تعلق قالوا کے ساتھ بتایا ہے فی الحیوۃ الدنیا کا تعلق لا تعجبک سے اور قیما کا تعلق عوجا الکتاب سے اسی طرح قتادہ سے مروی ہے کہ انی متوفیک ورافعک میں اصل یوں ہے انی رافعک ومتوفیک اور لہم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب میں اصل یوم الحساب بما نسوا ہے اور اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں کمزوری ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ انسانی دماغ کو اصل مفہوم سمجھنے کے لئے توقف کرنا پڑتا ہے تاکہ اصل مطلب میں شبہ نہ پڑے کیونکہ فصحاء کا کلام عوام الناس کی طرز تحریر سے بالاتر ہوتا ہے۔ پس اگر ابن عباس سے تقدیم وتاخیر مروی ہے تو کون سی بڑی بات ہوگی۔ تفسیر درمنثور میں بھی ملحوظ رکھکر یوں تشریح کی گئی ہے کہ اخرج ابن اسحٰق ابن بشر وابن عساکر من طریق جوہر عن الضحاک عن ابن عباس رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس کے نزدیک

حیات مسیح کا مسئلہ صحیح ہے اور و حرف عطف میں چونکہ یہ جائز ہوتا ہے کہ مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم بیان کیا جائے اس لیئے قرآنی موجودہ ترتیب بھی درست رہی اور حیوۃ مسیح کا مسئلہ بھی صحیح ہو گیا۔ اور قول بالتقدیم والتاخیر سے یہ سمجھنا کہ قرآنی ترتیب الفاظ میں تحریف ہے بالکل غلط ہے کیونکہ و حرف عطف کے موقعہ قرآن شریف میں متعدد جگہ میں ایسا ہوا ہے اور محاورات کے رو سے صحیح ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ علی بن ابی طلحہ کی روایت سے ابن عباس کا قول پیش کرنا مخدوش ہے کیونکہ قسطلانی کا قول ہے کہ علی اور ابن عباس کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ تقریب میں ہے کہ یہ شہر حمص میں رہتا تھا اُس نے ابن عباس کو نہیں دیکھا گو صادق ہے مگر کبھی غلطی کر جاتا ہے خلاصہ میں ہے کہ امام احمد کا قول ہے کہ وہ منکرات روایت کرتا تھا دحیم کا قول ہے کہ اُس نے ابن عباس سے تفسیر نہیں سنی اب اگر ان عبارات کا خیال کیا جائے تو ابن عباس سے توفی بمعنے موت کا ثبوت مشکل ہو جائیگا

اتہام سوم۔ اور حضرت عائشہ و ابن عمر رض

حضرت عائشہ اور ابن عمر سے ایک روایت پیش کیجاتی ہے کہ جس سال حضور وفات پاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام اس سے پہلے سال میں ایکدفعہ قرآن شریف کا تکرار کرتے تھے اب کی دفعہ دو دفعہ تکرار کیا ہے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں ساٹھ سال کے بعد دنیا سے رخصت ہونیوالا ہوں کیونکہ جو نبی آتا ہے اُسنے پہلے نبی سے نصف عمر پائی ہے اور حضرت عیسٰے ایک سو بیس سال زندہ رہے ہیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں ورنہ اصول پیش کردہ کے کوئی معنے نہیں ہو سکتے اور یہ حدیث طبرانی اور مستدرک نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ رجالہ ثقات ولہ طرق اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اولاً اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اگر نبی تھے۔ تو آپ کی عمر تیس سال ہونی چاہیئے تھی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ۷۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے ہیں اور اس معیار کے مطابق نبی ثابت نہیں ہو سکے۔ ثانیاً اس معیار کو جب اوپر سلسلہ انبیا میں جاری کیا جائے تو کسی سلسلہ نبوت میں ابھی یہ معیار عمر جاری نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر سب سے لمبی ہونی چاہیئے تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چھوٹی ہونی تاکہ تناسب قائم رہتا مگر حضرت نوح کی عمر ۱۴۵۰ سال ہے اور حضرت آدم کی عمر ۹۳۰ ہے ثالثاً اس حدیث میں لفظ عاش مذکور ہوا ہے جس کے معنے صرف زندگی بسر کرنے کے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ ابھی کچھ عمر حضرت مسیح کی باقی ہو

کیونکہ یہ عمر واقعہ صلیب سے پہلے کی ہے اس کے بعد ممات مذکور نہیں ہوا۔ رابعًا ممکن ہے کہ اس روایت میں آپ کی تمام عمر قبل رفع اور بعد نزول کو جمع کیا گیا ہو کیونکہ دوسری روایات میں آپ کی عمر عند الرفع اسّی سال یا اس کے قریب معلوم ہوتی ہے اور نزول کے بعد کی عمر چالیس مذکور ہوئی ہے اور سب ملا کر ۱۲۰ سال ہوتے ہیں خامسًا اس حدیث میں یوں وارد ہوا ہے کہ ان عیسی عاش عشرین ومائۃ سنۃً اور اصول نحویہ اور فصاحت کے مطابق چھوٹا اسم عدد بعد میں آنا چاہیئے تھا تاکہ عبارت یوں ہوتی کہ ان عیسٰی عاش مائۃ وعشرین سنۃ اس لیئے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کمزور فقرہ حضور کی زبان فصیح سے نہیں نکلا۔ سادسًا یہ حدیث دوسری روایات صحیحہ کے خلاف اور معارض ہے کیونکہ اسی طبرانی کی روایت علامہ سیوطی نے بدور سافرہ میں یوں نقل کی ہے کہ جب اہل جنت بہشت میں داخل ہونگے تو ان کا قد و قامت حضرت آدم کے برابر ہوگا۔ حسن حضرت یوسف کے برابر۔ عمر میلاد مسیح یعنے ۳۳ کے برابر ہوگی اور ان کی زبان عربی (لسان محمدؐ) ہوگی (دیکھو تنبیہ الغافلین۔ فتاوے حدیثیہ ص۵۔ مشارق الانوار ص۱۲۰۔ حادی الارواح جلد اول ص۱۳۵۔ ابن کثیر جلد ۹ ص۱۳۵ - الطبقات الکبرے جلد اول ص۲۶) میں مذکور ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ عند الرفع آپ کی عمر ۳۲½ سال تھی اور آپ صرف تیس ماہ نبی رہے وقد رفع اللہ مع الجسم وھو حیّ الی اللہ ویرجع الی الدنیا فیصیر ملکا ثم یموت۔ تاریخ ابن جریر جلد دوم ص۱۱ میں آپ کی عمر عند الرفع ابن عباس کے نزدیک ۳۲ سال لکھی ہے پھر لکھا ہے کہ وقد رفعہ اللہ مع جسمہ وھو حی الی الان حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر ج۳ ص۲۴۵ میں فیصلہ کرتے ہیں انہ رفع ولہ ثلث وثلثون سنۃً فی الصحیح ترجمان القرآن ج۲ ص۱۸۵ میں بھی مذکور ہے

سابعًا۔ مرزائیوں کا کوئی حق نہیں ہے کہ آپ کی عمر ۱۲۰ سال بتائیں کیونکہ ان کے نبی اس سے کم و بیش عمر بتا کر ثابت کر گئے ہیں کہ یہ عمر قطعی اور یقینی نہیں ہے کیونکہ آپ نے تحفہ ندوہ میں لکھا ہے کہ اور یشلیم میں پطرس کی ایک دستخطی دستاویز سریانی زبان میں دریافت ہوئی ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد پچاس سال کی عمر پا کر وفات پا گئے ہیں اور واقعہ صلیب کے وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی یہ تحریر گو ہمارے نزدیک قابل اعتبار نہ ہو مگر مرزائی اسکے منکر نہیں ہو سکتے کہ کل عمر مسیح ۸۳ سال تھی اور یہ بھی لکھا ہے کہ پطرس کی عمر اس وقت تقریبًا ۹۰ سال تھی۔ مرزا صاحب راز حقیقت میں لکھتے ہیں کہ آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی اور یہی صحیح ہے پھر آپ کی رائے تبدیل ہوگئی اور اپنی کتاب مسیح ہندوستان کے صفحہ پر لکھدیا کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ کی عمر ۱۲۵ سال تھی پھر اس کی تائید ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۳ء کے ص۳۳۵ پر بھی کیگئی ہے اب معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کو عمر مسیح میں سخت تردد تھا۔ ثامنًا مرزائی محقق بھی اس تردد میں مبتلا ہیں چنانچہ فاروق ص۱۶ میں لکھا ہے :-

کہ ولادت ۱۲۷۵ھ۔ صلیب ۱۳۱۵ھ۔ وفات ۱۴۰۲ھ۔ کل عمر ۱۲۷ھ۔ اور واقعہ صلیب آپ کو چالیسویں سال میں پیش آیا ہے۔ مورخ معراج الدین براہین احمدیہ کے آخیر لکھتا ہے کہ ۹۰ء میں اپکا انتقال ہو گیا تھا۔ مولوی جلال الدین سیکوانی تشحیذ الاذہان اگست ۱۹۲۰ء میں لکھتے ہیں کہ مسیح کی عمر عند الوفات ۱۳۰ سال تھی۔ تذکرۃ الشہادتین ۱۲۵ اور ریویو ۱۹۰۳ء ص ۲۴۹ میں لکھا ہے کہ اونیٰہما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین سے مراد کشمیر ہے کیونکہ وہاں جاکر آپ نے ۱۲۰ سال کے بعد وفات پائی تھی اب اگر ان کو الگ الگ عمریں سمجھی جائیں تو مسیح کی کل عمر ۱۵۳ سال بن جاتی ہے کیونکہ مرزا صاحب عمر مسیح عند الصلب ۳۳ سال تسلیم کر چکے ہیں بہر حال نہ مرزا صاحب کو یقین تھا کہ حضرت مسیح کی عمر ۱۲۰ سال ہے اور نہ آپکے حواری ایک خاص مقدار عمر پر قائم ہیں پس اندریں صورت یہ فیصلہ نہیں دیا جا سکتا کہ مرزائی حدیث مذکور الصدر کو وفات مسیح ثابت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ تاسخا جب حضرت عائشہ اور ابن عمر حیات مسیح کے قائل ہیں تو ان کی روایت کو وفات مسیح پر محمول کرنا کمال بددیانتی ہوگی۔

اتہام چہارم بر امام بخاری

امام بخاری کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے وفات مسیح کو ثابت کیا ہے کیونکہ آپ نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ متوفیک بمعنے ممیتک۔ یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ قیامت کو جب میرے کچھ تابعدار دوزخ کو روانہ کئے جائیں گے تو میں کہونگا اصیحابی اصیحابی یہ تو میرے تابعدار ہیں انکو کہاں لیجاتے ہو تو مجھے جواب ملیگا کہ آپ کو کیا معلوم ہے کہ انہوں نے آپکی مفارقت کے بعد کیا کیا کام کئے تھے تو اسوقت میں حضرت مسیح کی طرح کہوں گا ان تعذبہم فانہم عبادک الآیہ مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی وفات کے بعد قوم مرتد ہوگئی تھی اسی طرح حضور کی وفات کے بعد بھی کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے جس کا اشارہ فاقول کما قال الخ میں ہے اور یوں بھی روایت کیا ہے کہ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم تمہارا امام ابن مریم تم میں سے ہی پیدا ہوگا۔ بعض روایات میں امکم بھی وارد ہے کہ جب اتر کر تمہارا امام بنے گا اس کے علاوہ آپ نے حضرت مسیح کا حلیہ حضور کی زبانی معراج میں یوں بیان کیا ہے کہ احمر جعد عظیم الصدر آپ کا سرخ رنگ گھنگرالے اور سینہ چوڑا تھا اور آپکا خواب یوں بیان کیا ہے کہ آدم سبط الشعر اپکا رنگ گندم گوں اور بال سیدھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک مسیح ناصری کا حلیہ وہ

ہے جو پہلے بیان کیا ہے اور مسیح محمدی کا وہ حلیہ ہے جو بعد میں بیان کیا ہے اور دو مسیحوں کا قول اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں اور مسیح محمدی بعد میں پیدا ہوگا جیسا کہ دونو کے فوٹو دیکھ کر ناظرین خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ ابن عباس کا مذہب یہی ہے کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور جس روایت کو امام بخاری نے نقل کیا ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ انہام دوم میں گذر چکا ہے اور متعدد مقامات پر مختلف طریق سے آپکے مذہب کی تخریج ہو چکی ہے اس کے علاوہ جن بزرگوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح کی عمر عند الرفع ۱۲۰ سال تھی انہوں نے ابن عباس اور حضرت عائشہ کا مذہب حضرت مسیح کی حیات ہی نقل کیا ہے چنانچہ مصنف حجج الکرامۃ - طبرانی اور ابن عساکر ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح نازل ہو کر چالیس سال زندہ رہیں گے۔ اور ابن ابی شیبہ - احمد - ابو داؤد - ابن جریر اور ابن حبان کہتے ہیں کہ پھر وفات پاکر مقبرہ نبویہ میں دفن ہونگے۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ دجال کو قتل کر کے چالیس سال زندہ رہیں گے۔ امام احمد کی روایت ابوہریرہ سے ایک یوں بھی ہے کہ آپ ۴۵ سال زندہ رہیں گے۔ ممکن ہے کہ یہی صحیح ہو۔ کیونکہ کم مدت بتانے میں کبھی کسر خیال نہیں کیا جاتا۔ مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمر کے نزدیک صرف سات سال زندہ رہیں گے۔ نعیم بن حماد کی روایت میں آتا ہے کہ ۱۹ سال زندہ رہیں گے۔ ان اختلافات کو مطابقت کی صورت میں لانے کے لئے یوں کہا گیا ہے کہ عند الرفع الی السماء آپ کی عمر ۳۳ سال تھی اور نزول کے بعد سات سال زندہ رہکر چالیس سال پورا کرینگے احمد بن محمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ ۳۳ سال عند الرفع کا قول نصاریٰ کا مذہب ہے، جیسا کہ وہب بن منبہ نے کہا ہے مگر جو احادیث نبویہ میں ثابت ہوا ہے وہ یہی ہے کہ عند الرفع الی السماء آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی جیسا کہ طبرانی اور حاکم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نے مرض موت میں فرمایا کہ ان جبرئیل کان یعارضنی القران فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقران العام مرتین واخبرنی انہ لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ واخبرنی ان عیسے ابن مریم عاش عشرین و مایۃ سنۃ ولا ارانی الا ذاھبا علے راس ستین ورجالہ ثقات ولہ طرق۔ شرح مواہب میں علامہ زرقانی

مالکی لکھتے ہیں کہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ مجھے ابن عمر کا قول (کہ آپ سات سال بعد نزول زندہ رہیں گے) مخالف معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ خیال تھا کہ روایت مشہورہ کے ساتھ (کہ عند الرفع آپ کی عمر سو سو سال تھی) اس کو ملا کر چالیس سال کا قول کروں۔ اس کے بعد مرقاۃ الصعود میں فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ چالیس سال زندہ رہیں گے اور جس روایت کو امام مسلم نے ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ ثم یمکث الناس بعدہ سبع سنین اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ قتل دجال کے بعد لوگ حضرت عیسٰے کے ماتحت سات سال رہیں گے بلکہ یہ مطلب ہے کہ آپ کی موت کے بعد سات سال لوگ آرام میں رہیں گے۔ اب میرے نزدیک یہ فیصلہ بچند وجوہ پختہ معلوم ہوتا ہے۔ اول یہ کہ حدیث مسلم (قول عمر) میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت مسیح خود قتل دجال کے بعد سات سال زندہ رہیں گے جیسا کہ یمکث الناس بعدہ میں گذر چکا ہے مگر حدیث ابوداؤد میں یہ تصریح موجود ہے کہ خود حضرت عیسٰے چالیس سال زندہ رہیں گے۔ دوم یہ کہ روایت ابن عمر میں ثم کا لفظ موجود ہے جس میں اشارہ ہے کہ یمکث الناس کا وقوع کسی واقع کے بعد ہوگا اور یہاں وہ واقعہ حکومت عیسٰے ہے۔ اب مطلب یوں ہوا کہ حکومت کے بعد لوگ سات سال آرام میں رہیں گے۔ سوم یہ کہ بعدہ کا مرجع ہے حضرت عیسٰے مراد لینا زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ قتل دجال کو اس کا مرجع بنایا جائے۔

چہارم یہ کہ اس مشکوک قول کی تائید میں کوئی اور حدیث مروی نہیں ہوئی۔ بلکہ جس قدر صحیح روایات آئی ہیں وہ چالیس سال یا پینتالیس سال حکومت عیسٰے کو ثابت کرتی ہیں اس لئے یہی صحیح ہے۔ کہ قول ابن عمر کو اس خیال پر محمول کیا جائے کہ آپ کا خیال تھا کہ حکومت عیسٰے کے بعد لوگ سات سال آرام میں رہیں گے۔ طبرانی ابوہریرہ سے مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ یمکث فی الناس اربعین سنۃ امام احمد آپ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ یلبث عیسے فی الارض اربعین سنۃ۔ امام طبرانی نے بھی ابن مسعود سے یہی لفظ نقل کئے ہیں اس لئے قول واحد احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد قول ابن عمر کی مخالفت میں لکھتے ہیں کہ اس کی بنیاد قول نصارٰے پر ہے کہ عند الرفع آپ کی عمر ۳۳ سال تھی یہی قول نصارٰے امام حاکم وہب بن منبہ سے روایت کرکے فرماتے ہیں کہ اس کا ایک راوی عبدالمنعم بن ادریس بھی ہے مگر محدثین نے اس کی تکذیب کی ہے۔ اور اگر

یہ روایت صحیح بھی ہو تو حضور کا فرمان نہیں ہے بلکہ زعم نصاریٰ ہے۔ اور جو صحیح احادیث نبویہ میں وارد ہوا ہے وہ یہی ہے کہ آپ کی عمر عند الرفع ۱۲۰ سال تھی۔ اب مرزائی نہیں کہہ سکتے کہ حضرت عائشہ اور ابن عمر کا مذہب وفات مسیح کا تھا اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ۱۲۰ سال کی روایت وفات مسیح کی دلیل ہے کیونکہ محدثین نے اس کو حیات مسیح پر ثبوت پیش کیا ہے۔

اسی طرح امام بخاری لکھتے ہیں کہ اذ ظرف کے معنے میں استعمال ہوا ہے اور ماضی اس جگہ بمعنے مضارع ہے کیونکہ حضرت عیسےٰ سے قیامت کو سوال ہوگا کہ کیا تم نے تثلیث پھیلائی ہے تو آپ کہیں گے کہ نہیں میں یہی کہتا رہا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کو ایک جانو۔ اب اسی مقولہ کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی نقل کریں گے کہ میں بھی وہی بات کہوں گا جو حضرت عیسےٰ کہیں گے کہ میرے بعد معلوم نہیں کہ یہ لوگ کیا کچھ کرتے رہے پس اس جگہ دو قول کی مماثلت فرق بعدیت میں ہے جو حضرت عیسےٰ میں بطور رفع ہوئی اور حضور انور میں بطور وفات ہوئی۔ کیونکہ انکی حدیث میں یہ لفظ ہے کہ مذ فارقتہم جب آپ اُن سے الگ ہوئے یہ لفظ نہیں ہے مذ رمت کہ جب سے آپ کی وفات ہوئی۔ اور امام بخاری نے چونکہ یہی حدیث نقل کی ہے کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم۔ اور شراح بخاری لکھتے ہیں کہ و الحال ان امامکم المہدی موجود فیکم من قبل نزولہ تو اس صورت میں یہ کہنا غلط ہوگا کہ امام بخاری وفات مسیح کے قائل تھے اس کے علاوہ صرف روایت کرنا بخاری کے مذہب کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ عام طور پر مصنفین وہ روایات بھی نقل کر دیتے ہیں کہ جس میں انکا مذہب مروی نہیں ہوتا۔ باقی رہا اختلاف حلیہ کا مسئلہ سو وہ بھی اس طرح پر ہے کہ جعد سے مراد شارحین بخاری نے قوی الجسم اور طاقتور مراد لیا ہے کہ حضرت مسیح جسم کے موٹے اور بھولے ہوئے نہیں ہیں اور آدم کا لفظ بھی انہوں نے ادم سے مراد سمجھا ہے اب ایک طرف بخاری کے شارحین دو روایتوں سے صرف مسیح ناصری سمجھتے ہیں اور ایک طرف مرزائی دو مسیح ثابت کرتے ہیں۔ ناظرین خود ہی سوچ لیں کیا شارحین کا قول معتبر ہے کہ جن کو مراد بخاری پر زیادہ اطلاع تھی یا مرزائیوں کا قول جو نہ تو بخاری کے معاصر تھے اور نہ انہوں نے شارحین کا زمانہ پایا ہے؟ اور یہ ظاہر ہے کہ صاحب الدار ادریٰ بما فیہا صاحب خانہ کو اپنے گھر کی زیادہ خبر ہوتی ہے غیر کو کیا معلوم کہ دخل در معقولات کا مرتکب ہو اس لئے محدثین کا قول

اس مقام پر معتبر ہوگا۔ اور مرزائی کا خانہ زاد قول تحریف سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس قول کی تائید کسی نقلی شہادت سے آج تک نہیں ملی۔ اور نہ ملنے کی امید ہو سکتی ہے۔ اور اگر صرف لفظی اختلاف پر دو مسیح کا قول کیا جاتا ہے۔ تو مرزائیوں کو لازم ہے کہ دو موسیٰ کا قول بھی کریں۔ کیونکہ بروایت مسلم آپ کا حلیہ یوں ہے کہ رجل ضرب جعد آپ ہلکے پھلکے طاقتور جسم رکھتے تھے۔ اور سیرۃ ابن ہشام جلد دوم میں بروایت ابن اسحاق یوں مذکور ہے کہ رجل ادم طویل اقنی آپ گندم گون طویل القامت بلند بینی ہیں اب اگر جعد اور طویل کا مقابلہ کیا جائے تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ ایک موسے تو پست قامت تھے اور دوسرے موسے دراز قامت تھے اور اگر تاویل کر کے دونوں لفظوں کو یوں ایک مفہوم پر لایا جائے کہ جعد سے مراد صرف جسمانی طاقت ہے۔ اسلئے آپ طاقتور دراز قامت ثابت ہو کر ایک ہی موسیٰ ثابت ہوتے تھے اسی طرح حضرت عیسےٰ بھی ایک ہی ثابت کیئے گئے ہیں۔ کہ جعد الجسم سبط الشعر بین الادمۃ والحمرۃ آپ طاقتور سید ہے بالوں والے کچھ سرخی مائل گندم گون تھے اسکے علاوہ بیرونی شہادت بھی اس امر کی تائید کرتی ہے کہ اہل شام جہاں آپ پیدا ہوئے تھے یا اہل مصر جہاں آپنے پرورش پائی تھی۔ ان کا حلیہ بھی عموماً یہی ہوتا ہے۔ ہاں آج کل کے فوٹو بیشک آپ کو چونکہ یورپ سے شائع ہوتے ہیں آپ کو یورپین وضع قطع کے بنا کر سرخ رنگ ثابت کرتے ہیں مگر یہ صرف صفائی ہے ورنہ اصل فوٹو جو اہل شام کی وضع قطع ظاہر کرے اس میں موجود نہیں ہے۔ کیونکہ واقعہ صلیب کے وقت کوئی عیسائی موجود نہ تھا۔ اور نہ اس سے پہلے کسی نے آپ کا فوٹو اتارا تھا اسلئے ان فرضی فوٹوؤں سے سرخ رنگ ثابت کرنا بالکل غلط ہوگا اس موقعہ پر مرزا صاحب کا فوٹو لے لیجیئے۔ اس میں سپیدرنگ دکھلایا گیا ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ مسیح محمدی گندم گون ہوگا۔ تو جس تاویل سے مرزا صاحب کو گندم گون ثابت کیا جا سکتا ہے وہی تاویل حضرت مسیح کے حلیہ میں بھی ہو سکتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مسیح کو عظیم الصدر بھی کہا گیا ہے مگر ان فرضی فوٹوؤں میں نمایاں طور پر آپ کا سینہ معمول سے نہیں سے دکھایا گیا اسلئے بھی یہ ناقابل اعتبار ہے۔ زیادہ تحقیق کرنا ہو۔ تو باب حیوۃ المسیح دیکھو۔

اتہام پنجم اور امام مالک یا ابن حزم

۴۳۳ امام مالک اور ابن حزم کے متعلق بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ دونو بھی وفات مسیح کے قائل تھے (مکتوب عربی) ۱۳۲ ۴۳۳

دہوکہ دینے کے لیئے یوں کہا جاتا ہے کہ قال مالك مات (مجمع البحار ص۲۸۶) قال ابن حزم (تکمیل حاشیہ جلالین) تو قال رایٔ النبی علیہ السلام روحاً روحاً ومن کذب بھذا فقد انسلخ عن الاسلام بلا شك (الفصل ص۷۹ ج۱) اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ مرزائی پوری عبارت نقل نہیں کرتے۔ اور نہ ہی وہ مقام پیش کرتے ہیں۔ جہاں نہوں نے اپنی تحقیق لکھی ہے۔ یا اپنی تحقیق کی بناء پر کوئی مسئلہ بیان کیا ہے۔ صرف قطع وبرید کر کے چوہوں کی طرح (بقول مسیح قادیانی) احادیث کو کتر کر پیش کرتے ہیں۔ اس سے صرف ان کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ الزامی طور پر ہمیں لاجواب کر دیں ورنہ ان کو ان بزرگوں کی تحقیق پر ذرہ بھر بھی اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ یُوں کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے اسلام کو ڈبو دیا ہے اور جب ان بزرگوں کی تحقیق پیش کی جاتی ہے تو صاف منکر ہو کر کہتے ہیں کہ یہ حوالجات اگر غلط ہوں۔ تو ہمیں کیا چونکہ یہاں سے یوں ہی معلوم ہوتا تھا اسلیئے ان کو پیش کیا گیا تھا۔ اسلیئے یہ اگر صیح ہوں یا غلط ہوں۔ ہمارے نزدیک یکساں ہیں ۔

مگر ہم ناظرین اہل اسلام کے رفع اشتباہ کیلیئے ذرہ تفصیل سے کام لیتے ہیں کہ ابن حزم اپنی کتاب فصل کے ص۷۷ پر صاف لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح زندہ ہیں (دیکھو ص۲۲۹) اور امام مالک کے متعلق یُوں کہا گیا ہے۔ کہ مجمع البحار میں آپ کا قول نقل کر کے اخیر میں تاویل بھی کی ہے۔ پوری عبارت یُوں ہے کہ قال مالك مات لعلہ اراد رفعہ علی السمآء او حقیقۃ ویجی اخر الزمان لتواتر خبر النزول۔ (مجمع البحار للشیخ محمد طاہر ص۲۸۶) مگر مرزائی تعلیم نے اس تاویل کو نقل نہیں کیا اور جو عبارت عُتْبِیَّہ میں نقل ہوئی ہے اُبی وغیرہ نے شرح مسلم میں اس کو موافق عقیدہ اسلام کے ہی نقل کیا ہے۔ علاوہ بریں اگر آپ کا مذہب وفات مسیح ہوتا۔ تو علامہ زرقانی مالکی آپ کے تابعدار ہو کر حیات مسیح کو زوردار الفاظ میں نہ لکھتے۔ واذا نزل سیدنا عیسی علیہ السلام فانہ یحکم بشریعۃ نبینا بالھام او باطلاع علی الروح المحمدی او بما شاء اللہ من استنباط لھا من الکتاب والسنۃ ونحو ذلك - واختلف فی موتہ قبل رفعہ بظاھر قولہ تعالی انی متوفیك - قال الحافظ وعلیہ اذا انزل الی الارض للمدۃ المقدرۃ لہ یموت ثانیًا - وقیل معنی متوفیك رافعك من الارض فعلی ھذا لا یموت الا فی اخر الزمان قال فی موضع اٰخر رفع عیسی وھو حی علی الصحیح ولذا رفعہ روحًا وجسدًا (شرح مواہب لدنیہ) اتمام چہارم میں مسیح کے متعلق جو کچھ علامہ مذکور نے بیان کیا ہے اس کا ایک ایک لفظ مرزائی تعلیم کی تردید کرتا ہے۔

الهام نجم اور امام شعرانی یا شیخ ابن عربیؒ

۴۳۴ شیخ اکبر کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ آپ اپنی تفسیر ۱۶۲ میں یوں لکھتے ہیں کہ اتصل روحہ عند المفارقۃ عن العالم السفلی بالعالم العلوی اور امام شعرانی طبقات ۲۲ میں لکھتے ہیں کہ رُفع عليٌّ کما رفع عیسیٰ علیہ السلامُ اور یواقیت میں لکھتے ہیں کہ لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین الحدیث جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک وفات مسیح صحیح ہے۔

جواب یوں دیا گیا ہے کہ تفسیر ابن عربی کے متعلق ابھی تک اشتباہ ہے کہ آیا آپ کی تصنیف ہے۔ یا آپ کے ذمہ لگائی گئی ہے۔ کیونکہ شیخ اکبر کو بدنام کرنے کیلئے لوگوں نے عقائد ملحدہ لکھکر ذمہ لگادیئے تھے جن کی تردید امام شعرانی نے یواقیت میں کی ہے اسلیئے یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ آپنے وہاں اپنا مذہب بیان کیا ہے اسی طرح یواقیت میں علی الخواص کا قول مذکور ہوا ہے۔ امام نے اپنا مذہب بیان نہیں کیا۔ البتہ مرزائیوں کے مذہب میں چونکہ قطع وبرید اور خیانت فی النقل کار ثواب ہے اور دجل وفریب یا افتراء واتہام فرض اوّلین ہے اسلیئے امت دجال نے صفت دجالیت کا ظہور پیدا کر کے عوام الناس کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی بے فائدہ کوشش کی ہے مگر اہل اسلام نے فوراً دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی دکھا کر اصل واقعہ پیش کر دیا کہ ہر دو امام حیات مسیح کے قائل ہیں۔ . . . . اور وفاتیوں کو صلاتیں سناتے ہیں۔ کیونکہ یواقیت ۳۱ میں درج ہے کہ سید علی الخواص کہا کرتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اسی طرح رفع جسمانی سے مرفوع الی السماء ہو گئے ہیں۔ جس طرح کہ عیسےٰ بن مریم مرفوع الی السماء ہوئے تھے اور اسی طرح زمین پر دوبارہ اتریںگے جس طرح کہ حضرت مسیح آسمان سے نزول فرمائینگے اور یواقیت ۲۹ کے بحث ۶۵ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام قتل دجال کے بعد مرینگے فتوحات مکی باب ۳۶۹ میں مذکور ہے کہ ما الدلیل علی نزول عیسی ابن مریم؟ ھو قولہ تعالی وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ۔ فالمعتزلۃ والفلاسفۃ والیھود و النصاری الذین ینکرون الرفع الجسمانی یؤمنون بہ۔ والدلیل الثانی قولہ تعالی وانہ لعلم للساعۃ و الظاھر ان الضمیر لعیسی ابن مریم اذ المذکور ھو لاغیر و فی الحدیث اذ المسلمون فی الصلوۃ اذا بعیسے ینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق وعلیہ بردان ویداہ علی الملکین۔ فالحق ان عیسی ابن مریم رفع الی السماء

بالجسم العنصری والایمان بہ واجب لقولہ تعالیٰ بل رفعہ اللہ الیہ وعن ابی طاہر القزوینی از کیفیۃ الرفع والنزول ثم کیفیۃ الملک فی السماء بلا اکل وشرب کلھا مفوض الی اللہ تعالیٰ

اس کے بعد آپ نے اعتراضات کا دفعیہ کیا ہے کہ ما جعلنا ھم جسد الا یاکلون الطعام سے مراد دنیاوی زندگی ہے کیونکہ اس میں مواد تحلیل ہوتے رہتے ہیں۔ ورنہ آسمانی زندگی اس نقص سے پاک ہے چنانچہ فرشتے وہاں تسبیح کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں۔ اور تہلیل سے اپنی پیاس بجھا لیتے ہیں۔ علاوہ بریں پاک ہستی دنیا میں بھی بغیر آب ودانہ کے زندہ رہ سکتی ہے مثلاً حضور انور متواتر روزے رکھتے تھے اور خوراک نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اور تم میں سے میرے جیسا کون ہے کہ صوم وصال رکھے اور خدا تعالیٰ اس کی غذا تسبیح وتہلیل بنائے دوم آپ نے فرمایا ہے کہ جب دجّال کے وقت کمال قحط ہوگا تو مومنین کی خوراک تسبیح وتہلیل ہوگی۔ سوم ابو طاہرہ کا قول ہے کہ شہر ابھر (ممالک مشرقیہ) میں ایک شخص مسمی خلیفہ فسراط دیکھا گیا تھا کہ جس نے بائیس سال تک کھانا نہیں کھایا تھا صرف عبادت الٰہی میں مشغول رہتا تھا اور وہی اس کی خوراک تھی اور تعجب ہے کہ بدن میں کمزوری کی علامات ظاہر نہیں تھے۔ مرزا صاحب بھی جب مسلمانوں کے ہم عقیدہ تھے۔ بدر ۱۹۰۸ء اپریل میں تسلیم کرتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی بغیر خوراک کے تین سو سال تک زندہ رہے اور جب جاگ اٹھے تو ان کو خوراک کی ضرورت پڑی اب ان نظائر سے یہ شبہ دور ہوسکتا ہے کہ انسان بغیر خوراک کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ باقی رہی حدیث لوکان موسیٰ وعیسیٰ تو اس کا جواب آگے آتا ہے۔

اتہام ششم اور ابن قیّم

مرزا صاحب کی سر الخلافہ میں ہے کہ حافظ ابن قیم نے اپنی کتاب زاد المعاد (ذکر لعبثت النبی صلعم علیہ السلام) میں لکھا کہ واما ما یذکر عن المسیح انہ رفع الی السماء ولہ ۳۳ سنۃ فھو قول النصاریٰ ابن صحیح من الانبیاء انما استقرار واحیم ھنالک بعد مفارقۃ البدن اور مدارج السالکین میں لکھا ہے کہ لوکان موسیٰ وعیسیٰ احیین لما وسعھما الا اتباعی ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حافظ ابن قیم حیات مسیح کے قائل نہ تھے۔ جواب یہ ہے کہ زاد المعاد میں پہلی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بعثت انبیاء چالیس سال کو ہوا کرتی ہے اور جو یہ روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ تیس سال کے تھے کہ آپ کو نبوت ملی۔ اور ۳۳ سال کو رفع ہوا۔ یہ روایت نصاریٰ نے کی ہے ورنہ احادیث مرفوعہ میں اس کا ذکر نہیں ہے مرزا جی نے الٹی سمجھ سے اس مطلب کو وفات مسیح پر خواہ مخواہ چسپاں کرکے عوام الناس کو حیران کردیا ہے کہ لو جی!

ابن قیمؒ اور ابن تیمیہ دونو بزرگ وفات مسیح کے قائل تھے۔ اسی طرح مفارقۃ الارواح کا مطلب بھی وفات مسیح سے تعلق نہیں رکھتا کیونکہ یہ ایک عام اصول بیان ہؤا ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ حضرت مسیح کا ذکر نہیں ہے۔ مدارج السالکین کی عبارت میں موسیٰؑ کے بعد عیسٰی کا ذکر کرنا صرف اسلئے ہے کہ اگر آج زمین پر موسٰے و عیسٰے ابھی زندہ ہوتے تو وہ بھی حضور کی اطاعت کرتے کیونکہ حضور کی رسالت عام ہے اور قیامت تک ہے مرزا صاحب نے اصل مطلب بگاڑ کر لوگوں کے پیش کیا اور اصل عبارت پورے طور پر نقل نہیں کی تاکہ دھوکہ دہی میں فرق نہ آنے پائے۔ دیکھیئے اصل عبارت یوں ہے کہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث الی جمیع الثقلین فرسالتہ عامۃ لجمیع الجن والانس فی کل زمان ولو کان موسیٰ و عیسےٰ حیین لکانا من اتباعہ۔ و اذا نزل عیسی ابن مریم فانما یحکم بشریعۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ فمن ادعی انہ مع محمد کالخضر مع موسی او جوز ذلک لاحد من الامۃ فلیجدد اسلامہ ولیشہد انہ مفارق لدین الاسلام بالکلیۃ فضلا عن ان یکون من خاصۃ اولیاء اللہ وانما ھو من اولیاء الشیطان۔ قلت ان ھذہ العبارۃ نص فی ان المرزائیۃ کذابون دیکھیئے اس عبارت میں نزول مسیح کا صاف اقرار موجود ہے۔ اس لیئے یہ کہنا غلط ہے کہ یہ دونو بزرگ وفات مسیح کے قائل تھے۔

اتہام نمبر ۷ و قبرِ کشمیر

۴۳۶ مرزا صاحب نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ مسیح کی قبر جلیل میں ہے (جو بیت المقدس سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (ازالہ ص ۴۷۳) یوں بھی لکھا ہے کہ مسیح کی قبر بیت المقدس میں ہے اور اس پر ایک بڑا گرجا بھی بنا ہؤا ہے۔ (اتمام الحجہ ص ۱۹) یہ بھی لکھا ہے کہ کشمیر میں ہے (راز حقیقت ص ۲۰) اور عسل مصفے ص ۲۵۳ میں لکھا ہے کہ مسیح کی قبر کاشغر میں اب تک موجود ہے۔ مرزا بشیر احمد حاشیہ ریویو اوف ریلجنز جولائی ۱۹۱۱ء میں لکھتے ہیں کہ یہ دوسری قبر شیخ نصیر الدین کی ہے اور ازالہ نمبر چہارم میں فرماتے ہیں کہ اخویم مولوی نور الدین کہتے ہیں کہ ہم چودہ سال ریاست جموں و کشمیر میں ملازم رہے یسوع کی قبر کشمیر محلہ خانیار میں معلوم ہوئی تھی۔ اور تحقیق سے معلوم ہو گیا۔ کہ یسوع کی قبر کشمیر میں ہی ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی تعلیم میں یسوع کی قبر کے متعلق آج تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہؤا۔

کہ کہاں ہے ؟ یا ہے بھی یا نہیں ؟ باپ - بیٹا - حواری تینوں مختلف بیان دیتے ہیں - غیر جانبدار کو کیسے یقین آسکتا ہے کہ واقعی جو قبر کشمیر میں ہے حضرت مسیح کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک یسوع اور ہے اور عیسےٰ اور جیسا کہ توہین عیسیٰ میں مرزائی عذر کیا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یسوع کو گالیاں دی ہیں - مسیح یا عیسےٰ کو گالیاں نہیں دیں - مرزا صاحب ست بچن حاشیہ ص۹ میں لکھتے ہیں کہ "یسوع کی خبر قرآن شریف میں نہیں دی کہ یہ کون تھا ؟" اسلیئے مرزا صاحب نے دل کھولکر توہین مسیح میں سارا اندرونی بخار نکال لیا تھا - ست بچن ص۱۵۹ میں لکھتے ہیں کہ عیسائیوں کا خدا یسوع مسیح ۳۲ سال کی عمر پاکر اس دار الفناء سے گذر گیا - رسالہ نور القرآن ص۲۳ میں لکھتے ہیں - کہ عیسائی اس بدتہذیبی سے تکذیب کرتے ہیں - کہ خدائی تو بھلا کون مانے اس غریب کو نبوت سے بھی جواب دیدیتے ہیں - اب اگر یہی خیال کیا جائے کہ یسوع کی خبر قرآن شریف میں نہیں ہے تو مرزائی کس لیئے یسوع کی قبر کشمیر میں ثابت کرتے ہیں ؟ اور کس طرح وفات مسیح ثابت ہو گی کہ اٰوینٰھما الی ربوۃ ذات قرار و معین میں قبر یسوع مسیح کی طرف اشارہ ہے - کیا اب اس کا ذکر قرآن میں آگیا ہے ؟ اسلیئے ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں اب تک ثابت نہیں ہوئی اگر اثبات قبر میں یسوع اور مسیح کو ایک تسلیم کیا جائے تو ہم سوال کرینگے کہ توہین مسیح میں یسوع اور مسیح کو ایک کیوں نہیں تسلیم کیا گیا ؟ دراصل مرزا صاحب کو معلوم ہوتا ہے کہ کسی بات کا یقین نہ تھا کہ یسوع اور مسیح ایک ہیں یا دو - اینچی نے جیسا کہا وہ کہتے گئے - تعجب یہ ہے کہ کئی ایک مقام میں اقرار بھی کر گئے ہیں کہ یسوع اور مسیح ایک ہیں - اور پھر جب ہوش سنبھالتے ہیں - تو کہدیتے ہیں کہ "ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے کہ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے انبیاء کو چور اور بٹمار کہا" (ضمیمہ انجام آتھم ص۱۳) دونوں کو ایک مانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسیح کا بیان کہ میں خدا ہوں - خدا کا بیٹا ہوں - میری خودکشی سے نجات پائینگے - کوئی آدمی اس کو دانا اور راستباز نہیں کہہ سکتا - مگر خدا کا شکر ہے کہ ابن مریم پر یہ سب جھوٹے الزامات ہیں (نور القرآن ص۳ جون لغایت اگست ۱۸۹۵ء)

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے جوش مراق میں حضرت مسیح کی توہین تو کردی مگر بعد میں خیال پیدا ہؤا - کہ لوگ کافر کہیں گے - اسلیئے عذر بہانے بنائے کہ یسوع اور ہے اور مسیح اور - مگر جب یہ بات پرانی ہوگئی - اور قبر مسیح کا ذکر شروع ہو گیا - تو یسوع کی قبر ثابت کرکے حضرت مسیح کی قبر ثابت کرنے کی کوشش کی

اگر مرزا صاحب کو مراق نہ ہوتا تو ہم ضرور کہدیتے کہ آپنے یہ جان بُوجھ کر دجل مخادعت اور فریب کیا ہے۔ مگر یہ بھی خیال آتا ہے کہ شاید توہین مسیح کے وقت آپکو یہ معلوم نہیں تہا۔ کہ یسوع کی لفظی تحقیق کیا ہے شاید اس ناواقفی کی وجہ سے انہوں نے دو شخص تسلیم کیئے ہوں گے۔ لیکن ہم ناظرین کے سامنے ذیل کی چند سطور پیش کرتے ہیں کہ یسوع اور عیسےٰ ایک ہیں دو نہیں ہیں؛

لغات عبرانی صـ۱۶۲ میں مذکور ہے کہ یسوع اصل میں یشع ([illegible]) ہے جس کا معنے نجات دینے والا ہے۔ یونانی زبان میں اس کو حسب تحقیق گنیش ڈکشنری صـ۳۴۲ ای لے سوس (I760ũS) بنایا گیا تہا جس کو عربی میں عیسےٰ کی صورت میں تبدیل کیا گیا ہے اور انگریزی میں جے سَس (Jesus.) کہتے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ کے آخری ورق پر انگریزی اشتہار شائع کیا تہا جس میں جی سس کرسٹ لکھکر یہ ثابت کیا تہا کہ میں اسی کے مشابہ اور مثیل ہوں اور اردو میں اس کا ترجمہ مسیح ابن مریم لکھوایا تھا۔ شحنۂ حق کے حاشیہ صـ۶۲ میں خود آپنے جی سَس کرائیسٹ کا ترجمہ عیسی ابن مریم لکھا ہے۔ تمام اناجیل اور کتب معتبرہ اس بات کی شاہد ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم کو ہی یسوع یا جی سس کرائیسٹ کہا گیا ہے۔ پس انہیں حالات یہ فیصلہ آسانی سے ہو سکتا ہے کہ گو پہلے ناواقفیت کی وجہ سے آپنے دو شخص سمجھے ہوں گے مگر بعد میں آپنے ایک سمجھکر بھی اپنے کیئے سے رجوع نہیں کیا۔ بالفرض محولہ بالا عبارات میں مرزائی کچھ تاویل کر سکتے ہیں تو یہ ان کا طرز عمل کہ یسوع کی قبر کشمیر میں ہے اس امر پر زبردست دلیل ہے کہ مرزا صاحب نے یسوع اور مسیح کو ایک شخص ہی تصور کیا تہا اور باقی سب بہانے تہے۔ جو پیش کیئے گئے تہے۔ اور افسوس ہے کہ ایسے بہانہ جو اور سی کو افضل المرسلین کا خطاب دیا جاتا ہے کتنی بڑی جہالت ہے نئی روشنی کی سیاہی میں پھنسنے والے اگر یہی واقعہ سوچ لیں تو آج ہی بیعت مرزائیہ سے دست بردار ہو جائیں مگر جو آرام اس مذہب میں ہے اسلام میں کب نصیب ہوا۔ اسلیئے ان سے توقع بہت کم ہے اب ہم ذیل میں وہ مراسلات درج کرتے ہیں۔ جو تحقیق قبر مسیح میں اہل کشمیر کی طرف روانہ کیئے گئے۔ اور جن کا جواب خلاف عقیدہ مرزائیہ دیا گیا۔

جواب چٹھی قاضی فضل احمد معرفت (۱) خواجہ غلام محی الدین صاحب میونسپل کمشنر۔ لودیانہ	مینے تحقیق کی ہے کہ مقبرہ روضہ بل جامع مسجد سے واپس آتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے مگر تاریخ کشمیر کو سامنے رکھکر یوں کہنا پڑتا ہے

کہ وہ مقبرہ سیّد نصیر الدین صاحب کا ہے نہ کہ یوزآصف کا مقبرہ جامع مسجد سے آتے ہوئے دائیں طرف ہے۔ انزمرہ اور روضہ بل میں کوچہ یارخان اور نالہ مار بھی واقع ہیں۔

خواجہ شید محمد اعظم شاہ تاریخ کشمیر اعظمی میں لکھتے ہیں کہ

حضرت سید نصیر الدین خانیاری از سادات عالیشان ست در زمرہ مستورین بود بتقریبے ظہور نمود۔ مقبرہ میر قدس سرہ در محلہ خانیار رہبط۔ فیوض الٰہی است۔ درجوار ایشاں سنگ قبرے واقعہ شدہ در عوام مشہور ہست کہ آنجا پیغمبرے اسود ست کہ در زمان سابقہ در کشمیر مبعوث شدہ بود۔ ایں مکان بمقام آں پیغمبر معروف است در کتابے از تاریخ دیدہ ام کہ بعد از قضیۂ دور دراز حکایتے مے نوایسد کہ یکے از سلاطین زادہ ہا براہ زہد تقو آمد ریاضت وعبادت بسیار کرد و برسالت دوم کشمیر مبعوث شدہ در کشمیر آمدہ بدعوت خلایق مشغول شد بعد از رحلت در محلہ انزمرہ آسود و ایں کتاب نام آں پیغمبر یوزاصف نوشت انزمرہ وخانیار متصل واقع ست از ملاحظہ ایں عبارت صاف عیاں ہست کہ یوزآصف در محلہ انزمرہ مدفون ست در کوچہ خانیار مدفون نیست و ایں یوزآصف از سلاطین زادہا بودہ ست و ایں عبارت تواریخ مخالف ومناقض ارادہ حضرت میرزا است زیراکہ یسوع خود را یکسے از سلاطین وغیرہ انتساب نکردہ اند نقط والسّلام۔ راقم خواجہ سعد الدین فرزند خواجہ ثناء اللہ مرحوم از کوٹھی خواجہ ثناء اللہ۔ غلام حسن از کشمیر ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

(۲) جواب دوم۔ اطلاع باد چوں ارقام کردہ بود کہ در شہر سری نگر در ضلع خانیار پیغمبر آسودہ ست موسوم ساز ند موجب آں خود بذات بابت تحقیق کردن۔ آں در شہر رفتہ ہمیں تحقیق شدہ کہ پیشتر از دوصد سال شاعرے معتبر و صاحب کشف بودہ ست نام آں خواجہ اعظم دیدہ مری داشتہ یک تاریخ از تصانیف خود نمودہ کہ دریں شہر بسیار معتبر ست دراں ہمیں عبارت تصنیف ساختہ ہست کہ در ضلع خانیار در محلہ روضہ بل میگویند کہ پیغمبرے آسودہ ست یوزآصف نام داشتہ وقبرے دوم درانجا اولاد زین العابدینؒ سید نصیر الدین خانیاری ست وقدم رسول ہم درانجا موجود است۔ اکنوں درانجا بسیار مرجع اہل تشیعہ دار و بہر حال سوائے تاریخ خواجہ اعظم صاحب موصوف دیگر سندے صحیح ندارد۔ کتبہ سید حسن شاہ از کشمیر ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

اب مرزا صاحب کی یہ تاویل کہ یسوع کا یوز بنگیا اور چونکہ آپ افسوس کرتے ہوئے غمگین رہا کرتے تھے

اسلیئے ان کو آسف کہا گیا بالکل غلط ہے کیونکہ یہ لفظ آصف ہے آسف نہیں ہے اور اس وجہ سے بھی غلط ہے۔ کہ یسوع غمگین رہتے تھے۔ کیونکہ مقاصد الصالحین ص۵۱ مطبوعہ نظامی میں لکھا ہے کہ حضرت یحیٰی سے آپنے فرمایا کہ تم ہمیشہ غمگین کیوں رہتے ہو ائیست من رحمتہ اللہ تو آپنے یسوع سے کہا کہ تم ہمیشہ خوش کیوں رہتے ہو؟ ءامنت من مکر اللہ اتنے میں حضرت جبرائیل نے آکر فیصلہ کیا کہ خدا کی جناب میں انسان کو اپنے کیئے پر نادم ہوکر غمگین رہنا بہتر ہے اور لوگوں کے سامنے خدا کے فضل کا امیدوار رہ کر خوش رہنا چاہیئے۔

(۴۳) خواجہ سید مہر علیشاہ صاحب قبلہ اپنی کتاب سیف چشتیائی ص۱۶۵ میں لکھتے ہیں کہ مخلصی عزیز جو کشمیری جو ایک بڑا نامی متدین آدمی ہے اس کا بیان ہے کہ "کشمیر میں مرزا صاحب کے بھیجے ہوئے کئی آدمی ایک متبرک مزار کے مجاوروں کو روپیہ کا طمع دیکر دستخط کروانا چاہتے تھے کہ ہم اباً عن جد سُنتے ہیں کہ یہ مزار حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا ہے مگر مجاوروں نے جھوٹ بولنا گوارا نہ کیا۔ بلکہ ان کو بیعزت کرکے نکالا" یہ شہادت دیکھکر راز حقیقت کا تمام اصلی راز منکشف ہوجاتا ہے اور ایام صلح کی تمام مصالحت بھی معلوم ہوجاتی ہے۔

اتمام نمبرہ اور اکمال الدین

۴۳۷ مرزا صاحب روضۃ الصفا جلد اول ص۱۳۳ میں لکھتے ہیں کہ یہودی آپ کے عہد میں بارہ قبائل تھے جنہیں سے نو قبائل کو بخت نصر نے۔ تبت۔ کشمیر۔ ہند اور افغانستان کو جلاوطن کردیا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کی وضع قطع اور شہروں یا بستیوں کے نام وہی ہیں جو ملک شام میں تھے۔ مثلاً بابل۔ گلگت۔ طور۔ صور۔ صیدا۔ بابل۔ تخت سلیمان نینوی وغیرہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد کشمیر کو آئے اور وہاں اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی خبر لی۔ اور ۸۰ سال بعد وفات پاگئے۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ اپنی معشوقہ مریم کو خدا کے سپرد کیا اور وہاں سے کوہ جلیل میں آئے جو بیت المقدس سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے اور دشمنوں سے خوف کھاکر اس پر چڑھ گئے۔ اس وقت پہاڑ پر ابر چھایا ہوا تھا تو لوگوں نے خیال کیا کہ آپ آسمان کو چڑھ گئے ہیں۔ حواریوں نے بھی یہی خیال کرلیا تھا۔ یا یوں اصل واقعہ پر پردہ ڈالتے ہوئے رفع سماوی کا قول ظاہر کیا۔ مگر آپنے شہر نصیبین پہنچکر سلطان اڈلیسہ کو خط لکھا کہ میں اب آسمان کو جاؤنگا اور تمہاری طرف چند حواری بھیجتا ہوں۔ کتاب کروسی فکشن میں ہے کہ جب کائفس کاہنوں کے سردار کو معلوم ہؤا۔ کہ آپ صلیب نہیں دیئے گئے۔ تو اس نے قیصر روم کو شکایتی خط لکھا کہ پیلاطوس نے یوسف اور حواری

سے سازش کی بنا پر مسیح کو صلیب سے بچا لیا ہے تو پیلاطوس کو عتاب نامہ پہنچا جس سے اس نے غصہ کھا کر یوسف کو قید کر لیا۔ اور ایک رسالہ حضرت مسیح کی تلاش میں روانہ کیا کہ وہ آپ کو پکڑ کر واپس لائیں۔ مگر چونکہ آپ کشمیر پہنچ چکے تھے وہاں تک کوئی نہ پہنچا۔ کشمیریوں نے یسوع کے نام کو کچھ تبدیل کر کے یوں کہنا شروع کر دیا تھا یونس آصف۔ یوس اسف پھر ارض سولابت میں آئے اور وہاں تبلیغ وحدانیت کی۔ وہاں سے نکلکر بہت شہروں میں وعظ کیا اور کشمیر کو واپس آئے۔ اور وہیں قیام کیا اور وہیں ۷۰ سال بعد واقعہ صلیب فوت ہو گئے

(اکمال الدین واتمام النعمۃ للقمی ۳۵۷)

اس تحریر میں مرزا صاحب نے خواہ مخواہ یوز آصف کی سوانحمری کو یسوع کی زندگی پر چسپاں کیا ہے ورنہ اصل کتاب دیکھنے پر یہ تحریر ہر طرح سے مخالف ہے۔ کیونکہ اس میں یہ تحریر نہیں ہے کہ اس قبر کا مالک کبھی بھی بیت المقدس سے جان بچا کر زندگی بسر کرنے کو یہاں آیا تھا۔ کیونکہ اکمال الدین کی عبارت اصل تحریر کے مطابق یوں ہے کہ "راجہ جنیسر ملک صولابت (سولابت) کا باشندہ تھا۔ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اس نے یوز آصف رکھا۔ جب وہ بالغ ہوا تو حکیم منوھر لنکا سے اس کے پاس آیا۔ راجہ نے اس کی عزت وآبرو سے تواضع کی۔ اور اپنے بیٹے یوز آصف کا اتالیق مقرر کیا۔ شہزادہ نے اس سے مذہبی تعلیم حاصل کی۔ اور دنیا سے بے تعلق رکھنے کی تعلیم نے اس کا دل بادشاہت سے برداشتہ کر دیا۔ اور حکیم منوہر اس کا تعلیمی نصاب مکمل کر کے وہاں سے چلا گیا تو ایک دفعہ شہزادہ کو فرشتہ نظر آیا۔ اس نے خدا کی رحمت کی اس کو بشارت دی اور کچھ اُس نے بتایا جس پر وہ عمل پیرا رہا۔ پھر فرشتہ نے اسے حکم دیا کہ سفر کے لیئے تیاری کرے تاکہ میں تیرے ہمراہ یہاں سے نکلکر ہو جاؤں۔ اس کے بعد شہزادہ ہجرت کرتے ہوئے اپنے ملک سے نکل گیا تو اس نے ایک صحرا میں پانی کے پاس ایک درخت دیکھا جہاں اسنے کچھ دن قیام کیا اور وہاں اس کو وہی فرشتہ نظر آیا۔ پھر اس نے بستیوں میں وعظ کہنا شروع کیا تو کچھ مدت کے بعد اپنے اصلی وطن سولابت کو واپس چلا گیا اور والدین نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا۔ اور شہزادہ نے ان کو توحید کی دعوت دی۔ کچھ مدت کے بعد شہزادہ کشمیر میں آیا اور وہاں کے باشندے اس سے مستفید ہوئے اور اسنے ان کو بھی توحید کی دعوت دی۔ چنانچہ یہ یہیں رہنے لگا۔ اور جب مرنے لگا۔ تو اپنے چیلے یابدا کو توحید ہی کی وصیت کی اور جہانِ فانی سے رخصت ہوا۔"

اب اس عبارت کو حضرت مسیح پر منطبق کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ سولابت کا معنے بیت المقدس کیا جائے۔ اور حکیم منوہر سے مراد روح القدس لیا جائے۔ اسی طرح والدین سے مراد یوسف اور مریم ہوں اور انکو کسی علاقہ کا بادشاہ بھی تصور کیا جائے۔ اور جبتک یہ امور ثابت نہ ہوں حضرت مسیح کے سوانح سے اس عبارت کا تعلق پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح انجیل روسی بھی مرزا صاحب کے مخالف پہلو کو ثابت کرتی ہے کیونکہ اس میں اگرچہ مسیح کا ذکر ہے لیکن اس میں اس بات سے صاف انکار ہے کہ مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد کشمیر وغیرہ کو سفر کیا تھا کیونکہ اس میں صاف لکھا ہے کہ "ایک بچہ پیدا ہوا جس میں خدا بولتا تھا۔ اس نے توحید کی دعوت دی۔ اور اس کا نام یسوع رکھا گیا۔ جب وہ تیرہ سال کا ہوا۔ تو سوداگروں کے ہمراہ ملک سندھ کو نکل گیا اور بنارس وجگن ناتھ کے مضافات میں چھ سال تک اپنے کام میں مشغول رہا۔ اور بتایا کہ وید خدا کا کلام نہیں ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ بت پرستی چھوڑ دو کیونکہ وہ نہیں سنتے۔ اس پر براہمنوں نے اس کو مار ڈالنے کی ٹھان لی۔ کیونکہ عام لوگ اس کے تابع ہو گئے تھے۔ یسوع کو اس ارادہ کی خبر لگ گئی۔ تو رات ہی رات جگن ناتھ سے نکلکر نیپال کو چلا گیا۔ پھر کوہ ہمالیہ کو عبور کرتا ہوا۔ راجپوتانہ آپہنچا۔ اور وہاں سے فارس پہنچکر تبلیغ شروع کی۔ تو وہاں کے بت پرستوں نے اس کو وعظ توحید سے روک دیا تو ملک شام میں آگیا۔ اور اس وقت اس کی عمر ۲۹ سال تھی اب جابجا وعظ کرنا شروع کیا اور ہزاروں لوگ تابع ہو گئے۔ چند حکام نے بادشاہ سے پلاطوس جاکر شکایت کی کہ عیسے نامی ایک واعظ اس ملک میں وارد ہوا ہے جو اپنی سلطنت کی دعوت دیتا ہے اور تیرے خلاف لوگوں میں جوش پھیلا رہا ہے۔ چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ تابع بھی ہو گئے ہیں۔ پلاطوس نے اسے گرفتار کرکے مولیٰ (مذہبی سرداروں) کے پیش کیا۔ مگر حضرت عیسے جب یروشلم آئے تو لوگوں نے بڑے اعزاز سے آپ کا استقبال کیا۔ تو آپنے فرمایا کہ بہت جلد تم لوگ ظالموں سے رہائی پاکر ایک قوم بن جاؤگے اور تمہارا دشمن بہت جلد تباہ ہو جائیگا۔ جو خدا سے خوف نہیں کرتا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کون ہیں؟ آپنے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل سے ہوں میں نے سنا تھا کہ میرے بھائی اور بہنیں ظالموں کے ہاتھ گرفتار ہیں اسکے بعد آپنے جابجا شہر بشہر وعظ کہنا شروع کیا اور عبرانیوں سے یہ بھی کہنا شروع کیا۔ کہ بہت جلد تم نجات پاؤگے تب جاسوسوں نے پوچھا کہ کیا ہم قیصر روم کے ماتحت رہکر اپنے بادشاہ پلاطوس کا حکم مانتے رہیں۔ یا اپنی

نجات کا انتظار کریں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم قیصر روم سے نجات پاؤ گے۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ تم بہت جلد گناہوں سے نجات پاؤ گے۔ اس کے بعد آپ نے مختلف مقامات پر توحید کا وعظ تین سال تک کیا اور آپ کی عمر ۳۳ سال تک پہنچ گئی۔ جاسوسوں نے اپنا کام شروع رکھا۔ اور پلاطوس کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ لوگ کہیں حضرت مسیح کو سچ مچ ہی بادشاہ نہ تسلیم کرلیں۔ اب آپ کے ذمہ بغاوت کا جرم لگا کر آپ کو اندھیری کوٹھری میں بند کیا گیا۔ اور مجبور کیا کہ آپ بغاوت کا اقبال کریں۔ مگر آپ نے نہ کیا اور تکالیف برداشت کرتے رہے۔ اور جب دربار میں آپ پیش کیئے گئے۔ تو پلاطوس نے پوچھا کہ کیا تم نے یوں نہیں کہا کہ "مسیح کو خدا نے اس لیئے بھیجا ہے کہ لوگوں میں بغاوت پھیلا کر خود بادشاہ بن جائے؟" جواب میں آپ نے فرمایا کہ جب تم صلیب پر قتل کر سکتے ہو تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں سے اس جرم کا اقبال کرایا جائے۔ اس رکھے جواب پر پلاطوس نے غصہ کھا کر آپ کو صلیب پر لٹکانے کا حکم دیا۔ اور باقی مجرموں کو رہا کر دیا۔ تو سپاہیوں نے آپ کو بمعہ اور دو چوروں کے صلیب دیا۔ تو سارا دن لاش صلیب پر رہی۔ سپاہیوں کا پہرا تھا۔ تابعدار لوگ دیکھ دیکھ کر روتے تھے اور ان کو اپنی جان کا خوف بھی لگ رہا تھا۔ شام کے قریب مسیح کی روح خدا کے پاس چلی گئی۔ اب پلاطوس کو ندامت آئی۔ کہ اس نے برا کیا ہے۔ اسلیئے اس نے آپ کی لاش آپکے رشتہ داروں کے سپرد کی۔ جس کو انہوں نے صلیب خانہ کے پاس ہی دفن کر دیا۔ اور لوگ اس قبر کی زیارت کرنے لگے۔ (دیکھو انجیل سیاح روسی مسٹر نکولس نوکروچ) جس سے مرزا صاحب نے مسیح کا سفر ہندوستان میں ثابت کیا ہے۔ اور واقعات کو لیس و پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ مسیح واقعہ صلیب کے بعد ہندوستان آئے تھے اور یہاں سے کشمیر جا کر وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ناظرین خود سوچ سکتے ہیں۔ کہ جب بانی مذہب کا یہ حال ہو گا تو تابعدار کیوں نہ بات کا بتنگڑ بنائینگے؟

اتہام نمبر ۱۹ اور ایلیا

۴۳۸ ملاکی نبی کی کتاب میں یوں مذکور ہے[۴۳۸] کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہولناک دن سے آنے کے پیشتر ایلیا نبی تمہارے پاس بھیجوں گا۔ (آیت ۵) اور جب خدا نے چاہا کہ ایلیا کو آسمان پر لے جائے۔ تب ایلیا الیسع کے ساتھ جلجال سے چلا۔ (۲ سلاطین ۲) اور جب وہ تو جاتے تھے تو ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان میں آکر دونوں کو

الگ الگ کر دیا۔ اور ایلیا بگولے میں ہو کر آسمان پر چلا گیا۔ اور ایلیا کے جانے کے وقت ایلیا کی چادر گر پڑی جو الیسع نے اٹھالی۔ (۲ سلاطین ۲/۲) اس پیشینگوئی کے مطابق یہودی منتظر تھے کہ حضرت عیسٰیؑ کے پیشتر الیاس آسمان سے اتریگا۔ مگر کوئی نہ اترا جیسا کہ متی ۱۱/۱۷ میں مذکور ہے۔ کہ شاگردوں نے حضرت مسیح سے پوچھا کہ فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیا کا آنا ضروری ہے۔ یسوع نے جواب دیا کہ الیاس ضرور پہلے آوے گا۔ اور بند و بست کرے گا۔ پر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا۔ لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا۔ بلکہ جو چاہا اس سے کیا اس طرح ابن مریم بھی اس سے دکھ اٹھائیگا۔ تب شاگردوں نے سمجھا کہ ایلیا سے مراد یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) ہیں۔

اور متی باب ۱۱/۱۴ میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا جو الیاس آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔ مرقس ۹/۱۲ میں بھی یونہی مذکور ہے۔ اب یہاں نزول ایلیا سے مراد یحییٰ علیہ السلام کا ظہور ہے جو حضرت الیاس سے کمال مشابہت رکھتے تھے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصطلاح نبوت میں جس نبی کے نزول کی بابت لکھا جاتا ہے کہ وہ ضرور آئے گا اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ایسا شخص پیدا ہوگا۔ جو پہلے کے مشابہ ہوگا۔ اسی طرح نزول مسیح سے بھی مراد ظہور مثیل ہے۔ اور جب ختم نبوت دوسرے نبی کے آنے سے روکتی ہے تو اسلیئے بھی ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح وفات پاچکے ہیں۔ اور خود نہیں آئینگے۔ بلکہ آپ کا مثیل پیدا ہوگا۔ اسکے علاوہ اگر یہ مانا جائے کہ ایک اسرائیلی نبی تکمیل اسلام کے لیئے آئے گا۔ تو اس امت کی اس میں سخت توہین بھی ہوتی ہے کیا اس میں کوئی ایسا قابل آدمی نہیں ہے جو اسلام کی خدمت کرے اور یہودیوں کے نبی کی محتاج ہے؟ تو پھر علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور کنتم خیر امۃ کی فضیلت کیا رہی؟

اہل اسلام نے اس مقام پر یوں تحقیق کی ہے کہ حضور علیہ السلام کی پیشینگوئی کتب سابقہ سماویہ میں موجود ہے اور آپکے نام مختلف طور پر ذکر کیئے گئے ہیں جنہیں سے ایک نام ایلیا بھی ہے۔ اب ایلیاؔ سے مراد الیاس لینا یا تو عیسائیوں کی تحقیق ہے۔ یا مرزائیوں کا عقیدہ ہے۔ ورنہ اہل اسلام اس سے محترز ہیں۔ جیسا کہ ذیل کی عبارت سے بالکل واضح ہے۔

(۱) حافظ ابن قیمؒ ہدایۃ الحیاریٰ دلیل ۳۴ میں لکھتے ہیں کہ انجیل متی میں مذکور ہے کہ جب حضرت یحییٰ کو قید کیا گیا تو آپنے شاگردوں کو حضرت مسیح کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ پوچھیں کہ ایلؔ آپ ہیں یا کوئی اور

تاکہ ہم اُس کا انتظار رکھیں۔ تو حضرت مسیح نے فرمایا کہ حضرت یحیٰی سے بڑھکر کوئی پیدا نہیں ہوا۔ توریت اور کتب انبیاء ایک دوسرے کے مؤید ہوکر موجود ہیں۔ اب تمہاری خواہش ہے تو مان لو۔ ایل بالکل تیار ہے کہ آجائے اب جس کے کان ہیں سُن لے "۔ اب ایل عبرانی زبان میں خدا کو کہتے ہیں۔ اور خدا کا آنا اصطلاح کتب سماویہ میں نبی کا آنا مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ توریت میں مذکور ہے کہ خدا طور سینا سے آیا۔

(۲) علامہ قرافی اپنی کتاب الاجوبۃ الفاخرہ میں لکھتے ہیں کہ انجیل میں حضور علیہ السلام کی پندرہویں پیشگوئی یہ ہے کہ متی کی انجیل میں یوں مذکور ہے کہ "شاگردوں نے حضرت مسیح سے پوچھا تھا کہ اے معلم! کتابوں میں آیا ہے کہ ایلیا آئے گا " تو آپنے فرمایا کہ " ایلیا آئے گا اور تم کو ہر چیز سکھلائیگا۔ اور میں تم کو کہتا ہوں کہ ایلیا آگیا۔ مگر لوگوں نے اسے نہ پہچانا۔ اور جو جی میں آیا اس کے ساتھ کیا "۔ اب عیسائیوں نے یہ سمجھا کہ ایلیا سے مراد حضرت نے اپنی ذات مراد لی ہے۔ کیونکہ آپنے فرمایا ہے کہ ایلیا آگیا۔ اور انہوں نے پہلا فقرہ چھوڑ دیا ہے۔ کہ ایلیا آئیگا۔ جس سے مراد ہمارے نبی آخر الزمان ہیں "۔ ہم کہتے ہیں کہ عیسائیوں کیطرح مرزائیوں نے بھی ایلیا سے مراد حضرت مسیح لیا ہے۔ اور دوسرا فقرہ چھوڑ دیا ہے۔ اور اہل اسلام کے خلاف چلے ہیں؛

(۳) فارق ص۵۲ میں ہے کہ متی کا قول کہ " جو ایلیا آئیگا وہ یہی ہے یعنی حضرت یحیٰی ہے " خود حضرت یحیٰی اس کی تردید کرتے ہیں۔ جیسا کہ یوحنا نقل کرتا ہے کہ "حضرت یحیٰی سے پوچھا گیا کہ آپ ایلیا ہیں۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ میں ایلیا نہیں ہوں " مرزائی اور عیسائی دونو غور کریں کہ جس کی تائید میں آپ زور لگا رہے ہیں۔ وہ خود منکر ہے۔ مدعی سست گواہ چست کا معاملہ ہے۔

(۴) سِفر ملاخیا میں ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میں تمہارے پاس ایلیا نبی بھیجوں گا یوم الرب سے پیشتر کہ عظیم الشان اور خوفناک دن ہے۔ اس عبارت میں صاف مذکور ہے کہ ایلیا سے مراد حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یحیٰی علیہ السلام مراد نہیں ہیں؛

(۵) ذیل الفارق میں ص۳۵ ہے کہ ایلیا اور احمد کے اعداد ۵۳ مساوی ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایلیا سے مراد یہود کے نزدیک ظہور احمدی مراد ہو کیونکہ وہ اعداد سے بھی دلیل قائم کیا کرتے ہیں۔ ایک محقق

کا قول ہے کہ مَاءُ دمَاءُ دُ کے اعداد بھی احمد کے مساوی ہیں جس کے معنے صحف متقدمہ میں عظیم عظیم ہیں اور ایلیا کا معنے بھی عظیم نزد خدا ہیں۔ اس لیئے ثابت ہوا۔ کہ حضور کی پیشینگوئی مختلف عنوان میں قدیم زمانہ سے چلی آئی ہے۔

(۶) حسب ذیل اقتباسات بھی ظاہر کرتے ہیں کہ صحف متقدمہ میں حضور انور کی پیشینگوئی کی تھی۔ حضرت الیاس کے ظہور ثانی کی پیشنگوئی نہ تھی۔ کیونکہ بائیبل میں مذکور ہے کہ حضرت ہاجرہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو آپنے اس کا نام اسماعیل رکھا فرشتوں نے کہا کہ بنی اسحاق کے مقابلہ میں زندہ رہیگا۔ (پیدائش ۱۶) ابراہیم علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے اقوام کثیرہ کا باپ بناؤں گا۔ اور سارہ سے اسحاق پیدا کروں گا۔ جسے برکت دوں گا۔ اور اسماعیل کو بھی برکت دوں گا۔ اب دو نو بیبیاں سلوک سے نہ رہتی تھیں اسلیئے حضرت ابراہیم ہاجرہ کو مکہ چھوڑ گئے تو ہاجرہ رونے لگیں تو آپنے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اسماعیل کو بھی کئی اقوام کا باپ بنائیگا اب ابراہیم ۱۷۵ سال تک زندہ رہے۔ اور اسماعیل و اسحاق دونو بیٹوں نے آپ کو وفات کے بعد مزرع عفرون میں دفن کیا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے فرمایا کہ میں بنی اسماعیل کیطرف تیرے جیسا نبی بھیجوں گا۔ (استثناء ۱۸) یہ بھی مذکور ہے کہ خدا سینا سے آیا۔ سعیر سے طلوع کیا اور فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اسکے ہاتھ میں شریعت ہے (استثناء ۳۳) چونکہ اسماعیل علیہ السلام کوہ فاران میں رہتے تھے اسلیئے اس میں اشارہ حضور انور کی طرف ہوا۔ یوں بھی لکھا ہے کہ لوگوں نے حضرت یحییٰ سے پوچھا کہ آپ ہی وہ آخر الزمان نبی ہیں تو آپنے انکار کیا (یوحنا ۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے بنی اسحاق تمہارے بھائیوں میں خدا تعالیٰ میرے جیسا نبی مبعوث کرے گا (اعمال ۳) اور مسیح کا قول ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے پھینک دیا تھا۔ وہی آخری پتھر بنا (متی ۲۱) یہ مفہوم حدیث لبنہ کے موافق ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تک میں خدا کے پاس نہ جاؤں گا۔ تمہارا امین نہیں آئیگا۔ جو تمہیں راہ ہدایت بتائے گا۔ (یوحنا ۱۶) اس میں بھی حضور کی ہی پیشینگوئی ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے آپکا نام شیلون بتایا جس کا معنے عبرانی میں جگ داتا ہے (ذیل الفارق ۳۲) حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے نزدیک آپکا لقب ارکون العالم ہے۔ یعنی سید العالمین۔ (یوحنا)

(۷) عبارات مذکورۃ الصدر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایل (بزرگ) خدا کا نام ہے اور ایلیا (بزرگ ہستی) ہم صفت ہے جو ہر ایک نبی پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت الیاس کو بھی ایلیا کہا گیا اور حضرت خاتم المرسلین کو بھی ایلیا کہکر پکارا گیا۔ بروایت انجیل حضرت مسیح نے صلیب پر ایلی ایلی لما سبقتنی پکارا تھا تو لوگوں نے یوں سمجھا تھا کہ آپ یحیٰی علیہ السلام کو پکارتے تھے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس کے ظہور کی دہوم دہام تھی وہ حضرت الیاس کا ظہور نہ تھا بلکہ حضرت نبی آخر الزمان کا ظہور مراد تھا ورنہ خود حضرت یحیٰی علیہ السلام ظہور ایلیا کا مصداق خود بن جاتے۔ لیکن عیسائیوں اور مرزائیوں نے موجودہ تراجم کی بنیاد پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ ظہور ایلیا سے مراد ظہور یحیٰی تھا مگر تصریحات اسلام اور محققین اسلام کے نزدیک یہ خیال شروع سے آج تک غلط چلا آیا ہے اسلیئے مرزائیوں کا یہ وہم دلانا کہ شروع میں ظہور ایلیا سے مراد نزول الیاس تھا۔ بالکل غلط ہے جس کی تائید سوائے عیسائیوں کے اسلام میں کہیں نہیں ملتی۔ ہاں ہم عیسائیوں کا قول بھی ماننے کو تیار ہیں مگر آئے دن تراجم کی ترمیم و تنسیخ نے ان کے اقوال کو غیر معتبر بنا دیا ہے بالخصوص ایسے مسائل میں تو وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مخالف مطلب پیدا کرتے ہیں جو اسلام کی تائید میں ہو۔ مگر افسوس ہے کہ مرزائی عیسائیوں کی پناہ لیتے ہیں۔ اور اسلام کی تحقیقات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ شاید اس لیئے کہ یہ بھی عیسائی ہیں ؛

(۸) ذیل میں عربی اشعار نقل کیئے جاتے ہیں جو ایک محقق عالم اسلامی کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں۔

بَیَّنَتْہُ تَوْرَاتُکُمْ وَالْاَنَاجِیلُ وَھُمْ فِی جُحُوْدِہٖ شُرَکَاءُ ۔ اِنْ تَقُوْلُوْا اَبَیِّنَتْہُ فَمَا لِاَنَّتَہَا عَنْ قُلُوْبِہِمْ عَشْوَاءُ

مَنْ ھُوَ الْفَارْقِلِیطُ وَالْمُحَمَّنَا اَوَلِلْحَق تَشْہَدُ الْخُصَمَاءُ ۔ اَخْبَرَتْکُمْ جِبَالُ فَارَانَ عَنْہُ مِثْلَ مَا اَخْبَرَتْکُمْ سَیْنَاءُ

وَاَتَاکُمْ مِنَ الْمُہَیْمِنِ قُدُّوْسٌ وَکَمْ اَخْبَرَتْ بِہِ الْاَنْبِیَاءُ ۔ وَصَفَتْ اَرْضَہٗ نُبُوَّۃُ شَعْیَا۔ فَاسْمَعُوْا مَا یَقُوْلُہٗ شَعْیَاءُ

اَوَنُوْرُ الْاِلٰہِ تُطْفِئُہُ الْاَفْوَاہُ۔ وَھُوَ الَّذِیْ بِہٖ یُسْتَضَاءُ

(۹) ہمیں افسوس ہے کہ آجتک جو پیشینگوئیاں اسلام نے حضورؐ پر منطبق کی تہیں آج ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ تو مسیح ایران اپنے اوپر منطبق کرتا ہے اور رہی سہی مرزا صاحب سنبھال لیتے ہیں اور حضورؐ کے حق میں ایک پیشینگوئی بھی نہیں رہنے دیتے اس لیئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے غارتگروں سے پرہیز رکھیں ؛

اتہام نمبر ۱۰ محمد بن جریر طبری

ابن سلیم انصاری روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے نذر مانی ہوئی تھی کہ وہ ابن الجماء پر ۴۳۹
جاوے گی (جو مدینہ شریف کے پاس وادی عقیق کا ایک پہاڑ ہے) تو میں بھی اسکے ساتھ گیا۔ وہاں جاکر ایک قبر
دیکھی جس کے سر اور پاؤں پر ایک ایک کتبہ لکھا ہؤا تھا۔ میں وہ دونو اٹھا کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک تو میں نے
پھینکدیا کیونکہ میں تھک گیا تھا۔ اور دوسرا ایک عالم سریانی سے پڑھوایا۔ وہ نہ پڑھ سکا۔ پھر میں نے یمن کے عالم
زبور کے پیش کیا جو خط مسند لکھا کرتا تھا۔ وہ بھی نہ پڑھ سکا تو میں نے وہ پھر اپنے صندوق کے نیچے رکھدیا
چند سال بعد موضع ماہ کے باشندے فارسی النسل تجارت کے لئے آئے۔ انہوں نے وہ پڑھ کر سنایا۔ کہ
یہ قبر رسول اللہ عیسے بن مریم کی ہے جو ان ممالک کی طرف بھیجے گئے تھے وہ لوگ جب آباد تھے تو حضرت
مسیح ان کے پاس آئے اور یہیں دفن ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس عبارت میں عربی کے یہ الفاظ
ہیں کہ هذا قبر رسول الله عيسى ابن مريم الى هذه البلاد۔ جن کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ان ممالک
کی طرف مبعوث ہوئے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی شاگرد ان ممالک کیطرف
بھیجا گیا تھا نہ یہ کہ آپ خود یہاں آئے تھے۔ کیونکہ آپ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے نہ اس قوم کیطرف
جو مدینہ کے پاس اس وقت آباد تھی۔ اور جس کا نام نہیں بتایا گیا کہ وہ کون تھی! ہاں اس عبارت میں کچھ
سقم موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اللہ کا لفظ یہاں سہو کاتب سے لکھا گیا ہے اور اصل عبارت یوں
ہے کہ هذا قبر رسول عيسى ابن مريم یہ قبر ہے عیسے بن مریم کے ایک شاگرد کی اور یا لفظ اللہ مضاف مضاف
الیہ میں فاصلہ واقع ہو گیا ہے اور یا رسول کا لفظ شروع عبارت سے فروگذاشت ہو چکا ہے اور اصل عبارت
یوں ہے کہ هذا قبر رسول رسول الله عيسى ابن مريم یہ قبر ہے رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم کے شاگرد کی۔ اگر
الى هذه البلاد کا فقرہ عبارت میں نہ ہوتا تو اس تاویل کی ضرورت نہ پڑتی کیونکہ یہ فقرہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت
مسیح مراد نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا کوئی شاگرد مراد ہے اور یہ تصحیح قرین قیاس بھی ہے کیونکہ یہ کتاب یورپ میں طبع
ہوئی ہے اور ہر ایک صفحہ میں اس کی عبارات کی تصحیح ساتھ ساتھ کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحح
سے یہ فقرہ فروگذاشت ہو گیا ہے کتاب میں اسی طرح کے سقم ابھی تک کئی ایک موجود ہیں۔ جو مطالعہ سے معلوم

ہوسکتے ہیں اور ہماری اس تصحیح کی تائید دوسری کتابوں سے ثابت ہوتی ہے کہ جنہوں نے بعینہ یہی واقعہ بیان کیا ہے دیکھیئے کتاب الوفا (۱) باب سوم میں یہی واقعہ لکھکر شاگرد کا نام بھی بتایا ہے جس کے لفظ یہ ہیں فاخرجت الیہما الحجر فقرأہ فاذا فیہ انا عبد اللہ الاسود رسول رسولِ اللہِ عیسی ابن مریم الی اھل قری عرینۃ (عن ابن زبالۃ) (۲) اس کے بعد ساتویں باب میں بروایت زبیر لکھتے ہیں کہ راس جماء ام خالد پر ایک آدمی کی قبر پائی گئی جس پر یوں مرقوم تھا کہ انا اسود بن سوادۃ رسول رسول اللہ عیسی ابن مریم الی ھذہ القریۃ (۳) اور بروایت ابن شہاب کہتے ہیں کہ وجد قبر علی جماء ام خالد اربعون ذراعا فی اربعین ذراعا مکتوب فی حجر فیہ انا عبد اللہ من اھل نینوی رسول رسول اللہ عیسے ابن مریم علیہما السلام الی ارسلت الی اھل ھذہ القریۃ فادرکنی الموت فاوصیت ان ادفن فی جماء ام خالد۔ جماء ام خالد پر ایک ۴۰ × ۴۰ قبر پائی گئی۔ اور وہاں ایک کتبہ ملا جس میں یہ مرقوم تھا کہ میں نینوی کا باشندہ ہوں۔ حضرت مسیح کا مبلغ بن کر یہاں آیا تو میری اجل آگئی میں نے وصیت کی کہ جماء میں مجھے دفن کیا جائے " اب ان تصریحات کے موجود ہوتے ہوئے کون مسلمان ایماندار یقین کر سکتا ہے کہ محمد بن جریر جو حضرت مسیح کو اپنی تاریخ میں جسم عنصری سے آسمان پر زندہ مانتا ہے ایسی روایت بھی درج کرے گا جو وفات مسیح کی مثبت ہو اور اگر بالفرض ایسی روایت ذکر بھی کرتا تو اس کا فرض تھا کہ حسب معمول اس کی تنقید بھی کرتا جیسا اپنی کتاب میں ذبح اسماعیل اور عہد بخت نصر میں اس کی تنقید کی ہے اسلیئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ابن جریر نے بھی اپنی کتاب میں رسول رسول اللہ لکھا ہوگا۔ مگر چھپنے میں غلط چھپ گیا ہے اور مرزائیوں کو موقع مل گیا ہے کہ وفات مسیح کا اتہام ابن جریر پر لگائیں آخر وہی بات نکلی کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے ؎

اتہام نمبر ۱۱ اور ابن کثیر و صاحب کشاف

(۴۲) وفاتی فرقہ یوں بھی کہا کرتا ہے کہ کشاف میں متوفیک کا ترجمہ ممیتک حتف انفہ کیا ہے اور لوکان موسی و عیسے حیین لما وسعہما الا اتباعی یہ حدیث ابن کثیر و الیواقیت ترجمان القرآن وغیرہ کتابوں میں درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک وفات مسیح کا صحیح ہے مگر اسکی روات آج تک مرفوع نہیں بتا سکے کہ کس صحابی کی روایت ہے اور جس کتاب سے بھی روایت کرتے ہیں صرف اتنا ہی لکھا ہوا ہوتا ہے کہ کتی

بعض الروایات۔ یروی۔ جاء وغیرہ اسلیئے اس غیر مستند حدیث کا احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ اتہام نمبر ۶ میں گذر چکا ہے کہ حافظ ابن قیم نے مدارج السالکین میں حضور انور کی رسالت عامہ بیان کرتے ہوئے یہ لفظ لکھدیئے ہیں اور اپنی طرف سے حدیث لوکان موسیٰ میں عیسیٰ کو بھی درج کر دیا ہے جسکو ناظرین نے حدیث نبوی سمجھ لیا ہے حالانکہ بالکل غلط ہے اولاً اس وجہ سے کہ حافظ ابن قیم نے اس فقرہ کو روایۃً نہیں لکھا۔ ثانیاً اس وجہ سے کہ اس فقرہ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مسئلہ لکھدیا ہے۔ اگر وفات مسیح کا استدلال اس قول سے قائم ہو سکتا تو حافظ صاحب ساتھ ہی قول حیات مسیح نہ کرتے ثالثاً اس وجہ سے کہ اس قول کے ماقبل و مابعد کا مطالعہ کرنے سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اگر عہد رسالت نبویہ میں دنیا میں یہ دو پیغمبر بلکہ ان کے سوا کوئی اور بھی رسول ہوتے تو ان کو بھی اطاعت رسول آخر الزمان واجب ہوتی۔ رابعاً اس وجہ سے کہ راوی۔ جاء وغیرہ ایسے لفظ اقوال الرجال پر بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ اس لیئے اس جگہ بھی مراد قول ابن قیم ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ یہ قول رسول ہے۔ اب قول الرجال سے قول النبی کو مسترد کرنا بے ایمانی ہوگی۔ خامساً اس وجہ سے کہ یواقیت میں گو لفظ عیسےٰ درج ہے مگر امام شعرانی نے اس موقعہ پر فتوحات کا حوالہ دیا ہے اور یہی مقام جب فتوحات سے دیکھا گیا ہے۔ تو اس میں لفظ عیسےٰ درج نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلطی سے کسی مصحح نے طباعت کے وقت درج کر دیا ہے یا کسی دوسرے مہربان نے یہ زیادتی کی ہے۔ کیونکہ بقول مصنف عقیدہ اسلام اس کے قلمی نسخہ میں صرف موسیٰ کا لفظ ہے۔ عیسےٰ کا لفظ وہاں موجود نہیں ہے۔ بہر حال ایسے مشتبہ قول سے ابن کثیر۔ امام شعرانی۔ شیخ اکبر۔ اور نواب صدیق الحسن خان وغیرہ کو متہم کرنا انصاف نہیں ہے کیونکہ ان بزرگوں نے حیات مسیح کے اثبات میں دوسرے مقامات پر بڑے زور سے کام لیا ہے۔ خدا تعالیٰ ان چالبازوں سے بچائے جو اسلام میں رخنہ اندازی کے درپے ہو کر لوگوں کے سامنے جھوٹ کو سچ کر دکھلانے کی کوشش کرتے ہیں تعجب ہے کہ کشاف کی بھی پوری عبارت نہیں لکھی۔ تاکہ دھوکہ دہی میں کسر باقی نہ رہے۔ دیکھیئے اصل عبارت یوں ہے:۔

انی متوفیك ای مستوفی اجلك ومعناه انی عاصمك من ان تقتلك الكفار ومؤخرك الی اجل كتبته لك ومميتك حتف انفك لاقتلا بايديهم ورافعك الی سمائی ومقر ملائكتی

اتہام نمبر ۱۲۔ اور حسنؓ بن علیؓ

وفاتی فرقہ[۴۴۱] نے ایک دفعہ یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ جب ۲۷ رمضان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات ہوئی۔ تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا تھا کہ قد قبض اللیلۃ رجل لم یسبقہ الاولون۔ لقد قبض فی اللیلۃ التی عرج فیھا بروح عیسی ابن مریم علیہما السلام "یہ وہ رات ہے کہ جس میں حضرت عیسیٰ کی روح قبض ہوئی" اور یہ خطبہ صحابہ کے سامنے دیا گیا تھا جو سب نے تسلیم کیا۔ کہ حضرت مسیح وفات پاچکے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں اقوال الرجال کچھ حیثیت نہیں رکھتے اسلئے یہ روایت قابل عمل نہیں ہے۔ علاوہ بریں یہ روایت طبقات الکبریٰ لمحمد سعد سے لی گئی ہے جو یورپ میں چھپی ہے اسلئے ممکن ہے کہ اصل عبارت یوں ہو۔ کہ عرج فیھا بروح اللہ عیسی ابن مریم علیہ السلام اور یہ تاویل قرین قیاس بھی ہے کیونکہ آپ نے حضرت علیؓ کے لئے قبض کا لفظ استعمال کیا ہے اور حضرت عیسیٰ کیلئے لفظ عروج کا۔ اب اس تفنن عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عروج بالروح سے مراد رفع جسمانی ہے کیونکہ اسی کتاب کے جلد اول ص۲۶ پر حضرت ابن عباس کا قول درج ہے کہ وانہ رفع بجسدہ وانہ حی الان وسیرجع الی الدنیا فیکون فیھا ملکا ثم یموت کما یموت الناس (الی آخرہ) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کتاب ہٰذا کا مذہب وفات مسیح نہیں ہے اور نہ صحابہ کا اجماع وفات مسیح پر ہوا۔ اور نہ ہی عروج بروح عیسے سے انہوں نے وفات مسیح کا مفہوم سمجھا۔ سب سے بڑی بات جو اس روایت کو صحیح معنے پر لے جاتی ہے یہ ہے کہ اسی روایت میں درمنثور نے یہ لفظ نقل کئے ہیں کہ لیلۃ اسری بعیسیٰ جس رات حضرت عیسےٰ کو لے جایا گیا اور یہ بھی روایت کی ہے کہ لیلۃ قبض موسیٰ حضرت علی کی وفات اسی رات ہوئی کہ جسمیں حضرت موسیٰ کی وفات ہوئی۔ اب ان اختلافات نے تمام استدلالات کی تشریح کردی ہے کہ عروج عیسےٰ سے مراد رفع جسمانی ہے وفات نہیں ہے

اتہام نمبر ۱۳ اور حاطب رضی اللہ عنہ

مدارج النبوۃ[۴۴۲] میں لکھا ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو حضور انور نے مقوقس حاکم اسکندریہ کے ہاں بغرض تبلیغ روانہ فرمایا تھا تو اس نے آپ پر اعتراض کیا کہ تمہارے نبی کو ہجرت کرنے کی کیا ضرورت پڑی۔ کیوں نہ آپ نے کفار مکہ کے حق میں بددعا کی کہ وہ سب ہلاک ہو جاتے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو جب

یہودیوں نے صلیب پر چڑھا کر قتل کیا تھا تو انہوں نے ان کے خلاف بد دعا کیوں نہ کی تھی۔ مقوقس لاجواب ہو گیا۔" اس روایت کے رو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور یہی مذہب مصنف مدارج النبوۃ کا بھی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزائیوں نے صحیح عبارت نقل نہیں کی۔ اسلیئے اپنے ارادہ میں ناکام رہے ہیں۔ اسد الغابہ ۲۲۷ خصائص کبرے ص۱۲ اور استیعاب ۱/۱۳۲ میں اصل عبارت یوں ہے کہ ان حاطب بن ابی بلتعۃ قال لمقوقس حین اعترض علیہ انک تشھد ان المسیح نبی فمالہ اذا ارادوا صلبہ لم یدع علیھم ان یھلکھم اللہ حتے رفعہ اللہ تعالی فی السماء الدنیا فلما سمع مقوقس ھذا الکلام قال انک لحکیم جئت من حکیم حاطب نے مقوقس کو جواب دیا تھا کہ آپ بھی تو حضرت مسیح کو نبی مانتے ہیں مگر جب یہودیوں نے آپکو صلیب دینے کا ارادہ کیا تھا تو آپنے کیوں نہ ان کو بد دعا دی۔ حتے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اب اس روایت سے ثابت ہوا۔ کہ مرزائیوں نے عبارت نقل کرنے میں خیانت کی ہے اور خواہ مخواہ حاطب جیسی ہستی کو بدنام کیا ہے۔

اتھام نمبر ۱۴۲۔ اور محدثین

۴۴۳ عام طور پر وفات مسیح کا ثبوت دیتے ہوئے محدثین کو بدنام کیا جاتا ہے کہ جنہوں نے یہ روایتیں نقل کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک وفات مسیح کا مسئلہ صحیح تھا چنانچہ صحیحین میں ہے کہ لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد۔ "یہود و نصاریٰ کو خدا لعنت کرے کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا تھا۔" عیسائیوں کی قبر پرستی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ حضرت مسیح کی قبر تسلیم کی جائے اور آپ کی وفات واقع ہو چکی ہو۔ جواب میں یوں کہا جاتا ہے کہ حضرت موسے علیہ السلام کی قبر بھی معلوم نہیں تھی۔ تو یہودی کس کی قبر کو مسجد بنا کر پرستش کرتے ہوں گے صرف حضور علیہ السلام نے نشان دیا تھا کہ بیت المقدس کے پاس ہے مگر آج تک یہود نے اس پر قبضہ نہیں بنایا۔ اس طرح حضرت مسیح کی قبر بھی ابھی تک دنیا میں صحیح طور پر موجود نہیں ہے۔ انیس سو سال بعد جو کشمیر میں قبر بتائی جاتی ہے وہ بھی یسوع یا یوز آصف کی قبر بتائی جاتی ہے۔ حضرت مسیح کی قبر نہیں بتائی جاتی کیونکہ مرزائی یسوع اور مسیح الگ الگ دو ہستیاں تسلیم کرتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ قبر حضرت مسیح کی ہی تصور کی جائے۔ تو پھر بھی اس حدیث شریف سے اس کی تکذیب ہوتی ہے

کیونکہ اگر یہ قبر واقعی طور پر ہوتی تو عیسائی اس کی پرستش ضرور کرتے۔ لیکن پرستش تو کجا عیسائی اسے تسلیم ہی نہیں کرتے اب اس حدیث سے پرستش کے قبر عنوان سے وفات مسیح کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس حدیث میں نہ حضرت موسےٰ کا نام ہے اور نہ عیسےٰ کا۔ صرف قبر پرستی کا ذکر ہے یہود و نصاریٰ نے باقی انبیاء بنی اسرائیل کی پرستش گاہ بنالیا تھا۔ عیسائیوں کے نزدیک چونکہ حضرت مسیح صلیب سے اتار کر تین دن کیلئے دفن کیے گئے تھے وہی جگہ قبر قرار پا چکی تھی۔ جس کی پرستش ہوتی ہے یا حضرت مسیح کی مورتی اور نقل قبر ان کے ہاں بنائی جاتی ہے جس کو گرجاؤں میں پوجتے ہیں۔ بہرحال اس حدیث میں ایسے مجسمات یا فرضی قبریں یا دوسرے انبیاءؑ کی قبریں مراد ہو سکتی ہیں۔ جنکی پرستش کرتے ہیں اور حالات خارجی اس امر کے متقاضی نہیں ہیں کہ اس حدیث میں جبتک قبر مسیح اور اس کی پرستش تسلیم نہ کی جائے۔ اس کا صحیح مفہوم پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس طرح تسلیم کرنے سے یہ حدیث بالکل خیالی رہ جاتی ہے اور اہل اسلام کے ذمہ بڑا اتہام بنجاتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے ہوتے ہوئے قبر مسیح اور اس کی قبر پرستی کو ظاہر نہیں کیا حالانکہ ہمارے بزرگوں نے قبر پرستی کی تاریخ حضرت مسیح سے ہی چلائی ہے۔ نواب صدیق الحسن خان دین خالص ج۲ ص۳۵۶ میں فرماتے ہیں کہ قد روینا ابتداء عبادة الاصنام كانت هي تعظيم الاموات باتخاذهم آلهة والتمسح بهم والصلوٰة عندها تواریخ کلیسا ص۱۸ میں درج ہے کہ قبر مسیح پر دو سو سال بعد عرس قائم کیا گیا۔ اب یہ واقعات بتا رہے ہیں۔ کہ مسیح کی قبر پرستی کشمیر میں نہیں ہوئی اور نہ اب ہو رہی ہے اور جس قبر کی پرستش ہوتی ہے وہ بیت المقدس میں ہے اور پرستش کرنے والے آپ کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح صرف تین دن اس میں رہے تھے پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے۔ اس لیئے مرزائیوں کا یہ مطلب بالکل ثابت نہیں ہو سکتا کہ حضرت مسیح اب زندہ نہیں ہیں۔ اور آپ کی قبر کی پرستش کشمیر میں ہو رہی ہے۔

احادیث ذیل کو بھی مرزائیوں نے مطلب بگاڑ کر وفات مسیح کی دلیل بنائی ہیں کہ (١) اللہ وجدت فی السمٰوٰت آدم وادریس وموسیٰ وعیسیٰ (رواه الشیخان) ٢ لو ان اخی عیسیٰ ابن مریم کان حیاً ولو زاد یقیناً لمشی فی الهواء (رواه الحكيم عن نوح بن سلیم) ٣ ولو ان اخی عیسیٰ ابن مریم کان احسن یقیناً مما کان لمشی فی الهواء وصلی علی الماء (رواه الدیلمی عن معاذ) ٤ اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین (ترمذی) ٥ ما منکم من نفس منفوسة تاتی علیها مائة سنة وهي حية يومئذ۔

کان فیما[7] خلا من اخوانی من الانبیاء ثمانیۃ الاف ثم کان عیسی ابن مریم ثم کنت انا بعدہ (رواہ الحاکم والترمذی) ابوبکر[8] خیر الاولین والاخرین الا النبیین والمرسلین اول[9] الرسل ادم واخرھم محمد (حاکم) بعثت[10] الی الناس عامۃ۔ (رواہ احمد والنسائی) انا اکثر[11] الانبیاء تبعا یوم القیمۃ (مسلم) ما بعث[12] نبی الا شابا (رواہ ابن مردویہ) ما بعث[13] اللہ نبیا فی قوم ثم یقبض الا جعل بعدہ فترۃ و ملاء جھنم من تلک الفترۃ (طبرانی عن ابن عباس) قال[13] اللہ لعیسی ابن مریم انی باعث بعدک امۃ ان اصابھم ما یحبون حمدوا وان اصابھم ما یکرھون صبروا (طبرانی) ان[14] لکل امۃ اجلا وان لامتی مایۃ سنۃ فاذا[16] مرت لامتی مایۃ سنۃ اتاھا ما وعد اللہ بھا (رواہ الطبرانی) لم یبعث[15] اللہ نبیا الا بلسان قومہ۔ بی[16] ختم النبیون لو کان[17] بعدی نبی لکان عمر۔ علماء[18] امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ اقول[19] کما قال العبد الصالح۔ مسجدی[20] اخر المساجد۔ انا[21] اخر الانبیاء۔ انا[22] تلک اللبنۃ۔ ھذہ الاحادیث تدل علی ان المسیح ابن مریم لیس بحی وانہ لیس بنازل من السماء۔

جواباً گذارش ہے کہ حدیث اول میں حضور نے حضرت مسیح کو آسمان پر دیکھا تھا اور دوسرے انبیاء بھی اگرچہ زمین میں دفن تھے ان کو بھی آسمان پر دیکھا تھا۔ اب دفن شدہ جب آسمان پر چلے گئے تو زندہ کے چلے جانے میں کیا شک ہو سکتا ہے حضور خود زندہ تھے اور احیاء و اموات دونو سے ملاقات کر رہے تھے دوسری اور تیسری حدیث میں حضرت مسیح کا ہوا میں چلنا اور پانی پر دوڑنا اس صورت میں مذکور ہے کہ آپ کی قوت ایمانیہ انتہائی طاقت کو پہنچ گئی ہوتی۔ اور قبل الرفع اس کا وقوع نہیں ہؤا۔ اور عند الرفع بھی آپ اپنی ذاتی قابلیت سے نہیں اٹھائے گئے بلکہ آپکا اٹھایا جانا اس وعدہ کے ماتحت تھا جو خدا نے انی متوفیک ورافعک میں دیا تھا چوتھی اور پانچویں حدیث میں امت محمدیہ کی کمی عمر مذکور ہے اور حضرت مسیح بھی جب آپ کی امت میں نازل ہو کر داخل احکام شرع ہوں گے تو آپ چالیس کے قریب ہی عمر پا کر دنیا سے رخصت ہو جائینگے۔ حدیث نمبر ۶ میں حضور نے بعثت بیان فرمائی ہے کہ عیسے علیہ السلام کے بعد میری بعثت ہوئی ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلا نبی دوسرے کے بعد زندہ ہی نہیں رہ سکتا یا دو نبی ایک وقت میں زندہ نہیں رہ سکتے حدیث ۷ میں حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت کا ذکر ہے اور اس میں انبیاء کو مستثنے کیا گیا ہے پس اگر استثناء ہی ثابت ہوتا ہے کہ بعد میں نبی کوئی نہیں آئیگا تو یہ بھی ثابت ہو جائیگا کہ پہلے بھی نبی کوئی نہیں آیا تھا۔ حدیث ۸ میں حضور کو آخری نبی بتایا گیا ہے اسلئے مرزا صاحب کا دعوے نبوت غلط ہؤا اور حضرت مسیح کا نزول صحیح ہؤا کیونکہ آپ کی

بعثت پہلے ہو چکی تھی۔اس کی مثال یوں دیا کرتے ہیں کہ مثلاً زید کے چار بیٹے ہیں۔سب سے بڑا زندہ رہا۔اور باقی مر گئے۔تو کیا وہ پہلا آخری بیٹا بن جائیگا؟ نہیں آخری وہی چوتھا بیٹا تھا۔جو زندہ رہ کر مر چکا ہے کیونکہ یہ گنتی پیدائش کے رو سے شروع ہوئی ہے موت کے لحاظ سے شروع نہیں ہوئی۔نویں حدیث میں حضورؐ کی بعثت عامہ کا ذکر ہے اور اسی کے ماتحت حضرت مسیح بھی اسلامی حکومت قائم کرینگے حدیث نمبر۱۰ میں کثرت تابعداروں کی مذکور ہے کیونکہ حضرت مسیح کے تابعدار بھی نزول کے بعد آپ ہی کے تابعدار شمار ہوں گے حدیث نمبر۱۱ میں عموماً بعثت کا ذکر ہے کہ شباب میں ہوتی ہے اور حضرت مسیح بھی تیس چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تھے اور عند النزول بھی آپ کا شباب قائم ہوگا۔کیونکہ آپ نکاح کرینگے اور آپ کی اولاد بھی ہوگی۔حدیث نمبر۱۲ میں فترۃ کا ذکر ہے اور حضور کے بعد بھی فترۃ کا زمانہ شروع ہو چکا ہے۔جس میں اہل النار بھی پیدا ہو گئے ہیں اگرچہ تبلیغ بدستور جاری ہے۔ اور حضرت مسیح بھی تبلیغ اسلامی میں کوشش فرمائینگے حدیث نمبر۱۳ میں امۃ محمدیہ کا ذکر ہے جس میں آپ خود داخل ہوں گے۔اور امت محمدیہ ہی کی خدمت میں چالیس سالہ حکومت کرینگے ورنہ احکام نصرانیت جاری کر کے امت محمدیہ کو نصاریٰ نہیں بنائینگے حدیث نمبر۱۴ میں آرام کی عمر بتائی گئی ہے کہ سو سال بعد اس میں پریشانی پیدا ہو جائے گی۔ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت مسیح کے وقت بھی امن قائم نہیں ہوگا۔کیونکہ اس وقت میں بھی آپ کو مخالفین سے برسرپیکار رہنا پڑیگا حدیث نمبر۱۵ میں مذکور ہے کہ نبی کو اپنی قوم کے زبان میں احکام نازل ہوتے ہیں چنانچہ حضور کو عربی میں قرآن شریف نازل ہوا اور حضرت مسیح پر عبرانی میں انجیل اتری تھی اور جب آپ نازل ہوں گے تو تفہیم الٰہیہ سے عربی بھی سمجھ لینگے کیونکہ آپ کے عہد میں عربی اور عبرانی دو زبانیں قریب قریب علاقوں میں بولی جاتی تھیں اسلیئے دونو تقریباً ایک ہی سمجھی جاتی ہیں اب بھی یہودی عربی اور عبرانی دونو بول سکتے ہیں۔اسکے علاوہ مرزائیوں کے نزدیک جب آپ کو کشمیر،مصر،ہندوستان اور دور دراز ممالک میں سفر کرنا پڑا تھا تو ظاہر ہے کہ آپ صرف عربی ہی نہیں سیکھ چکے تھے بلکہ تمام زبانیں سیکھ چکے تھے جو ایشیا میں بولی جاتی تھیں مگر تاہم آپ پر انجیل اتری تو صرف عبرانی میں اتری تھی۔حضور علیہ السلام کے وقت میں بھی قرب وجوار میں فارسی۔عبرانی۔حبشی اور مصری وغیرہ بولیاں بولی جاتی تھیں۔مگر قرآن شریف اترا تو صرف عربی زبان میں اترا۔لیکن افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو الہام ہوتے ہیں اور وحی آتی ہے۔تو پنجابی فارسی۔عربی۔عبرانی اور

انگریزی میں آتی ہے۔ حالانکہ آپ کی قوم کی زبان صاف پنجابی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس معیار کے مطابق نبی نہ تھے حدیث نمبر ۱۲ سے بیس تک یہ بیان کیا ہے کہ آپ کی بعثت آخری ہے اور آپکے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ زندگی کے لحاظ سے بھی آپ آخری نبی ہیں کیونکہ اسلام نے بھی تسلیم کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے بعد سو سال تک یقیناً زندہ رہے تھے اختلاف صرف اتنا ہے کہ سو سال بعد بھی اب تک آپ زندہ ہیں یا نہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح بھی بعثت کے لحاظ سے پہلے ہیں۔ اور اختتام اور زندگی کے رو سے حضور کے بعد ہیں اور حضرت خضر۔ الیاس اور حضرت ادریس بھی روایات کے رو سے جب زندہ ہیں اور ان کا اختتام عمر حضرت مسیح سے بھی بعد میں ہوگا۔ کیونکہ وہ ملکوتی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور اس زندگی کا اختتام قیامت کو ہوگا۔

اتہام نمبر ۱۵۔ اور مفسرین

۲۴۴ عام طور پر یوں بھی کہتے ہیں۔ کہ مفسرین بھی وفات مسیح کے قائل ہیں اور ان کی عبارتیں جو کسی دوسرے مقام پر ہوتی ہیں۔ نقل کر کے حیران کر دیتے ہیں۔ اسلیئے ضروری ہے کہ ان کی اصلی عبارتیں حضرت مسیح کے متعلق نقل کی جائیں

الستم تعلمون ان ربنا حي وان عیسی یأتي علیه الفناء۔ (ابن جریر) مرزائیوں نے یوں تحریف کی ہے نقل اتی علیہ الفناء حالانکہ یہ کوئی موقعہ مضارع کو ماضی میں لینے کا نہیں ہے اور کوئی لغوی سند بھی پیش نہیں کی۔ عن ابن عباس رض رفعه جبریل الی السماء من الکوة (روح المعانی تحت آیة ومکروا) ورفعه منه الی السماء (روح المعانی تحت آیة انا قتلنا) عن ضحاك ان فی الایة تقدیما وتاخیرا والمعنی انی متوفیك بعد انزالك من السماء (معالم وعن قتادة ابن کثیر۔ مجمع البحار جلد ثالث مدارك۔ تفسیر کبیر۔ خازن۔ ابو السعود۔ کشاف۔ بحر محیط۔ فتح البیان) انه علم للساعة ای امارة ودلیل علی وقوع الساعة (معالم۔ کشاف۔ مدارك۔ تفسیر کبیر۔ جمل وجیز جلالین۔ خازن۔ جامع البیان۔ روح المعانی۔ ابو سعود۔ بیضاوی۔ قنوجي۔ در منثور محیط۔ بحر مواج۔ تبصیر) وفیما عهد الی ربي ان الدجال خارج ومعی قضیبان (ابن کثیر) ان عیسی لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة (ابن کثیر) فلو سلم ان المسیح اثنان ناصری وقادیانی فلناصری یقول انی نازل من السماء ولما

القادیانی فلم یقل شیئا۔ فافہم وتدبر۔ قول الحسن فی متوفیک وفاۃ المنام فرفعہ اللہ وھو نائم (ابن کثیر) فسقط ماقیل ان المیت لیس براجع لقولہ تعالیٰ انہم لا یرجعون لان الموت مرادف المنام ھھنا۔ لا اورثکم یتامی فانا اتیکم عن قلیل ... وانا حی (مسند احمد) لیھبطن عیسی ابن مریم ولیقفن علی قبری ویسلمن علی ولاردن علیہ (ابوھریرۃ ابن عساکر) یوشک من عاش منکم کانہ اشار الی خضرؑ ان یلقی عیسی ابن مریم (احمد) ینزل عیسی ابن مریم مصدقا بمحمدؐ علی ملتہ (کنز) الا انہ خلیفتی فی امتی (ابوداؤد) لن تھلک امۃ انا اولھا وعیسی اخرھا والمھدی اوسطھا (احمد وابونعیم) مرزائی اس روایت کو یوں بگاڑتے ہیں کہ مرزا صاحب نے پہلے مہدویت کا دعویٰ کیا تھا اور اخیر میں عیسیٰ بنگئے تھے یہ خاص تحریف ہے کیونکہ وہ تو مریم بھی بنگئے تھے ایکدفعہ ان کو حیض بھی آیا تھا پھر ایک دفعہ خدا بھی بنے تھے یہ سب کچھ بنتے تھے آدمی کہانتک مانتا جائیگا۔ ینزل کا معنے پیدائیش کرتے ہیں مگر یھبطن میں یہ تحریف نہیں چل سکی لیوشک ان ینزل فیکم ابن مریم علیہ السلام (رواہ البخاری) فینزل عیسی ابن مریم فیقول الامیر تعال صل بنا فیقول لا (رواہ مسلم فی صحیحہ) مرزائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم ہی امام ہوں گے امام مہدی کا وجود نہیں ہے مگر اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ یہ دو شخص ہیں اور آپ اس وقت امامت صلوٰۃ کا انکار فرماوینگے کیونکہ امام صاحب نے شروع کی ہوگی ورنہ امامت کبریٰ یعنی حکومت اسلامی اور خلافت محمدی سے انکار نہیں کرینگے یدفن مع رسول اللہ صلعم۔ فیکون قبرہ رابعا (تاریخ بخاری) لیھلن بفج الروحاء (مسلم عن ابی ھریرۃ) یتزوج ویولد (مشکوۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ فلو سلمنا ان القادیانی ھو الموعود فاین البرنس علی راسہ؟

اتہام نمبر ۱۶۔ اور اقوال الرجال

مرزائی فرقہ نام لے لیکر لوگوں کو بدنام کرتا رہتا ہے کہ اہل سنت میں سے چند ایک وفات مسیح کے بھی ٤٤٥
قائل ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے جیساکہ ذیل کی تحریرات اس کی تائید کرتی رہتی ہیں۔ قبل موتہ ای قبل موت عیسے (ترجمہ شاہ ولی اللہ مرحوم) عن ابی ھریرۃ والذی نفسی ... لینزلن عیسی ابن مریم۔ واقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتب الآیۃ (ابن حجر عسقلانی) اولی بالصحۃ ھو انہ لا یبقی من اھل الکتب بعد نزول عیسی الا آمن قبل موتہ (ابن کثیر) اما الذی قال لیؤمنن بمحمد قبل موت الکتابی مما لا وجہ لہ لانہ اشد فسادا مما قیل لیؤمنن قبل موت الکتابی لانہ خلاف السیاق والحدیث فلا یقوم حجۃ بمحض الخیال فالمعنی لیؤمنن بعیسی قبل موت عیسی (ابن جریر)

فاندفع ما قيل ان عيسى قد مات وصلب فى قول النصارى (ابن كثير) واما الرواية عن ابن عباس متوفيك مميتك فضعيف

لان راويه على بن طلحة لم يثبت سماعه عن ابن عباس وانما اخذه عن مجاهد عن ابن عباس لو ضربت عنقه لم تخرج نفسه

حتى يؤمن بعيسى فهو مدلس لم يسمع التفسير كله عن مجاهد بل عن قاسم بن ابى بزة ورواه مدلس وهو من السادسة

(ميزان وتقريب) واما محمد بن حميد قال حدثنا ابن نميلة يحيى بن واضح نا الحسين بن واقد عن يزيد النحوى عن عكرمة

عن ابن عباس لا يموت اليهودى حتى يشهد ان عيسى عبد الله ورسوله ولو عجل عليه بالسلاح قال الذهبى محمد

بن حميد ضعيف كثير المناكير (ابن ابى شيبة) فيه نظر (بخارى) اشهد انه كذاب (كوسج) كنا نتهمه

ما رايت اجرأ على الله منه كان يقلب الحديث (صالح) (ميزان ج٣) متوفيك اى متمم عمرك وذاهبك الى

سمائى وعاصمك عن ان يتمكنوا من قتلك (رازى) مستوفى اجلك (كشاف) لما خطر ببعضهم ان الله

رفع روحه لا جسده ذكر انه رفعه بتمامه اذ تايد بقوله لا يضرونك من شئ (رازى) لما زعم النصارى ان الله

رفع روح عيسى وبقى فى الارض ناسوته رد الله عليهم برفعه بجسده وروحه جميعا الى السماء (خازن) آخذك

وافيا بروحك وبدنك فيكون ورافعك كالمفسر له (روح المعانى) متوفيك يدل على حصول التوفى اصعادا

او موتا ورافعك تعيين له (لم يكن تكرارا) اجلك كالمتوفى فى انقطاع الخبر (رازى) انى متوفيك

عن شهواتك وحظوظ نفسك فصار حاله كحال الملائكة فى زوالها (مفاتيح الغيب ج٢) متوفى عملك فبشره

الله تعالى بقبول طاعته واعماله (رازى) عن الربيع منيمك على حد قوله يتوفكم بالليل (معالم ودر منثور)

وما قيل فى الدر المنثور عن وهب او ابن اسحاق ان الله توفاه سبع ساعات او ساعات ثلث من نهار ثم رفعه

الله افتراء وبهتان ليس الا زعم النصارى (روح المعانى) عن ابن عباس مميتك قال ابن رحيم لم يسمع على

بن طلحة التفسير عن ابن عباس وله اشياء منكرات (ميزان) بين على وابن عباس مجاهد لم يسمعه منه

(تهذيب التهذيب) ارسل على عن ابن عباس ولم يره (تقريب) قال البخارى ما ادخلت فى كتابى الا صحيح المراد منه

الاحاديث المسندة دون التعاليق والآثار الموقوفة على الصحابة ومن بعدهم والاحاديث المترجم بها ونحو ذلك

(فتح المغيث) قال القرطبى ان الله رفعه من غير وفات ولا نوم وهو اختيار الطبرى وابن عباس (روح المعانى) فرد

ما قيل ان الكرمانى قال مميتك عند ابن عباس (عمدة القارى ٥٣/٨) الصحيح رفع عيسى الى السماء من غير وفات

كما رجحه اكثر المفسرين واختاره ابن جرير (ابو السعود) اتفق اصحاب الاخبار والتفاسير على رفعه ببدنه حيا انما اختلفوا في انه مات
قبل الرفع او نام (تلخيص الحبير) قد تواترت الاخبار بنزول عيسى حيا جسما اوضح ذلك الشوكاني في مؤلف مستقل وصحح هذا القول القرطبي
(فتح البيان) اجمع الامة على ما تضمنه الحديث المتواتر من ان عيسى في السماء وانه ينزل في آخر الزمان (بحر محيط) الاجماع على انه حي في السماء
(وجيز) الدليل على نزول عيسى قوله تعالى وان من اهل الكتاب (توضيحات) القول الصحيح بانه رفع وهو حي (ارشاد الشافي) ان الله رفعه وهو
حي في السماء الرابعة (فتوحات مكيه) فائدته نعم ما قيل ان الشيخ قائل بوفاته لانه قال اتصل روحه عند المفارقة عن العالم السفلي بالعالم
العلوي (تفسير الشيخ) فلما توفيتني رفعتني الى السماء واخذتني وافيا وما قيل انه رفعه بعد الوفاة فليس بشئ (فتح البيان) قبضتني
بالرفع الى السماء كما يقال توفيت ماله اذا قبضته روى هذا عن الحسن وعليه الجمهور وعن الجبائي امتني وادعى انه رفعه بعد موته
وعليه النصارى (روح المعاني) فلما رفعتني فالمراد به وفاة الرفع (خازن) توفيتني بالرفع الى السماء كقوله اني متوفيك ورافعك
فان التوفي اخذ الشئ وافيا (البيضاوي) المراد وفاة الرفع الى السماء (رازي) ذهب الجمهور فلما توفيتني اذا كان يوم القيمة وقيل هذا
القول عند رفعه الى السماء الاولى والاول اولى (فتح البيان) ثم قال المرزا في ازالة ٦٠٢ انهم لا يستحيون اذ يجعلون الماضي بمعنى
المضارع مع اذ اذ يجعله مختصا بالماضي فمردود اذ اذ قد يفيد الظرفية كقوله تعالى ولو ترى اذ وقفوا على ربهم وقال
ابن كثير روى ابن عساكر عن موسى الاشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان يوم القيمة يدعى بعيسى عليه السلام فيذكر
نعمه ثم يقول ءانت قلت للناس الاية حكى ابن اسحاق عن قتادة عن الحسن ان الضمير في قوله انه علم للساعة لعيسى فان السياق
في ذكره كذا عن مجاهد وابي هريرة وابن عباس وابي العالية وابي مالك وعكرمة والحسن وقتادة وضحاك وغيرهم (ابن كثير)
وانه اي خروج عيسى قبل القيمة اخرجه الحاكم وابن مردويه عن علي وابي هريرة مرفوعا (فتح البيان) معالم كشاف وغيرهم من التفاسير (ومن
المقربين) اشارة الى انه رفعه الى السماء (ابو سعود) فيه تنبيه على علو مرتبته وانه رفعه الى السماء (فتح البيان) كونه من المقربين رفعه الى السماء وصحبته
الملائكة (كشاف) كان اختصاصه عن سائر البشر بالولادة من غير اب وبالعلم بالمغيبات وبالرفع الى السماء (رازي) قد اجمعت الامة على نزوله
ولم يخالف فيه احد من اهل الشريعة سوى الفلاسفة الملاحدة ممن لا يعتد بخلافه وليس ينزل بشريعة مستقلة عند النزول وان كانت النبوة قائمة به (سفاريني)
من قال ان بعد محمد نبيا غير عيسى فانه لا يختلف اثنان في تكفيره (ابن حزم في الفصل ٢٩/٣ ١٨٠/٢ ٣٥/٢ ٤٤/١) فلا يفهم ما قيل ان ابن حزم قائل بوفاته (حاشية جلالين)
ويرد ما فهم من قوله ان النبي راى الانبياء وحاله المعراج (فصل ٤/١) بينما انا في قيامه يستمعون لاقامة الصلوة فتغشاهم غمامة
فاذا عيسى قد نزل (الامام مالك في العتبية) غير ما قيل انه قائل بموته (مجمع البحار ٢٨٦) وكذا انه رفع الروح عيسى المرتضى حاشية في المعراج (ابن قيم)

فرد ما قیل انہ قائل بوفاتہ اذ قال انما استقرت ارواحہم بعد مفارقۃ البدن (زاد المعاد[۳۰۱]) وقال اما ما یذکر عن المسیح انہ رفع ولہ ۳۳ سنۃ

فھو قول النصاری (زاد المعاد[۱۹]) الاحادیث الواردۃ فی نزولہ متواترۃ (کتاب الاذاعۃ للشوکانی) لو کان موسٰی و عیسٰی حیین فی

الارض، لکانا من اتباعہ و اذا نزل عیسٰی فانما یحکم بشریعۃ محمدؐ (مدارج السالکین لابن قیم) وجاعل الذین اتبعوک سیظہر غلبۃ

المسلمین علی النصاری عند نزول المسیح (الجواب الصحیح لابن تیمیۃ) عن کعب اذ سمعوا صوتا فی الغلس اذا بعیسٰی علیہ السلام وتقام الصلوۃ

فیرجع الامام ویقول لہ عیسٰی تقدم فلک اقیمت الصلوۃ ثم یکون امام المسلمین بعد (مرقاۃ) فلما توفیتنی التوفی ھو الرفع (تفسیر مظہری)

ان عیسٰی یاتی علیہ الفناء (ابن ہشام) نصاری مصر و الشام لا یقولون بصلبہ بل یقولون برفعہ بجسدہ وان نزولہ من اشراط الساعۃ (الجواب)

نصاری سوریا اقربہم الی العلم بالصلب واھل مصر کک فشہادتہم احق بالقبول۔ وانکرہم نسخ فرق منہم (الفارق) ان بطریق

القسطنطینیۃ فوطس نقل عن کتاب سیر الحواریین ان عیسٰی لم یصلب بل انما صلب مکانہ آخر (چراغ علی) انما الصلب من

مخترعات بولس و اتباعہ الذین لم یروا المسیح (دی یونس) کان اصل العبارۃ فی سفر دانیال ان المسیح یقع السبی فی قتلہ والآخر

فحرفوھا ان المسیح یقتل (عقیدۃ الاسلام[۱۵۳]) عاش عیسٰی خمسا و عشرین سنۃ ومائۃ ای قبل الرفع (ما ثبت بالسنۃ) ومن قال ان عیسٰی

بنزلہ بروزا وھو مردود (اقتباس الانوار)

نواب صدیق الحسن خانصاحب[۴۴۶] کے ذمہ وفات مسیح کا قول لگایا گیا ہے کیونکہ آپ نے حدیث عاش مایۃ ۴۴۶

وعشرین سنۃ نقل کی ہے حالانکہ انہوں نے اس حدیث کو عند الرفع عمر عیسٰے پر دلیل بیان کی ہے اور اپنی

کتاب حجج الکرامۃ میں نزول مسیح کا مستقل ذکر کیا ہے اور ترجمان القرآن تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ ہے اس میں ممات

الانبیاء کلھم (۱۳پ۵) اگر مذکور ہے تو حضرت عیسٰے کا اس میں نام نہیں ہے۔ علی الہجویری معروف داتا گنج بخش کے

ذمہ بہتان لگایا گیا ہے کہ آپنے کشف المحجوب میں وفات مسیح کا قول کیا ہے حالانکہ اس میں صرف اتنا مذکور ہے

کہ حضور شب معراج میں حضرت مسیح کو دوسرے انبیاء کی صف میں ملے تھے اب اتنی بات سے یہ سمجھ لینا کہ دوسروں

کی طرح وہ بھی وفات پا چکے تھے کمال خوش فہمی ہوگی۔ تفسیر محمدی[۲۴۷] منزل اول میں یہ لفظ مذکور ہیں "موت عیسٰے

نوں ہوئی" مگر اس نے کسی کا قول نقل کیا ہے۔ اپنا مذہب بیان نہیں کیا۔ لطائف القرآن میں مذکور ہے وجب

نزولہ بعد زمانہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ تناسخ کے طریق مرزا صاحب میں حضرت مسیح جنم لینگے بلکہ یہ مراد

ہے کہ ان کا نزول جسم ملکوتی میں ہوگا۔ اور یہ قول خلاف عقیدہ اسلام ہے۔ امام قسطلانی نے عاش

اربعین سنۃ روایت کیا ہے زرقانی نے قول نصاریٰ ۳۳ سال عمر بیان کی ہے اصابہ مستدرک اور حاشیہ

جلالین میں ۱۲۰ سال کی عمر مذکور ہوئی ہے حضرت عائشہ رضؓ سے بھی یوں منقول ہے مگر یہ تمام اختلافات عمر عند الرفع میں ہیں۔ آپ کی تمام عمر کسی نے نہیں بتائی۔ تفسیر توضیح المجید میں اگر لفظ توفی کا معنے موت کیا ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس مفسر نے وفات مسیح کا قول بھی کتاب اللہ سے کیا ہے۔ حضرت خواجہ محمد پارسا نے اگر حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ ذکر کی ہے تو ان کو دھوکا لگا ہوا ہے ورنہ یہ ابن قیم کا قول ہے۔ حدیث نہیں ہے کما مر۔ خاقانی نے کہا ہے کہ کجا عیسےٰ مریم کہ مردہ زندہ میکرد۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اب دنیا میں نہیں ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ آسمان پر بھی زندہ نہیں ہے۔ یبذی شارح دیوان کا قول ہے کہ روح عیسے درمھدی بروز کند و نزول عیسے مراد ازہمیں بروز است یہ عبارت مرزائیوں کو سخت مشکلات میں ڈالتی ہے کیونکہ مرزا صاحب نے دعاوی میں لا مھدی الا عیسےٰ کہہ کر مہدی کا انکار کیا ہے اور اس عبارت میں عیسےٰ کا انکار کیا ہے ورنہ ہمارے نزدیک یہ قول مردود ہے کیونکہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے احمد مُقری مالکی کا قول ہے کہ انما کان الامام منا لئلا یخالف قولہ علیہ السلام لا نبی بعدی نفح الطیب ۱۵۵ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام مہدی امت محمدیہ میں پیدا ہونگے اور نبی ہونے کا دعویٰ نہ کرینگے۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے مہدی ہو کر مسیحیت کے پیرایہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے بستان ۲۳۵ میں آپ کی عمر ۳۳ روایت کی ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ آپ نے یہ ساری عمر گذاری بھی ہے اسلئے اس قول سے وفات مسیح پر استدلال قائم کرنا صحیح نہیں ہے سید مظہر حسن سہارنپوری التہذیب المبین میں لکھتے ہیں کہ حضور نے شب معراج میں انبیاء کی روحیں دیکھی تھیں۔ مگر یہ نہیں تصریح کی کہ حضرت عیسےٰ کو بھی روحانی حالت میں دیکھا تھا۔ حالانکہ وہ تو پہلے ہی روح کہلاتے تھے اسلئے وفات کا الزام سید صاحب پر نہیں لگ سکتا مولوی غلام حیدر اور علی نے خطبات الجمعہ میں کہا ہے کہ عیسےٰ کہاں ہارون کہاں اور ہم بھی کہتے ہیں کہ عیسےٰ کہاں کیا اس سے وفات مسیح ثابت ہو گی؟

مولوی محمد جان لکھتے ہیں سنو یار و جویں اگلے سدھارے۔ نہ مڑکے ول ساڈے مڑکے آئے یعنے جو مر گئے ہیں وہ نہیں مڑے مگر حضرت مسیح نہیں مرے۔ مولوی غلام رسول کا قول ہے گئے سب چھوڑ یہ فانی اگر دانا و نادان ہے۔ فقیر اللہ صحاف کا قول ہے کہ از اولیاؤ اتقیا و از اصفیا و انبیاء۔ رفتند ازیں دار الفناء انا الیہ راجعون خطبات حنفیہ میں ہے آدم سے اب تک جس قدر پیدا ہوئے وخت و پدر۔ جب کر چکے عمریں بسر ہو کر فنا جاتے ہے

ان اقوال کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر یہی حال ہے کہ لوگ مر گئے ہیں سر سید نے اگرچہ وفات مسیح کا قول کیا ہے تو وہ مرزائیوں کا دادا ہے ورنہ اہل سنت والجماعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قاضی غلام محی الدین امام بٹالہ نے مسیح کی عمر اگر ۱۳۰ سال لکھی ہے تو عند الرفع مراد ہوگی ورنہ اس کا قول حجت شرعی نہیں ہے۔ اسی طرح یوں کہنا بھی بے فائدہ ہے کہ مولوی انشاء اللہ ایڈیٹر وطن نے متوفیک کا معنے ممیتک کیا ہے یا سید رشید رضا نے رسالہ منار میں لکھا ہے کہ التوفی معناہ الموت حقیقۃ اذھو المتبادر یا ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار نے لکھا ہے کہ مسیح نے موت کا پیالہ پی لیا ہے۔ یا ایڈیٹر المنیر غلام حسین کا قول ہے کہ تمام انبیاء مر گئے ہیں (۱۲ نومبر ۳۴ء) یا شجاع اللہ ایڈیٹر رسالہ الملۃ میں لکھتا ہے کہ وفات الانبیاء کلہم حق یا ابوالکلام نے کہا ہے کہ وفات مسیح کا قول حق ہے (پیغام صلح ۳۲ء) یا مولوی چراغ علی وخرم علی نے کہا ہے کہ وفات مسیح ہو چکی ہے وغیرہ وغیرہ ایسے اقوال ہیں کہ جو اسلامی حیثیت سے حجت شرعی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ صراحۃً اجماع امت۔ قرآن وحدیث اور تحقیق اسلام کے خلاف ہیں اسی طرح اگر مولوی عبد السمیع رام پوری نے انوار ساطعہ میں لکھا ہے کہ روح عیسے اور روح ادریس نے آسمان پر دو ہزار سال کی مسافت طے کی ہے تو اس کا مطلب یوں ہے کہ وہ دونوں ابھی تک زندہ ہیں ورنہ مردوں کی روحوں کی رفتار کا ذکر کبھی کسی نے نہیں کیا مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے براہین قاطعہ ۲ میں لکھا ہے کہ ثبت اجتماع ارواح الانبیاء فی البیت المقدس وایضاً قال انزوت ارواح الانبیا الی البیت المقدس لیلۃ المعراج اور حضرت عیسے خود روح تھے تو پھر یہ قول حیات مسیح کے خلاف نہ ہوا مصنف التاویل الحکم شرح تنشأ فصوص الحکم میں مذکور ہے کہ فالمسیح میت کما فی التوریۃ مگر یہ مذکور نہیں ہے کہ المسیح مات اسی طرح "اسی طرح کچھ نہ پھول" کے مطابق باقی اقوال بھی رہنے دو ان سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اخیر میں حضرت مرزا صاحب کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ جس میں انہوں نے جب وہ مسلمان تھے اقرار کیا ہے کہ حیات مسیح کا قول صحیح ہے اور خلیفہ نور الدین نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ اذ قال اللہ یا عیسی انی متوفیک خدا نے فرمایا ہے کہ اے عیسے میں لینے والا ہوں۔ اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف تصدیق براہین احمدیہ از طرف نور الدین بھیروی۔ انی متوفیک میں تجھے پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا (براہین ص۵۱۹) اے عیسے میں تجھے کامل اجر بخشوں گا۔ یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا (براہین ص۵۵۶) پھر براہین ص۳۶۱ میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح

ـــــ یعنی عیسے مسیح کول یعنی پاس ہی کشمیر میں ہے کچھ پھول یعنی زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے ۱۲

نے کہا تہا کہ میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دیگا۔ اور علم دین کو برتبہ کمال پہنچا دیگا۔
سو حضرت مسیح انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمان میں جا بیٹھے براہین ص۳۶۹ میں ہے کہ مسیح ایسے ایسے دکھ
اٹھا کر باقرار عیسائیوں کے مرگیا۔ اور براہین ص۴۹۹ میں لکھتے ہیں کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ یہ آیت جسمانی
اور سیاست کے طور پر حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لائینگے قرآن کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع اطراف و آفاق
میں پھیل جائیگا۔ توضیح المرام ص۳ میں لکھا ہے کہ "اب ہم صفائی کے ساتھ بیان کرنے کیلیئے یہ لکھنا چاہتے ہیں۔ کہ
بائیبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا
تصور کیا گیا ہے۔ وہ دو نبی ہیں ایک یوحنا جن کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے اور دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ
اور یسوع بھی کہتے ہیں"۔ اب مرزائی بتائیں کہ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے وفات مسیح کا قول کیوں کیا جاتا ہے
کیا صرف اسلیئے کہ مرزا صاحب نے عقیدہ بدل دیا تہا یا اس لیئے کہ یہ تحقیق اسلامی تصریحات کے خلاف تہی؟ نہیں
بلکہ اسلیئے کہ مرزا صاحب اور خلیفہ نورالدین نے اسلام چھوڑ دیا تہا اور اپنے آپ کو فلاسفہ ملاحدہ میں شامل کر کے
ایک نئے اسلام کی بنیاد ڈالی تہی جو کسی طرح بھی اہل اسلام کے نزدیک معتبر نہیں ہے ؛

(۱۹) مباحثات مرزائیہ

توفی

۴۴۷ (۱) توفی[۴۴۷] کا لفظ قرآن شریف میں ہر جگہ موت کے معنے میں استعمال ہوا ہے بالخصوص جبکہ اس کا فاعل
خدا ہو مفعول انسان اور باب تفعل ہو اس اصول سے متوفیک کا معنے ممیتک ہوا۔ (ج) (
اپنی طرف سے ایسے قیود لگانا لغت کے رو سے ناجائز ہے عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جہاں کہیں کسی لفظ
کی سند محاورات عرب سے پیش کی جاتی ہے وہاں فاعل۔ مفعول یا باب کی تخصیص نہیں کی جاتی ابھی
ہم دکھائینگے کہ صلب کی معنے میں مرزائی محاورات پیش کرتے ہیں تو کسی قسم کی ایسی خصوصیت
پیش نہیں کرتے ورنہ ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ رفع کا لفظ توفی کے بعد یا تو خود توفی کا لفظ رفع سے پہلے
ضرور زندہ آسمان پر اٹھا لیے جانے کے معنے میں استعمال ہوتا ہے اگر مرزائی اپنے دعوی پر انعام کا اشتہار
دیتے ہیں تو ہم بھی اعلان کرتے ہیں کہ اگر ہماری شرائط کے ماتحت توفی یا رفع کا معنے موت یا رفع مراتب

کے معنے کہیں دکھایا جائے تو ہم بھی جو چاہیں انعام دینے کو تیار ہیں۔ اور اگر ایسی خصوصیات سے آزاد ہو کر تحقیق کرنا مقصود ہے تو یہ معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ توفی کا اصل وفا ہے۔ موت نہیں جسکا مفہوم قبضُ الشیئ وافیاً پورا پورا لینے کے ہیں۔ جیسے تَوَفَّیتُ مَالَہٗ میں نے اسکامال وصول کرلیا توفیت عَدَدَ الْقومِ میں نے اس کی پوری پوری مردم شماری کرڈالی (شعر)

ان نبی الادرد لیسوا من احد ولا توفاھم قریش فی العدد

نبی ادرد کوئی ہستی نہیں رکھتے اور نہ ہی قریش نے ان کو اپنی مردم شماری میں لیا ہے یا اس کا مفہوم نیند وغیرہ بھی ہوتا ہے جیسے قال ابو نواس شعر فلما توفاہ رسول الکری ودبت العینان فی الجفن۔ جب نیند کا قاصد آگیا۔ اور آنکھوں نے پلکوں کے نیچے چلنا شروع کیا۔ قال الزجاج فی قولہ تعالے حتی اذا جاءتھم رسلنا یتوفونھم کہ جب ہمارے فرشتے کفار کو عذاب دینے آتے ہیں۔ وقیل بمعنے یسألونھم اور یا ان سے سوال کرتے ہیں۔ اب ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ توفی کا معنے سوال۔ وصول۔ نیند مردم شماری۔ وصولیت اور عذاب وغیرہ بھی ہے اب ہم مرزائی شرائط کے ماتحت بھی توفی کا معنے غیر موت دکھاتے ہیں۔ اوّل اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نفسوں کو موت کے وقت قبض کرلیتا ہے۔ اور یہ معنے صحیح نہیں ہو سکتا۔ ان کو موت کے وقت مار ڈالتا ہے کیونکہ روح اور جسم میں مفارقت کا نام موت ہے۔ اب جو ایک دفعہ جدا ہونے کے وقت دوبارہ جدائی کیسے ہوگی؟ دوم۔ یتوفٰکم باللیل رات کو خدا تم کو نیند دیتا ہے۔ نہ یہ کہ مار ڈالتا ہے۔ ورنہ ہر روز صبح لوگوں کی جائداد ورثہ میں تقسیم ہو جایا کرے۔ اور بیوی دوسرے کے گھر چلے جائے۔ سوم تاج العروس میں ہے۔ توفاہ اللہ ادرکہ الموت یعنے اسکو موت آگئی۔ یہ معنے نہیں کہ وہ مرگیا۔ اور ان دو معنوں میں فرق ہے چھارم صحاح میں ہے کہ قبض روحہ خدا نے اسکی جان کو قبض کرلیا۔ نہ یہ کہ اسکو مار ڈالا کیونکہ یہ مفہوم بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ جیسے کَسَّرتہٗ فَانْکَسَرَ میں نے اسے توڑا اور توڑنے کے بعد وہ ٹوٹ گیا چھارم مرزا صاحب نے براہین کے باب اوّل میں ص۵۱۹ پر اپنے الہام لکھے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے مجھے کہا ہے یا احمدی۔۔۔۔۔ انی متوفیک ورافعک پھر اس کا اردو میں خود ہی ترجمہ بھی کیا ہے کہ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور

اپنی طرف اٹھاؤں اور مرزائیوں کو اہل اسلام پر غلبہ دوں گا" ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ یہ الہام پورا ہوا یا نہیں۔ ہم تو صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ اس الہام میں متکلم خدا تعالیٰ ہے اور مخاطب مرزا صاحب ہیں اور خدا نے آپ پر توفی کا لفظ حسب شرائط مرزائیہ استعمال کیا ہے اور مخاطب مرزا صاحب نے اپنے الہام کا خود ہی تکمیل نعمت سے ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ حسب شرائط مرزائیہ بھی توفی کا معنے ہر جگہ موت یا قبض تام یا قبض ناقص نہیں ہے اب اگر یہ عذر کیا جائے کہ براہین کے وقت مرزا صاحب حیات مسیح کے قائل تھے اور اس خیال کے دباؤ سے آپ نے یہ معنے کر لیا تھا تو ہم کہیں گے۔ کہ اس الہام میں حضرت مسیح کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ صرف مرزا صاحب سے باتیں ہو رہی ہیں اور آپ کو مسیح بنایا جا رہا ہے اور طرح طرح کی امنگیں پیدا کی جا رہی ہیں کہ تمہیں رفعت ہوگی اور مرزائی غیروں پر فوقیت پائینگے۔ انہی امید افزائیوں کے مطابق توفی کا ترجمہ بھی تکمیل نعمت کے سوا کرنا مرزا صاحب نے پسند نہیں کیا تھا اور انہی امیدوں کی امنگ میں آپ کے قلم سے تکمیل نعمت کا وعدہ لکھا گیا نہ اس دباؤ سے کہ اس وقت مرزا صاحب حیات مسیح کے قائل تھے۔ سوچو اور خوب غور کرو۔ کہ مرزا صاحب کو وعدہ موت کے وعدہ دینے میں کچھ خوبی ہی پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اِدہر اُدہر تو غلبہ اور کامیابی کا وعدہ دیا گیا تھا اور اگر بیچ میں موت کا ہی وعدہ کیا جاتا تو سارا لطف جاتا رہتا اور کلام بے جوڑ بن جاتا اخیر میں ہم یوں بھی کہتے ہیں کہ اگر بالفرض عقیدہ تبدیل ہو چکا تھا تو اس کا یہ معنے نہیں ہے کہ الہامی زبان بھی غلط ہو گئی ہے کیا جو کتاب منسوخ ہو جاتی ہے وہ محاورات کے رو سے غلط ہی ہو جاتی ہے؟ اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ تنسیخ اور چیز ہے اور تغلیط اور ہے اب اگر نسخ اور غلط کو ہم معنے تصور کیا جائے تو اس الہامی عبارت میں ماننا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کا ملہم اس وقت عربی الفاظ بیجا اور غلط طور پر استعمال کرتا تھا اگر اسکو معلوم ہو جاتا کہ توفی سے موت کا مفہوم ہی مراد لیا جاتا ہے تو کبھی مرزا صاحب کو توفی کا وعدہ نہ دیتا۔ بلکہ اس جگہ صاف یوں کہتا کہ یا احمد ِی انی مُکمِلُ نِعمَتِیْ عَلَیْکَ میں تجھ پر اپنی نعمت مکمل کرنے والا ہوں۔ اگرچہ توفی اپنے اصلی مفہوم (موضوع لہٗ) میں موت کا ہم معنے نہیں ہے کیونکہ موت نفس اور جسم کے باہمی تعلق کو توڑنے کا نام ہے مگر عام محاورہ میں قرآن شریف موت کی جگہ استعمال

کرتا ہے تو آیت زیر بحث میں وہی معنے کیوں نہ لیا جائے گا؟ لفظ توفی کی نظیر لفظ یقین ہے عام محاورات
میں اس کا معنے پختہ اعتبار کا ہے۔ جیسا عین الیقین اور حق الیقین مذکور ہے مگر صرف ایک جگہ میں موت
کا معنے بھی لیا گیا ہے کہ واعبد ربك حتی یاتیك الیقین۔ تادم مرگ خدا کی عبادت کرو۔ اسیطرح توفی
کا لفظ قرائن کے ماتحت گو موت کا معنے دیتا ہے مگر صرف ایک جگہ متوفیك میں چونکہ رافعك کے ساتھ مستعمل
ہوا ہے اپنے اصلی معنے میں استعمال کیا گیا ہے اس کے نظائر اور بھی بہت ہیں۔ دیکھیئے موت کے معنے میں یہ
فقرے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ انتقال ہوگیا۔ وصال ہوگیا۔ صعود ہوا۔ خدا کی طرف گیا۔ رخصت ہوگیا۔ مضی
لسبیلہٖ۔ قضی نَحْبَهٗ انتقل الی رحمۃ اللہ وغیرہ اب یہ لفظ اپنے اپنے اصلی معنے کے رُو سے موت کے معنے میں
استعمال نہیں ہوسکتے مگر لازمی معنے عام محاورات میں مردہ کے بارے میں اس کا معنے موت ہی لیا جاتا ہے۔
مگر جب کسی خاص تعین زندہ پر استعمال کیئے جائیں۔ تو وہاں موت کا معنے سمجھنا بیوقوفی ہو گا۔ مثلاً ہم اپنے
مہمان کے متعلق یوں کہتے ہیں کہ یہاں سے رخصت ہوگیا۔ دوست ملے تو کہیں گے کہ وصال یا وصل محبوب ہوگیا
ہے۔ پٹواری تبدیل ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ منتقل ہوگیا ہے انتقال اراضی میں بھی یہی لفظ مستعمل ہے
بہر حال ایسے مشتبہ الفاظ کے استعمال میں پہلے فیصلہ ہونا ضروری ہے کہ آیا وہ انسان زندہ ہے یا مرچکا ہے
اس کے بعد توفّی وغیرہ کا استعمال صحیح ہوگا۔ ورنہ اگر غور سے دیکھا جائے تو توفی وغیرہ کے لفظ سے نہ زندگی ثابت
ہوسکتی ہے اور نہ موت۔ اسکی نظیر کَشْفَ عَنْ سَاقٍ ہے اس کا معنے پنڈلی سے کپڑا اٹھانا مراد ہو گا کہ جب کسی نے
واقعی پاؤں ننگے کیئے ہوں گے۔ اور کمال ہوشیاری یا کمال تشدد کا مفہوم سمجھا جائیگا۔ جب کہ کسی نے محنت سے
یا تشدد سے کام لینا شروع کیا ہو اور اس وقت پاؤں کا ننگا کرنا یا ڈھانپے رکھنا ملحوظ نہیں ہوتا۔ اور جب تک کسی
خاص موقعہ کی تعیین نہ ہولے کشف ساق کا استعمال جائز نہیں ہے ورنہ یہ لفظ اپنے معنے میں مشتبہ رہیگا۔ ایسے
الفاظ کے لفظی معنے یا موضوع لہ مطابقی کو حقیقت کہتے ہیں۔ اور دوسرے معنے کو محاورہ یا مجازی یا کنایہ کہتے ہیں
حقیقت اور کنایہ کا ایک ہی طرح استعمال کرنا غلط ہوگا۔ (۲) یقین کا معنے آیت پیش کردہ میں بھی پختہ علم کی
ہوسکتے ہیں۔ اور معنے یوں ہوسکتا ہے کہ خدا کی عبادت یہاں تک کرو کہ درجہ غیب سے اور مرتبہ شک سے نکلکر
درجہ یقین اور مشاہدہ تک پہنچ جاؤ (ح) ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں یقین کا معنے موت ہی استعمال ہوا

بلکہ یہ مطلب ہے کہ یقین بمعنے موت عموماً لیا گیا ہے کیونکہ ایک معنے مراد لینا دوسرے کی نفی نہیں ہوا کرتا بہر حال
لفظ توفی سے وفات مسیح ثابت کرنا خلاف محاورہ ہے۔

(۴۳) متوفیک، اسمیں اگر وفات مراد ہو تو اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت سے پہلے ختم ہو ۴۴۸
جائینگے کیونکہ احادیث کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کے عہد حکومت میں اسلام ہی اسلام ہوگا
کوئی دوسرا مذہب دنیا میں نہ رہے گا۔ حالانکہ قرآن شریف میں صاف مذکور ہے القینا بینھم العداوۃ
والبغضاء الی یوم القیمۃ یعنی قیامت تک یہود و نصاریٰ کے درمیان بغض و عداوت ڈال رکھی ہے اور جب انکا
وجود ہی نہ رہیگا تو ان کا بغض اور عداوت قیامت تک کیسے متصور ہو سکتی ہے ؟ (ج) یہود و نصاریٰ قومی
نام ہیں جس طرح بنی اوس اور بنی خزرج قومی نام تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی عہد مسیح میں وہ یہود و
نصاریٰ ہی کہلائیں گے اور ان میں بنی امیہ اور بنی ہاشم کی طرح قیامت تک بغض و عناد قائم رہیگا۔ اگر یہ نام بھی
تصور کیئے جائیں تو پھر یوں مطلب ہوگا کہ یہود و نصاریٰ میں عداوت و بغض کی شقاوت قیامت تک قائم رہیگی۔
اگرچہ اسلام قبول کرنے سے وہ مسلمان ہی کہلائینگے (۴۴) اسلام میں تو محبت اور الفت کی تعلیم ہے تو پھر بغض
و عناد کیسا ؟ (ج) لاہوری اور قادیانی دونو مسلمان تو بنتے ہیں مگر آپس میں یہود و نصاریٰ کی طرح اندر ہی
اندر چھریاں چلتی رہتی ہیں موجودہ اقوام اسلام میں بھی جس اتفاق و اتحاد کی توقع کی جارہی ہے وہ کہیں نہیں
ملتا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گو کمال اسلام کے وقت یہ نقص رفع ہو جائے مگر ناقص الایمان مسلمانوں میں ایسے
نقائص کا موجود رہنا ناممکن نہیں ہے۔ برادران یوسف ایک مذہب کے پیرو تھے مگر انہوں نے حضرت یوسف سے جو کچھ کیا خود
ظاہر ہے ایک مرزائی کی تحقیق ہے کہ الی یوم یبعثون وغیرہ الفاظ سے یہ مراد ہوا کرتا ہے کہ یہ معاملہ دیر تک رہیگا
تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کا بغض بھی دیر تک رہنا مراد ہے بالخصوص قیامت تک رہنا مطلوب
نہیں ہے یا بقول بعض المحققین یہ مراد ہے کہ گو یہود و نصاریٰ برائے نام حکومت عیسوی میں مسلمان تو ہو جائینگے
مگر چند اہل کتاب پھر بھی اپنے مذہب پر وقت کی حالت میں قائم رہینگے تو بحکم للاکثر حکم الکل یوں کہا گیا ہے
کہ اس وقت اسلام ہی اسلام رہے گا۔ اور باقی مذہب مٹ جائینگے۔

(۴۵) یہ دعویٰ کیسے ہو سکتا ہے کہ عند النزول سب یہود و نصاریٰ آپ پر ایمان لے آئینگے حالانکہ احادیث ۴۴۹

کی رو سے دجال (یہودی) کے ماتحت ستر ہزار یہودی مسلح لشکر جرار بنکر حضرت مسیح سے برسر پیکار ہو جائیں گے (ج) اسے رہنے دیجئے پہلے آپ مرزا صاحب کی ناکامی سن لیجئے۔ سیرت مسیح ص۵۵ پر لکھا ہے کہ مرزا صاحب کا ارادہ تھا کہ ہر ایک ملک میں عربی زبان مروجہ ملکی زبان کی طرح ہو جائے اور یہ وہ ارادہ تھا کہ جس کے پورے ہونے کے بغیر اسلام اپنی جڑھوں پر قائم نہیں رہ سکتا" مگر مرزا صاحب مرگئے اسلام کو قائم نہ کیا۔ ازالۃ الاوہام ص۷۷۳ میں لکھتے ہیں کہ "میں صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رک سکتا۔ کہ تفسیر شائع کرنا میرا کام ہے دوسرے سے ایسا ہر گز نہیں ہو گا" اب مرزا صاحب کی کوئی مطبوعہ تفسیر موجود نہیں سوائے اسکے کہ انہوں نے جابجا تحریفی اقوال اپنی تصانیف میں بقول مرزا صاحب طاعون کے سیاہ پودوں کی طرح پھیلا دیئے ہوں ۔ ورنہ مرزا محمود بھی اس ارادہ کو پورا نہیں کر سکے لاہوریوں نے گالیوں اور تحریفات سے بھری ہوئی تفسیر شائع کی ہے جس کے متعلق کچھ مرزائی کہتے ہیں کہ جب یہ بنی اسرائیل دمشق قادیان سے نکلے تھے تو ان کے سامری نے مرزا صاحب کے زیورات تفسیری چرا لئے تھے جنکو بعد میں تفسیری عجل کی صورت میں گو یا کر دکھلایا تھا۔ اخبار بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء میں مرزا صاحب کا یہ شائع کیا تھا کہ میرا کام جس کے لیئے میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور تثلیث کی جگہ توحید پھیلاؤں "حضور کی جلالیت دنیا پر ظاہر کر دوں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں۔ اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے۔ وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔ اگر میں نے وہ کام کر دکھلایا جو مسیح یا مہدی نے کرنا تھا تو میں سچا ہوں۔ اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مرگیا تو پھر سب گواہ ہیں کہ میں جھوٹا ہوں" اس پیشگوئی کا ایک حرف بھی واقعات کی رو سے سچا نہیں نکلا۔ مگر الفضل ۷ مئی ۱۹۲۹ء میں اس کو سینما کی تصویری تماشا گاہ میں یوں جلوہ گر بنایا ہے کہ آپ کی باطل شکن صدا نے گمراہی کے قلعوں کو مسمار کر دیا ہے کفر اپنے ساز و سامان کے ساتھ زندہ درگور ہو گیا ہے" مگر حقیقت شناس نگاہیں کب ایسی لفاظی سے مرزائی نبوت کی تصدیق کرنے میں دھوکا کھا سکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب براہین احمدیہ کو پورا نہیں کر سکے بھلا دوسرے ارادے کب پورے ہو سکتے تھے مگر مریدوں کی چالاکی قابل تحسین ہے کہ اس سرمایہ حقانیت کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد حکومت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ستر ہزار یہودی اور دجال تو یہودی ہی رہ کر مارے جائینگے اور اتنا نہیں سوچتے کہ جہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ تمام اہل کتاب ایمان لائینگے وہیں یہ بھی لکھا ہوا ہے

کہ آپ یہود کو تہ تیغ ہی کریں گے۔ اب آیت و حدیث کو ملا کر ایماندار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ پہلے لڑائی مسلمانوں سے چھڑی ہوئی ہوگی جس کا خاتمہ حضرت مسیح کریںگے اور اپنی عہد حکومت میں لا یقبل الا الاسلام اسلام ہی کو منظور فرمادیںگے جزیہ یا تاوان وغیرہ اہل کتاب سے منظور نہ کریں گے تب تمام اہل کتاب مسلمان ہو جائیںگے اور تمام ایمان اہل کتاب کا وقوع وفات مسیح سے پہلے ہونا ضروری ہے آغاز حکومت کے وقت ضروری نہیں ہے۔ قبل موتہٖ کو مکرر مطالعہ کیجیئے گا اور یہ بھی مطالعہ کیجیئے کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ جو اہل کتاب اب مرتے ہیں ان سے عند النزع جبراً ایمان قبول کرایا جاتا ہے۔

(۵ب) متوفیک[۴۵۰] و رافعک میں رفعت منزلت مراد ہے رفعت جسمانی مراد نہیں ہے جیساکہ دفعتہ ۴۵۰
الی السلطان میٹے اسکو بادشاہ کا مقرب بنادیا۔ یرفعك الله یا عمر (کنز ج) اذا تواضع العبد رفعہ الله الی السماء السابعة (کنز ج۲) ان الله یرفع بھذا القرآن اقواما ویضع اخرین (کنز ج۲) التواضع لایزید السعید الا رفعة فتواضعوا یرفعکم الله (کنز ج۲)۔ اور یوں بھی دعا پڑھی جاتی ہے کہ اللھم ارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی۔ لسان العرب میں ہے کہ الرفع عند الوضع ومن اسماء الله تعالے الرافع الذی یرفع المؤمن بالاسعاد واولیاءہ بالتقرب اور قرآن شریف میں ہے یرفع الله الذین امنوا (مجادلہ) خافضة رافعة (واقعہ) اذن الله ان ترفع (نور)

(ج) رفع کا لفظ جسم کے متعلق بھی قرآن شریف میں مذکور ہے جیسے رفع ابویہ علی العرش (یوسف) سرر مرفوعة (غاشیہ) ورفعنہ مکانا علیا (مریم) رفع النبی علیہ السلام وامتہ الی السماء (بخاری مشکوٰۃ ۱۲۶) من رفع حجرا من الطریق کتبت لہ حسنة (طبرانی) رفعت زینب الصبی الی رسول الله (مشکوٰۃ کتاب الجنائز)۔ علامہ سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ آسمان پر بجسم عنصری اٹھائے گئے ہیں۔ ان کے متعلق ایک روایت یوں ہے کہ امام یافعی کفایة المعتقدین میں شیخ عمر بن الفارض سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ایک ولی کے جنازہ پر حاضر ہوئے اور جب ہم جنازہ پڑھ نکلے تو فضائے آسمانی سبز پرندوں سے بھر گیا۔ اور ایک بڑے پرندے نے لاش کو منہ میں لے کر اوپر کو پرواز کیا پھر ایک آدمی ہوا سے نازل ہو کر کہنے لگا کہ کچھ تعجب نہیں ہے کیونکہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے حواصل میں ہوا کرتی ہیں۔ دوسری روایت ابن ابی الدنیا نے زید بن اسلم سے کی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک کنارہ کش فقیر تھا قحط کے وقت لوگ اس سے دعائیں طلب کرتے تھے جب وہ مر گیا تو اس کی تجہیز و تکفین کی گئی۔ تو آسمان سے ایک تخت اترا جس پر ایک آدمی نے

اس کو رکھدیا اور تخت آسمان کو اڑ گیا۔ اور دیکھتے ہی غائب ہو گیا۔ تیسری روایت یوں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کے غلام عامر بن فہیرہ مقام بیر معونہ پر شہید ہوئے اس موقعہ پر عمرو بن امیہ ضمری کہتا ہے کہ ان کی لاش آسمان کو چلی گئی جس کو دیکھ کر ضحاک بن سفیان کلابی مسلمان ہو گیا اور حضور علیہ السلام کی طرف یہ واقعہ لکھکر روانہ کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ فرشتوں نے اس کا جسم ڈھانپ لیا تھا اور ملأ اعلی (جنت) میں اٹھا لے گئے تھے (رواہ ابو نعیم والبیہقی فی دلائل النبوۃ وابن سعد والحاکم) چوتھی روایت یوں ہے کہ حضرت طلحہؓ کو جب احد کی لڑائی میں انگلی کے زخم سے تکلیف ہوئی۔ تو آپ نے کہا ہائے (حس) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم بسم اللہ کہتے تو تم کو خدا تعالیٰ آسمان پر اٹھا لیتا۔ لوگ دیکھتے اور تم عین وسط آسمان پہنچ جاتے (رواہ النسائی والبیہقی والطبرانی عن جابر وغیرہ) پانچویں روایت یوں ہو کہ ابو نعیم مجدد وقت نے رفع جسمانی کے متعلق یوں لکھا ہے کہ اگر یوں سوال کیا جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کیسے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر مرفوع کیئے گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود امت محمدیہ میں چند ایک ایسے ہی ہیں جو آسمان پر بجسم عنصری اٹھائے گئے ہیں تو پھر خود حضور علیہ السلام جسم عنصری کیساتھ کیسے نہ جا سکے تھے؟ پھر ان کے نام لکھتے ہیں۔ عامر بن فہیرہ۔ حبیب بن عدی اور علأ بن الحضرمی وغیرہ ان روایات کے علاوہ مطلق رفع جسمانی کا ثبوت رفع یدین کا مسئلہ بھی ہے کہ جسمیں رفعت و منزلت مراد نہیں ہے بلکہ خود جسمانی ہاتھ کو جسمانی کان تک اٹھانا مراد ہے۔ اب یہ کہنا کہ رفع سے مراد رفع منزلت ہی ہوا کرتا ہے غلط ہے بلکہ صحیح یوں ہے کہ اپنے اپنے موقعہ پر دونو استعمال صحیح ہیں اور جس استعمال کے قرائن موجود ہوں گے وہی معنے مراد ہوگا۔ جیسے کہ توفی اور رفع کا ایک جگہ عطف کے ساتھ خاص طرز پر بیان ہونا ایک دوسرے کو استعمال میں لا رہا ہے کہ توفی سے مراد قبض جسمانی ہے اور رفع سے مراد رفع جسمانی۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح علیہ السلام کو تو رفع منزلت، اور تقرب الہٰی پہلے ہی حاصل تھا تو پھر اس آیت میں وعدہ دینا کہ آپ کو رفع منزلت اور تقرب عنایت ہوگا کیا معنے رکھتا ہے؟ کیا آپ پہلے رفیع المنزلہ عند اللہ نہ تھے یا آپ کو تقرب الی اللہ حاصل نہ تھا؟ اور اگر یہ مراد ہو کہ لوگوں کے سامنے آپ کو تقرب اور رفع منزلت حاصل ہوگا۔ اور وہ بدنامی جو یہودی دے رہے تھے اس سے نجات ہوگی۔ تو واقعات اسکی تائید نہیں کرتے کیونکہ نزول قرآن تک اور بعد میں بھی یہودی آپ کو متقرب الی اللہ، رفیع الدرجہ نہیں سمجھتے۔ اور واقعہ صلیب کے وقت بھی یہی لوگ حاضر تھے اور یقین کرتے تھے کہ انہوں نے صلیب پر مجرمانہ حیثیت سے حضرت مسیح کو قتل کیا تھا اور کسی قسم کی

رفعت منزلت ان کے دلوں میں حاصل نہ ہوئی تھی۔ اور اگر اس سے مراد یوں ہو کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک رفعت منزلت ہوگئی تھی تو اس کو وعدہ کے پیرایہ میں ظاہر کرنا بے فائدہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس امر مخفی پر جب لوگوں کو اطلاع ہی نہیں تھی تو ایسے رفعت کے بظاہر کیا فائدہ ہوا۔ اب ہم حیات الانبیاء کی وہ تصریحات لکھتے ہیں۔ جو مرزائیوں کو بھی تسلیم ہیں۔ اوّل الیواقیت والجواہر ص۱۸۹ میں مذکور ہے کہ الیاس اور خضر علیہ السلام حضور علیہ السلام کی شریعت پر عمل پیرا ہیں۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی بعد النزول شریعت محمدی کے تابع ہونگے دوم مجمع البحار جلد اوّل ص۳۵ میں مذکور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا نام بلیا ہے اور کنیت ابو العباس کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں آپ پیدا ہوئے تھے (وھو حی موجود الیوم علی الاکثر) وہ اکثر اہل اسلام کے نزدیک زندہ اور اب بھی موجود ہیں اور صوفیائے کرام اور صلحائے امت کا اس پر اتفاق ہے اور آپ سے ان کی ملاقات کی حکایات بھی مروی اور مشہور ہیں۔ سوم توضیح المرام ص۳ میں مذکور ہے کہ اسی جسم عنصری کیساتھ آسمان پر جانا صرف دو نبیوں کیلئے مخصوص کیا گیا ہے ایک ادریس علیہ السلام اور دوسرے حضرت مسیح علیہ السلام (انتہی بمفہومہ) چہارم ازالۃ الاوہام ص۴۰ میں حکیم نور الدین کا خط لکھا ہوا ہے جس میں آپ یوں رقمطراز ہیں کہ "جب حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اَنَا اَعْلَمُ (میں بڑا عالم ہوں) کہا تب خدا نے حضرت خضر کا پتہ دیا اور جب حضرت موسےٰ حضرت خضر کو جا ملے تو آپ کو ان کے سچے علوم تک رسائی نہ ہوئی تب حضرت نے فرمایا کہ لن تستطیع معی صبرا۔" پنجم بحوالہ مذکور یوں بھی لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادرؒ کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ حضرت شیخ عبد القادر قلائد الجواہر میں فرماتے ہیں کہ جاءنی ابو العباس الخضر علیہ السلام ششم فتوحات مکیہ باب ۵۷۵ میں لکھا ہے کہ شب معراج میں جب حضور علیہ السلام آسمان پر گئے تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور آپ کو جسمانی طور پر ملے کیونکہ ابھی تک نہیں مرے۔ بلکہ آسمان پر خدا نے ان کو ٹھیرایا ہوا ہے۔ وہی ہمارا شیخ اوّل ہے اور آپ کی عنایت ہم پر ہمیشہ ہوتی رہتی ہے ہم سے کبھی غفلت نہیں کرتے انشاء اللہ تعالیٰ عند النزول میں آپ کو ملوں گا۔ (کیا مرزا صاحب سے ملاقات کرنے کو آپ چاہتے تھے؟) ہفتم فتوحات باب ۷۳ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد تین نبی خدا کے فضل سے ابتک زندہ ہیں اوّل ادریس علیہ السلام بقی حیا بجسدہ واسکنہ اللہ فی السماء الرابعۃ دوم حضرت الیاس علیہ السلام سوم حضرت عیسےٰ علیہ السلام وکلاھما من المرسلین۔

صلب (۲۵۱) مَاصَلَبُوْہُ کا معنے ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑہانے کے بعد آپ کی ۲۵۱
ریڑھ کی ہڈی نہیں توڑی تہی کیونکہ اقاموس میں ہے کہ صَلَبَ العظامَ استخرج ودکہا۔ اس نے ہڈیوں سی چربی
نکالی۔ حدیث میں ہے کہ لما اَتیَ المدینۃ اَتَاہُ اصحابُ الصّلبِ جب حضور علیہ السلام مدینہ شریف لائے۔ تو
اصحاب صلب حاضر ہوئے ای الذین یجمعون العظام ویستخرجون ودکہا و یاتدھون بہ یعنے وہ لوگ
جو ہڈیاں جمع کرکے ان کا مغز نکال کر شوربا پکاتے تہے۔ اب ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح نیم مردہ ہو گئے تھے اور لاش کو
حواریوں نے لے کر علاج کیا تو آپ اچھے ہو کر کشمیر چلے گئے تھے (ج) مَاصَلَبُوْہُ کا مفعول ہ اگر عظم یا عظام
کا لفظ ہو تو بیشک چربی نکالنے کا معنے ہو گا۔ مگر یہاں تو مفعول ہ حضرت مسیح کو بنایا گیا ہے اور یہ معنے ہے کہ حضرت مسیحؑ
کو انہوں نے صلیب پر نہیں کھینچا تہا۔ سولی کھینچنے کو فارسی میں کہتے ہیں **بردار کشیدن** اور عربی میں کہتے
ہیں۔ **صَلَبَ** جس کا ترجمہ عربی میں اہل لغت نے القتلۃ المعروفۃ کیا ہے یعنے وہی طریق قتل جو مشہور ہے کہ ایک
چوکھٹ لے کر چاروں طرف مجرم کے ہاتھ پاؤں رکھ کر میخیں لگا دیتے ہیں۔ اور وہ سسک سسک کر مر جاتا ہے۔ مگر
اسلام نے ہدایت کی ہے کہ فوراً مجرم خونی ڈاکو کا پیٹ چاک کر دیا جائے۔ بہرحال چار میخہ لگانا اور چوکھٹ کو کسی بلند
جگہ پر لٹکانا صَلَبَ کہتے ہیں فرعون نے بہی یہی دہمکی دی تہی کہ لَاُصَلِّبَنَّکُمْ فی جذوع النخل میں تم کو چار میخہ
کرکے کہجوروں کے تنہ پر لٹکا دوں گا۔ خونی ڈاکوؤں کے متعلق بھی قرآن شریف میں یہی حکم ہے کہ اَوْ یُصَلَّبُوْا انکو
صلیب پر لٹکایا جائے اور یہ معنے نہیں ہے کہ ان کی ہڈیوں سے مغز نکال کر شوربا پکایا جائے۔ یوسف علیہ السلام
نے بہی فرمایا تہا کہ واما الاخر فیصلب فیاکل الطیر من راسہ دوسرے کو صلب دیا جائیگا۔ اور اس کا سر پرندے
کھائینگے یہ نہیں کہا کہ صلیب پر اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑی جائے گی اور شوربا نکالا جائیگا تاکہ نیم مردہ کی حالت
میں نہ اتار لیا جائے۔ اسکے علاوہ ہزاروں شخص مصلوب ہوئے۔ مگر کسی تاریخ معتبر نے یہ نہیں بتایا کہ ان کی
ریڑھ کی ہڈی سے چربی نکالی گئی تہی۔ اور اگر طبی نکتہ خیال سے دیکھا جائے تو ریڑھ کی ہڈی میں سرے سے چربی
ہی نہیں ہوتی۔ تو پھر اس کا نکالنا کیسے ہو گا۔ معمولی طالب علم علم تشریح کے جاننے والے بہی آپ کو سمجھا سکتے
ہیں کہ ریڑھ کی ہڈیوں میں چربی یا مغز بھرا ہوا نہیں ہوتا کیونکہ سب ٹھوس ہوتی ہیں ہاں ان کے ملنے اعصاب
دماغی کے ادہر ادہر چلنے کے لئے ایک راستہ ضرور بن جاتا ہے اب اگر کوئی ریڑھ کو توڑکر چربی نکالنے کی

توقع رکھتا ہے اور یا دماغی پٹھے اس کی نظر میں مُخ یا مغز نظر آتے ہیں تو وہ بلاشک ایک بے نظیر جاہل اور لاثانی بیوقوف ہوگا اگر مَاصَلَبُوہُ کا معنے یوں کیا جائے مَاکَسَرُوا عظامہٗ تو ہم کہیں گے کہ اس کے ساتھ یہ فقرہ بھی شامل کرلینا ضروری ہے کہ لیا تن مواجھا اس کی ہڈیوں کا شوربا نکالیں تاکہ حدیث پیش کردہ اور قاموس کا حوالہ پیش کردہ پورے طور پر صادق آجائے کیونکہ عربی زبان میں صرف کسرِ عظام کا محاورہ نہیں ملتا اصل بات یہ ہے کہ اناجیل مروجہ واقعہ صلیب کو ثابت کرتی ہیں اور قرآن شریف میں واقعہ صلیب سے انکار ہے جیسا کہ اناجیل غیر مروجہ اور تواریخ قدیمہ میں بھی مذکور ہے مگر جن لوگوں نے موجودہ اناجیل اربعہ کو معتبر سمجھ رکھا ہے ان پر یہ اعتراض واقعہ ہوتا ہے کہ جب قرآن شریف مصدق انجیل ہے تو پھر یہ انکار کیونکر صحیح ہوگا اسکے جواب میں عیسائیوں کے خوشامدیوں نے یوں ایک نظریہ قائم کیا ہوا ہے کہ قرآن شریف بھی واقعہ صلیب سے منکر نہیں ہے بلکہ ان کے مطابق قرآنی فقرہ کا معنے بھی یہی ہے کہ مسیح کو صلیب پر تو کھینچا گیا تھا۔ مگر اس کی ہڈیاں نہیں توڑی گئی تھیں۔ لیکن اس معنے تراشی میں انہوں نے تمام اہل اسلام کا خلاف کیا ہے۔ لغت کی کچھ پرواہ نہیں کی اور مسلمات اسلامیہ کو بدل ڈالا۔ بجائے اسکے کہ اناجیل کو غیر معتبر ثابت کرتے خود قرآن میں تحریف کرنی شروع کردی ہے اور عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقعہ دیا ہے کہ اگر بائیبل کے تراجم میں تحریف معنوی ہوئی ہے تو قرآن شریف بھی اس تحریف سے بچا ہوا نہیں ثابت ہوتا۔ غضب تو یہ ہے کہ اس معنے تراشی پر اس قدر ناز کیا جاتا ہے کہ اسکے مقابلہ میں مفسرین اسلام۔ محدثین اسلام اور ائمہ اسلام کو اس موقعہ پر غلط گو کہا جاتا ہے اور صاف کہا جاتا ہے کہ وہ اصل مفہوم سے بیخبر تھے صرف چودہویں صدی کے اجتہاد نے یہ عقدہ حل کیا ہے مگر کس نے حل کیا؟ پنجاب کے چند باشندوں نے کہ جنہوں نے نہ عربی میں پوری دسترس حاصل کی تھی۔ نہ اہل زبان سے اس معنے کی تحقیق کی۔ نہ محاورات قدیمہ کا لحاظ رکھا۔ اور نہ خود خلاف ورزی اسلام کا خوف ان کے دل میں آیا تھا۔ خیال آیا تھا تو صرف یہی کہ اناجیل کی تصدیق ضرور ہونی چاہیئے جس سے شہرت بھی ہوجائے گی۔ اور عیسائی بھی خوش ہوجائیں گے افسوس کہ اتنا خیال نہیں کیا کہ اناجیل مروجہ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور نہ ہی خود محققین یورپ ان کو کلام الٰہی سمجھتے ہیں تو پھر اندریں حالات کس کام پر جرأت کررہے ہیں اور آئندہ کس کس اختلاف کی تصدیق میں تحریف کا ارتکاب کریں گے ؛ اور تعجب یہ ہے کہ موجودہ تحریف بھی کسی پختہ دلیل پر قائم نہیں

کیونکہ اوّل تو اس صورت میں یہ آیت یوں ہونی چاہیئے تھی کہ ادرکوہ علی الصلیب وماقتلوہ وماصلبوہ
صلیب پر چڑھا تو دیا تھا مگر نہ اسے قتل کیا تھا اور نہ اس کی ہڈیاں توڑی تھیں۔ دوم یہ کہ محرفین نے صلب کا معنے یوں کیا
ہے کہ **صلیب پر چڑھانے کے بعد ہڈیاں توڑنا**۔ تو اس کی سند کیوں نہ پیش کی؟ کہ جس میں انسان
مفعول بہ ہو اور **فعل بصورت ماضی** معروف ہو۔ جیسا کہ **توفی** میں شرائط لگا کر اپنا بچاؤ کی صورت پیدا
کی ہے **سوم** یہ کہ جس لفظ سے اناجیل کی تصدیق تصور کی گئی ہے وہ تو بہر صورت مخدوش ہی رہا ہے کہ جس پر کوئی
قرینہ موجود نہیں ہے **چہارم** یہ اگر کوئی ایسے محرفین سے سوال کرے کہ صلیب دینے کا ترجمہ عربی زبان میں کس
فقرہ سے کیا جائیگا تو اس کا جواب کچھ سوا نہیں ہے کہ صلب سے ہوگا کیونکہ خود محرفین اپنی تصانیف میں **مصلوب**
کا لفظ اس شخص کیلئے استعمال کرتے ہیں کہ جو صلیب پر کھینچا گیا ہو اور اس کی ہڈیاں نہ توڑی گئی ہوں۔ **پنجم**
یہ کہ حسب تحقیق ماہرین لغت اصل لفظ چلیپا تھا جس کو عربی میں صلیب بنایا گیا ہے اور اس سے **صلب مصدر**
پیدا کر کے گردان صلب یصلب پیدا ہوئی ہے اور یوں ہی آیا ہے کہ ثوب **مصلب**۔ وفیہ تصالیب دوسرا
لفظ خالص عربی **صلب** بھی موجود ہے کہ جس سے صلب العظام وغیرہ محاورات پیدا ہوئے ہیں۔ محرفین نے
اس تحقیق کو پس پشت ڈال کر نصاریٰ پرستی میں اپنا نام تو پیدا کر لیا ہے مگر اہل اسلام میں افتراق اور اختلاف
رائے سے بدنام ضرور ہو گئے ہیں۔ اور ان کو کچھ پرواہ نہیں ہے سچ ہے کہ لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا۔ **ششم**
یہ کہ آج کل شنق کی جگہ بھی صلب استعمال ہوتا ہے۔ اگر آج کی تحقیق ہی معتبر ہے تو محرفین کا فرض ہوگا کہ
ماصلبوہ کا معنے **ماشنقوہ** کریں کہ انہوں نے حضرت مسیح کا گلا ہی نہ گھونٹا تھا۔ خود مرزا صاحب آتھم کے مقابلہ
میں یوں رقمطراز ہیں کہ "اگر میں جھوٹا ثابت ہوا تو میرے گلے میں رسی ڈالی جائے اور سولی چڑھایا جائے" معتبر
ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آتھم جب میعاد مقرر پر نہیں مرا تو عیسائی رسی لے کر مرزا صاحب کے در دولت پر
سولی دینے کو حاضر ہو گئے تھے۔ مگر آپ حرم سرائے سے باہر نہیں نکلے تھے۔

۲۵۲ **شُبِّہَ لَهُم** (۷) حضرت مسیح[۲۵۲] کو مشبہ بالمصلوب کر دیا تھا (ج) اگر آپ کو صلیب پر کھینچ کر
یہودی اور مرزائیوں کے خیال میں نیم مردہ کر دیا تھا تو آپ کو مصلوب کہا جائیگا مشبہ بالمصلوب نہیں کہا جا سکتا۔
اسی طرح اگر کسی کا گلا گھونٹا جائے تو اسے بھی مشنوق یا مخنوق کہتے ہیں مشبہ بالمخنوق نہیں کہتے۔ کیونکہ فعل

شنق، خنق اور صلب واقعہ ہو چکے ہیں۔ اب تشبیہ کے کیا معنے ہیں تشبیہ اس موقعہ پر ہوتی ہے کہ یہ فعل صادر نہ ہوں اور ان کی بجائے کوئی اور فعل دار د ہوا ہو کہ جس کو ان فعلوں سے مشابہت پیدا ہو سکے تاکہ تشبیہ اور طرفین تشبیہ (مشبہ اور مشبہ بہ) الگ الگ پیدا ہو سکیں کیونکہ ایک فعل یہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس میں تشبیہ جاری ہو سکے ضرب کو ہی دیکھ لیجئے اگر کسی کو معمولی چوٹیں آئیں۔ اور دوسرے کو بہت چوٹیں آئیں تو ان میں قدر مشترک ضرب مساوی طور پر متحقق ہوگی نہ یہ کہ پہلے کو دوسرے سے تشبیہ دے کر کہا جائیگا کہ قلیل الضرب، کثیر الضرب سے مشابہ ہے بالخصوص ان افعال میں جو کلی متواطی کی طرح استعمال ہوتے ہیں انمیں قلت و کثرت یا ضعف و شدت کا خیال کرنا خام خیالی ہوگی صلب کا مفہوم بھی ایسا ہے کہ صلیب پر لٹکانے سے متحقق ہو جاتا ہے اس میں کمی بیشی یا شدت و ضعف کا امکان نہیں ہوتا۔ انگریزی قانون میں بھی پھانسی کا مفہوم رسی سے لٹکانا لیا گیا ہے اور اس میں جاں بحق ہونا لازم ذاتی تصور کیا گیا تھا مگر اس خیال سے کہ کسی کو یہ موقعہ نہ ملے کہ جاں بحق ہونا ضروری نہیں ہے اسلیئے قانون مذکور میں یہ لفظ بڑھا دیئے گئے کہ مجرم کو رسی سے لٹکایا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائے اور یہ ایزادی جب تک نہیں ہوئی تھی عام محاورات کی رو سے رسی سے لٹکانا اور مرجانا لازم و ملزوم تصور کیئے گئے تھے اسی طرح صلب کا لفظ بھی ہمیشہ سے اپنے لازم موت کے ساتھ ہی استعمال ہوتا رہا ہے اور مصلوب کو مردہ ہی تصور کیا جاتا تھا اور حضرت مسیح کے سوا مرزائی بھی کوئی ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتے کہ جس میں مصلوب نہ مرا ہو اور اناجیل اربعہ کہ جن کی تصدیق مرزا کو ملحوظ ہے وہ بھی مصلوب کو میت ہی مانتی ہیں۔ چنانچہ ان میں یوں لکھا ہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا۔ اور دفن ہونے کے بعد تین دن قبر میں پڑا رہا پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گیا اس کی تصدیق خود قرآن شریف سے بھی حاصل کرتے ہیں کہ حضرت مسیح نے فرمایا ہے کہ والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیّاً۔ اب مرزائیوں کا نظریہ کہ مسیح صلیب پر سے زندہ اتار دیئے گئے تھے نہ اسلام اس کی تائید کرتا ہے اور نہ عیسائیت اس کو مان سکتی ہے۔ اس لیئے مرزائیوں کی تحقیق قابل التفات نہیں ہے ؛ (۸) شُبِّهَ لَهُمْ میں اگر تشبیہ نہیں ہے تو پھر کیا معنے ہوگا (ج) اسلام ۔۔۔ ن موقعہ پر اس لفظ کے دو معنے کیئے ہیں اوّل یہ کہ اُوقِعَ الشبهة لهم یہودیوں کو شبہ میں ڈالدیا گیا تھا جیسا کہ انجیل برنباس نے تصریح کی ہے کہ حضرت مسیح کے عوض یہودا مقتول ہؤا تھا اور چونکہ اس کی شکل و شباہت پورے طور پر حضرت مسیح کی مانند ہی ہو گئی تھی۔ اسلیئے وہ اسے مسیح ہی سمجھتے تھے اور انہوں نے اپنے

خیال میں حضرت مسیح ہی کو صلیب پر لٹکایا تھا تب ہی تو قرآن شریف میں ان کا مقولہ یوں درج ہوا ہے کہ انا
قتلنا المسیح ابن مریم ہمنے ضرور حضرت مسیح کو قتل کر ڈالا تھا بہر حال اس معنے کی تائید ایک اصول کے
ماتحت بھی ہوتی ہے کہ جب فعل بغیر فاعل کے مذکور ہو تو اس وقت اس کا تعلق اپنے مصدر سے ہو جاتا ہے جیسے
عام طور پر کہتے ہیں لَدَّ ادَّ او تَسَلْسَلَ ای لوقع الدور او لوقع التسلسلُ اس مسئلہ کی زیادہ تشریح
دیکھنا منظور ہو تو مطوّل میں نظر ڈالیئے آپ کو سب کچھ منکشف ہو جائیگا۔ دوم یہ کہ الذین حضروا الصلب
من ائمۃ الیھود اوقعوا اتباعھم فے الاشتباہ جن لیڈروں نے آپ کو صلیب پر لٹکایا تھا انہوں نے اپنی عقیدتمندوں
میں یہ امر مشتبہ کر دیا تھا کہ آیا مسیح مصلوب ہوئے ہیں یا یہودا مقتول ہوا ہے کیونکہ تحقیق کرنے پر نہ مسیح علیہ السلام وہاں
پائے جاتے تھے اور نہ یہودا موجود تھا۔ حالانکہ تھوڑی دیر پہلے دونو وہاں موجود تھے اسی اشتباہ کی وجہ سے بنی اسرائیل
تین فرقے بنگئے تھے اوّل یعقوبیہ کہ جنہوں نے یوں سمجھ رکھا تھا کہ حضرت مسیح خود خدا تھے اسلیئے آسمان پر چلے
گئے ہیں دوم نسطوریہ کہ جنہوں نے آپ کو ابن اللہ تصور کر لیا تھا کہ تکلیف کے وقت بیٹا اپنے باپ کے پاس چلا گیا
ہے سوم اھل حق کہ جنہوں نے آپ کو زندہ رسول مان کر یہ یقین کر لیا تھا کہ آپ بجسم عنصری آسمان پر چلے
گئے ہیں اور آپ کی جگہ کوئی دوسرا شخص مصلوب ہوا ہے مگر اہل حق مغلوب رہے اور اہل باطل ان کو دباتے رہے
یہانتک کہ حضور علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ اور ان کی تائید میں قرآن شریف نازل ہوا تب اہل حق غالب ہوئے اور اہل
باطل مغلوب ہو گئے (رواہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم رواہ النسائی عن ابی کریب
عن ابی معاویۃ) (۹) شُبِّہ کی ضمیر دوسری ضمیروں کی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے
اس لیئے اس کا معنے یوں ہوا کہ آپ مشبہ بالمقتول بنائے گئے تھے (ج) بالمقتول کا لفظ اپنی طرف سے
لگایا گیا ہے ورنہ صرف شُبِّہ کا معنے یہ ہو سکتا ہے کہ آپ مشتبہ حالت میں رکھے گئے تھے اور اختلافی حالت پیش
آگئی تھی چنانچہ قائلین بھی گو بظاہر کہتے تھے کہ انا قتلنا المسیح مگر اس قول کی بنیاد صرف ظن اور تخمین ہی تھی۔ ورنہ
کوئی بیرونی ثبوت ان کے پاس موجود نہ تھا اس واسطے خدا تعالیٰ نے فرمایا وما قتلوہ یقیناً یعنے ما قتلوہ عن یقین
ای لیس لھم تقیین وعلم بان الذی قتلوہ ھو المسیح بل لھم ظن فیہ وتخمین۔ ان کو یہ پورے طور پر یقین
نہ تھا کہ مقتول مسیح ہی تھا بلکہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے ظنی اور اپنے خیال کے مطابق کہا تھا (۱۰) ما قتلوہ قتلاً یقیناً

بھی بعض مفسروں نے بیان کیا ہے جس کا یہ مفہوم ہے کہ مسیح پورے طور پر قتل نہیں ہوئے تھے (ح ج) یہود کی عادت تھی کہ پہلے قتل کرتے پھر لاش کو صلیب پر لٹکا دیتے اس لیئے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اسلیئے نہ تو صلیب پر لٹکانے سے پہلے ان کو قتل کیا گیا تھا اور نہ صلیب پر آپ دیئے تھے۔ اسلیئے قتل بہردووجہ واقع نہیں ہؤا۔ اور جو کچھ وہ کہتے ہیں صرف تخمین اور خیال ہے قتلا یقیناً جن مفسرین نے بیان کیا ہے ان میں سے کوئی بھی وفات مسیح کا قائل نہیں ہے اسلیئے ان کے قول کا یہ معنے نہیں ہوسکتا کہ قتل تام نہیں ہوا تھا اور قتل ناقص واقع ہؤا تھا کیونکہ بعض مفسرین نے اس کو یوں سمجھا کہ قتلا عن یقین اس قتل کا تعلق یقین سے نہیں ہے بلکہ صرف خیال سے ہے الحاصل انہ منصوب بنزع الحافض لا مفعول مطلق حتی یوہم الخلاف اگر مفسرین کا پہلا قول ہی موہم خلاف ہے تو دوسرے قول سے اس وہم کا رفع بخوبی ہوسکتا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ ضمیر مقتول کی طرف جاتی ہے کہ جو مقتول ہوا تھا اسکے متعلق انکو خود اشتباہ تھا کہ آیا وہ مسیح ہے یا یہودا ہے یا کوئی اور ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ مقتول کا نام بھی لیسوع یا بارسبان تھا اور یا باراباس تھا اور ممکن ہے کہ یہ تین لفظ یھودا کے لقب ہوں جیساکہ مورخ طبری اور مورخ رینان لکھتا ہے۔ بہرحال قول بالتشبیہ باطل ہے ؀

۴۵۳ **بَلْ** (۱۱) بَلْ رفعہ اللہ الیہ ۴۵۳ میں یہ مذکور ہے کہ پہلے الفاظ سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مسیح کو نیم مقتول کرنیسے ذلت پیدا ہوئی تھی اسلیئے یہ سمجھا یا گیا کہ نہیں خدا نے آپ کو رفعت قرب الٰہی بخشا ہے کیونکہ تکلیف سے مراتب بڑھتے ہیں (ح ج) آپ کی زندگی میں ہی آپ کو پہلا وعدہ دیا گیا تھا کہ میں آپ کو زندہ اٹھا لوں گا (متوفیك) اور یہ مطلب نہ تھا کہ میں آپ کو مار ڈالوں گا کیونکہ اس طرح کا وعدہ کچھ معنے نہیں رکھتا دوسرا وعدہ یہ تھا کہ میں آپ کو آسمان پر زندہ اٹھالوں گا (ورافعك الي) اور یہ معنے نہیں ہے کہ رفعت منزلت بوقت صلیب دوں گا ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ اس سے پہلے آپ رفیع المنزلت نہ تھے اور تکالیف سے انبیاء کو رفعت منزلت نہیں ہوتی بلکہ ترقی درجات ہوتی ہے جو رفع منزلت کے بعد حاصل ہؤا کرتی ہے۔ اب یہ دونو وعدے پورے ہوگئے اور خدا نے آپ کو زندہ اپنی طرف اٹھالیا۔ یہود کہتے تھے کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا اور صلیب بھی دیا اس کی تردید خدا نے کی کہ ماقتلوہ وما صلبوہ پھر انہوں نے کہا کہ انا قتلنا المسیح ہم نے بے شک حضرت مسیح کو قتل کیا اور

صلیب بھی دیا اس کی تردید خدا نے کی کہ مَا قتلوہ ومَا صَلبوہ پھر انہوں نے کہا کہ انا قتلنا المسیح ہم نے
بیشک حضرت مسیح کو قتل کر دیا تھا تو اس کی تردید خدا نے کی کہ انہوں نے یقینی طور پر قتل نہیں کیا تھا (وما قتلوہ
یقینا) ان کو کسی قسم کا یقین ہی نہیں بلکہ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۱۲) یہودی حضرت مسیح کو ذلیل
سمجھتے تھے کیونکہ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مصلوب ملعون ہوتا ہے اسلیئے رفعہ اللہ کہا گیا (ج) حضور
علیہ السلام کے زمانہ میں یہودی حضرت عیسٰے کو صرف ذلیل ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ مقتول اور مصلوب بھی سمجھتے
تھے اسلیئے خدا تعالیٰ نے ان کے دو قول کی تردید مسلمانوں کو سمجھا ئی کہ ما قتلوہ وما صلبوہ ان کا تیسرا قول کہ
مقتول ملعون ہوتا ہے اس کی تردید یوں فرمائی کہ ان کا دعویٰ یقینی طور پر غلط ہے کہ ما قتلوہ یقینا ای اقولکم عن
یقین میں سچ کہتا ہُوں کہ انہوں نے آپ کو قتل نہیں کیا بلکہ اصل بات یوں تھی کہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا تھا
(بل رفعہ اللہ الیہ) عربی زبان میں بَل کا لفظ دو طرح استعمال ہوتا ہے اوّل عاطفہ ہو کر مفردات میں۔ دوم ابتدا ئیہ
بنکر فقرات میں، اور یہاں فقرات میں استعمال ہے اسلیئے وہ عاطفہ نہیں ہے بلکہ صرف ابتدائیہ ہے اور اس کی غرض
وغایت یہ ہوتی ہے کہ اوّلاً بقول شیخ رضی رفع غلطی کے لیئے لاتے ہیں مثلاً اگر کوئی یہاں ماقتلوہ یقینا سے غلط
طور پر قتل ناقص کا وقوع سمجھے تو اس کا دفعیہ کیا گیا کہ کسی قسم کا قتل نہیں ہوا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی
طرف اٹھا لیا تھا اور عدم قتل اور رفع الی اللہ کا زمانہ قریب قریب ہے ثانیاً بقول مصنف متن متین ومنتہی الارب یہاں
حرف ابتداء ہے حرف عطف نہیں ہے اور دو طرح استعمال ہُوا ہے اوّل اضراب یعنے ابطال کلام ماقبل کیلیئے
جس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں کا دعویٰ ان آیات میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بڑے زور سے دعویٰ کیا تھا
کہ حضرت مسیح کے قتل پر ان کو کامیابی حاصل ہوگئی ہے مگر خدا تعالیٰ نے اس دعویٰ کو باطل کیا اور مسلمانوں کو یوں یقین دلایا
کہ ان کا قول باطل ہے بلکہ اصل واقعہ یوں ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا تھا اور اس طرز استعمال سے امر
پایۂ یقین کو پہنچ جاتا ہے کہ بل ابطالیہ کا ماقبل اور مابعد جمع نہیں ہوسکتے۔ اسلیئے قتل تام ہو یا ناقص رفع الی اللہ
کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا اور یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ حضرت مسیح نیم مقتول ہو کر رفعت منزلت کے مستحق ہُوئے تھے دوم
انتقال کے لیئے جس کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے کلام کو ناکافی سمجھکر دوسرا کلام بَل سے شروع کیا جاتا ہے اور
بتایا جاتا ہے کہ اس موقعہ پر دوسرا کلام نہایت عظیم الشان اور قابل توجہ ہے۔ پس اگر بَل انتقالیہ مراد لیا جائے۔ تو

پھر بھی رفع جسمانی مہتم بالشان اور قابل توجہ ہو سکتا ہے صرف رفع منزلت یا رفع درجات مراد لینا قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ اولاً وہ امر مخفی ہے سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کو اس کا علم نہیں ہے ثانیاً یہود کی تردید اسی میں ہو سکتی ہے کہ رفع جسمانی مراد لی جائے کیونکہ یہ رفع خصوصیت سے دوسرے انبیاء میں نہیں پائی گئی ثالثاً نزول قرآن کے عہد تک کسی نے رفعت منزلت کا قول نہیں کیا نہ یہودی اسکے قائل ہوئے۔ اور نہ عیسائیوں نے اس واقعہ میں رفعت منزلت کا عقیدہ قائم کیا۔ اس لیئے ہر طرح سے انکار رفع جسمانی خیال قادیانی ہے یا وسوسہ شیطانی ہے۔ ورنہ قول انسانی نہیں ہے ؀

۴۵۴ **لٰکِنْ** (۱۳۳) لٰکِن حرف عطف استدراک کیلیئے ہے ولٰکن شبہ لھم میں یہ شک رفع کیا گیا ہے کہ کوئی خیال کرے کہ حضرت مسیح بالکل خالی چھوٹ گئے تھے۔ لٰکن نے آکر بتایا کہ نہیں نیم مقتول ضرور ہوئے تھے (ج) قتل اور صلب یہودی مذہب میں خصوصاً اور باقی مذاہب میں عموماً موجب تذلیل اور باعث لعنت ہیں کیونکہ یہ دونو سزائیں سخت مجرموں کو دی جاتی ہیں پس اگر نیم مقتول یا نیم مصلوب حضرت مسیح کو بزعم قادیانی خیال کیا جائے تو کم از کم یہ ماننا پڑتا ہے کہ پورے طور پر حضرت مسیح اس تذلیل وتلعین سے نہیں بچ سکے اور اتنا الزام بھی اس وقت ہے کہ ہم اس واقعہ میں اپنا پہلو قائم رکھیں ورنہ اگر یہودیوں کا پہلو لیا جائے تو وہ بالکل کامیاب ہو چکے تھے اسلیئے یہاں لٰکن کا استعمال خلاف تصریحات اسلامیہ کچھ معنے نہیں رکھتا بلکہ صحیح وہی ہے جو اہل اسلام نے اس موقعہ پر لکھا ہے کہ لٰکن حرف عطف اس وقت ہوتا ہے جبکہ مفردات میں استعمال ہو اور جب فقرات میں استعمال ہو تو بقول منتہے الارب یہ حرف ابتداء ہے جو صرف استدراک کے لیئے استعمال ہوتا ہے اور پھر استدراک کے دو معنے ہیں اول یہ کہ لٰکن کے بعد میں وہ فقرہ لایا جائے جو اس سے پہلے فقرہ کا بالکل مخالف ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ ماقتلوہ وماصلبوہ ولٰکن شبہ لھم یہودی آپ کو نہ قتل ہی کر سکے اور نہ ہی صلیب پر لٹکا سکے لیکن اتنی بات ضرور ہوئی ہے کہ حضرت مسیح ان کیلیئے مشتبہ حالت میں رکھے گئے تھے مطلب یہ کہ وہ اگرچہ اپنے خیال میں کامیاب ہو گئے تھے مگر دراصل ایک مغالطہ میں پڑے رہے ہیں دوم یہ کہ ماقبل عبارت سے کوئی شبہ پیدا ہو تو اس کا دفعیہ کیا جائے چنانچہ اس موقعہ ماقتلوہ وماصلبوہ سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ جب حضرت مسیح نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب ہوئے تو پھر یہودیوں کا یہ کہنا کیسے واقع ہوا کہ ہم نے حضرت کو قتل کر دیا تھا تو اس کا جواب ولٰکن شبہ لھم میں دیا گیا ہے کہ ہاں

انہوں نے بھی ایک مشتبہ شخص کو مار ڈالا تھا اسلیئے وہ اپنے خیال میں سچے ہیں مگر فی الحقیقت وہ سچے نہیں ہیں جھوٹ بولتے ہیں۔ اسی مضمون کو ترقی دیکر آگے بیان کیا ہے کہ سب کو یقین بھی نہیں ہے بلکہ ماحول کے حالات دریافت کرنے والے یہودی خود مشکوک حالت میں ہیں مگر چونکہ اپنی کامیابی اسی میں دیکھتے ہیں تو نسلاً بعد نسل اسی ظن اور خیال کی پیروی کرتے آئے ہیں (ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن) مگر ہمیں تعجب آتا ہے کہ قادیانی فرقہ بھی صرف ظن کا ہی تابع ہو کر مدت سے یہودی بنا ہوا ہے اور چالاکی سے اہل اسلام کو کہتے ہیں کہ یہ یہودی ہیں۔ ہاں یہودی خود ہیں اور بدنام ہم ہیں ؎ چہ دلاور ست وزدے کہ بکف چراغ دارد

خلو

(٤٥٥) لغت میں خلا بمعنے مات آیا ہے اسلیئے قد خلت من قبلہ الرسل کا یہ معنے ہوا کہ ماتت ٤٥٥
الرسل قبلہ اور استدلال کی شکل یوں ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول وکل رسول قد خلا اور نتیجہ یوں ہوا کہ محمد خلا اور اسی طریق استدلال سے حضرت صدیق اکبر نے صحابہ کے سامنے حضورؐ کی وفات ثابت کی تھی اور جب تک حضرت مسیح کو میت نہ مانا جائے اس دلیل کا دوسرا جزو (کبریٰ) پیدا نہیں ہو سکتا (ج) طریق استدلال دو قسم ہوتا ہے ایک اقترانی جو پیش کیا گیا ہے دوم غیر اقترانی کہ جس میں تمثیل کے ذریعہ سے ہی نتیجہ حاصل کیا جاتا ہے حضرت صدیق اکبر نے یہاں قیاس تمثیلی استعمال کیا ہے جس کی شکل یوں ہے کہ ان محمدا قد خلا لخلو الرسل حضور کا خلو دوسرے انبیاء کی طرح ہوا ہے اور خلو رسل کا مفہوم عام ہے کہ سب کا خلو ہو یا بعض کا اور اس طرح بھی عام ہے کہ خلو بمعنے موت ہو یا بمعنے فراغ عن الفرائض ہو اسلیئے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت نہیں ہوئی کیونکہ ان میں خلو بمعنے الفراغ ہوا ہے بمعنے موت نہیں اور اس موقعہ پر جس شعر سے استدلال پیش کیا جاتا ہے کہ اذا سید منا خلا قام سید "جب ہمارا کوئی پریزیڈنٹ اپنی ڈیوٹی گذار چکتا ہے تو دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے" وہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی خلو کا مفہوم فراغ عن الفرائض ہی لیا گیا ہے کیونکہ شاعر کی قوم کے سردار قتل بھی ہوتے تھے اور قید بھی ہوتے تھے اور کچھ ویسے ہی تقاضائے عمر سے ریٹائرڈ یا مستعفی ہو جاتے تھے تو ان چاروں صورتوں میں اس شعر کا مفہوم پایا جاتا ہے ورنہ اگر موت ہی مراد ہو تو باقی تین صورتوں میں معلوم نہیں ہو سکتا کہ دوسرا شخص قائم مقام ہوا یا نہ ہوا۔ اور جن لوگوں نے خلا کا معنے موت یہاں اسلیئے لیا ہے کہ من حرف جار بعد میں آیا ہے تو ان کی نہایت زبردستی ہے کیونکہ یہاں منا سید کی صفت ہے خلا کا صلہ

نہیں ہے چنانچہ اس کا اشارہ ہمنے ترجمہ میں کردیا ہے کہ " ہمارا سردار" ای السید الکائن منا- کیونکہ اس وقت اس کا ترجمہ یوں ہوگا کہ جب کوئی سردار ہم سے بیزار ہوجاتا ہے تو دوسرا کھڑا ہوجاتا ہے اب اگر شاعر کا مطلب بھی مان لیا جائے تو وفات مسیح کے لیئے کبھی سند نہیں بن سکتا کیونکہ عرب میں خَلٰی اس آدمی کو کہتے ہیں جو فارغ ہو- خَلَا مِنَ الْاَمْرِ کا یہ معنے ہے کہ وہ اس کام سے بیزار ہوگیا ہے اور اس کا کوئی تعلق اس سے نہیں رہا- وفات کا معنے صرف ایک شعر میں لیا گیا ہے کہ خَلٰی مَکَانُہٗ ای مات (منتہی الارب) مگر یہاں نہ آیت میں مکان کا لفظ موجود ہے اور نہ شعر میں اسلیئے وفات مسیح کا ثبوت نہیں ہوسکتا- قیاس اقترانی کا طریق بھی آجگہ ایمانداری سے استعمال نہیں ہوا- کیونکہ قبلہ کا لفظ کبریٰ میں نہیں لیا گیا ورنہ حداوسط مکرر نہیں رہتی اور نتیجہ بھی غلط نکلتا ہے- جیسے محمد رسول وکل رسول قد خلا من قبل = محمد قد خلا من قبل یہ بھی خیال رہے کہ یہی آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی مذکور ہے تو کیا وہاں بھی یوں کہا جاسکتا ہے کہ عیسی رسول وکل رسول قد خلا ہرگز نہیں کہہ سکتے کیونکہ اگر من قبل حذف کریں تو آیت کا مفہوم ناقص رہجاتا ہے اور ملائیں تو حداوسط مکرر نہیں رہتی علاوہ بریں کلیتہ کبرے بھی متحقق نہیں ہوتی کیونکہ اس وقت حضور علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ ضرور اس حکم سے خارج رہ جاتے ہیں اور اگر من قبل ظرف لغو مفعول فیہ نہ سمجھی جائے تو الرسل کی صفت نہیں بن سکتی کیونکہ یہاں موصوف موجود ہے- عطف بیان کا اگر خیال ہو تو وہ بھی نہیں بن سکتا- کیونکہ وہ ایک مخصوص اور مشہور لفظ ہوا کرتا ہے جو کسی حد تک معطوف کا معنے خود ہی ادا کرتا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ من قبلہ کا مفہوم اس نوعیت سے خارج ہے کیونکہ من قبلہ سے الرسل کا مفہوم کسی طرح بھی ادا نہیں ہوسکتا- اگر یہ خیال ہو کہ یہ اسم حالیہ ہوگا تو تقدیم حال کی وجہ بیان کرنا مشکل ہوگا کیونکہ تقدیم حال صرف اس وقت ہوتی ہے کہ ذوالحال اسم نکرہ ہو اور الا وغیرہ وہاں موجود نہ ہو جیسے جاء نی راکبا رجل وما جاء نی رجل الا راکبا- ذوالحال اگر مجرور بالحرف ہو تو بعض کے نزدیک اس پر بھی تقدیم جائز ہے جیسے فطلبہا کھلا علیہ شدید (بوڑھا عورت کو مشکل سے طلب کرسکتا ہے) اور ان دونوں صورتوں کے سواء ذوالحال پر اسم حالیہ مقدم نہیں ہوسکتا اس لیئے یہ خیال بھی غلط ہوا- کہ من قبل الرسل سے حال مقدم ہے زیادہ تشریح دیکھنا ہو- تو متن متین کا مطالعہ کرو٭

۴۵۶ **الدجّال** (۱۵) لغت میں[۴۵۶] دجّال کا معنے جماعت کثیر ہے اس لیئے اس سے مراد عیسائی قوم ہے

جو اپنی مردم شماری میں بہت زیادہ ہے (ج) اسم علم میں معنے لغوی مراد نہیں ہوتے بلکہ اسی میں صرف مدلول علمی مراد ہوتا ہے اگرچہ لغوی مدلول اس میں نہ بھی پایا جائے جیسے سلطان بہت سے آدمی اپنا نام رکھتے ہیں مگر پیٹ سے بھوکے ہوتے ہیں۔ غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں یا زرخرید نوکر کو۔ مگر ہزاروں غلام آبق ایسے ہیں کہ ساٹھ سال تک غلام ہی کہلاتے ہیں اور کسی نے ان کو کوڑی سے بھی نہیں خرید کیا ہوتا اسی طرح دجال بھی مسیح یہود کا اسم علم ہے جو احادیث میں مذکور ہے۔ منتہی الارب میں ہے کہ دجال جھوٹے فریبی اور کلام کو تحریف کرنے والے کو کہتے ہیں اور مسیح کذاب کا یہی لقب ہے کہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا اور خدائی کا دعویٰ کریگا "پھر اسی کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ اس کو اسلیئے دجال کہا گیا ہے کہ وہ جھوٹ بولیگا (دَجَلَ) اور اپنی جھوٹی باتوں کو سچائی کی ایسی آب دیگا کہ وہ سچی معلوم ہوں گی (دَجّل بالذھب) اور خزانے اسکے تابع ہونگے (الدجال الذھب) اور ایک گروہ عظیم اس کا پیرو ہوگا (الدجالۃ الرفقۃ العظیمۃ) اور زمین کو ناپاک کروے گا (اَلدّجالُ السرجین) اور بدسرشت اور بدخیال آدمی اسکے تابع ہونگے (دُجّلُ الناسِ لُقَّاطُھم) اب مخالفین اگر الٹ کر یہ ساری صفات مسیح قادیانی میں ثابت کر کے اسے دجّال کہیں تو ہمارے خیال میں انگریزوں کو دجّال کہنے کی نسبت انکا یہ قول زیادہ قرین قیاس ہوگا؛

(۱۶۱) کنز العمال میں احادیث دجال میں رجال کا لفظ بھی آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر زمانہ میں عیسائی دنیا میں پھیل جائینگے اور وہی دجال بھی ہیں (ج) کنز العمال میں طباعت کی کئی غلطیاں رہ گئی ہیں اور یہاں بھی غلطی سے دجال کی بجائے رجال کا لفظ لکھا گیا ہے اور جب دوسرے نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے تو وہاں بھی یہ لفظ دجال ہی نکلا اسلیئے غلط لفظ کو پیش کر کے اپنا مطلب ثابت کرنا غلط کاروں کا کام ہوگا ورنہ دیانتدار آدمی ایسی چالاکی سے محترز رہتے ہیں بالفرض اگر کسی حدیث میں رجال کا لفظ بھی آیا ہے تو اس سے مراد انگریزوں کی بجائے مرزائی ہوسکتے ہیں جو مختلف ممالک میں تبلیغ مرزائیت کیلیئے اپنے وطن سے دور دراز نکل گئے ہیں۔ اور مرزا صاحب نے بھی ایک جگہ لکھا ہے کہ "میری جماعت اس قدر ہے کہ اگر ان کو ایک جگہ کھڑا کیا جائے تو بڑے سے بڑے لشکر بھی شمار میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔" اور براہین کے الہامات میں ایک انگریزی الہام بھی مذکور ہے کہ "آئی دِل گو یو اَے گریٹ پارٹی اوف اسلام" خدا نے کہا تھا کہ اے مرزا میں تم کو

ایک بڑی جماعت دوں گا۔"

۴۵۷ **خلود اور خلد** (۴۵۷) (۱) قرآن شریف میں ہے کہ کسی انسان کو خلد (ہمیشہ کی زندگی) نہیں دی گئی تو مسیح ابھی تک کیوں زندہ ہیں؟ (ج) خلود اور طول عمر میں فرق ہے زمین و آسمان عرش وکرسی اجرام فلکیہ اور ملائکہ یا ارواح ہزاروں ایسی مخلوقات ہیں۔ جو باوجود فانی ہونے کے ابھی تک قائم ہیں اور قائم رہینگے کتاب المعمرین لابی حاتم السجستانی میں جن لوگوں کی عمریں تین سو سال سے زیادہ گذری ہیں مختصر فہرست دی گئی ہے۔ جسکا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ لقمان بن عادیا (۳۲۰)۔ سطیح (۳۰ قرن) ولد فی زمن السیل العرم وعاش الی ملک ذی نواس۔ ربیع بن ضبع (۳۴۰)۔ مستوغر بن ربیعة (۳۳۰)۔ دریا بن نهد (۶۰۶) ابن جمة الله وسمی (۳۹۰) اسمه کعب او عمر زهیر بن جناب (۴۲۰)۔ فضیل بن عبد الله (۷۰۰) (وهو جد زهیر بن جناب) یلم الله بن ثعلبة (۵۰۰)۔ ذوجدن الحمیری (۳۰۰)۔ عبد المسیح بن عمر (۳۵۰)۔ حاوث بن مضاض (۴۰۰)۔ قس بن ساعدة الایادی (۳۸۰) ثعلبة (۳۰۰) بن کعب بن زید۔ طیبی بن اُدَد (۵۰۰)۔ کعب بن حراه (۳۰۰)۔ حارثه بن عبید (۵۰۰) عباد بن سعید (۳۰۰) ذو الاصبع عدوانی (۳۰۰) یہ لوگ اسی زمانہ میں تھے جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ اب اگر حضرت مسیح کو زندہ مان لیا جائے تو سطیح سے بھی زیادہ عمر کے نہ ہونگے کیونکہ اس کی عمر تین ہزار سال تھی (لان القرن علی الاصح مایة سنة لقوله علیه السلام لغلام عش قرنا فعاش مایة سنة۔ منتهی الارب) فتوحات مکیہ اور ازالۃ الخفاء میں زریت بن برثملا کی حکایت یوں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت سعد کو قادسیہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا اور انہوں نے بحکم خلیفہ نضلہ بن معاویہ انصاری کو کوہ حلوان کی طرف عراق میں جہاد کرنے کو ۳۰۰ مجاہد کی معیت میں روانہ کیا اور جب نضلہ رضی وہ علاقہ فتح کرکے واپس آئے تو کوہ حلوان میں عصر کا وقت ہوگیا نماز کیلئے اذان کہی تو پہاڑ سے ایک تصدیقی آواز آئی پوچھا گیا تم کون ہو؟ کہا میں زریت بن برثملا ہوں حضرت مسیح نے اپنے نزول من السماء تک یہاں ٹھیرنے کو کہا ہے یہ شخص سپید ریش بزرگ سر تھا اسنے حضرت عمر کو سلام کہلا بھیجا اور وصیت کی کہ اسلامی خدمات تندہی سے انجام دیں کیونکہ نزول مسیح قریب آرہا ہے نضلہ نے اور بھی بہت سے سوال و جواب کئے پھر وہ غائب ہوگیا نضلہ نے سعد کو یہ واقعہ لکھا اور سعد نے حضرت عمر کو لکھا تو حضرت عمر نے سعد کو جواب میں لکھا کہ تم خود وہاں جاؤ اور میرا سلام عرض کرو

چنانچہ حضرت سعد چار ہزار مجاہدین کی معیت میں کوہ حلوآن میں چالیس دن تک ٹھیرے رہے مگر وہ بزرگ پھر ظاہر نہ ہوا۔ یہ روایت کنز العمال میں بھی مذکور ہے اور لکھا ہے کہ من حیث الروایتہ صحیح نہیں ہے مگر فتوحات مکیہ میں اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اہل کشف کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے کیونکہ ان کو واقعات کی اصلیت شیشہ کی طرح معلوم ہو جاتی ہے بہر حال اس روایت کی رو سے زرنبیت کی عمر حضرت عمرؓ کے عہد تک کم از کم سات سو سال ضرور تھی اور نزول مسیح تک معلوم نہیں کتنی ہو جائے گی؟ (دیکھو ص۲۱۹)

رفع معراج (۱۸) حضرت عائشہ اور امیر معاویہ معراج روحانی کے قائل ہیں تو اسی طرح پھر حضرت مسیح باتفاق اہل اسلام کیسے بجسم عنصری آسمان پر اٹھائے گئے (ج) یہ دونوں واقعات آپس میں لازم ملزوم نہیں ہیں اسلئے یہ منطق غلط ٹھیرتی ہے کہ چونکہ معراج جسمانی میں اختلاف ہے اسلئے وفات مسیح کا قول متفقہ طور پر صحیح ہے۔ مگر ہم اس مسئلہ کو دوسری طرح بھی حل کر سکتے ہیں کہ مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کو ۳۴ دفعہ معراج ہوا ہے جن میں سے ایک جسمانی طور پر ہوا تھا۔ باقی روحانی طور پر ہوئے تھے اور جسمانی معراج کے وقت حضرت عائشہ ابھی شیرخوار تھیں یا بالکل معصوم بچی تھیں کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کم از کم ایک سال وقوع پذیر ہوا ہے اور زیادہ سے زیادہ پانچ سال۔ اور حضور کے حرم سرا میں حضرت عائشہ کو باریابی ہجرت کے بعد نصیب ہوئی تھی۔ اسلئے حضرت عائشہ کا یہ قول کہ شب معراج کو حضور کا جسم مبارک غائب نہ ہوا تھا۔ صحیح روایت نہیں ہے بلکہ یا تو اس کا یوں مطلب لیا جا سکتا ہے کہ جسم بغیر روح کے غائب نہ ہوا تھا بلکہ دونوں (جسم مع الروح) کو سیر ہوئی تھی اور یا یوں کہ انہوں نے اپنا عندیہ بیان کیا تھا کہ اس رات آپ کہیں باہر نہیں گئے تھے بلکہ ام ھانی کے گھر سوئے تھے۔ ساری رات کی حاضری کا قول نہیں کیا اسلئے ممکن ہے کہ جس وقت حضور معراج کو تشریف لے گئے ہوں حضرت عائشہ جو نو عمر تھیں سو رہی ہوں۔ اس کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے جو کنز العمال میں حضرت ابوبکر صدیق سے مروی ہے کہ آپ اس رات حضور کے پاس تشریف لائے تو حضور کو نہ پایا۔ عرض کیا کہ میں نے آپ کو ہر جگہ تلاش کیا مگر آپ نہیں تھے تو حضور نے فرمایا کہ "میں آسمان پر گیا ہوا تھا" اس قول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ بے شک اس رات تو تھے اپنے گھر ہی (دبیت ام ھانی) مگر تھوڑی دیر کے لئے غائب ضرور ہو گئے تھے جسکو بیٹی نے محسوس نہیں کیا تھا اور باپ نے دریافت کر لیا تھا باقی رہا امیر معاویہ کا جھگڑا تو وہ روایت اسلئے قابل وثوق نہیں ہے کہ

اس وقت امیر معاویہ ابھی مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے تو پھر ان کو کمالیت اسلام کے متعلق روایات سے کیسے تعلق پیدا ہو سکتا ہے ہاں اگر آپ نے ۸ھ ہجری میں اسلام قبول کرنے کے بعد یہ روایت کی ہے تو روایت روا درایت کا شبہ پڑتا ہے ورنہ عینی مشاہدہ کی بنیاد پر یہ روایت کبھی خیال نہیں کی جا سکتی۔ ہمیں اس موقعہ پر آجکل کی محققین پر سخت افسوس ہے کہ اگر حیات مسیح کے متعلق ذرہ بھر شبہ ہو تو روایات پر جرح کر کے فوراً وفات مسیح ثابت کر لیتے ہیں مگر معراجِ جسمانی کے متعلق ایسی آنکھیں بند کی ہیں۔ کہ اپنے سارے عقیدہ کی بنیاد صرف قول عائشہ و قول معاویہ پر رکھ ڈالی ہے جو کسی طرح بھی قابل وثوق نہیں ہیں کیونکہ یہ دونوں اقوال خود قول حضور کے خلاف ہیں صدیق اکبر ان کی تکذیب کرتے ہیں اور قرآن شریف میں اسرٰی بعبدہٖ لیلاً موجود ہے جو کبھی نیند کے موقعہ استعمال نہیں ہوا اور نہ فی المنام کا لفظ اس ساری آیت میں موجود ہے اور یہ بھی موجود ہے کہ ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہٰی حضور نے جناب باریتعالیٰ کو دوسری دفعہ سدرۃ المنتہٰی میں دیکھا تھا اور یہ بھی لکھا ہے ما زاغ البصر وما طغیٰ حضور کی نظر میں نہ فتور آیا تھا اور نہ اس نے کوئی غلطی کی تھی ایسی تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ یہ خواب تھا یا کشفی حالت تھی۔ کیا خدا تعالیٰ کو کشفی حالت یا خواب بیان کرنے کیلئے یہ ضرورت محسوس ہوئی تھی کہ یوں فرمائے کہ ما زاغ البصر وما طغیٰ نہیں نہیں صرف ان لوگوں کا شبہ دور کرنا مطلوب تھا کہ جن کو یہ خیال گذر رہا تھا کہ شاید حضور کی نظر نے غلطی کھائی ہوگی یا انوار تجلیات سے آنکھ چندھیا گئی ہوگی اسلئے آپ کا بیان مشتبہ ہے اور سنیئے اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے کہ اوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ جو کچھ خدا تعالیٰ نے وحی کرنا وحی کر دیا۔ اب خوابی فرقہ بتائے۔ کہ کیا حضور کی وحی سو کر ہوا کرتی تھی۔ قرآن شریف میں تو تین طرح کی وحیوں کا ذکر ہے مگر وحی مناجی کا ذکر نہیں ہے اس خیال کی تردید خود حضور نے بھی فرمائی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنا ید قدرت میرے کاندھوں پر رکھا جس کی سردی دیر تک محسوس کرتا رہا ہوں تو مجھے اس کی برکت سے علم الاولین و الاخرین وما کان وما سیکون سب کچھ حاصل ہو گیا خود مشرکین عرب نے بھی اس خیال کو صحیح نہیں سمجھا ورنہ صبح کو آپ سے مشاہدات بیت المقدس کی تشریح نہ پوچھتے کیا وہ ایسے ہی بیوقوف تھے کہ خوابوں کا آنا بھی قرین قیاس نہیں سمجھتے تھے اور اس رات جو قافلہ شام سے مکہ کو آرہا تھا وہ بھی اس واقعہ کو جسمانی قرار دیتا ہے کہ ہم آرہے تھے کہ تو ہمارے اونٹ ڈر گئے تھے اور ہمارے مشکیزہ سے پانی خشک ہو گیا تھا کہ جس سے ہم نے معلوم کیا کہ کوئی

سوار جارہا ہے اور شک سے اس لئے نوش فرمایا ہے اسکے علاوہ دربان بیت المقدس کی شہادت بھی اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ اس رات وہ پھاٹک بند کرتا تھا مگر وہ بند نہ ہوتا تھا تو وہ یوں ہی چھوڑ گیا تھا۔ صبح آتے ہی اس نے پاؤں کے نشان دیکھے تھے کہ ایک سواری آئی ہے اور پھر نکلگئی ہے ان تمام واقعات کی تشریح مدارج النبوّت میں دیکھو۔ (۱۹) دیدار الٰہی شیعہ کے نزدیک ناممکن ہے کیونکہ خدا لطیف وخبیر ہے اور لاید رکہ الابصار ہے (ج) شیعہ گو دیدار الٰہی کے منکر ہوں مگر حیات مسیح کے منکر نہیں ہیں اور جس نے ان دونوں مسئلوں کو لازم وملزوم سمجھا ہے وہ بیوقوف ہے۔ علاوہ بریں روئیت اور چیز ہے اور ادراک اور چیز ہے ہم سورج کو دیکھتے ہیں یہاں ہماری روئیت ہے۔ مگر ادراک یعنی پورے طور پر گہری نظر سے دیکھنا نہیں ہے اسی طرح ہم بھی رؤیت کے قائل ہیں ادراک ذات الٰہیہ کے قائل نہیں ہیں حضرت عائشہ سے بھی ادراک کی نفی معلوم ہوتی ہے روئیت بصری کی نفی معلوم نہیں ہوتی اسکے علاوہ معراج کا واقعہ آپ سے پوشیدہ رہا ہے۔ (۲۰) آیت مذکورہ میں بعض کے نزدیک دیدار جبرائیل مراد ہے تو پھر معراج جسمانی کیسے ٹھیرا؟ (ج) جب صاف ذکر ہے کہ سدرۃ المنتھےٰ کے نزدیک اس وقت آپ تھے تو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ حضور بیت المقدس تک جسمانی طور پر اسرےٰ بعبدہٖ لیلاً کے ماتحت تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے عرش معلّی تک ولقد نزلۃ اخرٰی کے رو سے پہنچ چکے تھے اور یہ رسائی قرآن کے رو سے ہر طرح ثابت ہے خواہ دیدار الٰہی کا قول کیا جائے یا دیدار جبرائیل کا۔ دیدار جبرائیل کے متعلق بھی اصلی صورت کا دیدار مراد ہوگا ورنہ معمولی صورت میں تو حضور سے کئی دفعہ ملاقات کر چکے تھے ؛

رقابت

(۲۱) کنت انت الرقیب علیہم میں صاف مذکور ہے کہ حضرت مسیح قیامت کو دو اقرار کرینگے اوّل یہ کہ مجھے اپنی قوم کی خبر توفی سے پہلے رہی ہے بعد میں نہیں رہی دوم یہ کہ میری خبر گیری بنی اسرائیل میں موجود رہنے تک محدود تھی اور بعد میں مجھے اطلاع ان کے حالات کے متعلق نہ تھی تو دونو صورتوں میں نزول مسیح باطل ہو جاتا ہے ورنہ یوں کہنا لازم تھا کہ میں دوبارہ نزول کے بعد بھی خبر گیر رہا ہوں مگر آپ اسکی نفی کرینگے۔ کیا کذب بیانی کا ارتکاب کرینگے؟ (ج) کذب بیانی کا الزام تو مرزائی تعلیم کے مطابق بھی قائم رہتا ہے کیونکہ آئینہ کمالات اسلام میں مرزا صاحب مانتے ہیں کہ نصاریٰ کی ابتری کا حال آسمان پر بھی آپ کو معلوم تھا اور نہ کشمیر میں بھی جب تک بنی اسرائیل میں رہے ہیں اس ۸۷ سال کے عرصہ دراز میں بھی آپ کو اہل فلسطین اور اہل شام کی مطلقاً

خبر نہ تھی۔ تو باوجود موجود رہنے کی بہی آپ کو علم نہیں رہا اب موجودگی اور علم کو لازم وملزوم قرار دیکر یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ جب تک میں بنی اسرائیل میں رہا تب تک مجھے علم تہا اسلیئے یہ ثابت کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ آپ کی موجودگی میں پیدا نہیں ہؤا۔ واقعہ صلیب کے بعد متصل ہی پولوس یہودی نے نصرانیت میں تثلیث کا عقیدہ پھیلانا شروع کردیا تھا اور اس سے پہلے بھی حسب تصریح مورخین وحسب تصریح برنباس تثلیث کی بنیاد پڑ چکی تہی اور فساد قوم محقق ہوچکا تھا (۲۲) چونکہ آپ کا بیان لاعلمی کے متعلق قرآن میں مذکور ہے اسلیئے بیرونی روایات کا اعتبار نہیں رہیگا۔ (ج) قرآن شریف میں لاعلمی کا ذکر نہیں ہے بلکہ بے سمجھی کی وجہ سے یہ نظریہ خواہ مخواہ قرآن کے ذمہ تھوپ دیا گیا ہے ورنہ محققین اہل تفسیر نے جو کچھ بیان کیا ہے اصل میں وہی درست ہے کہ سرکاری گواہ جب عدالت کو خود مدعی دیکہتا ہے تو اپنی رپورٹ کو عدالت کے سپرد کرکے یوں کہہ سکتا ہے کہ "عدالت خود معاملہ زیر بحث کو خوب جانتی ہے مجھے عدالت سے بڑھ کر کیا علم ہوسکتا ہے" اس طرز کے جواب کو تفویض العلم الی الغیر کہتے ہیں جو ہمیشہ بڑوں کے سامنے چھوٹے آدمی استعمال کرتے ہیں اور اسی طرز جواب کو تمام انبیاء علیہم السلام بہی برتیں گے آیت زیر بحث سے چند سطور پہلے دیکھیے یوں مذکور ہے کہ یوم یجمع اللہ الرسل اس دن خدا تعالی تمام انبیاء کو کہ جنمیں حضرت مسیح علیہ السلام بھی شامل ہونگے جمع کرکے سوال کرینگے کہ بتاؤ تمہاری کامیابی کیسی رہی؟ اور تمہاری اجابت یا قبولیت کس درجہ پر رہی ہے؟ تو تمام انبیاء یک زبان ہوکر یوں کہینگے "حضور ہمیں کہنے کی کیا ضرورت ہے حضور خوب جانتے ہیں حضور کی تحقیق کے مقابلہ میں ہمیں اصلی واقعات کا کچھ بھی علم نہیں ہے (لاعلم لنا) باوجودیکہ ان کو اپنی امتوں کا حال معلوم ہوگا مگر اپنی اطلاع وہی کو کمال وضوح کی وجہ سے باریتعالی کے ذمہ ڈالینگے ورنہ اگر تفویض العلم الی الغیر کا مسئلہ باطل سمجہا جائے تو نعوذ باللہ تمام انبیاء کے حق میں کذب بیانی کا الزام پیدا ہوجاتا ہے اسلیئے ہم کہتے ہیں کہ مرزائیوں کو اس مقام پر قرآن شریف کے اصلی مقاصد سمجہنے پر قدرت حاصل نہیں ہوئی۔ اسلیئے خود بھی ٹھوکر کھائی ہے اور لوگوں کو بہی غلط راستہ بتا رہے ہیں زیادہ تشریح دیکھنی ہو تو تفسیر کبیر اور تفسیر روح المعانی کا مطالعہ کریں؛

کادی

(۲۳) مرزا صاحب مہدی تھے اسلیئے قادیان اصل میں کدعہ تھا اور چونکہ مسیح بھی تھے ۴۶۰
اسلیئے یہی شرقیہ دمشق ہے (ج) قادیاں کی وجہ تسمیہ میں پہلے یوں کہا گیا ہے کہ قاضیاں تھا بگڑ کر قادیان بنگیا

مگر اس وقت مرزا صاحب مدعی نہ تھے اور دعوی کے بعد اسکے دو نام بدل گئے ہیں اور یہ تبدیلی ظاہر کرتی
ہے کہ یہ سب کچھ غلط ہے کیونکہ اسی علاقہ میں دو گاؤں اور بھی قادیاں موجود ہیں۔ اور ان کی وجہ تسمیہ میں
یہودیت اور مسیحیت کا کچھ اثر نہیں ہے اسلیئے ہم اس کی وجہ تسمیہ وہاں سے لیکر یوں کہتے ہیں کہ کادی
ارائیں ہوتے ہیں اس علاقہ میں یہی قوم آباد تھی اسلیئے یہ تین گاؤں ارائیوں کے نام پر مشہور ہیں اور قادیان
دمشق سے مشرقی خط بھی واقع پر نہیں ہے کیونکہ قادیان سے دو ہزار میل کے فاصلہ پر خط مشرق چلکر ترکستان
کو نکل جاتا ہے جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے۔

عمر المسیح (۲۴ح) آپ کی کل عمر ۱۲۰ ۴۶۱ سال ہے ۳۳ سال کو رفع ہوا نزول کے بعد ۸۷ سال ۴۶۱
زندہ چاہیئے تھا احادیث میں ۴۰ یا ۴۵ سال کا عدد ہے یہ تعارض کیسے اٹھ سکتا ہے اسلیئے یوں کہنا پڑتا ہے کہ
بعد نزول از صلیب آپکی عمر کشمیر میں ۸۷ سال گذری ہے (ج) جن روایات میں آپ کی عمر ۱۲۰ سال مذکور ہے علامہ
زرقانی نے ثابت کیا ہے کہ یہ عمر قبل از رفع کی ہی عمر بعد النزول اسکے علاوہ ہی اور کل عمر اس حساب سے ۱۶۰
یا ۱۶۵ بنتی ہے۔

حکومۃ المسیح (۲۵ح) کسر صلیب سے ۴۶۲ مراد مباحثہ مذہبیہ ہے ورنہ لکڑی کو توڑ کر حضرت مسیح ۴۶۲
کیا کرینگے؟ (ج) آپ حکومت اسلامی قائم کرینگے اور گرجے گرا کر صلیب پرستی دور کرینگے قیامت کو بت پرستونکے
بتوں کو دوزخ میں ڈالدیا جائیگا اسی طرح عیسائیوں کو مغلوب کر کے انکا بت اکبر (صلیب) بھی خاک میں
ملادیا جائیگا (۲۶ح) یہودیوں پر بحکم قرآن قیامت تک ذلت لکھی ہوئی ہے وہ مسیح کے زمانہ کب لڑینگے اگر یہ روایت
صحیح ہے تو اس سے مراد مولوی ہیں جو مرزا صاحب سے لڑتے ہیں (ج) مسیح دجال یہودیوں پر زبردستی حکومت کریگا
اور انکو چاہیگا کہ مسلمانوں پر غالب کرے مگر اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوگا۔ کیونکہ قیامت تک اسلام کے مقابلہ پر انکو ذلت
لکھی ہوئی ہے اور اگر علمائے اسلام یہودی ہیں تو مرزائی مولوی صاحبان بھی یہودیوں سے کم نہیں ہیں کیونکہ یہودیوں کی
طرح کلام الہٰی کو تحریف کے ذریعہ سے نیا لباس پہنا رہے ہیں اعداد الفاظ سے استدلال قائم کرنا بھی یہودیوں کی
طرح ان میں ہی موجود ہے اور وفات مسیح میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی ہے یہودی مسلمانوں کے دشمن ہیں تو
مرزائی بھی ان سے کم نہیں ہیں۔ (۲۷ح) لا یقبل الا الاسلام سے مراد تبلیغ ہی ورنہ لا اکراہ فی الدین کے خلاف ہوگا (ج)

جب دجّال مسلمانوں پر فوج کشی کریگا تو اس وقت مسلمانوں پر جوابی حملہ فرض ہوگا جسمیں وہ مارا جائیگا اور نصاریٰ بھی چونکہ ان کے طرفدار ہونگے اسلیئے ان سے بھی جہاد کرنا پڑیگا اور حکومت اسلامیہ قائم کرنے کے واسطے نہ کسی سے جزیہ لیا جائیگا اور نہ غیر سے معاہدہ کیا جائیگا کیونکہ فتنہ ارتداد زوروں پر ہوگا اور توحید و شرک کا فیصلہ جہاد کے سوا نہ ہو سکیگا قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ کا مقام ہوگا (۲۸ ح) لا یرکب علی فرس ابداً مسیح کی علامت ہے تو پھر جہاد کیسے وقوع پذیر ہوگا (درج) قیام حکومت کے بعد مسلمانوں کو جہاد کی ضرورت نہ رہیگی ورنہ یہ مطلب نہیں کہ مسیح مطلقاً جہاد نہ کرینگے!

(۲۹) یفر رب الدجال کالملح کا وقوع یوں ہوا ہے کہ عیسائی مرزائیوں کے مقابلہ میں پانی پانی ہوجاتے ہیں (درج) صرف منہ سے کہنا آسان بات ہے ورنہ جب سے مرزائی مذہب شروع ہوا ہے عیسائیت کو وہ قبولیت ہوگئی ہے کہ اسلام انکے مقابلہ میں پانی پانی ہو رہا ہے اور خود مرزائی مذہب کے پیرو عیسویت میں جذب ہو رہے ہیں اور عیسائیت قبول کر رہے ہیں ذرہ آنکھ کھول کر تمدن اور معاشرت مرزائیہ پر نظر دوڑائیے تو آپکو معلوم ہو جائیگا کہ کس طرح عیسائیت کی خاطر قرآن میں تحریف کر رہے ہیں (۳۰ ح) یاجوج ماجوج وہ شخص تھے کہ جنکی اولاد اہل یورپ ہیں انکے ڈھانچے لندن (گلیڈہال) میں موجود ہیں اور چونکہ انہوں نے آگ سے بہت کام لیا ہے اسلیئے بھی انکو یاجوج ماجوج کہا جا سکتا ہے (کیونکہ اجیج آگ کو کہتے ہیں) دجّال بھی یہی قوم ہے۔ مرزا صاحب کے عہد میں مذہبی طور پر فنا ہو چکی ہیں (درج) یہ نظریہ بالکل غلط ہے کیونکہ خروج یاجوج و ماجوج حضرت مسیح کے زمانہ میں لکھا ہوا ہے اور اقوام یورپ مرزا صاحب کے آباؤ اجداد سے بھی پہلے موجود ہیں اسی طرح تمام انسان کم و بیش آگ سے کام لیتے ہیں اور آتش پرست تو عرصہ دراز تک آگ کی پرستش کرتے رہے ہیں تو پھر کیا یہ سب یاجوج ماجوج ہونگے اصل بات یہ ہے کہ احادیث کے رو سے ایک قوم مخصوص کا اسم علم یاجوج ماجوج قرار پایا ہے اسلیئے اگر وضعی معنے کے طور پر مرزائی بھی یاجوج ماجوج بنجائیں تو اصل مقصد میں کچھ نقص پیدا نہ ہوگا جیسا کہ مسیح کا لفظ بھی اشتراکی طور پر تین آدمی ظاہر کرتا ہے۔ دجّال۔ قادیانی۔ اور ابن مریم علیہ السلام (۳۱ ح) یجعلہ اللہ حکماً سے مراد یہ ہے کہ مرزا صاحب حق و باطل میں قطعی فیصلہ کرینگے (ح) حضرت مسیح تو واقعی حاکم اور فیصل ہونگے مگر مرزا صاحب کی زندگی تو تحریف و تنسیخ اسلام میں گذری ہے اگر یہی حکومت مراد ہے تو مسیح ایرانی نمبر اول پر حکم عادل تصوّر ہوگا کیونکہ اس نے سرے سے قرآن ہی کو منسوخ کر دیا ہے (۳۲ ح) یمکث عیسےٰ اربعین وارد ہوا ہے معلوم نہیں کہ چالیس سال حضرت مسیح حکومت کرینگے یا کم و بیش (درج) خواہ آپ حکومت ایک دن کریں مگر صداقت مرزا کا تعلق

اس سے کیسے ہوسکتا ہی؟ اگر یہ مراد ہے کہ حضور علیہ السلام کو دجال۔ یاجوج ماجوج اور مسیح کا علم نہیں دیا گیا تو مرزا صاحب پر تین الزام قائم ہوتے ہیں اوّل جہالت اسلامی کیونکہ صحیح روایات میں چالیس سال آپ کی حکومت تحقیق کیگئی ہے۔ دوم توہین رسالت کہ مرزا کو توان تینوں کا علم ہے مگر حضور پر یہ تینوں مشتبہ تھے اس الزام کے رو سے مرزا صاحب کافر واجب القتل تھی سوم دوران سر کیونکہ اپنی عمر اسی سال بتاتے تھے اور چالیس سال کے بعد دعویٰ کیا تھا اور چالیس سال کی عمر کا قول خود احادیث کو دیکھکر کیا تھا اور یہاں آکر بھول گئے تھے اور خدا نے بھی چالیس سال تک مسیح نہ رہنے دیا۔ (۳۳) فلا یجد الکافر لیحے نفسہ الامات میں مذکور ہے کہ کافر حضرت مسیح کے دم سے مرجائینگے مرزا صاحب کی تبلیغ ایسی ہی ہے (ج) اس حدیث میں حضرت مسیح کا معجزہ بیان ہوا ہے جیسا کہ شاہت الوجوہ میں حضرت علیہ السلام کا معجزہ مذکور ہے کہ آپ نے کنکریاں پھینک کر تمام کو اندھا کر دیا تھا اور مرزا صاحب کی تبلیغ سے ہزاروں مسلمان گمراہ ہو چکے ہیں اور انکے دل مرچکے ہیں جنکو وہ کافر کہا کرتے ہیں اگر صلاح الدین ایوبی یہ دعویٰ کرتا تو درست ہوسکتا تھا کیونکہ ۱۱۹۶ء میں بطرس ناسک چھ لاکھ عیسائی فوج لیکر مصر پر چڑھ آیا تھا اور اس نے جنگ صلیبی میں عیسائیوں کو شکست دی تھی (۳۴) یقتل الخنزیر میں اشارہ ہے کہ عیسائیوں کو لاجواب کر دیگا (ج) نہیں قتل خنزیر کی رسم اور اسکا استعمال حضرت مسیح کی زندگی میں بند ہو جائیگا کیونکہ اہل کتاب کا خاتمہ ہو جائیگا اگر مرزا صاحب کے عہد پر یہ مضمون منطبق کیا جائے۔ تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ قتل خنزیر کی بجائے خود قتل ہوگئے ہیں۔ تحریف کتاب اللہ اور ترک احادیث رسول اللہ میں عیسائیوں کے مقابلے پر دم چھوڑ بیٹھے ہیں جہاد موقوف کر دیا ہے اور عیسائیت کو ہی اپنا اسلام سمجھ لیا ہے اور تمدن یورپ میں جذب ہوئے ہیں (۳۵) یضع الجزیۃ میں اشارہ ہے کہ مرزا صاحب جہاد بند کر دیں گی (ج) حکم الٰہی کو بند کرنا رسول کا اختیار نہیں ہوتا اب اگر مرزا صاحب نے جہاد اسلامی کو بند کرنیکا فتویٰ دیا ہے تو اگر بذریعہ وحی دیا ہے تو آپکا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ میں اسلام کا تابع ہوکر نبی بنا اور اگر اجتہادی طور پر فتویٰ دیا ہے تو سراپا غلط ہے مگر حضرت مسیح کے عہد میں چونکہ کمال تبلیغ کے بعد حکومت اسلامی تسلیم ہو چکے گی اسلیئے جہاد کی ضرورت نہ رہیگی ورنہ آپ بھی اس حکم میں ترمیم نہ کرینگے کیونکہ نسخ شریعت کا ارتکاب سوائے مخالف اسلام کے کوئی نہیں کر سکتا (۳۶) یھلک الملل کلھا میں اشارہ ہے کہ تمام ادیان کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی تعلیم غالب رہیگی۔ ورنہ لا اکراہ فی الدین اور لوشاء ربك لجعل الناس امۃ واحدۃ وغیرہ کے خلاف ہے

(ج) بالکل غلط ہے ورنہ بتائیں کتنے آریہ مغلوب ہوئے کتنے عیسائی معترف ہوئے یا کتنے بابی مذہب کے پیرو مرزائیت
میں داخل ہوئے بلکہ واقعات بتا رہے ہیں کہ بابی مذہب نے انکا ناک میں دم کر دیا ہوا ہے۔ عیسائیت زوروں پر ہے اور آریہ
وغیرہ کی کوشش سے فتنہ ارتداد جاری ہے اور مرزائیت سے لوگ توبہ کر رہے ہیں اسلیئے اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ اس وقت اسلام
ہی اسلام ہوگا جیسا کہ لیظہرہ علی الدین کلہ میں مرزا صاحب خود بھی مان چکے ہیں (۳۷) یمکث اربعین میں اشارہ
ہے کہ چالیس سال مرزا صاحب اپنے مذہب کی تبلیغ کرینگے (ج) واقعات نے اس کی تکذیب کی ہے کیونکہ اسی سال کی عمر تک
آپ نہیں پہنچ سکے ساٹھ ستر کے درمیان ہی وفات پائی تھی اور ٹیچی فرشتہ نے جو کچھ بتایا تھا کہ مرزا صاحب کی عمر اسی سال ہو گی
غلط وحی تھی اور مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے کی ایک بیّن دلیل ہے (۳۸) یصلی علیہ المسلمون صلوۃ الجنازۃ میں اشارہ
ہے کہ جنہوں نے مرزا صاحب پر جنازہ پڑھا ہے وہی مسلمان ہیں باقی سب کافر ہیں (ج) اس اصول سے تو مرزائی بننے کی یہ ایک
شرط بھی معلوم ہوتی ہے کہ پہلے جنازہ پڑھا جائے اور اگر مرزا صاحب پر جنازہ کی رسم جاری نہ رکھیں تو صرف وہی لوگ مسلمان
رہ سکتے ہیں جو آپ کی لاش پر حاضر ہوئے تھے اور جو نہیں پہنچ سکے تھے وہ اس غیر حاضری کی وجہ سے بے ایمان ہو چکے
تھے بہر حال یہ نظریہ اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ حدیث کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے صحیح ترجمہ یوں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام
پر لوگ نماز جنازہ پڑھیں گے یوں ترجمہ غلط ہوگا کہ جو لوگ جنازہ پڑھیں وہی مسلمان ہونگے کیونکہ اس وقت یوں عبارت ہونی
چاہیئے تھی.. الذین یصلون علیہ ھم المسلمون فی عہدہ بہر حال یہ نظریہ مرزائیوں کے اس دعوی کو بھی باطل کرتا ہے
کہ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے لوگ مسلمان (مرزا) کو کافر کہکر خود بخود کافر کہہ رہے ہیں معلوم ہوا کہ ہاتھی کے دانت دکھانے
کے اور ہیں اور کھانے کے اور۔ بظاہر اسلام سے اتنی محبت کہ کسی کو کافر کہنے کے روادار نہیں ہیں مگر جنازہ کا ایسا حکم ہوا ہے
کہ اس میں غیر حاضری کی وجہ سے اپنی جماعت بھی کافر ہو رہی ہے حالانکہ اسلام میں نماز جنازہ فرض کفایہ ہے بعض کی
ادا سے سب کا ادا ہو جاتا ہے مگر یہاں فرض عینی قرار دیا جاتا ہے جسکی وجہ یا تو اسلامی ناواقفی ہے اور یا تحریف اور تنسیخ
اسلام جو مرزا صاحب کی تعلیم کو ناسخ شریعت اسلامیہ قرار دیتی ہے (۳۹) حدیث معراج میں آیا ہے کہ معی قضیبان
اس سے خود مرزا صاحب کی زبان اور قلم مراد ہیں (ج) معراج بیداری میں واقعی جسمانی واقع ہوا تھا اور خواب نہ تھا کہ
تعبیر کی ضرورت پڑے اور مرزا صاحب نہ جسمانی طور پر وہاں موجود تھا اور نہ روحانی طور پر کیونکہ انکے نزدیک جسم کی گرمی سے
روح پیدا ہوا کرتی ہے اسلیئے قرآن و حدیث یا سیف و قلم خود مسیح علیہ السلام کی مراد ہیں (۴۰) ان ربکم لیس باعور

میں اشارہ ہے کہ انگریز مذہبی آنکھ سے کانے ہیں (ج)، مرزا صاحب خود کانے ہیں ہدایت کی آنکھ بند ہے جو سوجھتی ہے الٹی ہی سوجھتی ہے اور تحریف تنسیخ اسلام کی آنکھ اس قدر روشن اور ابھری ہوئی ہے کہ یہود و نصاریٰ بھی ان کے سامنے پانی بھرتے ہیں دعویٰ یہ کیا ہے کہ اسلام منسوخ نہیں مگر اندر ہی اندر ایک مسئلہ بھی اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہنے دیا اس مخادعت کا اجر خدا ہی آپ کو دیگا (۴۱) خروج دجال کا مقام متعین نہیں ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ ملتقی البحرین سے دوسری میں ہے کہ مشرق ہے اور تیسری میں ہے کہ شام یا عراق ہے اس لیے اس سے پادری لوگ مراد ہیں (ج) کیسی بے تکی بات ہے کہ چونکہ مقام معین نہیں ہے تو پادری مراد ہیں خود مرزائی کیوں مراد نہیں ہیں حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ دجلہ فرات کا مقام اتصال مدینہ شریف سے مشرقی سمت میں عراق و شام میں واقع ہے مگر ایسی بات گھڑی ہے کہ احادیث کو ہی بے اعتبار کر دیا ہے اب بتائیے کہ کیا پادری وہاں کسی پیدا ہوئے ہیں کہ جہاں سے خروج دجال مذکور ہوا ہے یا مرزا صاحب کے آباؤ اجداد سے بھی پہلے یورپ میں موجود تھے؟

عہد متنبی

(۴۲) مکتوب بین عینی الدجال ک ف ر یقرؤہ کل من یعرف و من لا یعرف کہ دجال کے ۴۶۵
سر پر انگریزی ٹوپی ہوگی (ج)، انگریزی ٹوپی تو خود مرزائیوں کے سر پر ہی ہوتی ہے کیا یہ بھی دجال ہیں؟ دنیز حدیث کا مقصود یہ ہے کہ علم وجدانی سے ہر ایک عالم و جاہل اس تحریر کو پڑھے گا جیسا کہ اپنا اعمالنامہ پڑھے گا اقرأ کتابک قرآن شریف میں اسکی شہادت دے رہا ہے (۴۳) حدیث میں آیا ہے کہ دجال مکہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکیگا چنانچہ پادری وہاں نہیں جا سکے (ج)، یوں کہو مرزائی وہاں نہیں جا سکے اور نہ ہی مرزا صاحب کو وہاں جانا نصیب ہوا ہے ابھی حال کا واقعہ ہے کہ جاوا سے ایک مرزائی مبلغ مکہ شریف میں پہنچا تھا تو ابن سعود نے کان سے پکڑ کر نکالدیا تھا دیکھو اخبار ام القریٰ مجریہ اکتوبر ۳۰ء بلکہ یوں کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مرزائیوں کے نبی نے حج منسوخ کر دیا ہے اسکی بجائے قادیان کی حاضری بڑے دنوں میں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ضروری سمجھتے ہیں یہی انکا کعبہ ہے اور یہیں انکا روضہ نبوی جس پر وہ درود پڑھتے رہتے ہیں اور چند سال سے قبر پرستی بھی شروع ہو گئی ہے اور خوب نذر و نیاز کا سلسلہ جاری ہو گیا ہے یہی سلسلہ جاری رہا تو عیسائیوں کی طرح گھر گھر میں مرزا پرستی شروع ہو جائیگی (۴۴) تقارب زمان کا مسئلہ مرزائی عہد میں پورا ہوا ہے کہ ریل نے سالوں کے سفر دنوں میں طے کر دیئے ہیں (ج)، ہوائی جہازوں نے اور بھی تقرب زمانی پیدا کر دیا ہے اور یہ ایجاد مرزا صاحب کے بعد ہوئی ہے اور ریل کی ایجاد ۱۸۳۰ء سے پہلے کی ہے جبکہ ابھی مرزا صاحب کے آباؤ اجداد

(۱) اور چونکہ حج کو منسوخ سمجھتے تھے اسلیئے حج کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ اور نہ ہی کسی کو حج کرنے کے لیئے کہا۔

بھی پیدا نہیں ہوئے تھے اسلیئے نہ ریل نشان صداقت ہے اور نہ ہوائی جہاز اسکے علاوہ مسیح ایرانی اس حدیث کا مطلب اختصار عبادات لیتا ہے اسلیئے اسنے صرف تین نمازیں شائع کی ہیں اور وہ بھی بے وضو پڑھی جاتی ہیں اسلام کے نزدیک دونوں تاویلیں مردود ہیں کیونکہ اسلام میں دجال کے عہد میں دنوں کا لمبا ہونا تسلیم کیا گیا ہے جسمیں نمازیں تخمینہ لگاکر ادا کرنیکا حکم ہوگا اور قرب قیامت میں دنوں کی چھوٹائی مقرر ہے کہ جسکے بعد بہت جلد دنیا ختم ہوجائیگی (۴۵) یترک الصدقۃ میں اشارہ ہے کہ مرزا صاحب زکوٰۃ نہیں لیں گے کیونکہ انکے عہد میں مال بکثرت ہوگا اور مرزائی مالدار ہونگے (ج) کئی مرزائی بھوکے مرتے ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ماننی پڑتی ہے کہ اس جماعت میں اسلامی طور پر زکوٰۃ ادا کرنیکا مسئلہ ترمیم پاچکا ہے اور اسکی بجائے چندہ بیعت کی کمیٹیاں جابجا قائم کردی گئی ہیں اور اس فعل نے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب نے زکوٰۃ کو بھی منسوخ کردیا تھا اور یہ جھوٹ کہا تھا کہ میں ناسخ شریعت نہیں ہوں تاریخی طور پر اگر دیکھا جائے تو مسلمانوں میں آجکل افلاس کمال تک پہنچ چکا ہے اور مرزا صاحب کی پیدائش سے پہلے آسودہ حال تھے اور سلاطین اسلام کے وقت تو دنیا کے مالک تھے اور اسقدر مالدار تھے کہ عبدالرحمن بن عوف رضؓ کا ترکہ جب تقسیم ہوا تھا تو آپ کی چار بیویوں کو آٹھواں حصہ ملا تھا جسمیں سے ایک کا حصہ چالیس ہزار درہم تھا مگر اب حال ہے کہ ہر جگہ سے عیسائیوں نے مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنا شروع کردیا ہے اور کسی جگہ بھی حکومت خوداختیاری ان کے پاس موجود نہیں رہی اگر ان حالات پر نظر ڈالی جائے تو مرزا صاحب کا ظہور وبال اسلام تھا جس سے رہی سہی برکات بھی کافور ہوگئی تھیں۔ (۴۶) مرزا صاحب کے عہد میں قحط واقع ہوا تھا جو ظہور مسیح کی علامت ہے (ج) ہاں ظہور مسیح دجال کی علامت ہم بھی مانتے ہیں کہ پہلے قحط ہوگا جسکے متصل خروج دجال ہوگا اور اسکے بعد متصل ہی نزول مسیح کا زمانہ ہے جو مسلسل طور پر یہ تینوں یکے بعد دیگرے ظاہر ہونگے ناواقفی کی وجہ سے مرزا صاحب نے یوں سمجھ رکھا ہے کہ نزول مسیح کے بعد قحط ہوگا اتنا بھی نہیں سوچا کہ پادریوں کو آپ ہی دجال کہہ آئے ہیں کیا انکے آنے سے پہلے قحط تھا بعد میں نہیں ہوا یا بعد میں ہوا پہلے نہیں ہوا۔ احادیث میں تو خروج دجال کی علامت امساک باراں لکھی ہے اگر آپ منظور کرتے ہیں تو لسلم اللہ (۴۷) فتنہ دجال سے بچنے کیلیئے حضور علیہ السلام نے سورہ کہف پڑھنے کا حکم دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی دجال ہیں کیونکہ اس میں عیسائیوں کا ہی ذکر ہے دجال کا نام تک نہیں لیا گیا) (ج) عجیب کھیل دکھایا کہ مرزا صاحب کے نزدیک عیسائی حکومت۔ عیسائی افسر جو کوٹھیوں میں رہتے ہیں اور پادری تین قسم کے دجال تھے اور انکے مقابلہ میں صرف ایک مسیح قادیانی کھڑا ہوا تھا جس نے انگریزی حکومت

اور انگریزی افسروں (دو قسم کے دجالوں) کے سامنے تو ہاتھ جوڑ دیئے تھے مگر تیسرے قسم کے دجال (پادریوں) کو گھر بیٹھے ہی مغلوب کر لیا تھا اور یہ نظریہ بھی عجیب قسم کا ہے کہ جن آیات میں جس کا ذکر ہو اسی نوعیت کیساتھ اس کی تاثیر وابستہ ہوتی ہے اگر یہ صحیح ہے تو اسی سورہ کہف میں ذوالقرنین کا بھی ذکر آیا ہے اور مرزا صاحب اپنے الہام کے رو سے ذوالقرنین بھی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی ذوالقرنین دجال ہوگا جس سے کہ حضور نے خوف دلایا ہے اور جسکے دفعیہ میں سورہ کہف پڑھنے کا حکم دیا ہے کیا مرزائی اس ذوالقرنین سے مراد دجال لے سکتے ہیں؟ (۴۸) یقتل الدجال بباب اللد میں اشارہ ہے کہ ایک مقدمہ باز حکومت کے عہد میں پادریوں کو مرزا صاحب شکست دینگے (ج) باب سے مراد حکومت لینا اور لد سے مراد قوم لد لینا عجیب قسم کی نکتہ آفرینی ہے پہلے خود کہہ چکے ہیں کہ حکومت نصاریٰ (قوم لد) بھی دجال ہے تو مفہوم یوں پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے دجال اول کی حکومت کی پناہ میں دجال دوم کو شکست دی ہے اس سے بہتر تو ہمارے خیال میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے شہر لدھیانہ کے دروازہ کے پاس دجال صفت مرزائیوں کو شکست دی تھی اور تین سو روپے جیت لیئے تھے (۴۹) تطلع الشمس من المغرب سے مراد مغربی اقوام کا اسلام قبول کرنا ہے ورنہ والشمس تجری لمستقر لھا کے خلاف ہوگا (ج) فرداً فرداً قبولیت اسلام کا وجود ممالک مغربیہ میں پہلے سے ہی موجود ہے ظہور مسیح قادیانی سے کوئی خصوصیت نہیں ہے اسلیئے اگر طلوع الشمس کی تحریف ہی کرنا ہے تو ایرانی مسیح کی تحریف زیادہ قرین قیاس ہے کہ ممالک مغربیہ کی مادی ترقی مراد ہے اگر ہدایت مطلوب ہے تو بغیر تحریف کے ماننا پڑتا ہے کہ علامات قیامت سے ایک یہ بھی علامت ہے اور جس آیت سے یہ مفہوم مخالف سمجھا گیا ہے اسمیں یہ مذکور نہیں ہے کہ ہمیشہ سورج یوں ہی چلتا رہیگا بلکہ صرف یہ مذکور ہے کہ وہ چلتا ہے اور ان دو فقروں میں بالکل فرق ظاہر ہے (۵۰) دابۃ الارض حضرت مسیح کی عہد میں ریل گاڑی ہے یا مخالف علمائے سوء ہیں جو اپنی مہر کو سلیمانی مہر تصور کرتے ہیں اور ایسی مہر تکفیر سے دلوں کو زخم کرتے رہتے ہیں (ج) دابۃ الارض احادیث کے رو سے ایک نوعیت کا جانور ہوگا جو حق و باطل کیلیئے خدائی نشان ہوگا اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک بغیر تاویل کے مسلّم ہے مگر جو لوگ اہل بدعت ہیں انکے نزدیک ابھی تک اسکا مصداق معین نہیں ہوا کہ کیا شئے ہے بانی مذہب اہل قرآن عبداللہ چکڑالوی کا عقیدہ تھا کہ دابۃ الارض سے مراد ظہور مسیح علیہ السلام ہے ایک محرف کا قول ہے کہ دابۃ الارض گراموفون ہے جو اجزاء ارضیہ سے بنے پیدا ہوئے اور لوگوں سے باتیں کرتا ہے ایک حضرت لکھتے ہیں کہ دابۃ الارض عیسائی اقوام ہیں جو سریع السیر ہونے کی وجہ سے تمام دنیا پر چھا گئی ہیں خود مرزائیوں کے تین قول ہیں

ایک یہ ہے کہ وہ ریل گاڑی ہی اور اسی کو خر دجال کا لقب بھی دیا ہے دوم یہ کہ طاعونی کیڑے ہیں جو مرزا صاحب کی تصدیق
کیلئے پیدا ہوئی تھے سوم یہ کہ مولوی صاحبان ہیں جو انپر بہر تکفیر لگاتے ہیں اب ان اختلافات کے ہوتے ہوئے ہم کسی نتیجہ
پر نہیں پہنچ سکتے سوائے اسکے کہ ہم کہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک خر دجال - دابۃ الارض - طلوع الشمس من المغرب
اور دیگر اشراط الساعۃ پر ایمان نہیں ہو مگر چونکہ اسلامی تعلیم میں انکو بڑی اہمیت دی گئی ہو اسلیئے صاف انکار بھی نہیں کر سکتے
اور تاویلیں کر کے اپنے انکار کو پوشیدہ کر رہے ہیں ورنہ انکی تہ میں سوائے اسکے کچھ نہیں کہ الزامی طور پر اسلامی علما کو نیچا دکھایا جائے
اور مخالفین سے بھی یہ سن لیں کہ دابۃ الارض اگر ریل گاڑی ہے تو مسیح قادیانی سے پہلے دو سو سال کیوں ایجاد ہوئی ہے
اور علمائے اہل اسلام کو علماء سوء کا خطاب مرزا صاحب سے پہلے تمام ایسے لوگوں نے دیا ہوا ہے کہ جنہوں نے دعوی نبوت کیا اور
ان کے فتوی سے اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے اور اگر وجہ تکفیر ہی علماء سوء کو دابۃ الارض بناتی ہے تو خود مرزا صاحب
دابۃ الارض ہیں کہ جنہوں نے اپنے منکرین پر فتوی کفر لگایا تھا اسکے بعد مرزائی جماعت ہی جو اپنے سوا کسی کو مسلمان ہی
نہیں سمجھتی اور جا بجا تحریف و تنسیخ اسلام سے اہل اسلام کے سینوں پر مونگ دلتی پھرتی ہے بہر حال اگر دابۃ الارض
کی شخصیت سے انکار ہو تو ہم جسے چاہیں اسے دابۃ الارض بنا سکینگے یہ کیا ضروری ہی کہ مرزا صاحب کی تاویل تو درست ہو
اور ہماری تاویل غلط ہو جائے (۵۱) مدفن عیسیٰ ارض مقدس نہیں بلکہ قادیان ہے (ج) حضور علیہ السلام نے جو صحیح طور
پر فرمایا ہی وہ یہی ہے کہ حضرت مسیح آپکے مقبرہ میں دفن ہونگے اور ارض مقدس کی روایت اگر ہے تو اس سے مراد قادیان
نہیں ہے کیونکہ اسمیں تحریف و تنسیخ اسلام کی نجاست ہر وقت موجود رہتی ہی - (۵۲) حضرت عائشہ کے خواب میں
تین چاند نے دکھائی دی تھی جسکی تاویل حضرت صدیق اکبر نے حضور علیہ السلام کی وفات پر ھذا اول قمارک فرمایا
تھا اور حضرت عیسیٰ کی قبر اگر وہاں ہوتی تو آپ کو چار چاند نظر آتے حضور، شیخین اور حضرت مسیح (ج) حضرت عائشہ کا
قول پہلے گذر چکا ہی کہ جو نہی قبر کی جگہ اپنے لیئے تجویز کرتی تھیں مگر بتایا گیا کہ یہ جگہ حضرت مسیح کیلئے ہے اور تین چاند کا
جواب یہ ہے کہ ممکن ہی کہ تین چاند شیخین اور حضرت مسیح ہوں یا حضرت ابو بکر نے تعبیر کے وقت حضرت مسیح کو نظر انداز
کر دیا ہو کیونکہ اقمارک (تیرے چاند) کہنے میں یہ اشارہ تھا کہ جس سے حضرت عائشہ کو قریبی رشتہ تھا وہ تو واقع
میں حضور سورج تھے اور باقی تین چاند تھے (۵۳) کیا قبر پھاڑ کر یا روضہ نبویہ گرا کر حضرت مسیح کو دفن کریں گے؟
(ج) گنبد خضرا کی بنیاد بعد میں ۶۷۸ھ کو پڑی ہی ممکن ہے کہ حضرت مسیح کے عہد تک نہ رہے اور یا اسکی کوئی دوسری

شکل ہو جائے اسلئے اس واقعہ کو مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۵۴) اگر حضرت عیسےٰ کا وہاں دفن ہونا یقینی ہوتا تو حضور کی وفات کیوقت کیوں اختلاف ہوتا (ج) انہی قرآن سے تو یہ بات ثابت ہوئی تھی کہ آپ حجرہ میں ہی دفن ہونگے ورنہ پہلے اس امر کی تحقیق کی طرف کسی کو خیال تک بھی نہ تھا۔ (۵۵) واصغایں یہ علی کتفی ملکین سے مراد یہ ہے کہ مرزا صاحب حکیم احسن امروہی اور حکیم نورالدین بھیردی کے سہارے پر عیسویت کا دعویٰ کرینگے ورنہ نزول ملایکہ سے عذاب آنا یقینی ہے (ج) اس میں کیا شک ہے ہم بھی مانتے ہیں کہ اگر یہ دو نو بزرگ نہ ہوتے تو مرزا صاحب مغلوب ہو چکے تھے اور نزول ملائکہ کبھی رحمت کے لیے بھی ہوا کرتا ہے خود مرزا صاحب کا ٹیچی فرشتہ بارہا روپے دینے کو آیا کرتا تھا حقیقۃ الوحی ص ۳۳۲ میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے ۴۶۶ خواب میں ٹیچی فرشتہ دیکھا تھا کہ جس نے مرزا صاحب کے دامن میں بہت سا روپیہ ڈال دیا تھا۔ نام پوچھا تو اس نے ۴۶۶
کہا میرا نام ٹیچی ٹیچی ہے یعنے عین وقت ضرورت پر آنیوالا پھر مرزا صاحب کو بہت روپیہ آنے لگا (۵۶) یاجوج ماجوج یہی انگریز ہیں کیونکہ تار برقی لمبے کانوں کا کام دے رہی ہے (ج) اس لمبے کان سے تو مرزائی بھی یاجوج ماجوج بن سکتے ہیں کیونکہ وہ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (۵۷) مرزا صاحب اگر اس صدی کے مجدد نہیں تو اور کون ہے؟ (ج) مجدد کی بحث پہلے گذر چکی ہے مگر یہاں بھی اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ مجدد کا کام احیاء سنن ہوتا ہے اور مرزا صاحب ناسخ شریعت اور محرف کلام اللہ اور لاعب باحادیث رسول اللہ مکفر امت محمدیہ مرتکب تفضیل امت احمدیہ اور مدعی نبوت جدیدہ واقع ہوئے ہیں اسلیئے آپ کو مجدد کہنا غلط ہوگا (۵۸) لا نبی بعدی نزول مسیح کا معارض ہے (ج) اگر اسکے معارض ہے تو نبوت مرزا کے بھی مخالف ہے اور اسلام نے اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ لا نبی مبعوث بعدی اسلیئے اس حدیث سے مرزا صاحب کی نبوت باطل ٹھیرتی ہے (۵۹) کیا اسلام ایک اسرائیلی نبی کا محتاج ہے (ج) نزول مسیح بطور خدمت اسلامیہ واقع ہوگا ورنہ انا لہ لحافظون کیوجہ سے یہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اسلیئے نہ وہ مسیح ناصری کا محتاج ہے اور نہ مسیح قادیانی کا زیر احسان ہے بلکہ وجود مسیح قادیان اسکے لیئے باعث بدنامی ہے (۶۰) مسیح نازل ہونگے تو بالکل بوڑھے ہونگے (ج) بوڑھے تب ہوتے کہ کرہ ارض پر رہتے اور آسمان پر رہنے والے بوڑھے نہیں ہوتے کیا جبرائیل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے وقت بوڑھے تھے؟ (۶۱) قرآن شریف عربی میں ہے وہ آتے ہی اسکی تعلیم کی تبلیغ کیسے کرینگے؟ (ج) مرزا صاحب نے قصیدہ اعجازیہ بناتے وقت بقول خود خدا سے تعلیم پائی تھی کیا حضرت مسیح کیلیئے ہی علم باطنی کا دروازہ بند ہو چکا ہے انبیاء علیہم السلام ہمیشہ علم لدنی رکھتے ہیں حضور کا ارشاد ہے کہ انا امۃ امیۃ ہم انبیاء ان پڑھ ہوتے

ہیں۔ مگر علمہ البیان کے طور پر خدا کی زیر تعلیم ہو کر حالت طفولیت میں ہی کہدیتے ہیں انی عبد اللہ اتانی الکتاب الایۃ۔ اس معیار نبوت سے مرزائی نبوت بالکل کافور ہو جاتی ہے کیونکہ مرزا صاحب ظاہری تعلیم حاصل کرنے میں بھی ایسے کند ذہن واقع ہوئے تھے کہ وکالت کے امتحان میں فیل ہو گئے تھے کیا کوئی نبی فیل بھی ہوا ہے؟ (۶۲) آسمان کوئی چیز ٹھوس نہیں ہے کہ جس پر وہ گذارہ کرتے ہوں یا اگر وہ ٹھوس ہے تو کرۂ شکل ہے کہ جس پر ٹھیرنا مشکل ہوتا ہے (ج) مرزا صاحب خود کرۂ زمین پر رہتے تھے اور جن لوگوں نے آسمان کو پتھر کہا ہے وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ستاروں میں مخلوقات آباد ہے تو ذرہ آپ کو بھی کسی ستارہ میں مقیم سمجھ لیں کیا حرج ہے؟ (۶۳) حضرت مسیح ابتک حیؔ قیومؔ ہیں یہ تو شرک ہوا؟ (ج) ہاں جبریل اور زمین و آسمان بھی قیوم ہیں ابلیس بھی حیؔ قیومؔ ہے کیا یہ شرک نہیں ہے اگر شیطان مر گیا ہے تو اس کی قبر دریافت کرو! (۶۴) کیا یہ ہتک نہیں ہے کہ رسول علیہ السلام تو زمین میں دفن ہوں اور حضرت عیسے علیہ السلام آسمان پر مانے جائیں؟ (ج) حضور کے عہد میں جبریل آسمان سے آتا تھا کیا اس معیار سے اس کی شان بھی بڑھ گئی ہے اگر یہی معیار ہے تو حضور کی والدہ کی تعریف بھی قرآن سے استنباط کرو کیونکہ حضرت مریم والدہ عیسے علیہ السلام کی تعریف موجود ہے اور یہ بھی ثابت کرو کہ حضور بچپن سے ہی مدعی نبوت تھے ورنہ یہ معیار غلط تسلیم کرو (۶۵) حیات مسیح سے عیسائیت کی تائید ہوتی ہے (ج) کیا اسلام مصدق نصرانیت نہیں ہے؟ اور کیا مرزائیت نے واقعہ صلیب کو تسلیم کر لینے میں عیسائیت کا ستون قائم نہیں کیا؟ اور کیا تحریف و تنسیخ اسلام کے ارتکاب میں غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقعہ نہیں دیا کہ اسلام ترمیم ہو چکا ہے اگر یہ واقعات صحیح ہیں (اور ضرور صحیح ہیں) تو تائید نصرانیت کا الزام اسلام پر عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ مرزائیت پر وارد ہوتا ہے (۶۶) مسیح اب بیٹھے بیکار کیا کر رہے ہیں؟ (ج) جبریل کیا کر رہے ہیں نفخ صور سے پہلے اسرافیل کیا کر رہے ہیں؟ یہ ایسا جاہلانہ سوال ہے کہ خدا اپنی مخلوق پیدا کرنے کے بعد اب فارغ ہو کر کیا کر رہا ہے بھلا حضرت مسیح ۷، ۸ سال کشمیر میں بیکار اور روپوش ہو کر کیا کر رہے تھے ان باتوں کا اگر کوئی جواب ہے تو حضرت مسیح کی بیکاری کا بھی جواب بن سکتا ہے کہ ذکر و شغل میں مشغول رہتے ہیں۔ (۶۷) مرزا صاحب ذوالقرنین تھے اور ان کی زندگی میں تیس قسم کے سنہ پورے سیکڑے بھی ہو گئے تھے جیسا کہ ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہے جس میں ہم عمر مرزا صاحب کے ساتھ سنہ عیسوی کے مطابق صدیوں کا اختتام دکھاتے ہیں:- (۱) سنہ ۵۶۰۰ یہود ۱۸۴۰ (۴) سنہ ۹۰۰ بروسٹھ ۱۸۴۳ (۸) سنہ ۲۶۰۰ رومی ۱۸۴۷ (۹) سنہ ۹۰۰ بکرمی ۱۸۴۸ (۱۳) سنہ ۱۹۰۰ عیسوی ۱۸۵۲

انطاکیہ (۱۴) سنہ ۲۶۰۰/۱۸۵۳ بنونصر (۱۶) سنہ ۱۹۰۰/۱۸۵۵ عیسوی جولین (۲۳) سنہ ۱۹۰۰/۱۸۷۳ اکتیسی (۳۶) سنہ ۲۰۰۰/۱۸۷۵ صوریہ (۴۰)
سنہ ۱۸۰۰/۱۸۷۹ تباہی یوروشلیم (۴۳) سنہ ۱۳۰۰/۱۸۸۴ ہجری (۴۵) سنہ ۱۶۰۰/۱۸۸۴ ڈایوکلیشن (۴۶) سنہ ۳۹۰۰/۱۸۸۵ ابراہیمی (۴۸) سنہ ۶۶۰۰/۱۸۸۷
جولین (۴۹) سنہ ۴۴۰۰/۱۸۸۸ مقدونی (۵۱) سنہ ۲۰۰۰/۱۸۹۰ صدونیہ سنہ ۱۳۰۰ فصلی الٰہی (۵۳) سنہ ۴۷۰۰/۱۸۹۲ قسطنطنیہ ملکی سنہ ۱۳۰۰ فصلی
(۵۴) سنہ ۱۳۰۰/۱۸۹۳ بنگلہ (۵۵) سنہ ۱۳۰۰/۱۸۹۴ فصلی (۵۶) سنہ ۱۶۰۰/۱۸۹۰ صعودی (۵۹) سنہ ۴۷۰۰/۱۸۹۸ سکندری (۶۱) سنہ ۱۹۲۰۸۵۳۰۰۰/۱۹۰۰ء

آریہ۔ اس نقشہ میں خطوط وحدانیہ کے درمیان مرزا صاحب کی عمر کا سال لکھا گیا ہے اور اسکے بائیں طرف سنہ عیسوی کے اوپر وہ سنہ لکھا گیا ہے جو اپنی صدی کو پہنچ چکا تھا (ج) مرزا صاحب کے ہم عمر جس قدر بھی انسان گذرے ہیں سب ذوالقرنین کہے جا سکتے ہیں اور یہ اقتران ہر سو سال کے بعد شروع سے ہی چلا آیا ہے اور آئندہ بھی چلا جائیگا اور ہر سو سال کے بعد ذوالقرنین کا وجود ماننا پڑتا ہے ماضی اور مستقبل میں بیشمار آدمی ذوالقرنین ماننے پڑتے ہیں مگر جن میں ایسا اقتران نہیں ہوا ان میں مرزا صاحب کو ذوالقرنین نہیں بتایا گیا مثلاً سنہ ۱۹۰۰ء کے بعد آٹھ سال تک مرزا صاحب ذوالقرنین نہیں رہے نیز اس نقشہ سے یہ دعویٰ بھی باطل ہو جاتا ہے کہ آپنے جب دعویٰ کیا تھا تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی کیونکہ اس وقت آپ کی عمر ۴۳ سال دکھائی گئی ہے اور اگر ان تمام صدیوں کا اختتام مرزا صاحب کی عمر میں معتبر ہو تو آپ ذوالقرون ہیں ذوالقرنین نہیں ہیں *

(۲۰) پاکٹ بُک مرزائیہ

(۶۸) توفی بمعنے غیر موت بشرائط پیش کردہ مرزا صاحب نے ہزار روپیہ پیش کیا ہے آجتک کسی نے نہیں لیا۔ ۴۶۷
(ج) صرف زبانی باتیں ہیں لوگ مانگتے ہیں ویسے ہی ٹال دیتے ہیں دیکھو نمبر ۴۴۔ (۶۹) یہ کیا وجہ ہے کہ فلما توفیتنی جب حضور فرمائینگے تو اسجگہ موت مراد ہوگی؟ (ج) کیونکہ اس وقت حضرت مسیح مر چکے ہونگے ورنہ اگر غور سے دیکھا جائے تو توفیتنی کا معنے مفارقت وہاں مراد ہے جو حضرت مسیح کی طرف سے منقول ہے کہ جب تو نے مجھے بنی اسرائیل سے الگ کر دیا (اور بقول مرزائیہ ۸۷ سال کیلئے کشمیر میں روپوش کر دیا تھا) اسی طرح حضور سے بھی کہا جائیگا کہ لاتعلم ما احدثوا بعدک منذ فارقتھم کہ آپ کی مفارقت کے بعد آپ کو کیا معلوم کہ یہ لوگ کیا کرتے رہے ہیں تو اس وقت آپ یہ آیت بطور اقتباس پڑھیں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی توفی سے

مرادمفارقت ہی لیں گے جو دونو حضرات میں مشترک مفہوم پیدا ہو چکا ہے (۱۰ے) فلما توفیتنی سے مراد یہ ہی کہ بنی اسرائیل میں موجودگی کے بعد متصل ہی توفی ہوئی ہے کیونکہ اسمیں فَ موجود ہی اور آپ توفی کے بعد لاعلمی ظاہر کرتے ہیں اگر نزول مسیح مانا جائے تو نہ تو لاعلمی کا اظہار درست ہو سکتا ہے اور موجودگی کے بعد متصل توفی آسکتی ہے بلکہ کئی سو سال بعد توفی ہو جاتی ہے نیز وجود تثلیث بھی توفی کے پہلے ہو جاتا ہی حالانکہ آیت میں مذکور ہے کہ توفی کے بعد تثلیث تھی (ج) اگر ۸۷ سال کشمیر میں آپ کو روپوش زندہ تصور کیا جائے تو وجود تثلیث آپ کی زندگی میں ہی ماننا پڑتا ہے اور جبکہ حضرت مسیح دو دفعہ دنیا میں تبلیغ کیلئے آچکے ہونگے تو قیامت کے دن تبلیغ اول کے متعلق جو سوالات ہونگے انکا تعلق تبلیغ ثانی سے ہرگز نہ ہوگا قادیانیوں نے خواہ مخواہ دونو کو ایک جگہ زیر بحث لانیکی کوشش کی ہی جو سراسر غلط فہمی ہے (۱آ) ۲۱ جگہ قرآن شریف میں اور متعدد جگہ احادیث۔ لغت اور محاورات میں توفی موت کے معنے میں ہی تو اس آیت میں یہ معنے کیوں نہیں لیا جاتا (ج) اس مسئلہ میں ہمکو احادیث نبویہ نے مجبور کیا ہی کہ توفی کا معنے موت نہ لیا جائے قرآنی آیات کا اقتضا بھی یہی ہے لغات میں بھی ہزاروں حوالے موجود ہیں جنمیں توفی بمعنے موت نہیں ہے خود مرزا صاحب کا الہام براہین میں موجود ہے کہ جسمیں توفی کا معنے موت نہیں ہو سکتا دیکھو ۴۴۵ (۲آ) بخاری میں توفی بمعنے موت ہے عموماً مفسرین بھی یہی معنے لیتے ہیں (ج) غلط ہے دیکھو ۴۳۲ اور ۴۴۵ (۳آ) وصلنا لھم القول (قصص) میں بتایا گیا ہی کہ قرآن شریف بالترتیب نازل ہوا ہے اسلیئے تقدیم و تاخیر کا قول خلاف قرآن ہی (ج) اولاً یہ جملہ حضرت ابن عباسؓ پر ہے ثانیاً جہالت سائل پر دال ہے دیکھو ۴۳ اور وَصَّلْنَا کا یہ مطلب ہے کہ صحف آسمانی یکے بعد دیگرے آتے رہے ہیں اور یہ مطلب نہیں ہی کہ آیات میں لفظوں کی تقدیم و تاخیر بھی مراد نہیں ہے ورنہ آپ ہی بتائیں کہ یہاں قد خلت من قبلہ الرسل میں من قبلہ کو صفت مقدم کیوں بنایا جاتا ہی؟ (۴آ) خلا کے بعد من آئے تو موت کا معنے آتا ہی اور قد خلت من قبلہ الرسل میں من قبلہ صفت مقدم ہی (ج) خلا منہ کا معنی ہی کہ اس نے کہہ دیا ہے تو موت کا معنی نہیں (دیکھو ۴۵۵) (۵آ) الی صراط العزیز الحمید۔ اللہ الذی (ابراھیم) اتدعون۔ احسن الخالقین اللہ ربکم ابآءکم الاولین (صٰفٰت) واخر عھدنا موبق۔ عذیرہ جنتہ لھا۔ قبل (حما باب الھجاء) یہ تین جگہ ہیں کہ جن میں صفت اپنی موصوف سی پہلے مذکور ہی (ج) پہلے مذکور ہونے کا یہاں یہ مطلب ہے کہ ایک چیز کے حالات پہلے بیان کیئے گئے ہیں اور بعد میں اس کا نام لیا گیا ہے ورنہ یہ مطلب نہیں ہی کہ اصول نحویہ کی رو سے بھی صفت اپنی موصوف سی پہلے آگئی ہے مرزائیوں کو جن جگہ ٹھوکر

لگی ہے اسمیں اللہ کے لفظ سے دوسری آیت شروع ہوتی ہے اور ھُوَ مقدر مان کر نیا جملہ اسمیہ تسلیم کیا گیا ہے اور ثُمّ میں
بھی یہی انقطاع صفت مراد ہے۔ مرزا صاحب توفی کی سند اپنی شرائط کے ماتحت مانگتے تھے اسلیے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم اپنی شرائط کے ماتحت
مرزائیوں سے سند طلب کریں کہ من قبلہ کا لفظ دکھا دیں جو کسی جگہ صفت مقدم بنا ہوا ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ
خلت اور الرسل کا لفظ بھی موجود ہو اور صفت موصوف فاعلی حالت میں ہوں ان تین شرائط کے ماتحت کوئی مرزائی
صفت کو مقدم نہیں دکھا سکتا (۷۶) سورہ نحل میں ہے کہ معبودان باطلہ مخلوق ہیں اور مر چکے ہیں (ج) آیت کا
مفہوم غلط بیان کیا گیا ہے کیونکہ اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ جن لوگوں کی پرستش ہوئی ہے یا ہوگی وہ سب فانی ہیں اسی طرح
حضرت مسیح کی بھی پرستش ہوتی ہے تو وہ بھی فانی ہیں ورنہ اس زمانہ میں جب انسان کی پرستش ہو رہی ہے یا آیندہ نسلیں
پرستش کرینگی اس آیت سے خارج رہ جاتی ہیں (۷۷) فیہا تحیون میں بتایا گیا ہے کہ انسانی زندگی زمین پر ہی گذرتی
ہے پھر مسیح آسمان پر کیوں زندہ ہیں؟ (ج) کیا ہواؤں میں بلند پروازی، سمندر میں جہاز رانی اور غباروں میں زندگی بسر کرنا
مرزائیوں کی اس آیت کے خلاف نہیں؟ اور مسیح کی زندگی خلاف ہے! بہت خوب! یہ تو وہی بات ہوئی کہ کسی نے کہا تھا
کہ قبر میں مُردے زندہ ہو جاتے ہیں کیونکہ فیہا تحیون موجود ہے کہ تم زمین کے اندر زندہ ہو جاؤ گے یا زندہ ہوتے ہو اور زندگی گذارتے
ہو۔ (۷۸) لا یاتی مایۃ سنۃ وعلی الارض نفس منفوسۃ الیوم (مشکوٰۃ قرب ساعۃ) (ج) حضرت مسیح آسمان
پر زندہ ہیں اور حدیث کا تعلق زمین سے ہے علاوہ بریں عمر خضر اور عمر معمرین صحابہ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ کتب
احادیث میں مذکور ہے (۷۹) رسول بشر ہوتے ہیں ان کا آسمان پر زندہ رہنا ناممکن ہے (ج) آج کل کا ارتقاء
مریخ پر زندگی بسر کرنے کو تسلیم کرتا ہے اسلیے یہ نظریہ غلط ہے (۸۰) معراج جسمانی ہوا تھا مگر وہ جسم برزخی تھا (ج)
جسم برزخی موت کے بعد ہوتا ہے تو کیا حضور علیہ السلام وفات پا چکے تھے؟ (۸۱) معراج کے واقعہ میں مذکور ہے کہ آپ
جاگے تو مسجد حرام میں تھے (ج) معراج کے بعد پھر سو گئے تھے تو پھر جاگ اٹھے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ باوجود
اتنی سیر کے پھر مسجد میں ہی تھے! (۸۲) والسلام علیّ میں آپ نے رفع جسمانی کا ذکر نہیں کیا (ج) ہاں اقامۃ کشمیر کا
بھی ذکر نہیں کیا۔ (۸۳) اوصانی بالصلوٰۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تمام عمر میں نماز پڑھتے رہیں گے (ج) کیا اور
کوئی کام نہ کرینگے؟ اگر یہ نکتہ آفرینی درست ہے تو ذرا اوصانی پر بھی ہاتھ صاف کر دیجئے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو
مرتے وقت یہ وصیت کی تھی تو گویا خدا کے مرنے کے بعد حضرت مسیح نے تبلیغ کی تھی اب اگر وصیت کا معنے معروف نہیں

توصلوٰۃ کا مفہوم بھی صرف یاد الٰہی ہوگا (۸۴) امہ صدیقہ کانا یاکلان الطعام (مائدہ) میں ماں بیٹا
دونوں اکٹھے معلوم ہوتے ہیں تو پھر حضرت مریم کو زندہ کیوں نہیں مانا جاتا ہے (ج) یہ آیت عیسائیوں کے مقابلہ میں ہے کہ خدا
غذا کا محتاج نہیں اور یہ ماں بیٹا غذا کے محتاج تھے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر وقت غذا ہی کھاتے رہتے تھے یہ آپ لوگوں کی
خوش فہمی ہے۔ (۸۵) وآوینٰھما الی ربوۃ (مومنون) میں ایواء مذکور ہے جو صلیب کے بعد ہوا تھا (ج) حضرت
مسیح پیدا ہوئے تھے تو اس وقت شاہی حکم ہوا تھا کہ بچے مار ڈالے جائیں اسلئے حضرت مریم آپ کو لیکر مصر چلی آئیں تھیں ایک
اور مقام پر آپ کو پناہ ملی تھی (دیکھو انجیل برنباس) اسلام میں واقعہ صلیب تسلیم نہیں کیا گیا اسلئے ایواء بعد الصلیب
کا وجود نہیں ہے (۸۶) ان کنا عن عبادتکم لغافلین میں مذکور ہے کہ جن کی پرستش ہوئی ہوگی وہ غفلت کا عذر پیش
کرینگے (ج) کیا اگر کوئی مرزائی دیدہ دانستہ اپنی پرستش کروائے تو وہ بھی غفلت کا ذکر پیش کر سکیگا سچ ہے کہ بقول تمہارے
مرزائیوں پر قرآن کا اصلی مقصد نہیں کھلا ورنہ اس آیت میں ان خدا رسیدہ لوگوں کا ذکر ہے کہ جو انسان پرستی سے روکتے
تھے مگر لوگ ان کی پرستش سے غائبانہ طور پر باز نہیں رہتے تھے حضرت مسیح کے حالات پڑھنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اسواسطے
وہ اپنی لاعلمی ظاہر کر نہیں حق بجانب ہونگے (۸۷) جعلنی مبارکا کا ترجمہ نفاعاً لکھا ہے تو کیا حضرت مسیح اب فرشتوں کو
نفع دے رہے ہیں؟ (ج) پہلے آپنے کہا ہے کہ وہ ہر وقت نماز ہی پڑھتے تھے اب کہتے ہیں کہ آپ ہر وقت نفع دیتے تھے
یہ عجیب منطق ہے۔ واقعہ صلیب کے پہلے جس طریق پر بروالدین۔ نفع۔ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ وغیرہ جس طریق پر اور جن شرائط پر موقوف
تھے اب بھی ویسے ہی ہیں (۸۸) جو معمر ہوتا ہے وہ بچوں سے بھی عقل و شعور میں کم ہو جاتا ہے (ج) انبیاء میں ارذل العمر
کا تحقق نہیں ہے ورنہ کسی ایک کی زندگی باوجود معمر ہونیکے بغیر عقل و شعور کے پیش کرو (۸۹) لکم فی الارض مستقر
میں فی الارض مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر ہی استقرار بنی آدم ہوتا ہے آسمان پر نہیں ہوتا (ج) مرزائی
اگر اسی آیت میں فی پر غور کرتے تو زندہ ہی زمین کے پیٹ میں رہتے اور کسی وقت بھی اپنا اتصال زمین سے نہ چھوڑتے
اب بھی موقعہ ہے کہ زندہ ہی زمین میں گھس کر رہا کریں (۹۰) جن آیات سے نزول مسیح ثابت کیا جاتا ہے کیا وہ آیات
نزول مسیح کے بعد قرآن سے نکال دی جائیں گی تاکہ آئندہ کوئی دوسرا مدعی پیدا نہ ہو سکے (ج) یاتی من بعدی اسمہ
کی پیشینگوئی بقول مرزائیہ مرزا صاحب کے آنیسے پوری ہو چکی ہے تو کیا اب انہوں نے یہ آیت قرآن سے نکالدی ہے؟
اسکے علاوہ مرزائی تعلیم میں قرآن شریف کا اکثر حصہ مرزا صاحب سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ باب تحریفات مرزائیہ

میں گذر چکا ہے اب دیکھیئے کہ انکو قرآن سے نکال دیتے ہیں یا منسوخ سمجھتے ہیں (۹۱) لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین کی حدیث مشہور ہے اگرچہ اسکی سند نہیں ہے نخبۃ الفکر میں لکھا ہے کہ مشہور حدیث کیلیئے سند کی ضرورت نہیں (ج) یہ حدیث نبوی نہیں بلکہ ابن قیم کا قول ہے جو خود نزول مسیح کے قائل تھے دیکھو اتہام ۱۱۰۶ (۹۲) لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اولوالعزم پیغمبر نصف عمر پاکر فوت ہو چکے تھے جیسے آدم علیہ السلام کی عمر ۱۹۲۰ تھی حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۹۶۰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۴۸۰ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی عمر ۲۴۰ حضرت عیسیٰ کی عمر ۱۲۰ اور حضرت علیہ السلام کی عمر ۶۰ سال تھی (ج) یہ قاعدہ مرزائیوں کو سخت مضر پڑتا ہے پہلے اس وجہ سے کہ حضرت آدم دو ہزار سال تک زندہ رہے مگر ارذل العمر تک نہ پہنچے دوم یہ کہ یہ تناسب عمر تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔ سوم یہ کہ مرزا صاحب کو بروز اکمل اور افضل المرسلین و مطاع الانبیا کا خطاب دیا جاتا ہے اسلیئے ان کی عمر اس تناسب سے ۳۰ سال ہونی چاہیئے تھی اب یا یہ نظریہ غلط ہے اور یا مرزا صاحب اولوالعزم نبی نہ تھے اور نہ ہی وہ حقدار تھے کہ انکو احمد جری اللہ کا لقب دیا جائے زیادہ تشریح کیلیئے دیکھو ۴۳۲ اتہام چہارم (۹۳) شب معراج میں مذکور ہے کہ تمام انبیا کی ملاقات روحانی ہوئی تھی (ج) اسی حدیث کی شرح میں محدثین نے حضرت مسیح کی جسمانی ملاقات بھی لکھی ہے اگر وہ حدیث مقبول ہے تو یہ تشریح بھی نظر انداز نہ ہوگی (۹۴) خطبہ صدیقیہ اور اختلاف حلیہ بھی وفات مسیح کی دلیل ہیں (ج) ان میں کوئی اشارہ نہیں ہے دیکھو نمبر ۲۴۶ (۹۵) حضور نے قصر رسالت میں اپنے آپ کو آخری اینٹ کہا ہے (ج) بعثت کے رو سے حضرت مسیح علیہ السلام قصر رسالت میں درمیانی اینٹ ہیں۔ (۹۶) اگر نزول مسیح تسلیم ہو تو لازم آتا ہے کہ آپ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث نہ رہیں اور حلت غنیمت۔ روئے زمین کا سجدہ گاہ ہونا اور بعثت عامہ وغیرہ خصوصیات نبویہ غلط ٹھیرتی ہیں (ج) آپ کا نزول تبلیغ رسالت کیلیئے نہیں ہوگا بلکہ تبلیغ اسلام کیلیئے ہوگا اسلیئے یہ خصوصیات نبویہ پر دستبرد نہیں ہے ورنہ مرزا صاحب کا وجود بھی ناممکن ٹھیرتا ہے (۹۷) تابعدار ان مسیح زیادہ ہو گئے؟ (ج) نہیں۔ نزول کے بعد مسلمان حضور ہی کے تابعدار کہلائینگے کیونکہ خود حضرت مسیح بھی حضور کے ہی تابعدار ہونگے (۹۸) حضرت عمر نے کہا تھا رفع محمد کما رفع عیسیٰ حضرت حسن نے کہا تھا کہ عرج فیھا بروح عیسیٰ بن مریم (ج) اس کا جواب اتہامات میں گذر چکا ہے (۹۹) کنز العمال ج ۲ ص ۳۴ میں ہے کہ حضرت مسیح کو مکان تبدیل کرنیکا حکم ہوا تھا۔ تاکہ کشمیر میں محفوظ رہیں (ج) انجیل برنباس میں صاف لکھا ہے کہ واقعہ صلیب کے پہلے آپ اپنے گھر سے

نکلکر ایک حواری کے گھر چلے گئے تھے (۱۰۰) کنز العمال ج۶ ص۸۰ میں مذکور ہے کہ خدا کو وہ غربا بہت عزیز ہیں جو دین کی خاطر حضرت عیسیٰ سے جاملتے ہیں (ج) مطلب غلط طور پر بیان کیا گیا ہے ورنہ صاف مطلب یہ ہے کہ نزول مسیح کے وقت مسلمان نہایت ابتر حالت میں ہونگے اور آپ کی معیت میں دجال سے بھاگ کر مذہبی لڑائی سے اپنی حفاظت کرینگے (۱۰۱) اعوذ بك من فتنة المحيا والممات سے ثابت ہوتا ہے کہ حیات مسیح کا قول فتنہ ہے (ج) پھر تو وفات مسیح کا قول بھی فتنہ ہوا کیونکہ اس حدیث میں ممات کا لفظ بھی موجود ہے (۱۰۲) عرائس البیان ج۱ ص۲۶۲ میں شیخ اکبر لکھتے ہیں وجب نزوله فی اخر الزمان بتعلقه ببدن اخر (ج) شیخ اکبر حیات مسیح کی قائل ہیں دیکھو ص۳۴۷ اور یہ قول صوفیاء کے نزدیک غلط ہے جیسا کہ اقتباس الانوار کی عبارت سے ظاہر ہے اور نیز بقول مجدد صاحب اس موقعہ پر صوفیاء کا قول معتبر نہیں ہے دیکھو باب مرزا صاحب کے متعلق اسلامی نکتۂ خیال (۱۰۳) زاد المعاد ص۳۵ ابن حزم اور فتح البیان میں حیات مسیح سے انکار ثابت ہوتا ہے (ج) غلط ہے دیکھو باب اتہامات (۱۰۴) رفعه الله رفع روح مع الجسم ہے یعنے دونو کو خدا تعالیٰ نے رفعت دی تھی (ج) اگر رفع الجسم مع الروح کہدیتے تو کیا ہی خوب تھا کہ احمدی اور محمدی مل بیٹھتے (۱۰۵) رفع کا فاعل اللہ ہو تو رفعت منزلت مراد ہوتی ہے (ج) یہ شرط کسی اہل لغت سے منقول نہیں ہے بلکہ رفعناہ مکانا علیا میں رفعت مکانی مراد ہے (۱۰۶) الیہ کا مرجع خدا تعالیٰ ہو تو اس سے مراد بھی رفعت منزلت ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نہ مکانی ہے نہ زمانی (ج) ایسے موقعہ پر حذف مضاف ہوتا ہے جیسے انی مهاجر الی ربی ای الی بیت الله - اليه يصعد ای محل کرامته اسی طرح رفعه اليه ای الی سمائه كما فسره اهل الاسلام (۱۰۷) صلب کا معنے ہے سولی پر مار ڈالنا (ج) سولی پر چڑھانا بھی لغت میں ہی لکھا ہے صَلَبَهٗ بردار کشید منتہی الارب (۱۰۸) تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ یہود و نصاریٰ بالتواتر کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح کو مصلوب و مقتول اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور مصلوب دیر تک زندہ بھی رہتا ہے پس اگر مصلوب حضرت مسیح کا شبیہ ہوتا تو صاف انکار کر دیتا (ج) تفسیر کبیر میں اس قسم کی بہت اعتراض کر کے ساتھ ساتھ جواب بھی دیئے ہیں مرزائیوں کی یہ چالاکی ہے کہ اعتراض تو تفسیر کبیر سے نقل کر دیتے ہیں مگر جواب لکھنے کی جرأت نہیں کرتے اور تعجب ہے کہ یہ حوالہ اگر ہمیں مضر ہے تو انکو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس میں تصریح کی گئی ہے کہ "صلب کا معنے سولی پر چڑھانا بھی ہے نہ کہ سولی پر مارنا ہی مراد ہوتا ہے" انجیل برنباس

میں شبیہ مسیح کا حال بالتفصیل لکھا ہوا ہے کہ وہ (یہودا) چلا کر کہتا تھا کہ میں مسیح نہیں ہوں مگر یہودی اپنی کامیابی اسی میں دیکھتے تھے کہ اسے مار ہی ڈالیں (۱۰۹) کیا خدا نے یہ دسی فریب کھیلنا تھا؟ اور کیا اپنے پیارے کی شکل کی بجرمتی کرانا اسے پسند تھا؟ (ج) یہ جاہلانہ سوال ہے یفعل اللہ مایشاء پر معترض ہونا حماقت ہے معترض کو یہ خیال نہیں آیا کہ مرزا صاحب کو شبیہ مسیح بنا کر بقول شخصے کس طرح دجال مفسد کذاب مفتری مشہور کرایا تھا کیا رحمت کا یہی تقاضا تھا؟ (۱۱۰) شُبِّہَ میں حیات مسیح ماننے پر ضمیر کا مرجع نہیں ملتا (ج) نہ ملے کیونکہ اوقع المشابھۃ لھم کا معنے میں ہے (۱۱۱) روایات مختلف ہیں کہ کس پر القا شبہ ہوا؟ (ج) پھر بھی قدر مشترک اتنا تو ثابت ہو گیا ہے کہ القا شبہ ہو گیا ہے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے مرزا صاحب کے متعلق بھی اتنا تو ثابت ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا باقی رہا یہ کہ آپ کیسے نبی تھے؟ یہ اصل مقصد کیلئے مضر نہیں ہے (۱۱۲) ان من اھل الکتاب میں یہی مذکور ہے کہ جو بھی یہودی ہے اپنے مرنے سے پہلے اس پر یقین رکھتا ہے کہ انا قتلنا المسیح ہمنے عیسٰے کو قتل کر دیا تھا (ج) اس آیت میں یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ جو اہل کتاب ہیں عہد مسیح میں آپکی موت سے پہلے آپ پر ایمان لے آئینگے اور یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ اپنی موت سے پہلے وہ ایمان لے آتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور نازل ہو کر حکومت کرینگے اب ان دو احتمالوں کے ہوتے ہوئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ قتل مسیح پر ہی ایمان لاتے ہیں اور کسی چیز پر ایمان نہیں لاتے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال دیکھو باب دلائل حیات المسیح (۱۱۳) ہزاروں یہودی مرتے ہیں ایمان کا ثبوت ان میں نہیں ہے (ج) موت کے وقت انکو پورا انکشاف ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح دوبارہ نزول فرمائینگے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ زبان سے بھی کہیں جیسا کہ بقول مرزائیہ موت کے وقت یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ وہ کہتے ہوں کہ ہمنے مسیح کو مار ڈالا تھا (۱۱۴) دجال اور ستر ہزار یہودی اسکے پیرو آپ کے عہد میں ایمان نہیں لائیں گے (ج) مگر انکو انکشاف اور مشاہدہ ضرور ہو جائیگا (۱۱۵) القینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ میں مذکور ہے کہ یہودی قیامت تک بغض رکھینگے تو پھر مسلمان کیسے ہونگے؟ (ج) کچھ مارے جائینگے کچھ اسلام قبول کرینگے اور باہمی بغض اسلام کے خلاف نہیں ہے لاہوری اور قادیانی مرزائی آپس میں بغض رکھتے ہیں ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور ایک دوسرے کی ابتری میں کوشش کرتے ہیں مگر پھر بھی وہ قادیانی نبی کے امت ہیں انسانی پیدائش کے اول میں ہے بعضکم لبعضٍ عدوٌ کا انعام ملا ہوا ہے اس سے اسلام کی نفی نہیں ہو سکتی (۱۱۶) لیومنن بہ کے قبل

ومابعد یہودیوں کی شرارت کا ذکر ہوا اسلیئے یہ جملہ بھی شرارت سے ہی تعلق رکھتا ہے (ج) جملہ معترضہ کے طور پر بیان کیا گیا ھے
کہ ان کی شرارتوں کا بدلہ انکو دنیا میں بھی ملجائیگا اور ان کی کذب بیانی ظاہر ہوجائیگی اور یہ طرز بیان قرآن شریف میں
کئی جگہ درج ہے مثال کیلیئے دیکھو حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطے اسکے ماقبل ومابعد میں معاملات کا ذکر
ہی مگر یہاں عبادات کا ذکر درمیان میں آگیا ہی دیکھو سورہ بقرہ رکوع ۳۰ (۱۱۷ آ) یوم القیمۃ یکون علیہم شہیدا میں
مذکور ہی کہ قیامت کو ہی آپ یہودیوں کے خلاف شاہد ہونگی لہذا نزول مسیح باطل ہوا! (ج) یہی معنے اگر لیا جائی تو واقعہ
صلیب سے پہلے کی شہادت بھی منفی ہوجاتی ہی (۱۱۸ آ) اگر یہودی مان لینگے تو برخلاف شہادت کیسی ہوگی؟ (ج) حدیث کی رو سے
جنہوں نے اختیاری طریق پر نہیں مانا وہ قتل ہونگے یا نزول سے پہلے مر چکے ہونگے ان کے خلاف شہادت ہوگی (۱۱۹ آ)
آیت میں مذکور ہی کہ تمام اہل کتاب ایمان لائیں گے اور مسیح کی تصدیق کرینگے یا کرتے ہیں حالانکہ مقتول یا بے خبر یہودی
اس کلیہ میں داخل نہیں ہوسکتے (ج) بقول مرزائیہ تمام یہودیونکا ایمان بالقتل تسلیم کیا گیا ہی مگر واقعہ صلیب سے پہلے
یہودی ضرور اس کلیہ سے مستثنے ہیں اور یہ آیت تمام یہودیوں کے شامل نہ رہی اسلیئے خاص افراد مراد ہونگے تمام دنیا کے
یہودی جو حضرت موسےٰ کے زمانہ سی پیدا ہوکر حضرت مسیح تک تھے مراد نہیں ہوسکتے (۱۲۰ آ) انہ لعلم للساعۃ میں مذکور ہے
کہ حضرت عیسےٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا قیامت کی علامت ہی (ج) یہ معنے نہ نیچری مانتے ہیں اور نہ لاہوری کیونکہ ان کے نزدیک
حضرت مسیح کا باپ تھا ہماری نزدیک تو سرے سی یہ معنے غلط ہی کیونکہ احادیث نبویہ اسکی تائید نہیں کرتیں (۱۲۱ آ)
یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف قیامت کو جاننے والا ہے یعنی اسکے پڑھنے سی قیامت کا یقین ہوجاتا ہی (ج) علم کا
معنے بنانیوالا نہیں آتا (۱۲۲ آ) یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہودیوں کی بہ نسبت حضرت مسیح کو قیامت کا زیادہ یقین تھا (ج)
یہ بلا ثبوت بات ہے اور یہاں اَعلَمُ للساعۃ مذکور نہیں ہوا مناسب تھا کہ اعلم بالساعۃ ہوتا کیونکہ عِلم کے بعد قرآن
شریف میں ب زیادہ ہوتی ہی (۱۲۳ آ) یوں بھی کہہ سکتی ہیں کہ حضرت مسیح یہودیونکی تباہی کی وقت کو خوب جانتے
تھے (ج) یہاں تباہی کا ذکر سیاق وسباق میں نہیں ہے اور نہ انکی تباہی کا علم اس قابل تھا کہ اسپر اتنا زور دیا جاتا
اور عَلاَّم لِلساعۃ کی تاویل کرنا قرآنی محاورہ نہیں ہی بلکہ علاَّم بالسَّاعَۃِ چاہیئے تھا جو یہاں نہیں بن سکتا (۱۲۴ آ) انہ
لعلم للساعۃ میں اشارہ ہے کہ ان مثیل المسیح علامۃ للساعۃ ھلاک المخالفین مثیل مسیح کے وقت مخالفین
برباد ہوجائینگے اس جگہ مثل مراد ہی جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ ولقد اتینا موسیٰ الکتب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی ہے آپ کو بھی اسکی مثل کتاب دیجائیگی (ج) الکتاب میں الؔ کا لفظ مذکور ہے کہ جس سے مراد مطلق
آسمانی کتاب ہے خواہ قرآن ہو یا توریت اور معنی یوں ہے کہ آپ کو آسمانی کتاب دی جائیگی یہاں مثل کا لفظ محذوف
نہیں ہے انہ میں خصوصیت سے حضرت عیسیٰ مذکور ہیں اور الکتاب میں عام اور کلی مفہوم مراد ہے اسلیئے جزئی مفہوم کو کلی
مفہوم پر قیاس کرنا جہالت ہے اور کثرناھا بنی اسرائیل میں بھی مفہوم کلی ہے خذ اللہ رھم ونصفہ میں بھی مطلق
درہم مراد ہے کوئی خاص شخصیت مراد نہیں ہے (۱۲۵) اگر حضرت مسیح قیامت کی علامت تھے تو کفار مکہ کو اس سے کیا
فائدہ ہوا؟ (ج) تاریخ قرآن پر عبور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار مکہ یہودیوں سے باتیں سیکھ کر قرآن پر معترض ہوتے تھے
اسلیئے حضرت مسیح کا ذکر درمیان میں آگیا تھا (۱۲۶) انہ کا مرجع صرف مسیح نہیں ہے بلکہ اس سے اور چیزیں بھی مراد لی
گئی ہیں (ج) اگر حضرت مسیح کو مرجع بنانے سے انکار نہیں کیا گیا اسلیئے ہمیں جائز ہوگا کہ اس آیت سے حیات مسیح پر دلیل
قائم کریں (۱۲۷) یہاں عِلم مذکور ہے عَلَم مذکور نہیں تو حضرت مسیح علامت قیامت کیسے ہونگے؟ (ج) لیومنن بہ کی جگہ
لیؤمنن تائیدی طور پر مرزائی تسلیم کرتے ہیں اور یہاں دوسری قرأت عَلَم کے لفظ سے منظور نہیں کرتے کیا بے انصافی
ہے اب علم للساعۃ سے مراد یہ ہے کہ آپ کا وجود نزول کی وقت قیام قیامت کی ایک پختہ دلیل ہوگی اور مجبوراً منکرین قیامت کو
یقین کرنا پڑیگا (۱۲۸) اذ کففت بنی اسرائیل عنک میں مذکور ہے کہ یہودی آپ کو موت تک نہیں پہنچا سکے (ج)
یہ خیالی معنے ہے۔ کوئی اسلامی تحریر اس کی تائید نہیں کرتی بلکہ اسلام میں یہ مذکور ہے کہ گو یہودیوں نے ایذا رسانی کی مگر
واقعہ صلیب میں یہودی ایذا رسانی سے بالکل رد کردیئے گئے تھے ما قتلوہ وما صلبوہ کا مفہوم ہی یہی ہے یوں سمجھو
کہ یہودی کہتے تھے کہ مسیح ہمارے قبضے میں آگیئے تھے اس کا جواب دیا گیا کہ غلط ہے وہ قبضہ میں نہیں آئے تھے یھوداؔ قبضہ میں
آیا تھا جس کو مسیح سمجھ کر مار ڈالا تھا (۱۲۹) بخاری کی حدیث کیف انتم اذا نزل عیسیٰ ابن مریم فیکم میں لفظ من السماء
مذکور نہیں ہے اور یہی روایت بیہقی میں مذکور ہے البتہ وہاں بحوالہ بخاری ومسلم من السماء کا لفظ لکھا ہے اور جب درمنثور
میں علامہ سیوطی نے یہی روایت نقل کی ہے تو پھر اسمیں من السماء کا لفظ موجود نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ بیہقی نے
بھی روایت نہیں کیا بلکہ جب ۱۳۱۳ھ میں یہ کتاب چھپی ہے تو اسمیں یہ لفظ بڑھا دیا گیا ہے (ج) کنز العمال ص ۲۶۸ میں یوں
مروی ہے کہ عن ابن عباس مرفوعاً ینزل عیسیٰ ابن مریم من السماء علی جبل افیق اماماً ھادیاً وحکماً عادلاً علیہ
برنس لہ مربوع الخلق اصلت سبط الشعر بیدہ حربۃ اور یہ روایت یقیناً اور ہے کہ جس میں من السماء کا

لفظ صریحاً موجود ہے امام بخاری کی تمام روایتیں صحیح بخاری میں منحصر نہیں ہیں کیونکہ آپ کی اور کتابیں بھی ہیں کہ جن میں
آپ نے صحیح احادیث بیان کی ہیں بالفرض اگر بیہقی نے یہ لفظ تشریحی طور پر بڑھا دیا ہو تو پھر بھی قابل وثوق ہے
کیونکہ بقول مؤلف عسل مصفٰے مرزائیوں کے نزدیک امام بیہقی مجدد وقت تھے۔ (۱۳۰) نزول کا لفظ دجال وغیرہ کیلئے بھی
آیا ہے کیا وہ بھی آسمان سے اتریگا؟ (ج) جس شخص کے بارے میں توفی اور رفع الی السماء کا یقیناً آچکا ہے اسکے بارے میں
نزول کا لفظ من السماء ہی مراد ہے اور یہ نزول من السماء اسلام میں ایسا مشہور ہے جیسا کہ مرزائیوں کے نزدیک لو کان
موسےٰ و عیسےٰ حیین کی حدیث مشہور ہے (۱۳۱) مسیح کے بارے میں خروج۔ بعث اور نزول تین لفظ ہیں اور
موضع نزول میں بھی اختلاف ہے (ج) کچھ ہو مگر قادیان کو موضع نزول نہیں بتایا گیا اور نہ ہی نزول سے مراد تولد تسلیا
گیا ہے بالفرض اگر ینزل عیسےٰ کا ترجمہ یتولد فیکم کیا جائے تو دو وجہ سے غلط ہوگا اول یہ کہ تولد انسانی کیلئے نزول من
السماء استعمال نہیں ہوا دوم یہ کہ عیسےٰ علیہ السلام صبح کے وقت دونو ہاتھ دو فرشتوں کے کاندہوں پر رکھکر اترینگے
اور امام مہدی کے پیچھے نماز ادا کرینگے اور انکے ہاتھ میں نیزہ ہوگا۔ سر پر ٹوپی ہوگی۔ پیشانی کی بال جھڑ گئے ہونگے کیا مرزا
صاحب صبح کے وقت پیدا ہوتے ہی نماز صبح میں شریک ہوئے تھے؟ کیا آپ کے سر پر لمبی چوڑی کوئی ٹوپی بھی تھی؟ کیا آپکے
ہاتھ میں نیزہ بھی تھا؟ کیا آپ کی پیدائش مجمع کثیر میں لڑائی کے موقعہ پر ہوئی تھی۔ (۱۳۲) معراج الدین سیرت مسیح میں لکھتا ہے
کہ "بقول شیخ محی الدین بن عربی مسیح توأم (جوڑا) پیدا ہوگا چنانچہ مرزا صاحب کے بعد لڑکی پیدا ہو کر مر گئی تھی"۔
تو کیا نزول مسیح کیوقت کسی عورت کا نزول بھی لکھا ہے؟ (ج) کیوں شیخ اکبر کو یونہی بدنام کیا ہے جبکہ بار بار فتوحات
میں نزول مسیح بجسم عنصری لکھ چکے ہیں بقول شخصے مرزا صاحب کی ہمشیرہ دوسرے حمل سے پیدا ہوئی تھی مطلب کیلئے دو حملوں
سے پیدا ہونیوالوں کو بھی توأم (جوڑا) لکھدیا ہے غالباً شیخ اکبر نے امام مہدی کی تولد میں توأم لکھا ہوگا مگر مرزائیوں
نے مسیح کا تولد بنالیا ہے یہ خوب دجالیت ہے بہر حال مرزائی یہ بتائیں کہ کیا مرزا صاحب پیدا ہوتے ہی مہدی۱۔ مجدد۲
عیسےٰ۳ اور افضل المرسلین۴ بنگئے تھے؟ یا تادم مرگ یہ امر مشتبہ رہا ہے کہ آپ کیا سے کیا بننا چاہتے تھے اگر ینزل کا ترجمہ
یدّعی المسیحیۃ والمھدیۃ کیا جائے تو کوئی عربی محاورہ پیش کرنا ہوگا

۴۶۹ **وَاِمَامُکُمْ** (۱۳۳) کا عطف عیسیٰ پر ہے تو اگر نزول سے مراد نزول من السماء ہو تو لازم آتا ہے کہ امام مہدی
بھی آسمان سے نازل ہونگے (ج) یہ جملہ حالیہ ہے واِمامکم اور فامّکم جملہ نزل پر عطف ہے جس کا مطلب محدثین کی نزدیک ہے

کہ نزولِ مسیح کے وقت امام المسلمین حضرت مہدی علیہ السلام پہلے موجود ہوں گے اور ان کی بعد حضرت مسیح امام المسلمین بن جائیں گے امامکم مبتدا ہے منکم خبر ہے اگر وھو امامکم بنایا جائے تو منکم کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ امامکم کی اضافت منی ہی منکم کا کام دیتی ہے اسلیئے جو کچھ مرزائیوں نے سمجھا ہی غلط ہے (۱۳۴) حاتم سے مراد سخی ہوتی ہے اور قارون سے مراد مالدار اسی طرح نزول عیسیٰ سے مراد مثیل عیسیٰ مراد ہوگا (ج) حقیقۃ و مجاز اپنے اپنے موقعہ پر صحیح ہیں مگر جس جگہ تواتر اور اجماع اسلام سے حقیقۃ مراد ہو تو صرف خیالی گھوڑے دوڑا کر بغیر قرائن کے مجاز مراد لینا صحیح نہ ہوگا ورنہ یوں کہنا صحیح ہوگا کہ غلام احمد قادیانی سے مراد کوئی ایسا شخص ہے جو خلاف اسلام مدعی نبوت بنا ہو ورنہ مرزا صاحب نے ایسا دعویٰ نہیں کیا یا نور دین کا وجود قادیان میں نہیں پایا گیا بلکہ اس سے مراد خود (بقول مرزائیہ) مرزا صاحب ہی تھے۔ اسی طرح محسن امروہی کا وجود بھی قادیان میں نہیں پایا گیا اس سے مراد خوبصورت یا پسندیدہ اخلاق مرزا صاحب ہی ہیں اور محمد کا معنے ہے تعریف کیا گیا مرزا صاحب کی بھی تعریف خدا نے کی تھی اسلیئے قادیان میں مرزا صاحب کا ہی وجود تھا حکیم بھیروی و امروہی موجود نہ تھے کیا آپ کو یہ منظور ہے؟ (۱۳۵) لتسلکن سنن من قبلکم میں حضور نے امت محمدیہ کو مشابہ بالیہود کہا ہے اسی طرح اس امت کا مصلح بھی مشابہ بالمسیح ہوگا (ج) اگر یہی بات ہے تو زَیْدٌ اَسَدٌ میں زید کی دم بھی تلاش کرنی پڑے گی اور اس کو مفترس بھی کہنا پڑیگا کیونکہ ایسی تشبیہ سوائے اشتراک فی النوعیۃ کے صحیح نہیں ہوسکتی ورنہ عام تشبیہ ذاتیات کے علاوہ ہوا کرتی ہے اور مثیل مسیح بھی ذاتیات مسیح سے خالی ہوگا (۱۳۶) فانزل فاقتلہ ابن ماجہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے اس کا راوی ضعیف ہے (تہذیب التہذیب جلد ۹ صـ۲) اور یہ قول ابن مسعود کا ہے حضور کا قول نہیں ہے (ج) اگر یہ روایت ضعیف ہے تو دوسری روایات کے چونکہ موافق ہے اسلیئے معتبر ہوگی اور یہ قول ابن مسعود کا نہیں ہوسکتا کیونکہ ابن مسعود نے حضرت مسیح سے شب معراج میں یہ نہیں سنا اسلیئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضور سے سن کر یہ قول آپ نے کیا تھا اور یہ حدیث مرفوع ہے (۱۳۷) فیدفن معی فی قبری (ابن جوزی) یہ حدیث دوسری کتابوں میں مذکور نہیں ہے (ج) مشکوٰۃ میں مذکور ہے اور ملا علی قاری نے اپنی شرح میں اسکی تشریح کی ہے کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے (۱۳۸) یہ حدیث حضرت عائشہ کے قول کے خلاف ہے کہ میں نے تین چاند دیکھے تھے کہ میرے گھر داخل ہوئے ہیں جن سے مراد حضور اور شیخین ہیں (ج) یہ حدیث تاریخ طبرانی اور بخاری میں بھی مذکور ہے در منثور میں بھی اس کا ذکر موجود ہے اور حضرت عائشہ سے ایک اور روایت بھی ہے کہ آپ نے حضور سے عرض کی تھی کہ میں آپ کے بعد

ممکن ہے کہ زندہ رہوں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ آپکے پاس دفن کی جاؤں تو آپنے فرمایا تھا کہ نہیں یہ جگہ تو حضرت صدیق اکبر و عمر اور حضرت عیسٰے ابن مریم کیلئے مخصوص ہو چکی ہے (دیکھو دلائل النبوۃ - ابن عساکر - کنز العمال ج ۷ ص ۲۶۸)

(۱۳۹) یہ حدیث اگر سچی تھی تو حضرت عمر نے کیوں اجازت مانگی تھی ؟ کہ میں یہاں دفن کیا جاؤں (ج) اس حدیث کے فیصلہ پر تھی حضرت عائشہ نے اجازت دی تھی - (۱۴۰) تو پھر حضور کے دفن پر کیوں اختلاف ہوا تھا ؟ (ج) اس وقت سے پہلے حضرت عائشہ کا فیصلہ معلوم نہ تھا اور یہ حدیث الاقمار کے بعد حضور نے فیصلہ کیا تھا وہی قطعی قرار دیا گیا اور حدیث الاقمار کو ترک کیا گیا (۱۴۱) فاقوم بین ابی بکر و عمر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح وہاں دفن نہ ہونگے (ج) شیخین کی قبریں نزدیک ہیں اور حضرت مسیح کی قبر ذرہ دور ہے (۱۴۲) یدفن فی الارض المقدسۃ (عینی شرح بخاری ج ۷ ص ۲۵۳) (ج) یہ قول مرجوح ہے کیونکہ حضور نے آپ کا مدفن روضہ نبویہ مقرر کیا ہے (۱۴۳) ینزل الی الارض سے معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح آسمان سے اتر ینگے کیونکہ یوں وارد ہے لینزلن طائفۃ من امتی ارضا یقال لھا البصرۃ (ج) الی الارض کا لفظ یہاں نہیں اور الی کا لفظ مِن کا مقتضی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ینزل من السماء الی الارض - (۱۴۴) بی - اے ایک ڈگری موجود ہے اگر کوئی ذہین لڑکا مر جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ اگر وہ زندہ رہتا تو بی اے پاس ہو جاتا اسی طرح حدیث بھی ہے شبہ کی جو لفظ خاتم النبیین شمہ کے بعد وارد ہوئی ہے کہ لو عاش ابراھیم لکان نبیا صدیقا رواہ ابن ماجہ قال شھاب الخفاجی ج ۴ ص ۱۷۵ لا کلام فی صحتہ (ج) پہلے گذر چکا ہے کہ یہ حدیث نبوی نہیں ہے اگر صحیح ہے تو کسی صحابی قول ہے تو وہ بھی یوں کہ لو کان بعدی نبی لعاش ابراھیم - حضرت حسنین رضی اللہ عنہما زندہ رہے مگر نبوت نہ ملی کیا یہ مستحق نہ تھی (۱۴۵) خاتم النبیین کا معنے ہے زینۃ الانبیاء - مصدق الانبیاء اور آخر الانبیاء التشریعیین (ج) لا نبی بعدی کا فرمان ثابت کرتا ہے کہ آپ آخر الانبیاء بعثۃ و زمانا ہیں اسلیئے تشریعی انبیاء مراد لینا خلاف مسلمات اسلام ہے (۱۴۶) خاتم النبیین میں استغراقیہ کیوں مانا جاتا ہے ؟ کیا رسول اور نبی دو چیزیں ہیں ؟ صحیح یوں ہے کہ قد خلت من قبلہ الرسل میں جنسی ہے کیونکہ یہ آیت خود حضرت مسیح کی حق میں بھی اتری ہے اور خاتم النبیین میں ال استغراقی ہے کیونکہ حضور نے کسی نبی کے مبعوث ہونیکا ذکر نہیں کیا بلکہ انقطاع نبوت پر مہر کر دی ہے کہ لا نبی بعدی - مسیح علیہ السلام کی نزول کی خبر دی ہے مگر آپ کی بعثت پہلے ہو چکی تھی کیا مرزا صاحب بھی پہلے مبعوث ہو چکے تھے ؟ ورنہ وہ مثیل مسیح نہ تھے -

(ج) و پھر قد خلت من قبلہ الرسل

ال عمران … ویقتلون النبیین بغیر حق [illegible]

(۱۴۷) آپ نے فرمایا ہی کہ انا اخر الانبیاء و مسجدی اٰخر المساجد پس جس طرح باقی مساجد مظہر مسجد نبوی ہیں اسی طرح باقی انبیا بھی آپکے مظہر ہیں (ج) مظہر کا لفظ بے جا استعمال کیا جا رہا ہے اسی لفظ نے تو مرزائیوں کو گمراہ کر دیا ہی اور قادیان کو بیت المقدس. مدینۃ منورہ اور مکہ معظمہ کا مظہر اور معلوم نہیں کس کس کا مظہر بنا رکھا ہی مگر دیکھو تو وہاں سوائے مظہریت کے کچھ نظر نہیں آتا اور کبھی مظہر اور بروز سے تناسخ کا معنے لیا جاتا ہی اگر مساجد میں بھی مظہر کی گنجایش ہی تو قادیان کی مسجد حرام کو اپنا قبلہ کیوں نہیں بنایا جاتا اور جب وہاں حج ہو سکتا ہے تو قبلہ بنانے کو کیا مانع ہی براہین حقہ میں ظہیر الدین مرزائی نے بڑے زور سے مشورہ دیا ہی کہ قادیان کو قبلہ بنایا جائے مگر شاید اس لیئے کامیابی نہیں ہو سکی کہ وہاں کی مسجد حرام میں بیت اللہ شریف کی عمارت کھڑی کرنے کی گنجایش نہیں ہے اس کا اصلی جواب مغالطات میں دیکھو (۱۴۸) حضرت علی علیہ السلام نے حضرت عباس کو خاتم المھاجرین کہا ہی اور حضرت علی کو خاتم الاولیاء اور خود حضور خاتم الانبیا ہیں واقعات نے ثابت کیا ہے کہ اسجگہ ہجرت مکہ مراد ہے اور ولایت بلا واسطہ اسی طرح نبوت تشریعیہ (ج) خاتم المھاجرین کا جواب مغالطات میں دیکھو. خاتم الاولیاء کی روایت تفسیر صافی کی ہے جس سے شیعہ کی نزدیک ولایت سی مراد خلافت ہے اور خاتم الانبیاء کا مفہوم اسلام میں تشریعی اور غیر تشریعی دونو کو شامل کر دیا گیا ہی (۱۴۹) حضور کو سورج کہا گیا ہی اسلیئے کئی چاند آپ کا مظہر ہونگے (ج) چاند کو سورج کا مظہر نہیں کہا جاتا. تمام کائنات روشنی حاصل کر رہی ہی کیا سب کو مظہر قرار دیکر سورج کہا جائیگا؟ غور کرو. تو اسی دلیل سے مرزا صاحب کی نبوت باطل ٹھیرتی ہی. (۱۵۰) کما صلیت علی ابراہیم میں اشارہ ہے کہ آل ابراہیم میں نبوت تھی اور آل محمد میں بھی نبوت رہیگی. (ج) یہ دلیل بالکل غلط ہی درود و سلام جاری رکھنے سی یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ آل محمد میں نبی مبعوث کیا کر. کیا نبوت کسی کے حق میں دعا کرنے سے حاصل ہوتی ہی مرزا صاحب کی نبوت چغتائیہ خاندان میں تھی کیا چغتائی بھی آل رسول تھے؟ اسلیئے یہ دلیل صرف مریدوں پر ہی اثر ڈال سکتی ہی ورنہ غیر جانبدار کے نزدیک شطحیات سے بڑھ کر نہیں ہی کیا غضب ہے کہ صریح حکم نبوی لا نبی بعدی کا مقابلہ کیا جاتا ہی اور وہ بھی تسویلات نفسانیہ سے (۱۵۱) حضور علیہ السلام کے وقت تکمیل دین تھی مرزا صاحب کے عہد میں تکمیل اشاعت ہوتی (ج) تکمیل اشاعت اسلام کا دعویٰ غلط ہی ہاں اگر تکفیر اہل اسلام کی اشاعت مراد ہے تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں. تکمیل اشاعت کیا خاک ہوئی مرزا صاحب کے بعد حرمین میں مرزائی مبلغ جاتے ہیں تو

کان سے پکڑ پکڑ کر نکالے جاتے ہیں کابل میں جاتے ہیں تو قتل کیئے جاتے ہیں کیا اسی کا نام غلبہ ہے تفصیل کیلئے دیکھو باب دلائل حیوٰۃ المسیح زیر آیت ھو الذی ارسل رسولہ (آ ۱۵۲) مصدقا لما بین یدی من التوریٰۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں توریت کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت مسیح نے محمد صلعم کی تصدیق کی ہے اور مرزا صاحب کی بشارت دی ہے (ج) مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی بشارت انجیل میں موجود ہے دیکھو بحث مغالطات۔ یہ امت عجیب ہے کہ اپنے نبی کی ہی تکذیب کرتی ہے کیا تصدیق اور بشارت کا مفہوم ایک ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو حضور کی بشارت حضرت مسیح نے نہیں دی۔ (آ ۱۵۳) مرزا صاحب کے خاندان میں غلام قادر غلام مرتضےٰ وغیرہ نام تھے اسلیئے اسم علم امتیازی طور پر احمد ہی تھا اور غلام کا لفظ مشترک تھا جو اسم علم میں داخل نہیں ہے (ج) پھر تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس خاندان میں یہ نام ہوں عبد الرحمٰن۔ عبد اللہ اور عبد الرحیم وہ سب خدائی دعوی کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے اصلی نام اللہ۔ رحمٰن۔ اور رحیم ہیں اور عبد کا لفظ فالتو ہے (آ ۱۵۴) ثم بعثنا من بعدھم موسیٰ (اعراف) میں مذکور ہے کہ حضرت نوح اور ھود اور صالح کے بعد موسےٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ اور درمیان میں حضرت ابراہیم کا ذکر نہیں ہے (ج) من بعدی سے ہمہ احمد میں بعدیت متصل ہے اور اس خیال کی تردید حضور علیہ السلام نے فرما دی ہوئی ہے دیکھو بحث مغالطات اسلیئے حضرت مسیح کے بعد حضور کا ہی آنا مقرر تھا (آ ۱۵۵) لما جاءھم میں ماضی بمعنے مضارع ہے (ج) اسجگہ ماضی اپنی جگہ پر استعمال ہے کیونکہ حضور کے آنے پر ہی لوگوں نے آپ کو ساحر اور قرآن کو سحر مبین کہا ہے اور مرزا صاحب کو لوگوں نے دجال مفتری۔ کذاب یا احمق کہا ہے اور شعر و شاعری کے رو سے غلط گو شعر قص بندی اور غلط نویس کا خطاب دیا ہے۔ (آ ۱۵۶) آخرین منھم لما یلحقوا بھم کا عطف امیین پر ہو تو مرزائی مراد ہیں۔ اور اگر رسولاً پر ہو تو مرزا صاحب اور آپ کی اولاد مراد ہوگی (ج) پہلا عطف درست ہے اور آخرین سے مراد صحابہ کے بعد کے مسلمان ہیں ورنہ یہ مطلب ہوگا کہ بعثت اول امیین میں ہوئی ہے اور بعثت ثانیہ مرزائیوں میں ہوئی ہے اور درمیانی تیرہ سو سال فترۃ کا زمانہ تھا اسکی پوری بحث نبوت مرزا میں گذر چکی ہے اور دوسرا عطف درست نہیں ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ مرزا صاحب کا سارا خاندان مدعی رسالت ہو اور یہ نہیں ہو سکتا کہ بعثت آخرین میں مرزا صاحب تو نبی بنجائیں اور باقی افراد نبی نہ بنیں کیونکہ بعثت کا لفظ ایک فقرہ میں نبی اور غیر نبی کیلیئے ایک جگہ استعمال ہونا قرین قیاس نہ ہوگا اسلیئے ممکن ہے کہ مرزا محمود کو بھی مرزائی نبی ہی مانتے ہوں اور جب تک یہ سلسلہ

چلا جائیگا۔ نبی در نبی ہی پیدا ہوتے جائینگے شاید یہی وجہ ہو کہ مرزا محمود نے شریعت احمدیہ میں ترمیم و تنسیخ شروع کر دی ہے اور اپنے باپ کے خلاف چلنا شروع کر دیا ہے اس نظریہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک جو بھی خلیفہ ہوگا وہ نبی ہی ہوگا۔ مگر اب انکا فرض ہے کہ اسلام سے دستبردار ہو جائیں اور اعتراف کر لیں کہ اسلام کے مسلمات انکے ہاں غلط ہیں (١٥٧) کُنتُم خیرَ امةٍ میں امت محمدیہ کو اگر بہترین کا لقب دیا گیا ہے تو ضروری ہے کہ ان کو انعام نبوت بھی دیا جائے ورنہ یہ مخول بنجائیگا (ج) مخول تو یہ ہے کہ تیرہ سو سال تک یہ انعام بند رہا ہے اگر کھلا ہے تو صرف چغتائی خاندان کیلیئے! کیا دوسرے لوگ امت محمدیہ نہ تھے اس تجویز کے مطابق تو گھر گھر نبی پیدا ہونا چاہیئے ورنہ تمہارا وہ امت میں داخل نہ رہینگے۔ (١٥٨) امت جماعت کا نام ہے ہر ایک کیسے نبی ہو سکتا ہے (ج) تم ہر ایک کا نبی ہونا تسلیم کرو اس کا علاج کان ابراھیم امتہ سے ہو جائیگا (١٥٩) ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا میں بتایا گیا ہے کہ بعثت رسل کے بعد عذاب آتا ہے تو مرزا صاحب بھی عذاب لے کر آئے تھے (ج) اگر ما نحن بمعذبین ہوتا تو مرزائیوں کو گنجائش بھی کہ نبوت چغتائیہ کا سلسلہ چلاتے مگر آیت میں گذشتہ انبیاء کا ذکر ہے جس قدر امتیں تباہ ہو چکی ہیں انکی وجہ بھی کہ انہوں نے پیغمبروں کی نافرمانی کی تھی۔ حضور نے اپنی امت کے استیصال کی کبھی دعا نہیں کی کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین تھے احادیث کی روسے ہلاکت عامہ امت محمدیہ کیلیئے بند ہے اسلیئے جزدی تکالیف سے کوئی حرج نہیں ہے اگر آیت مذکورہ کو امت محمدیہ پر بھی منطبق کیا جائے تو عذاب سے مراد بقرینۂ امم سابقہ عذاب عامہ ہوگا جس سے قوم کا کوئی فرد بھی زندہ نہ رہے اور ایسا عذاب ابھی تک نہیں آیا تاکہ چغتائی بھی نبوت کی حقدار ثابت ہو سکیں (١٦٠) فمن کان علی بینۃ ویتلوہ شاھد منہ (ھود) میں مرزا صاحب کو شاہد کہا گیا ہے (ج) شیعہ کے نزدیک حضرت علیؓ شاہد ہیں۔ سنیوں کے نزدیک حضرت سلمان فارسی ہیں ایرانیوں کے نزدیک انکا اپنا مسیح مراد ہے اب مرزا صاحب کے مرید کیوں چنگیز خانیہ ڈاکہ مار رہے ہیں دراصل آیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حضور کے پاس اپنی صداقت کی دلائل موجود تھی۔ اور بیرونی شاہد بھی صحف متقدمہ سے شہادت گذار تھے اسمیں خوار مخواہ ایک نبی کی آمد مراد لینا ایک اور ایک دو روٹیوں کی مثال ہے مفسر ابن کثیر نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ جو شخص فطرت پر قائم ہو اور اسکو حضور علیہ السلام (شاہد منہ) خدا کی طرف سے صداقت قرآن کی شہادت بھی دیتے ہوں اور آپ سے پہلے اس کو توریت کا بھی خیال ہو تو وہ قرآن پر ضرور ایمان لے آئے گا اب دیکھیئے شاہد الٰہی کون ہے؟ (١٦١) حضور کو مقفیٰ کہا گیا ہے اسلیئے

مرزا صاحب آپ کے بعد آئے (ج) تقفیہ کے دو مفعول آتے ہیں پہلا مقدم الزمان ہوتا ہی اور دوسرا موخر الزمان اسلئے حضور ہی آخر الزمان نبی اور مقفے ہیں اور یہ لفظ مقدم الزمان کیلئے نہیں آتا۔ دیکھو منتہی الارب (۱۶۲) مشکوٰۃ باب الفتن میں ہی کہ تکون النبوۃ فیکم ثم یرفعھا اللہ ثم تکون ملکا وجبریۃ ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ (ج) اس حدیث نے رفع نبوت کا فیصلہ کر دیا ہی باقی خلافت کا ذکر ہے کہ جس میں نبوت کا ثبوت نہیں ملتا (۱۶۳) حضرت عائشہ اور مغیرہ کے قول سے اجرائے نبوت ثابت ہوتی ہی۔ (ج) ایسے اقوال کا جواب پہلے گذر چکا ہی اور صوفیار کا مذہب بھی بیان ہو چکا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ قول رسول کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں ہی۔ خواہ صحابی ہو یا صوفی! (۱۶۴) واشوقا الی اخوانی الذین یاتون من بعدی۔ الحدیث دیکھو انسان کامل مصنفہ عبد الکریم بن ابراہیم جیلانی باب ۶۳ (ج) یہ حدیث موضوعات صوفیہ میں سے ہے اور بغیر اسناد کے مذکور ہوئی ہی اور یہ ثابت ہو چکا ہی کہ اس مقام پر کلام صوفیار کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ جو صوفی انتہا تک پہنچ چکے ہیں وہ بقول مجدد صاحب ذرہ بھر شریعت کے خلاف نہیں ہیں اور جو مستقیم الحال نہیں ہیں ان کے کلام کا اعتبار نہیں ہی۔ دیکھو باب تکفیر مرزا (۱۶۵) مفتری قرآن شریف کے رو سے ناکام ¹ مغضوب علیہ ² ۔ ذلیل ³ معذب ⁴ ۔ ملعون ⁵ ۔ تارک الاسلام ⁶ مغلوب ⁷ ۔ مقطوع الوتین ⁸ ۔ اور ۲۳ سال کے اندر ہلاک ⁹ ہو جاتا ہی۔ مگر مرزا صاحب میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں (ج) یہ باتیں مرزا صاحب میں موجود تھیں۔ الہام میں ناکام ¹ ۔ تحریف قرآن میں مغضوب علیہ ² ۔ مقابلہ میں ذلیل ³ اور مغلوب ⁴ ۔ بیماری سے معذب اپنے منہ ملعون ⁵ ۔ ترمیم اسلام سے تارک الاسلام ⁶ اور ۱۹۰۱ء میں اعلان نبوت کر کے مقطوع الوتین ⁸ ہوئے (۱۶۶) ابتدائی عمر کا بے لوث ہونا۔ الٰہی نصرت کا شامل حال ہونا روز افزوں ترقی اور مخالفین کی کمی الٰہی قانون کے مطابق مرزا صاحب کی صداقت کا نشان ہی (ج) مرزائیوں کی تعلیم مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ درحقیقت ان کی تین شریعتیں ہیں اول ¹ شریعت مسیح جس میں مرزا صاحب نے ابتدائی تعلیم کچھ دی تھی اور بعد میں کچھ دوم ² شریعت محمودی جس میں مرزا صاحب کو فضل المرسلین منوایا جاتا ہی اور حبتائی خاندان کا بچہ بچہ نبی ہے سوم ³ شریعت پیغامی جس میں مرزا صاحب کو صرف ایک وقتی مجتہد کا لقب دیا جاتا ہے جو کئی مسائل میں غلطی کر گیا تھا اور اسکے انکار سے اسلام میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ امید ہے کہ آئندہ دوران خلافت قادیانی اور عہد امارت پیغامی میں اور دو جدید شریعتیں تجویز ہوں گی جو ان تینوں کے منسوخ کرنے پر آمادگی ظاہر کریں گی

اور یہ سچ ہی کہ مسیحی تعلیم جو مرزا صاحب نے تجویز کی تھی منسوخ ہو چکی ہے اور جسقدر مفتریوں کے نشانات تسلیم کیئے گئے ہیں سب موجود ہیں اور صادق کا نشان ایک بھی نہیں ہی اور موجودہ پارٹیاں برائے نام مرزائی ہیں ورنہ درحقیقت تنفر اور تفرقہ کے پیرو ہیں اسکی شہادت ہمیں بابی اور بہائی مذہب کے پیرؤں سے ملتی ہی چونکہ اسلامی نام مقبول ہو چکا ہے اسلیئے قرآن شریف کو منسوخ کر کے بھی وہ مسلمان کہلاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی ترمیم اسلام اور ترمیم تعلیم مرزا کے مرتکب ہو کر بھی اسلامی نام نہیں چھوڑتے ورنہ اصل اسلام سے کوسوں دور جا پڑے ہیں (۱۶۷) مرزا صاحب وعدہ کے سچے مجذوب الخلائق۔ زمین و آسمان سے نشانات پانیوالے۔ پیشینگوئیوں میں پورا اترنیوالے تھے۔ اور یہی معیار صداقت بطور حدیث کے مقرر ہے (ح) مخالفین کے نزدیک کاذب الوعد تھے۔ آج تک توفی بمعنے غیر موت پر ہزار روپیہ انعام کا وعدہ کر کے ہوئے ہیں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بڑے مداح تھے آخر مکذب بنگئے لوگوں نے دجال۔ مفتری اور مراقی کہا۔ پیشینگوئیوں کا حال "مرزا صاحب کے مذہبی مقابلے" میں معلوم ہو چکا ہی نشانات آسمانی کی کلی بھی کھل گئی ہے اور یہ امر ابتک مشتبہ ہی کہ پیشینگوئیوں کے صحیح کرنے میں صرف الہام ہی کام کرتا تھا یا کوئی اندرونی ذرائع بھی تھے۔ بقول شخصے شملہ کے پہاڑ آپ کی تائید میں تھے جس سے تنسیخ بنگالہ۔ ظہور زلازل۔ یا ظہور کواکب کا اعلان ہوتا تھا۔

(۱۶۸) "ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں بھی ہی" اس الہام میں مرزا صاحب کو ہندوؤں کے لیئے کرشن بنایا گیا ہے اور گیتا میں کرشن کا قول ہے کہ "یدا یدا ہی دھرمسیہ گلانر بھوتی بھارت ابھیتھانم ادھرمسیہ تداتمانم سرجامیہم" جب جب دھرم کا زور ہوتا ہے تو میں جنم لیتا ہوں کلگی پوران ترجمہ سردیال میں ہے کہ احمد نے محبت سے کہا کہ اے طوطے امن جگہ ہم اشنان کرینگے (ح) اسلام نے یہ نہیں بتایا کہ مسیح موعود کرشن بھی ہوگا اور تناسخ کو بروز سمجھے گا یا اس کا نام احمد ہوگا اسلیئے یہ عہدہ مرزا صاحب کو ہی مبارک رہے تو بہتر ہے ورنہ اسلام ایسی آلودگیوں سے پاک ہے (۱۶۹) کلجگ میں بھگوان جی کا کلگی اوتار لکھا ہی جو ایک برہمن کے گھر سنبھل میں پیدا ہوگا اور لشن کہلائیگا۔ تجدید اسلام کریگا اور بغیر ہتھیار کے لڑیگا راجے اسکے سامنے مرجائینگے (گیتا ۶۹) اور مرزا صاحب کا الہام ہے کہ یخرج الصدور الی القبور (تشحیذ ستمبر ۱۹۱۹ء) (ح) اس تحریر سے غلام احمد۔ غلام مرتضی اور قادیان مراد لینا کمال بددیانتی ہی آریہ تو اسے نہیں مانتے مگر یہ بن بلائے مہمان بنتے ہیں جناب اگر ادہر چلے جاتے تو اسلام کو تو چین آجاتا (۱۷۰) جنم ساکھی کلاں ص ۲۵۰ میں لکھا ہے کہ گرو نانک نے کہا ہی کہ مرے بعد سو سال بٹالہ کے قریب جتیتہ بھگت کبیر جیسا ہوگا حدیث میں ہے کہ المسیح المنتظر لہ نسب فی الحارث والاکادین (ح) مرزا صاحب پہلے کرشن تھے اور جیتہ بھگت بنے اور کبیر کی طرح اسلام سے بیزار ہو نے

نجات پائیگا اسنے کئی تناسخ جو کھیلئے ہیں صرف ایک جنم باقی رہ گیا ہی تو مرشد کامل اس کو مکتی دیگا۔ دھ گرنتھ
(باقی بر صفحہ ۳۴۰)

میں لکھا ہے کہ مدّا مدّ اتّی دما نا بانیم محمد اچھا انسان نہ تھا۔ ثابت ہوا کہ نانک مسلمان نہ تھا۔ گو صلح کل بنکر اسلام کی تعریف کرتا تھا مگر اسنے اسلام قبول نہیں کیا تھا اس طرح کے غیر مسلم ہزاروں ملتے ہیں **(۱۷۲) کرشن اور رام چندر نبی تھے** (تفسیر وحیدی وست دہرم دچار محمد قاسم نانوتوی و مباحثہ شاہجہانپور ص۳۱) اسلیئے مرزا صاحب کرشن ہوکر بھی کافر بنے **(ج)** قرآن شریف میں صرف یہ ہے کہ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر مگر کرشن وغیرہ کا نام نہیں لیا گیا اور جن خوشامدیوں نے نام لیکر کرشن کو نبی بنایا ہے انہوں نے قرآن کے خلاف کہا ہے ورنہ صرف احتمال اور گمان سے کرشن نبی بن سکتا۔ مجدد صاحب بھی صرف اتنا ہی لکھتے ہیں کہ یہاں انبیاء کے انوار نظر آتے ہیں مگر کسی کی تعیین نہیں کرتے (مکتوبات ۲۵۹/۱) اور یہ ظاہر ہے کہ نبی کی لاش اسکے مذہب کے مطابق نہیں جلائی جاتی بلکہ دفن ہوتی ہے اسلیئے ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ دونوں نبی نہ تھے۔ **(۱۷۳)** اصحاب کہف کی ہڈیاں یورپ پہنچ چکی ہیں۔ **(ج)** ۱۸۸۵ء میں مشن یارقند و کاشغر کابل اور روس کے درمیان حد بندی کرنے گیا تھا۔ تو ۱۳۰۰۰ فٹ کی چڑھائی پر دشت پامیر اور بام دنیا میں پہنچا۔ اور وہاں سے بدخشان میمنہ وغیرہ عبور کرتے ہوئے چارشنبہ پہنچ گئے تو ڈاکٹر حشمت علی انچارج میڈیکل یارقند معہ چند رفقاء کے موضع سمگان گئے جہاں سادات بخارا تقریباً تیس گھر آباد تھے دیکھا تو شمال و مغرب کو ایک سلسلہ کوہ دو میل تک جاتا تھا جس کا ارتفاع دشت پامیر سے ۵۰۰ فٹ ہوگا۔ ایک چوٹی پر اصحاب الکہف کا غار تھا کہ جس کے سر پر لکڑی کا دروازہ تھا جسپر ایک کتبہ ۱۶ × ۸ انچ لگا ہوا تھا اسپر قصیدہ فارسی قاضی بخارا کی طرف سے لکھا ہوا تھا۔ موم بتی لیکر دس گز تک ہم سیدھے گئے۔ ۲۰ گز دائیں چلے پھر لکڑی کی سیڑھی آگئی۔ جسپر بمشکل چڑھے آگے چلکر ایک ۵ گز مربع دیکھا جہاں سات شخص شمالاً جنوباً سوئے ہوئے پائے گئے۔ جنپر لحاف پڑے تھے جنوب کی طرف پاؤں میں کتا۔ ہرن اور باز بھی دکھائی دیئے ہمارا ارادہ ہوا کہ لحاف اٹھا کر دیکھیں مگر ہمیں روک دیا گیا کیونکہ کسی نے اس طرح دیکھا تھا تو اندھا ہو گیا تھا۔ یہ بیان

(۲) مرزا صاحب کا سلسلۂ باطنی

مرزا صاحب ازالہ میں لکھتے ہیں کہ ہم بے مرشد ہیں مگر ہم ثابت کرتے ہیں کہ مندرجہ ذیل ہستیاں ضرور آپ کے فیض رساں تھیں:۔

(۱) مسیلمۃ الکذاب ۹ھ قبیلہ بنی حنیفہ کا نبی حضور علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ نبوت میں شریک کرلیں تو آپ نے مسترد کیا تھا اس نے زنا اور شراب حلال کر دی تھی حضرت ابوبکر کی خلافت میں ایک لاکھ کی جمعیت میں خالد بن ولید کی لڑائی میں وحشی کے ہاتھ سے مارا گیا فرقان اول اور فرقان ثانی اپنے مریدوں میں شائع کیئے تھے

(۲) اسود عنسی بن کعب ۱۰ھ بن عوف سحیق و شفیق اسکے وزیر تھے کثرت شراب نوشی کی وجہ سے ذوالخمار کہلاتا تھا حضور کی مرض موت سے چھ ماہ پہلے دعوی کیا تھا آپ نے وفات سے پہلے پانچ روز اسکے قتل کی خبر دی تھی۔ تو فیروز دیلمی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(۳) صافی بن صیاد اسکے متعلق دجال ہونیکا شبہ تھا اخبار بالغیب میں دسترس رکھتا تھا مگر آخر میں مسلمان ہو گیا تھا

ان دنوں صادق الاخبار ریواڑی میں چھپا تھا اور رسالہ کی صورت میں مفت بھی تقسیم ہوا تھا ٭ بام دنیا کو مٹبل لینڈ آف پامیر کہتے ہیں کیونکہ اس کا طول وعرض صرف ۱۰۰۰ فٹ ہے دشت پامیر میں ایک دنبہ پایا جاتا ہے کہ جسکے سینگ ۵۰ لغایت ۹۰ فٹ تک لمبے ہوکر سر کے ارد گرد پیچ در پیچ لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور گائے گے برابر ہوتا ہے اسے کوچکار اور ٭

٭ رباط دلیس بوبلی بھی کہتے ہیں۔ پشاور کابل۔ (۵ منزل) شکرغان۔ مزار شریف۔ میمنہ۔ المار۔ قیصار۔ چارشنبہ۔ کہف اور سمگان (جو وہاں جانا چاہے اس راستے جا سکتا ہے) (۱۵ منزل)

(۴) **طلحہ بن خویلد** سنا نماز سے سجدہ موقوف کر دیا تھا حضورؐ نے ضرار بن ازور کی قیادت میں مسلمان بھیجے اس کی قوم بنی اسد کو شکست ہوئی دوسری لڑائی میں غطفان بھی شامل ہوئے مگر پھر شکست کھا کر مسلمان ہو گیا۔

(۵) **سجاح بنت الحارث بن سوید من بنی تمیم امہا من بنی تغلب** مسیلمہ کے پاس یمامہ میں جا کر اس سے نکاح کر لیا تھا اور اپنی امت کیلئے دو نمازیں فجر اور عشاء جن میں بخشوا لی تھیں اور خود نبوت سے دستبردار ہو گئی تھی خلافت معاویہ میں مسلمان ہوئی اور بصرہ میں مقیم رہ کر مری سمرہ بن جندب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۶) **مختار ثقفی** واقعہ کربلا کے بعد متصل ہی یزید تر کار گیا تو پانی کی تلاش میں ایک عربی کے پاس چلا گیا اس نے شناخت کر کے قتل کر ڈالا۔ اور مختار ثقفی اہل بیت کی حمایت میں کھڑا ہو گیا چنانچہ اس نے تمام یزیدیوں کو مار ڈالا خولی قاتل حسین کے ٹکڑے ٹکڑے کیئے۔ ایک کوفی نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر مختار کے پاس بھیج دیا پھر مختار ۶۶ھ میں مدعی نبوت ہو کر مقتول ہوا۔

(۷) **احمد بن حسین کوفی ابو الطیب** مدعی نبوت ہوا۔ بنی کلب اسکے تابعدار تھے امیر حمص نے اس کو قید کر لیا اور اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا امیر حلب سیف الدولہ کے حکم سے ۳۵۴ھ میں مارا گیا کیونکہ اپنے شعر میں اپنے آپ کو حضرت صالحؑ سے تشبیہہ دیتا تھا بقول بعض کہیں جا رہا تھا تو کسی نے موقعہ پا کر راستہ ہی میں مار ڈالا۔

(۸) **بہبوذ زنگی** مدعی نبوت اس نے بصرہ میں مسلمانوں کو قتل کیا خلیفہ معتمد باللہ کے ہاتھ سے ۲۲۶ھ میں قتل ہوا۔ اور اس کا سر شہروں میں پھرایا گیا۔

(۹) **ابو القاسم یحییٰ المعروف بذکرویہ بن شہرویہ قرمطی خوزستانی** اس نے عرب کے اکثر حصہ پر تسلط جما لیا تھا اور خلیفہ اسلام کے لشکر کو بارہا شکست دی تھی۔ دمشق کو اپنا کعبہ تجویز کیا تھا نمازیں صرف دو رکھی تھیں اور اسکے عہد میں مجوسیوں نے عید نوروز بغداد میں ۲۷۸ھ کو منائی تھی آخر خلیفہ مکتفی باللہ نے اسے پکڑ کر ۲۸۹ھ میں قتل کیا۔

(۱۰) **عیسیٰ بن مہرویہ قرمطی** ذکرویہ کا چچا زاد بھائی۔ مدثر اور امیر المومنین مہدی کہلاتا تھا مگر مکتفی باللہ خلیفہ نے اسے بھی قتل کر دیا۔

(۱۱) **سلیمان قرمطی ابو الطاہر** ۳۱۲ھ میں مرض جدری سے مرا خدائی دعویٰ کرتا تھا مکہ شریف پر حج کے دنوں میں چڑھائی کی اور ستر ہزار حاجی مار ڈالے پھر حجر اسود کو اپنے دار الخلافہ ہجر (بحرین) کو لے گیا اور ۲۲ سال

تک حج بند ہوگیا اور حجر اسود بائیس سال تک قرامطہ کی پاس ہی رہا۔

(۱۲) **ابو جعفر محمد بن علی شیعی** اس کا مذہب تھا کہ حق و باطل میں امتیاز کرنا جنت ہے اور امتیاز نہ کرنا دوزخ ہے نکاح کی ضرورت نہیں نماز روزہ چھوڑنا ہی عبادت ہے اور جس نے اپنے نفس پر حکومت کی وہی بادشاہ ہے انبیا علیہم السلام نے احکام الٰہی پہنچائے تو تھے مگر (معاذ اللہ) ایمانداری سے کام نہ لیا تھا خلیفہ راضی باللہ نے ۳۲۲ھ میں اسے قتل کیا

(۱۳) **نبی الباسنہ** باسنہ صغانیاں کے پاس ایک گاؤں تھا وہاں اسنے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزات دکھائے ایک حوض تھا اس میں ہاتھ ڈالکر درہم و دینار نکالکر دکھلاتا تھا۔ ابو علی محمد بن مظفر حاکم وقت نے مقابلہ کیا تو پہاڑ میں پناہ گزین ہوگیا اور وہاں کسی لشکری نے موقعہ پاکر اس کو مار ڈالا۔

(۱۴) **استاذ سیس نبی خراسان** خلیفہ منصور کے عہد میں (سنہ ۱۵۰ھ) مدعی نبوت ہوا اور لڑائی میں اخشم اور حازم دو سپہ سالاروں نے اسے گرفتار کرلیا۔ اسکی امت تین لاکھ تھی ستر ہزار ماری گئے باقی چودہ ہزار گرفتار ہوئے صرف ایک سال میں اتنی سرعت سے ترقی کی تھی۔

(۱۵) **نبی نہاوند** نبوت کا دعویٰ کیا قبیلہ بنی سوادکس کی تابعدار بنگئے تو چار یار بھی مقرر کیئے مگر چند ایام میں ہی خلیفہ وقت المستظہر باللہ نے ۴۹۹ھ میں اسے قتل کرڈالا۔

(۱۶) **نبی کاوہ المعروف عطاء المقنع** کاوہ شہر میں اس نے خدائی دعوےٰ کیا پست قامت اور بدصورت تھا اسلیئے سنہری برقعہ پہنے رہتا تھا خلیفہ مہدی نے گرفتار کرنا چاہا تو قلعہ میں پناہ گزین ہوکر جوہر کی رسم ادا کی اور آگ جلاکر خود بمعہ اہل و عیال کو دیر ڈالا اور اپنی امت سے کہا کہ میں آسمان پر جاتا ہوں جو چاہے میرے ہمراہ آسکتا ہے۔

(۱۷) **آدم خراسانی عثمان بن نہیک** یہ ایک رئیس زادہ تھا اس نے دعوی کیا کہ میں حضرت آدمؑ کا بروز ہوں ہشیم بن معاویہ کو اپنا جبرائیل مقرر کیا خلیفہ منصور نے مقابلہ کیا تو اس کی امت نے قصر خلافت کا محاصرہ کرلیا آخر معن بن ذاکر نے ان کو شکست دی اور عثمان کو بمعہ حواریوں کی قتل کرڈالا۔

(۱۸) **بیہقی** نے کتاب المحاسن و المساوی میں لکھا ہے کہ خلیفہ رشید کے عہد میں ایک نے بروز نوحؑ کا دعویٰ کیا کہا کہ میں بعثت اول میں ساڑھے نو سو سال گذار چکا ہوں ابھی پچاس سال باقی گذارنے آیا ہوں خلیفہ نے اسے صلیب دیا تو کسی ظریف نے دیکھ کر کہا کہ نوح کی کشتی تو ٹوٹ گئی مگر مستول ابھی باقی ہے جس پر آپ سوار ہیں۔

(۱۹) آ، خلیفہ مامون کے عہد میں ایک نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ حاجب خلیفہ (باڈی گارڈ) نے پوچھا کہ صداقت کا نشان بتاؤ تو یں کہو اس کی کہ اپنی ماں لاؤ ابھی بچہ جناؤں گا تو اس نے کہا کہ کیا تمہاری اپنی ماں نہیں ہے جو تو پھر اُسے قتل کیا گیا۔

(۲۰) **نبیۃ السودان** | افریقہ میں ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا مگر وہ لوگوں نے ہی اس کا کچومر نکال دیا ایک اور نے دعویٰ کیا کہ لا نبی بعدی میں آدمیوں کی نبوت منقطع ہے عورت نبی ہو سکتی ہے۔

(۲۱) **لا نبی** | کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنا نام لاؔ رکھا لَا نَبِیَّ بَعْدِی پڑھ کر کہا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ میرے بعد ایک نبی ہوگا جس کا نام لاؔ ہے۔

(۲۲) **عبید اللہ مہدی افریقی** | ۲۹۶ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۲۲ سال گذار کر مرا (ابن اثیر ج ۹)

(۲۳) **حسن بن صباح** | اس نے اپنی جنت بنائی امت کا نام فدائی رکھا کہا کہ کشتی نوحؑ غرق نہیں ہوئی اور نہ ہوگی ۵۱۸ھ میں ۳۵ سال کے بعد مرا۔

(۲۴) **عبد المومن افریقی** | ۳ھ میں ۲۳ سال کی تبلیغی عمر پا کر مرا۔

(۲۵) **عبد اللہ بن تومرت** | مہدی بنکر مسلمانوں سے نبرد آزما ہوا۔ بیس سال حکومت کی اور ۲۵ سال تبلیغ کی

(۲۶) **الحاکم بامر اللہ المصری** | نے خدائی دعویٰ کیا لوگوں سے سجدہ کرایا نئی شریعت گھڑی اور حلال وحرام کی نئی حد بندی کی اور ۲۵ سال تک تبلیغ کرتا رہا۔ (ابن اثیر ج ۹)

(۲۷) **میر محمد حسین مشہدی المعروف بفرمود** | عالمگیر کے زمانہ میں لاہور آیا اور الہام کے زور سے طلوع وغروب اور دوپہر کو بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا امت کا نام فرمودی رکھا۔ فرخ سیر کے عہد میں دہلی چلا گیا۔ محمد شاہ کے زمانہ میں وہیں مرا (دیکھو سیر المتاخرین ج ۲ ص ۴۴)

(۲۸) **یوز نبی** | خلیفہ معتمد باللہ کے زمانہ میں تھا۔ بہت مدت زندہ رہا اور ۲۵۶ھ میں قتل ہوا۔

(۲۹) **مسیح مسافر** | کہیں سے سندھ میں آیا۔ اور مرزا صاحب کی طرح مہدی اور مسیح ہونے کا مدعا دعویٰ کر دیا (دیکھو مجمع البحار ص ۲۹۹)

(۳۰) **ھود نبی** | ماں کا نام مریم تھا اسلئے مسیح ابن مریم آسانی سے بن گیا حافظ ابن تیمیہ کے شاگرد وفات مسیح میں بحثیں کرتا تھا۔

(۳۱) جاودان نبی | مجوسی تھا مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا تھا مزدک کی طرح اسنے نیا مذہب ایجاد کیا تھا مگر ۱۲۰ھ میں مارا گیا۔

(۳۲) یحییٰ بہاری الملقب لہ احد | صوبہ بہار میں ایک وکیل اثنا عشریہ مذہب کا ایک بڑا رئیس زمیندار ہے
بیرسٹری پاس کرنے پر اس نے اسلام کو خیرباد کہدیا اور ایک کتاب اردو میں ڈیڑھ ہزار صفحہ کی مرتب کی جس کا نام **فرمان ناسخ قرآن** رکھا جس میں اس نے بیان کیا کہ یحییٰ اصل میں یا حیّ ہے گویا میں ہمیشہ زندہ رہنے والا خدا ہوں اور روپ بدلکر پہلے آدم بنا پھر شیث یہانتک کہ عیسےٰ بنگیا اور لوگوں نے مجھے مار ڈالنے کا ارادہ کیا مگر میں ناراض ہو کر اپنی ماد مہربان مریم کی پاس عرش پر چلا گیا چھ سو سال کے بعد میں محمد بنکر آیا تو میںنے اظہار ناراضگی میں پانچ وقت کی اٹھک بیٹھک اور زمین پر ناک رگڑنا مقرر کر دیا مگر دشمنوں نے میری سلطنت لینے کو مجھے کثرت ازدواج میں مبتلا کر دیا آخر عائشہ کے حسن نے مجھے ایسا گرویدہ کر دیا کہ اسکا باپ سلطنت پر قابض ہو گیا اور عائشہ نے مجھے زہر دیکر مار ڈالا میرا جسم زہر سے پھٹ گیا۔ میری لاش اندر ہی دبا دی اور لوگوں سے یہ راز مخفی رکھا۔ اب تیرہ سو سال تک مسلمان عذابی احکام میں مبتلا رہے اور ایسے ذلیل ہو گئے کہ کسی کام کے نہ رہے تو میری ماں مریم نے ترس کھا کر مجھے دوبارہ دنیا میں بھیجا ہے کہ اب یہ عذابی احکام منسوخ کروں اسلیئے اب میں کہتا ہوں کہ قرآن چھوڑ دو اور نئی روشنی کے احکام فرض سمجھو آیتوار کو گرجا میں میری حمد و ثنا پڑھا کرو۔" اسکے بعد اسنے اپنی تعریف میں مختلف نظمیں لکھی ہیں اور اپنے حالات درج کیئے ہیں ہندوؤں کو بھی مخاطب کیا ہے اور انکے سارے جنم لکھکر انکا آخری اوتار بھی بنا ہے اخیر میں اپنی حواریوں کی فہرست
۴۷۲ بھی دی ہے جو اسنے یورپ اور ایشیا میں سفر کرکے مرید بنائے تھی۔ مخالفین کا نام ۴۷۲ **کیفحلی یلعث نگف** رکھا ہے اور مرید ہونے پر اس لفظ کا معنے بتانے کا وعدہ کیا ہی یہ کتاب مرزائی کتب خانوں میں بھی ملتی ہے خال خال دوسرے لوگوں کے پاس بھی موجود ہے۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو لاہور آیا تو **اخوت عامہ** اور **افلاس گناہ عظیم ہے** پر دو لیکچر دیئے پہلا لیکچر موچی دروازہ کے باہر تھا۔ اور دوسرا آریہ کالج میں دیا جسمیں اس نے بتایا کہ موجودہ ترقی ہی اسلام ہی جو دنیا کے ہر کونہ میں پھیل کر رہیگا۔ اسپر اخبار انقلاب نے تردید شائع کی تو اسنے اخبار "ملاپ" میں ایک مضمون شائع کیا کہ میرا کلمہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ یحییٰ عین اللہ اس کی تصحیح یوں ہے کہ یحییٰ اصل زندہ کو کہتے ہیں اور اسکے تین فرد ہیں موت حیوۃ اور اللہ جب پہلا یحییٰ دوسرے کو کھا کر لمن الملک الیوم کا نعرہ لگائیگا تو یحییٰ نمبر ۳ جو عین اللہ ہے اس کو تباہ کر دیگا۔ انا السید البہاری یحییٰ خان عین اللہ علام الدھر لا او بالی شانہ (مرزائیوں کے لیئے اپنے تاویل کا دروازہ

(۳۳) **سید محمد مہدی جونپوری** [۴۷۳] سکندر لودھی کے زمانے ۹۰۱ھ میں مدعی ہوا۔ اور ۹۱۰ سنہ ہجری ۴۷۳
میں افغانستان گیا اور قندھار جاکر موضع فراہ میں مر گیا اسکے بعد پانچ شخص اسکا مذہب پھیلانے لگے شیخ خضر ناگوری
شیخ عبداللہ نیازی۔ ملا مبارک بدایونی۔ ملا عبدالقادر بدایونی اور اسکا بیٹا سید محمود بن محمد جونپوری۔ انکے بعد آخری مبلغ
شیخ علائی تھا اور سلطان سلیم شاہ بن شیر شاہ نے فتوی تکفیر مرتب کروا کر اس کو قتل کرا دیا۔ مہدی جونپوری نے بیت اللہ
شریف میں حطیم کے پاس ایام حج میں اپنی مہدویت کا اعلان کیا ۹۰۵ھ میں اپنے وطن مالوف میں واپس آکر تبلیغ
میں مصروف ہو گیا چنانچہ راجپوتانہ۔ گجرات اور سندھ میں مسلمانوں نے بکثرت اس کی بیعت کی۔ ہدیہ مہدویہ ص ۳۷ [۱۶]۔ استقصاء
کبیر [۱۰] اور شواہد [۱۴] میں لکھا ہے کہ ۹۰۵ھ میں اس نے یہ اعلان کیا کہ ۱۸ سال سے خدا نے مجھے مہدی اور نبی بنایا ہوا ہے مگر میں مناسب
نہ سمجھتا تھا کہ اعلان کروں اب خدا نے مجبور کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر تم نے اعلان نہ کیا تو تمکو خائن فی التبلیغ کا خطاب
دیا جائیگا اسلئے میں اعلان کرتا ہوں کہ میں مہدی اور مسیح ہوں میرا منکر کافر ہے کیونکہ مہدی اور مسیح دو عنوان ہیں
جن سے مراد ایک نبی کا ظہور ہے میں افضل الانبیاء ہوں مجھے علم الاولین والآخرین دیا گیا ہے اب جو احادیث میری تعلیم
کے خلاف ہوں چھوڑ دو آزاد خیال لوگوں نے اپنی تصانیف میں مہدی جونپوری کو مصلح قوم ثابت کیا ہے اور مخالفین کو
کتے لکھا ہے مگر مذہبی نکتہ خیال سے وہی بات ہے جو ہمنے لکھدی ہے۔

(۳۴) **مرزا علی محمد باب** ایرانی [۴۷۴] ۱۲۳۵ھ میں پیدا ہوا۔ ۵ جمادی الاولی ۱۲۶۰ھ میں مدعی مہدویت ہوا [۱۲] ۴۷۴
اور شعبان ۱۲۶۶ھ میں مارا گیا حدیث میں آیا ہے کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا اسلئے باب کہلاتا تھا جس سے یہ
مطلب تھا کہ میں باب الوصول الی اللہ ہوں اسکے مریدوں میں ایک صبح ازل کہلاتا تھا اسکے حق میں
پیشینگوئی کی کہ لیظہرہ علی الدین کلہ کا مصداق ہوگا۔

(۳۵) **صبح ازل** اپنے پیر کے بعد صبح ازل نے مہدویت ثانیہ کا دعوی کیا اور بغداد کے مضافات
میں اپنا مذہب خانہ قائم کیا مگر اس کا بھائی مرزا حسین علی مزاحم ہوا جس سے اس کو کامیابی پورے طور پر نہ ہو سکی اس کا
مذہب ازلی کہلاتا تھا۔

(۳۶) **مرزا حسین علی بہاء** اس نے مہدی بنکر صبح ازل سے سخت مقابلہ کیا اور دونو بھائی
تکفیر توپ و تفنگ سے خوب لڑتے رہے یہاں تک کہ صبح ازل کو شکست فاش ہوئی تو سر اٹھا نہ سکا بھاگ گئے

۲محرم ۱۲۳۳ھ کو پیدا ہوا۔ ۱۲۶۹ھ میں مسیح بنا۔ ۱۲۷۹ھ میں طہران چھوڑ کر بغداد پہنچا۔ ۱۲۸۵ھ میں شہر عکاؔ میں اقامت
کی تاکہ بقول شیعہ ظہور مہدی کا مقام بہم پہنچے۔ ۱۲۸۹ھ میں اڈریانوپل بھیجا گیا بعض کہتے ہیں کہ عکاؔ میں قیام
۱۲۶۲ھ کو ہوا۔ اور اس وقت صرف ۷۲ مرید تھے۔ ۱۲۹۸ھ تک شاہی حکم سے وہیں نظر بند رہا۔ ۴۰ سال قید رہ کر ۷۵ سال
کی عمر میں عکا سے ایک میل کے فاصلے پر بھجی باغ میں قتل کیا گیا۔

[۴۷۵] بابی اور بہائی اپنی صداقت یوں پیش کرتے ہیں کہ اولاً توریت میں ظہور امام کا وقت یوم اللہ اور یوم الرب ظہور ۴۷۵
ایلیا اور ظہور اللہ مذکور ہے۔ انجیل میں اسکو یوم الرب۔ ظہور یحییٰ اور ظہور ثانی بتایا گیا ہے قرآن شریف میں یوم القیامۃ۔ یوم
الساعۃ۔ اور یوم الجزاء و یوم الدین کہا گیا ہے احادیث میں ظہور مہدی اور قیام روح اللہ لکھا ہوا ہے اور کلام ائمہ میں ظہور
اول (باب) اور ظہور ثانی (بہاء حسین نوری) آیا ہے۔ ثانیاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوم اللہ یعنی ظہور امام کی ۱۵۰۰
سال انجیل سے پہلے خبر دی تھی تو حضرت مسیح ارض مقدس میں پیدا ہوئے اور انہوں نے دعوت دی کہ توبوا الی اللہ قد
اقترب ملکوت اللہ - ۶۲۰ سال گذرے تو حضور خاتم المرسلین کی بعثت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اتی امر اللہ فلا
تستعجلوہ - اقترب للناس حسابھم - انا علی نسم الساعۃ اور اسکے وعدے کے مطابق ۱۲۶۰ھ میں حضرت باب
شیرازی پیدا ہوئے آپ نے سات سال دعوت دی کہ بشریٰ بشریٰ صبح الھدیٰ قد تنفس اور الواح مقدسہ سے دنیا
کو آگاہ کیا اور چونکہ یہ وارد تھا کہ لابد لنا من آذربیجان تو حکومت وقت نے قید کے بعد آپ کو تبریز میں شہید کیا (وفات
پائی) آپ کے بعد قصبہ نور سے مرزا حسین علی نوری الملقب بہاء اللہ الاقدس الابھی مسیح موعود ظاہر ہوئے اور حکومت ایرانی و ترکی
نے آپ کو شہر عکاؔ میں ۴۲ سال نظر بند کر دیا تو احادیث کا مفہوم صادق ہوا کہ ظہور امام عکاؔ ہے آپ نے الواح مقدسہ سے
تبلیغی احکام شاہان وقت کے نام بھیجے اور کتاب اقدس نازل ہوئی جس میں موجودہ علم و عمل کی تلقین کی گئی اور اسلام
سے سبکدوش کر دیا تھا اور یہ وعدہ پورا ہوا کہ تری الارض غیر الارض۔ اشرقت الارض بنور ربھا۔ لکل
امرئ منھم یومئذ شان یغنیہ اخیر عمر میں کتاب عہد اقدس لکھی اور ۲ ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۲) میں شہادت پائی ثالثاً
الٓر لا الٰہ الا اللہ میں نام حسین ظاہر ہوئے المٓص میں سفاح پیدا ہوا۔ الٓمر کے شامل ہونے پر ۱۲۷۲ھ کو حضرت باب
ظاہر ہوئے جو حروف مقطعات بلا تکرار جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے رابعاً ۲۶۰ھ میں حسن بن علی امام عسکری پوشیدہ
ہو گئے فلا اقسم بالخنس کا اشارہ آپ کی طرف ہی ہے تو آپ کے بعد اختلاف پیدا ہو گیا حدیث میں ہے کہ لوگ

امام کو بوڑھا سمجھیں گے۔ مگر آپ عند الظہور جوان ہونگے امام جعفر صادق کے نزدیک آپکی عمر ۴۵ سال ہو گی حضرت علی رضؓ کا قول ہی کہ مشرقی ستارہ کی تابعداری کرو وہ تمہیں منہاج رسول پر چلائیگا اور تم سے شریعت اسلام کا بوجھ اتار دیگا۔ سرگین چشم درمیانہ قد تن اور رخسارہ پر خال سیاہ مشرق سے نمودار ہوگا۔ اور شہر عکا میں قیام کریگا ظلمت کو دور کریگا نئی روشنی پھیلائیگا اور علم و فضل سے لوگوں کو مالامال کر دیگا۔ اور اپنی کتاب سے اس قدر اصلاح قلوب کریگا کہ قرآن سے نہیں ہو سکی۔ آپکے حواری اہل عجم ہونگے مگر عربی میں کلام کرینگے آپ کا محافظ خاص وزیر ہوگا جو اس قوم سے ہوگا سب قتل ہونگے آپکا نزول مرج عکا میں ہوگا کتاب الغیبۃ میں ہی کہ امام کا ظہور گھنے درختوں میں ہوگا جو بحیرہ طبریہ کے کنارہ پر ہونگے عکا بھی بحیرہ طبریہ کے پاس ہی نہر اردن کے پاس واقع ہی جو سیر وہیں نے نکالی تھی اور شہر طبریہ ارض مقدس میں ہے یہ ملک کثرت نباتات سے بلاد سوریہ کہلاتا ہی خاصکر توریت میں مقام حیت جبل کرمل بیت المقدس کے پاس مذکور ہؤا ہے جس کی طرف یوم ینادی المناد من مکان قریب میں اشارہ ہی تو روح اللہ عکا میں تھے اور نداء مہدی حضرت باب کہ میں تھی علامہ مجلسی اپنی کتاب **بحار** میں لکھتے ہیں کہ اہل اسلام امام سے ان کفار سے بھی بڑھ کر بدسلوکی کرینگے جو انہوں نے حضور علیہ السلام سے کی تھی کافی میں ہی کہ بہ کمال موسےٰ و بہاء عیسےٰ و صبر ایوب امام کے حواری مقتول ہونگے۔ ذلیل ہونگے اور ان کے خون سے زمین رنگین ہو گی وہی خدا کے پیارے ہیں اور اولٰئک ھم المھتدون حقا۔ حسن بن علی فرماتے ہیں کہ اس وقت منہ پر تھوکا جائیگا لعنتیں برسائی جائیں گی امام ابو جعفر کا قول ہی کہ اہل حق چھن چھن کر صاف رہجائینگے تو امام کے اصحاب بنیں گے اور خدا کے نزدیک عزت پائینگے حضرت علی کا قول ہے کہ کما بدا کم تعودون اہل حق ابتدائے اسلام میں مظلوم تھے اخیر میں بھی مظلوم ہی ہونگے یہ بھی فرمایا ہے کہ حجۃ اللہ ہمیشہ موجود ہی اگر وہ نہ ہو تو دنیا غرق ہو جائے مگر لوگ اسے نہیں شناخت کرتے اور برادران یوسف کی طرح حجۃ اللہ ان کو شناخت کرتے ہیں کافی اور کتاب البحار میں ہے کہ امام دعوت جدیدہ کتاب اقدس دیگا جیسے کہ حضور علیہ السلام نے دعوت جدیدہ دقرآن) پیش کی تھی ذیل کی تحریرات بھی اسکی موید ہیں یخالف فی احکامہ مذھب العلماء (فتوحات) بنا یختم اللہ الدین کما فتح بنا (ملا علی قاری) یختم بہ الدین کما فتح بنا (مشارق الانوار) یقوم القائم بامر جدید علی العرب شدید۔ یبایع الناس بامر جدید وکتاب جدید وسلطان جدید من السماء (ابو نصیر فی البحار) اوّل من یتبعہ محمد وعلی الثانی (مجلسی) اب یہ کہنا کہ ختم رسالت اور انقطاع وحی اسلامی

عقیدہ ہے غلط ہوگا کیونکہ یہ تحریرات اسکی تردید کررہی ہیں سادساً کاہنوں سے عہد نمرود میں نجم خلیل کی خبردی تھی
(ابن اثیر) اور عہد فرعون میں نجم موسےٰ کی (مثنوی مولنا روم) یہودیوں اور مجوسیوں نے نجم المسیح کی (انجیل) یہودیوں
اورچند آدمیوں نے نجم احمد خاتم المرسلین علیہ السلام کی اور نجومیوں اور دو معتبر عالموں نے نجم القائم کی خبر
دی ہے جنکے نام نامی یہ ہیں شیخ احمد احساوی اورسید کاظم رشتی انہوں نے ولادت امام سے پہلے ہی بتادیا تھا
تیمور خوارزمی کا قول ہے کہ جو ستارے ۱۲۳۰ سنہ سے ۱۲۵۰ سنہ تک نمودار ہوے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب عظیم ہوگا مرزا
آقا خاں منجم منوچہر کا قول ہے کہ ایک آدمی پیدا ہوگا جو شریعت جدیدہ کی دعوت دیگا۔ سابعاً سریانی زبان قدیم ہے حضرت
آدم کی زبان بھی یہی تھی مذہب صابی حضرت شیث علیہ السلام سے منقول ہے یہی دین اقدام الادیان ہے اسمیں کمزوریاں
پیدا ہوگئی تھیں تو انکے رفع کرنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے پھر کمزوریاں پیدا ہوئیں تو حضرت ختیم المرسلین
تشریف لائے اخیر زمانے میں جب اس دین میں تاثیر نہ رہی تو حضرت بہاء تشریف لائے اور کتاب اقدس کی تعلیم دی۔

حسین علی بہاء نے سلطان ناصر الدین کو اس مضمون کا خط بھیجا تھا کہ مجھے علم ماکان وما یکون دیا گیا
ہے جسمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ نبوت اور رسالت بھی بند ہوگئی ہے ورنہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ خدا نے اس سخاوت میں کنجوسی اختیار
کرلی ہے میں ~~~~ خود ایک دفعہ سویا ہوا تھا کہ اچانک الطاف الٰہیہ نے مجھے بیدار کرکے مجبور کیا کہ میں خدا کا نام اطراف عالم ۴۷۶
میں پھیلاؤں بخدا میری خواہش ہے کہ اس تبلیغ میں میرا سر نیزے پر دیا جائے کیونکہ خدا کی راہ میں مصائب آیا ہی کرتے
ہیں وہ دن بہت قریب ہیں کہ لوگ اس دین میں جوق درجوق داخل ہونگے اور میں جو کچھ کہہ رہا ہوں خدا کے علم سے کہتا
ہوں اور مکتب البیان میں داخل تھا جبکہ لوگ ابھی غافل تھے اگر ہم پردہ اٹھائیں تو تم سب ہلاک ہوجاؤ خبردار!
یہ یوم نبأ عظیم ہے نبی وقت کی حاضری سے کوتاہی نہ کرنا (انتہی مفہوماً) یہ بھی مشہور ہے کہ جب باب مقتول ہوا تو
بہاء نے محمد علی قاچار پر گولی چلادی تھی اور گرفتار ہوگیا قرۃ العین بھی گرفتار ہوچکی تھی عبد البہاء کا چونکہ رسوخ بہت تھا
اسلئے یہ ثابت کیا گیا کہ بہاء اس سازش میں شریک نہ تھا اسلئے یہ رہا ہوگیا اور باقی قتل ہوئے (باقی حالات کیلئے دیکھو ۱۶۹ ج ۲)
شریعت بہائیہ کے احکام مختصر از خود آرے ہیں۔ نو رکعتیں نماز فرض ہیں دو صبح دو مغرب اور پانچ پچھلی رات
کی) نماز جنازہ چھ رکعتیں ہیں صلوۃ کسوف وخسوف منسوخ ہیں سوائے جنازہ کے جماعت کی ضرورت نہیں عید نوروز کا
روزہ رکھا کرو اگر رنگ میں کوئی ہرج نہیں بردہ فروشی حرام ہے خروج منی سے غسل واجب نہیں کوئی چیز نجس نہیں ہے

مشرک بھی نجس نہیں ہی میت کو ریشم کی پانچ کپڑوں میں لپیٹو یا کم از کم ایک میں۔ مہینہ میں کم از کم ایک دفعہ ضیافت
احباب فرض ہی اگرچہ پانی سی ہو میت کو اتنی دور نہ لے جاؤ کہ راستہ میں ایک گھنٹہ وقت گذرجاے۔ ۱۹ ماہ کے یہ نام
۴۷۷ رکھو۔ بہاء۔ جلال۔ جمال۔ عظمۃ۔ نور۔ رحمۃ۔ کلمات۔ کمال۔ اسماء۔ عزۃ۔ مشیۃ۔ علم۔ قدرۃ۔ قول
مسائل۔ شرف۔ سلطان۔ ملک۔ عطا۔ وضو معاف ہی سجدہ بھی معاف ہی بہاء اور جلال میں عید کیا کرو۔
البیان کے سوا کوئی مذہبی کتاب نہ پڑہو۔ نماز جمعہ حرام ہے۔ نکاح میں والدین سی پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے روزے
۱۹ ہیں قبلہ عکہ ہے کتاب البیان قرآن سی افضل ہی بیت اسد گرا کر شیراز میں مکان خریدو۔ بردے کو سونے کی انگوٹھی
اور ہیکل پہناؤ۔ بوڑہے اور بیمار کو نماز معاف ہے۔ پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تعدد ازدواج حرام ہے۔ کتاب المبین میں
لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ اگر بہاء کا وجود نہ ہوتا تو کوئی صحیفہ آسمانی نہ اترتا کیونکہ بہاء محبوب
رب العالمین ہے اور سلطان الرسل۔ جو گالیاں دے اسپر ۵۰ مثقال جرمانہ لگاؤ۔ ہر ایک شہر میں دار العدالۃ قائم کرو
جسمیں چندہ ہو اور اس سے تعلیم مروجہ کی اشاعت کرو تاکہ کوئی جاہل نہ رہے

۴۷۸ (۳۷) **قرۃ العین طاہرہ قزوینیہ** | جب ۱۹۰۰ء میں باب نے دعوی کیا کہ مشیت اول حضرت آدم
سے منتقل ہوکر اس کی ذات تک پہنچ چکی ہی تو زرین تاج بھی اسکے حلقہ ارادت میں داخل ہوئی جو اپنے اشعار
میں طاہرہ تخلص کرتی تھی۔ اور اس مذہب کی نشر و اشاعت میں منہمک ہوگئی اور برہنہ رو ہوکر اپنے داخل طریق ہم
مشربوں سے رہنے سہنے لگی تو کسی نے باب کے پاس شکایت کی کہ اس کا چال چلن مشتبہ ہی تو باب نے جواب دیا کہ ھی طاھرۃ
عفیفۃ لا تظنوھا بسوء اب وہ طاہرہ مشہور ہوگئی۔ علامہ فقیہ محمد صالح قزوینی کی بیٹی تھی علامہ محمد تقی مجتہد کی
بھتیجی اور ملا محمد بن محمد تقی کی زوجہ۔ جب اسنے بابی مذہب قبول کیا تو قزوین سے نکلکر کربلا میں تبلیغ کا کام شروع کردیا
وہاں کی حکومت نے اسے بغداد بھیجدیا اور حکومت بغداد نے اسی ہمدان نکالدیا مگر وہاں کوئی مزاحم نہ ہوا اور جب اسکی جماعت
ایک کثیر التعداد تیار ہوچکی تو قزوین واپس آکر اپنے رشتہ داروں کو دعوت دی لیکن اسکے تمام رشتہ دار بابی مذہب کے
دشمن تھے اسلئے وہاں سے نکلکر طہران گئی اس خیال سی کہ اگر بادشاہ ایران محمد شاہ قاچار بابی مذہب قبول کرے تو
پانچوں انگلیاں گھی میں ہوجائینگی مگر باپ نے اسے حکماً واپس قزوین منگالیا۔ بڑی حیص بیص کے بعد نکاح فسخ کراکے بدشت
اور مازندران کو چلی گئی اور گاؤں بگاؤں تبلیغ میں مصروف ہوکر بابی مذہب کو فروغ دیا لیکن اہل اسلام نے حکومت کو متوجہ کیا

کہ اس فتنہ کی انسداد میں انتظام کیا جائے. تو اس وقت طاہرہ نے اپنی حفاظت خود اختیاری کیلئے کافی جمعیت پیدا کر لی تھی حکومت نے گرفتاری کیلئے فوج روانہ کی تو قصبہ نور کے پاس فریقین کی فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی مگر طاہرہ کو سلطان ناصر الدین قاچار کے پاس گرفتار کر کے لیگئے طاہرہ نے پہنچتے ہی تبلیغی خطبہ دیا جس سے بادشاہ متاثر ہو کر کہنے لگا کہ این را بگذارید کہ طلعتے زیبا دارد. مگر محمد خاں محتسب کے زیر حراست رکھی گئی اور بابیوں کو اجازت دی کہ اس سے ملاقات کریں اور وہ بھی حرم سرا تک دعوت دیتی رہی جب معاملہ طول پکڑ گیا تو محتسب نے طاہرہ سے کہا کہ اگر تم بابی مذہب چھوڑ دو تو رہائی یقینی ہے ورنہ قتل کی سزا بھگتنی پڑیگی. لیکن اسنے ایک نہ مانی دوسرے روز دربار میں پیش ہوئی تو بجائے توبہ کی ایک طول طویل تبلیغی خطبہ دیا کہ جس سے حاضرین باغیرت مسلمانوں کا نائرہ غضب سخت شعلہ زن ہو گیا کیونکہ اسمیں باب کی تعریف تھی اور حضور علیہ السلام کی سخت توہین تھی بقول شخصے حکم دیا گیا کہ خچر کی دم سے اسکے بال باندھکر خچر کو دوڑایا جائے تاکہ اسی حالت میں طاہرہ مر جائے. بہر حال اسکی لاش ۱۸۵۲ء میں ایک ویران کنوئیں میں پھینک دیگئی جو بستان ایلخانی کے پاس ہی تھا اور اوپر سے پتھر برسا کر کنواں پر کر دیا گیا کہتے ہیں کہ حسب ذیل قصیدہ دربار میں اس نے خطبہ تبلیغی میں فی البدیہہ کہا تھا

قصیدہ طاہرہ

(۱) جذبات شوقك الجمت لسلاسل الغم والبلا | ہمہ عاشقان شکستہ دل کہ دہند جان خود بر ملا

یہ باب کو خطاب ہے

(۲) لمعات وجهك اشرقت بشعاع وجهك واعتلا | زچہ رو الست بربکم نزنی؟ بزن کہ بلیٰ بلیٰ

عرض ہے کہ باب الست بربکم کیوں نہیں کہتا؟

(۳) اگر آن صنم ز سر ستم پے کشتن من بے گناہ | لقد استقام بسیفه فلقد رضیت بما رضی

حکومت سے خطاب ہے

(۴) تو کہ غافل از مے و شاہدی پے مرد عابد و زاہدی | چہ کنم کہ کافر جاحدی ز خلوص نیت اصطفا

حکومت کو کافر کہا ہے

(۵) تو و ملک جاہ و سکندری من و رسم و راہ قلندری | اگر آن خوش ست تو درخوری و گر این بد ست مرا سزا

اپنی رہائی کی درخواست کی ہے

(۶) بجواب طبل الست تو ز ولا چو کوس بلیٰ زدند | ہمہ خیمہ زد بدر دلم سپہ غم و حشم و بلا

(۷) چہ شود کہ آتش حیرتے زنی ام بقلۂ طور دل | فصکلته و دککته متدکدکا متزلزلا

محبت میں مر جاتی تو بہتر تھا

(۸) پے خوان دعوت عشق او ہمہ شب ز خیل کروبیاں | رسد این صفیر مہیمنے کہ گروہ غمزدہ الصلا

تقدیر نے بابیوں کا غم لکھا ہے.

(۹) ہلہ اے گروہ امامیاں بکشید ولولہ را میاں ☐ کہ ظہور دلبر ما عیاں شدہ فاش و ظاہر و برملا

شیعہ سے خطاب ہے کہ مہدی ظاہر ہو گیا ہے

(۱۰) گرتان بود طمع بقا و ترا بود ہوس لقا ☐ ز وجود مطلق مطلقا بر آں صنم بشوید لا

شیعہ سے کہتی ہے کہ اگر زندگی درکار ہے تو باب کو قبول کرو

(۱۱) طلعت زقدس بشارتے کہ ظہور حق شدہ برملا ☐ بزن اے صبا تو بحضرش بگردہ زندہ دلاں صدا

باب کا بروز حق ہے

(۱۲) ہلہ اے طوائف منتظر زعنایت شہ مقتدر ☐ مہ منفجر شدہ مشتہر متبہیا متحللا

اہل اسلام کو خطاب ہے کہ جو آنا تھا آچکا

(۱۳) دو ہزار احمد مجتبیٰ زبروق آں شہ اصفیاء ☐ شدہ مختفی شدہ در خفا متدثّرا متزملا

اس میں حضور علیہ السلام کی سخت توہین کی ہے

(۱۴) تو کہ فلس ماہیٔ حیرتی چہ زنی زبحر وجود دم ☐ بنشیں چو طاہرہ دمبدم بشنو خروش نہنگ لا

لوگوں کو گمراہ بتایا ہے اور اپنی سعادتمندی دکھائی ہے

ہمیں چونکہ کلام مرزا سے مقابلہ کرنا ہے اسلئے طاہرہ کا دوسرا قصیدہ بھی درج کیا جاتا ہی جو اسنے باب کے بارے میں کہا ہے:-

قصیدہ دوم طاہرہ

گر بتو افتدم نظر چہرہ بچہرہ رو برو	شرح دہم غم ترا نکتہ بنکتہ مو بمو
از پے دیدن رخت ہمچو صبا فتادہ ام	خانہ بخانہ در بدر کوچہ بکوچہ کو بکو
دورہ ہان تنگ تو عارض عنبرین خطت	غنچہ بغنچہ گل بگل لالہ بلالہ بو ببو
میرود از فراق تو خون دل از دو دیدہ ام	دجلہ بدجلہ یم بیم چشمہ بچشمہ جو بجو
مہر ترا دل حزیں بافتہ بر قماش جان	رشتہ برشتہ نخ بنخ تار بتار پو بپو
در دل خویش طاہرہ گشت و ندیافت جز ترا	صفحہ بصفحہ لا بلا پردہ بپردہ تو بتو

ممکن ہے کہ اسکے اشعار اور بھی ہوں مگر ہمیں اتنے ہی دستیاب ہوئے ہیں جو فارسی زبان میں کلام مرزا سے اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ کلام مرزا انکے سامنے پانی بھرتا ہے یہی دیکھئے داد آں جام را مرا بہ تمام۔

(۳۸) ۲۶۶ھ میں فرقہ قرامطہ ظاہر ہوا جنکے عقائد یہ تھے کہ مسلمانوں کو قتل کرو۔ نماز دل سے مراد پانچ تن پاک ہیں تیس روزے تیس انسانوں کے نام ہیں جو صرف مریدوں کو بتائے جاتے ہیں۔ اہل بیت کا ذکر نماز و وضو اور غسل جنابت سے مستغنی کر دیتا ہی خالق ارض و سماء حضرت علیؓ ہیں اور وہی اس دنیا کے خدا ہیں خدا تعالیٰ کا برزخ اسم اور معنے کی شناخت کرنا ہر زمانہ میں فرض ہی لینے برائے نام نبی اور ہوتا ہے جو دعوی نبوت کرتا ہے مگر درحقیقت اصل نبی تائید کرتا ہے

[illegible]

چنانچہ حضرت آدم اسم تھے اور حضرت شیث اصلی نبی تھی حضرت یعقوب اسم تھے اور حضرت یوسف معنی تھی۔ کیونکہ یوسف ہی اپنے بھائیوں کی مغفرت کے مالک تھے اور لا تثریب علیکم الیوم کہا تھا حضرت موسےٰ بھی اسم تھے اور حضرت یوشع معنے تھے کیونکہ انکے لیئے ہی سورج واپس آیا تھا حضرت سلیمان اسم تھی اور معنے آصف کیونکہ انہوں نے تخت بلقیس حاضر کیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسم تھی اور حضرت علی معنے تھے یعنے حضرت علی کی الوہیت کے لیئے حجاب ہوئے تھے اور سلمان فارسی وصول الی اللہ کا باب تھے سنہ ہجری کا ایک شاعر لکھتا ہی:۔ کہ ؎

اشہد ان لا الہ الا حیدرۃ الانزع البطین ولا حجاب علیہ الا محمد الصادق الامین

ولا طریق الیہ الا سلمان ذو القوۃ المتین۔

اصل انبیاء کی فہرست یوں بیان کی ہی۔ ہابیل شیث یوسف یوشع۔ آصف شمعون الصفا حیدر (ابن تیمیہ)

ایک شاعر شان علی میں یوں لکھتا ہے کہ ؎

۴۸ علی ست[۴۸۰] فرد بمثیل علی ست مثل بے بدل ٭ علی ست مصدر دوم علی ست صادر اول ٭ علی ست خالی از خلل علی ست عاری از علل

علی ست شاہد ازل علی ست نور لم یزل ٭ کہ فرد لایزال را وجود اوست مظہرا۔

زمام ملک خویش را سپرد حق بدست او ٭ چہ اولیاء چہ انبیاء تمام پائے بست او ٭ یکے ہوا نجوا و یکے مدام مست او

بہر صفت کہ خوانمش بود مقام پست او ٭ نظر بلامکان نما۔ ببیں مقام حیدرا

چو این جہاں فنا شود۔ علی فناش میکند ٭ قیامت ار بپا شود۔ علی بپاش میکند ٭ کہ دست دست او بود۔ دلی خداش میکند

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ۔ بر تو فاش میکند ٭ کہ اوست دست کردگار۔ اوست عین داورا (دیوان وفائی)

مشارق انوار الیقین میں ہے کہ عن علی انا اخذت العہد علی الارواح فی الازل۔ انا المنادی الست بربکم۔ انا منشئ الارواح انا صاحب الصور۔ انا مخرج من فی القبور۔ انا جاوزت بموسیٰ فی البحر۔ واغرقت فرعون وجنودہ۔ انا ارسیت الجبال الشامخات وفجرت العیون الجاریات۔ انا ذالک النور الذی اقتبس موسیٰ نار الھدی۔ انا حی لا یموت۔ حضرت غوث اعظم بھی یوں ہی لکھتے ہیں (دیکھو ص۵)

۴۸۱ (۳۹) عبد اللہ بن سبا یہودی[۴۸۱] بصرہ میں مسلمان ہو کر ظاہر ہوا۔ اور اصل میں مقصد یہ تھا کہ حضرت علی ہی یہودیوں کی تباہی کا بدلہ لے اور کوفہ اور مصر میں آکر اہل بیت کے حالات سے لوگوں کو اشتعال دیا چنانچہ عہد عثمانی

میں ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر حضرت مسیح نزول ثانی کرینگے تو حضرت علی علیہ السلام کا نزول ثانی بھی ضروری ہے ورنہ یہ سمجھا جائیگا کہ آپ کی شان کم ہے۔ تابعداروں نے اس مسئلہ پر ایمان قبول کیا اور اس عقیدہ کا نام رجعۃ رکھا گیا دوسری تقریر میں کہا کہ حضرت موسےٰ کے وزیر حضرت ہارون تھے تو کیا حضرت علی علیہ السلام کی وزیر حضرت علی نہوں گے ؟ ورنہ کسر شان ہوگی تو تابعداروں نے حضرت عثمان کا خاتمہ کرکے حضرت علی کو خلیفہ تسلیم کیا ایک دن پھر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عثمان کو تو حضرت علی نے قتل کرایا تھا اسلیئے انسے قصاص لینا فرض ہوگا تو اب تابعداروں نے حضرت علی کا خاتمہ کردیا پھر ایکدن تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت موسےٰ کے بعد لوگ گوسالہ پرستی سے مرتد ہوگئے تھے اسی طرح تمام صحابہ بھی مرتد تھے اور صرف حضرت سلمان۔ ابوذر۔ مقداد اور حضرت علی ایمان پر قائم تھے حضرت ہارون علیہ السلام قیامت سے پہلے یہود میں نازل ہونگے اسلیئے ضروری ہے کہ حضرت علی بھی قیامت سے پہلے نازل ہوں تاکہ مخالفین سے بدلہ لیں حضرت ہارون کے وارث علمی آپکے بیٹے شبیر و شبر تھے اسلیئے علوم و معارف علی کے وارث بھی حضرت امام حسن و حسین ہیں اور انکا نام بھی شبیر و شبر رکھا (ناسخ التواریخ۔ مقاصد الاسلام) بہرحال شیعہ جعفریہ امامیہ کا مذہب نہیں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خدا کے یہ وزیر تھے اور متصرف فی القضاء والقدر تھے اور یہ عقائد نصیریہ اور سبائیہ فرقہ کے ہیں جو یہاں پنجاب میں بہت کم پائے جاتے ہیں ؛

(۴) مرزا غلام احمد قادیانی

براہین احمدیہ کے پہلے چار جزو لکھنے تک تو مسلمانوں کے ہم عقائد رہے مگر جب سر سید کی تصانیف اور بابیوں کا مذہب مطالعہ کیا تو ازالہ الاوہام اور توضیح المرام میں براہین کی عبارتوں کا کچھ اور ہی مطلب گھڑ لیا اور جب سنہ ۳۰ کے بعد آپنے مسیح موعود اور مہدی موعود ہونیکا دعویٰ کیا تو یہ کوشش کی کہ اپنے آپ کو مثیل مسیح ثابت کریں اسکے بعد ۱۹۰۱ء کا زمانہ آیا تو بقول مرزا محمود یہ سارے مراتب طے کرتے ہوئے مستقل اعلان نبوت کیا اور منکرین کو صرف اس بناء پر کافر قرار دیا کہ وہ آپ کی بیعت میں داخل نہیں ہوتے یا کم از کم امام وقت کی شناخت میں قاصر ہیں اور جب ۱۹۰۸ء میں آپ رخصت ہوئے تو یہ عقائد چھوڑ گئے۔ کہ (۱) مسیح دو ہیں ناصری اور محمدی (۲) مسیح موعود اور مہدی موعود ایک ہی آدمی کی صفتیں ہیں (۳) معراج جسمانی نہیں ہوا (۴) بروز کا مسئلہ درست ہے (۵) مسح رقبہ جائز نہیں ہے (۶) جمع بین الصلوات جائز ہے (۷) بقول مرزا محمود مرزا صاحب افضل المرسلین ہیں (۸) مرزا صاحب کی قوت استعداد یہ حضور سے بھی بڑھ کر ہے (۹) مسلمان یہودی ۴۸۲

ہیں (۱۰) انگریز دجال ہیں (۱۱) ریل خر دجال ہے (۱۲) بقول تحقیق جدید مرزا صاحب کا خاندان بچہ بچہ نبی ہے (۱۳) مرزا صاحب سید ہیں کیونکہ آپ کی شادی سادات کے گھر ہوئی ہے یا آپ کی ایک دادی سادات کے گھر تھی (۱۴) اصحاب کہف یاجوج ماجوج بھی انگریز ہیں (۱۵) دابۃ الارض مولوی صاحبان ہیں کہ انکے فتوے تکفیر نے دلونکو زخمی کر دیا ہے (۱۶) جنت و دوزخ روحانی لذت و الم کا نام ہے (۱۷) حضور آخری نبی نہیں ہیں (۱۸) جہاد قطعاً بند ہے (۱۹) مسلمانوں سے ترک موالات فرض ہے (۲۰) قرآن شریف کا جو مفہوم مسلمانوں نے سمجھ رکھا ہے غلط ہے (۲۱) مرزا صاحب کی تعلیم نے جو مفہوم قرار دیا ہے وہ اصلی مفہوم ہے (۲۲) لفظی ترمیم و تنسیخ گو قرآن میں ناجائز ہے مگر معنوی تنسیخ ضروری تھی جو مرزا صاحب نے کر دی ہے (۲۳) حیات مسیح کا اعتقاد رکھنا تقلید شیطانی اور ستون شرک ہے (۲۴) خدا روپ بدلتا ہے (۲۵) بروزی رنگ میں مرزا صاحب کبھی مریم بنے اور کبھی عیسیٰ (۲۶) از آدم تا ایندم جس قدر بزرگ ہو گذری ہیں ان سب کا بروز مرزا صاحب ہیں اور (۲۷) غیر احمدی تمام گندی ہستیوں کا بروز ہیں (۲۸) قادیان بھی تمام مقامات مقدسہ کا بروز ہے (۲۹) بڑے دنوں میں مرید بطور حج یہیں حاضر ہوتے ہیں (۳۰) مکہ شریف کا دودھ خشک ہو گیا ہے اسکی بجائے قادیان میں دودھ آگیا ہے (۳۱) جنت البقیع مرزا صاحب کا مقبرہ ہیں (بقول ظہیر الدین اروپی نماز میں کعبہ شریف بھی قادیان ہی ہونا چاہئے (دیکھو براہین حقہ) (۳۲) ہر ایک مجدد ایک غلطی درست کرنے آیا تھا اور (۳۳) مرزا صاحب آخری مجدد حیات مسیح کی غلطی میں ترمیم کرنے آئے تھے (گویا تمام مجددین وقت اسلام میں ترمیم و تنسیخ ہی کرنے آئے تھے) (۳۴) مرزا صاحب کا کلام وحی الٰہی ہے (اسلئے تاریخی حالات کے خلاف بھی قابل تسلیم تھے) (۳۵) مسیح کی قبر کشمیر میں ہے (۳۶) ۸۷ سال آپ روپوش رہے تھے سود تبلیغی کاموں میں خرچ ہو سکتا ہے (۳۷) تمدن یورپ واقعی نئی روشنی ہے (۳۸) انبیاء سابقین سے غلطیاں ہوئیں۔ اور مرزا صاحب سے بھی غلطیاں ہوئیں (۳۹) ان کی پیشینگوئیاں غلط نکلیں مرزا صاحب کی پیشینگوئیاں بظاہر غلط نکلیں ورنہ جب اصل مقصد پورا ہو گیا تھا۔ تو پیشینگوئی کے پورے کرنے کی کیا ضرورت رہتی ہے (۴۰) چندہ دینا ضروری ہے (۴۱) ورنہ جماعت سے خارج کیا جائیگا (۴۲) مرزا صاحب کے بعد اور نبی بھی ہو سکتے ہیں مگر (۴۳) مسیح محمدی کوئی اور نہیں ہو سکتا (دیکھو ازالۃ الادہام ص ۱۹۱)

(۲۲) مرزا صاحب کے مزید حالات

۴۸۳ مرزا صاحب[۴۸۳] کی تصویر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ پگڑی پہنے رکھتے تھے مگر نزول مسیح کی احادیث میں

مسیح کے سر پر ٹوپی مذکور ہے۔ آپ میں تقدس کا بڑا زور تھا اسلئے مخالف کو کتا۔ سور۔ احمق۔ جنگلی جانور۔ بے ایمان۔ کافر۔ حرامزادہ بھی۔ مجیر وغیرہ سب کچھ کہہ جاتے تھے حالانکہ یہ مشہور ہے کہ البذی لیس بالنبی۔ نبی فحش گوئی سے پاک ہوتا ہے مقابلہ میں آکر ایسے شرائط پیش کرتے تھے کہ خواہ مخواہ دوسرے کو مجبوراً گریز کی راہ اختیار کرنی پڑے حالانکہ انبیاء علیہم السلام دوسرے کی شرائط پر فیصلہ کرنے کو تیار رہتے تھے مناظرہ میں اصل مبحث سے گریز کر کے بددعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیتے (تنگ آمد بجنگ آمد) جس سے سارا رنگ ہی بدل جاتا تھا آپ کی عادت تھی کہ اپنی تقریر میں ایک بات کو کم از کم تین دفعہ عموماً دہراتے تھے۔ اور یہ غالباً مراق کا اثر تھا کیونکہ جس قدر کسی کو مراق ہوتا ہے اسی قدر اپنا سلسلۂ کلام لمبا کرتا ہے اور ایک بات کو بار بار دہراتا ہے انبیاء علیہم السلام میں یہ کمزوری نہیں پائی جاتی بلکہ قلیل الکلام ہوتے ہیں آپ نے اپنے عقائد میں بارہا تبدیلی کی لیکن انبیاء کے عقائد نہیں بدلتے آپ کو دوران سر اور مراق کا اقرار ہے لیکن انبیاء نہ ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوئے ہیں اور نہ ہی کسی کے کہنے سے اقرار ہی کیا ہے پیشگوئی کا آپ کو بڑا شوق تھا جو مقابلہ میں یا تو جھوٹی نکلتی تھیں اور یا ان کی تاویل در تاویل کرتے جاتے تھے اگر ایک آدھ سچی بھی نکل آئی تو بانس پر چڑھا لیتے تھے جناب کی آنکھیں نیم خواب رہتی تھیں شاید استغراق ہو گا گر دماغی مواد کا بوجھ مراقی کی آنکھ پر ضرور ہوتا ہے آپ کا کلام اصول و قواعد کے خلاف عموماً ہوتا تھا تو آپ کے مرید آپکو شیکسپیئر ثانی سمجھ لیتے تھے اور کبھی فرماتے کہ ہمیں شاعری مطلوب نہیں ہے صرف تفہیم مطلوب ہے اور کبھی اپنے اشعار کو الہامی بتا کر دل سوزی بھی کرتے تھے آپ کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ آپکی امت آپ کے تحقیقی مسائل پر تنقید کرتی ہے مثلاً یہ کہ آپ مسیح کو بغیر ماں باپ کے مانتے تھے اور لاہوری بغیر باپ کے نہیں مانتے آپ کہتے ہیں کہ ہم تشریعی نبی ہیں (دیکھو اربعین ج۴) اور لاہوری کہتے ہیں کہ آپ صرف مجتہد تھے جو کبھی غلطی بھی کر جاتے تھے اور آپ کا کلام وحی نہ تھا وغیرہ وغیرہ آپ نے قادیان میں ایک اونچا مینار شروع کیا تھا جو ترقی مرزائیت کا معیار قرار دیا گیا تھا اسے مرزا محمود نے مکمل کیا ہے اب اسے منارۃ المسیح کہتے ہیں جو دور سے نظر آتا ہے شاید کسی زمانہ میں حجاج قادیان کے لیئے میقات مقرر ہو کر یہ حکم حاصل کرے کہ جب نظر آنے لگے تو وہ لبیک لبیک کا نعرہ کسا کریں۔ درمیانہ قد کشادہ پیشانی کی وجہ سے مہدی موعود کا حلیہ لئے ہوئے تھے سیدھے بال گندمی رنگ سے مسیح محمدی بنے تھے گویا دو مخصوص کا حلیہ آپ میں موجود تھا۔ یہ نہیں سوچا کہ زید اس طرح تو ایک ایک عضو کی مشابہت سے ہزاروں کا مدعی بن سکتا ہے

کہتے ہیں کہ ایکدفعہ گرم لقمہ آپنے چبایا تھا تو بے ساختہ ران پر ہاتھ مار کر یوں کہا تھا کہ تتا تتا تو اس وقت وہ پیشینگوئی پوری ہوئی تھی کہ امام مہدی لکنت کی وجہ سے ران پر ہاتھ مار کر کلام کیا کرینگے باقی رہی یہی سلطنت اور حکومت اسلامی تو امام مہدی کے سات سال اور حضرت مسیح کی چالیس سال پچیس سال کی مدت میں یکجا جمع کرکے یوں کہدیا کہ اس سے مراد ۴۷ سال کی اندر اندر کام کا ختم مراد تھا کیونکہ ایسے الفاظ سے مراد عرصہ دراز ہوا کرتا ہے۔ سانپ کے ساتھ کھیلنا شیر اور بکری کا ملکر پانی پینا اپنے دجال (انگریزوں) سپرد کردیا تھا کیونکہ انہوں نے کارڈوں پر شیر بکری کھڑی دکھلائی ہے اسی طرح حکومت کا ملکی انتظام بھی دجال کے ہی سپرد کردیا تھا۔ آپ صرف قلمی حکومت اور قلمی لڑائیاں کرتے رہتے تھے۔ مگر افسوس یہ ہوا کہ مسیح مرگیا اور دجال ابھی تک زندہ ہے اور جب تک قادیان میں ریل نہیں گئی تھی حق الیہ من کل فج عمیق کا الہام کام کرتا رہا۔ عہد محمودی میں جب خر دجال (ریل) کا داخلہ ہوا۔ تو اس الہام کی مدت ختم ہوگئی اور یہ جو کہا گیا ہے کہ دجال مدینۃ الرسول میں داخل نہیں ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خر دجال امت مسیح کی خدمت کیلئے وہاں داخل ہوسکتا ہے آپ کی وفات لاہور میں ہوئی تھی تو لاہوری پارٹی کے نزدیک مدینۃ المسیح اور جائے ہجرت لاہور بنا تھا مگر وہاں دجال اور خر دجال پہلے سے ہی داخل تھے آپ کی زندگی میں داخل نہیں ہوئے تھے اسلئے روایات کے خلاف نہیں ہوا۔ کبھی یوں بھی ارشاد ہوتا تھا کہ دراصل دجال پادری ہیں کہ جنہوں نے آپ مسلمانوں سے مقابلہ چھوڑ دیا ہے اور نمک کی طرح مرزائی تعلیم نے ان کو پگھلا دیا ہے اگرچہ وہ پھیل کر تمام کو عیسائی کررہے ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ مردہ ہوچکے ہیں اور مردہ کی بو سے اب عیسائیت پھیل رہی ہے ورنہ ان کی زندگی ختم ہوچکی ہے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ ان کے حق میں بددعا در حقیقت بطور مباہلہ تھی چونکہ انہوں نے مباہلہ قبول نہیں کیا اسلئے ۔ زا صاحب کی وفات ناکامیابی سے واقعہ نہیں ہوئی نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونو اندر سے تصدیق بھی کرتے ہوں اور محمدی بیگم کی پیشینگوئی میں دراصل تخویف مراد تھی وہ لوگ ڈر گئے اسلئے بچ گئے اگرچہ نکاح نہیں ہوا مگر بددعا تو خالی نہ گئی مماثلۃ بالمسیح میں یوں کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ یکے بعد دیگرے آئے تھے اسلئے حضرت موسے کے مثیل حضور علیہ السلام پہلے تشریف لائے اور مرزا صاحب کا ظہور آپ کے بعد ہوا مگر یہ نہیں خیال کیا کہ حضور کو مثیل موسے اسلام نے تسلیم نہیں کیا ورنہ حضور درحقیقت نبی نہ ہوتے۔ ظہور مسیح کے وقت

یہودیوں کی سلطنت پر غیر کا قبضہ تھا مرزا صاحب کے وقت بھی انگریزوں نے یہودیوں (اہل اسلام) کی سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا اگرچہ ابتک مسلمان حکمران ہیں لیکن اصل میں انگریز حکمران ہیں حضرت مسیح نے بھی جہاد کا حکم بند کر دیا تھا تو مرزا صاحب نے بھی بند کر دیا تھا مگر باوجود اسکے غیر تشریعی نبی کہلاتے تھے حضرت مسیح کے وقت بھی علمائے سوء تھے آپ کے عہد میں بھی علمائے سوء تھے جنہوں نے آپ پر تکفیر کا فتویٰ جاری کیا تھا لیکن یہ علمائے سوء تو مدت سے مدعیان نبوت کی سرکوبی کرتے آئے ہیں اور کئی مسیح قتل کرا چکے تھے زمان مسیح قادیانی کی کوئی تخصیص نہ تھی مرزا صاحب کی پیدائش ایسے بادشاہ کے عہد میں ہوئی ہے جو مسلمان نہ تھا جس طرح کہ حضرت ؑ ایسے بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوئے تھے جو آپ کے مذہب کا نہ تھا۔ ہاں اتنی کسر رہ گئی کہ مسیح کو والدہ جان بچانے کی خاطر مصر لے گئی تھی مگر مرزا صاحب کو نہیں نکالا گیا تھا کیونکہ انکے حق میں قادیان ہی مصر بن گیا تھا تبلیغ نصرانیت اور قادیانیت بھی یورپ میں مشترکہ طور پر ہے مگر اشتراک مسیح ایرانی پہلے حاصل کر چکا تھا کیونکہ اس کے مرید یورپ میں اٹھارہ لاکھ بتائے جاتے ہیں اور مصطفیٰ کمال پاشا بھی اسی مذہب کا پیرو خیال کیا جاتا ہے۔ طلوع ستارہ بھی مشترکہ علامت تھی لیکن افسوس کہ مسیح ایرانی یہ اشتراک پہلے حاصل کر چکا تھا۔ پلاطوس نے حضرت مسیح کو بے قصور ثابت کیا ہے اور مسٹر ڈگلس نے مرزا صاحب کو بے قصور ثابت کیا۔ اگرچہ نوعیت مقدمہ الگ الگ تھی اور تجویز سزا وہاں صلیب تھی اور یہاں جرمانہ مگر ڈوبتے کو تنکہ کا سہارا ضرور ہوتا ہے حضرت مسیح کے بعد طاعون پھیلا مرزا صاحب کے خود عین حیات میں طاعون پھیلا۔ اسلئے یہ مشابہت بہت تیز ہو کر ثابت ہوئی اگر آپ اسکا شکار ہو جاتے تو اور بھی تیز مشابہت ہو جاتی۔ حضرت مسیح یہودی نہ تھے اور مرزا صاحب بھی قریشی نہ تھے اور اس مشابہت سے قریشی یہودی بن گئے ورنہ پہلے آپ سید بننے کی کوشش کر رہے تھے ہاں گر ضرورت بود روا باشد۔ بغیر ضرورت چنیں خطا باشد۔ مرزا صاحب کے عہد میں مسیح کی طرح علمی ترقی ہوئی۔ چنانچہ آپ نے وہاں ایک ہائی سکول کھلوایا تھا اور ظاہر کیا تھا کہ کسی وقت یہ جامعہ احمدیہ بن جائیگا اور اس سے پہلے سکول اور کالج جو کھل چکے تھے انکو کالعدم شمار کیا گیا ہے اور اسلامی عہد حکومت میں جو علوم و فنون پیدا ہوئے اور جن پر آج تک مسلمان بغلیں بجاتے ہیں وہ بھی ہائی سکول قادیان کے مقابلہ میں ہیچ ہیں الغرض کہ مرزا صاحب کو مہدی اور مسیح بننے میں جو تکالیف برداشت کرنی پڑی ہیں وہ نہ مسیح ایران کو پیش آئی تھیں اور نہ مسیح جونپوری کو۔ اسلئے تنگ آ کر اخیر میں مجبوراً مستقل نبوت کا دعویٰ کرنا پڑا۔ اور اپنی روحانی آباؤ اجداد (جونپوری اور ایرانی)

کی طرح اعجاز احمدی میں لکھدیا کہ خدا تو مجھ سے بارہا کہہ چکا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرو مگر میں ہی کہتا تھا کہ ابھی موسم نہیں آیا اسلئے اب سارے مراتب طے ہو چکے ہیں اور اعلان نبوت ضروری سمجھا گیا ہے لیکن مخالفین نے مرزا صاحب کو **بروز۔ تناسخ۔ نبوّت۔ تشریع احکام۔ تنسیخ اسلام۔ تحریف دین مہدویّت** اور **مسیحیّت** میں ان ہی دعویداروں کی صف میں کھڑا کردیا ہے جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے اور اہل حق کی شمشیر برّان کا لقمہ بنتے رہے:۔

(۲۳) مرزا صاحب کی ادبی لیاقت

۴۸۴ مرزائی آپ کو سلطان القلم کہتے ہیں کیونکہ آپ لکھنے بیٹھتے تھے تو ایک مضمون کو کم از کم اپنی[۴۸۴] تحریر میں تین دفعہ دہراتے تھے اور نظم و نثر میں تحدی کرتے تھے تو موٹی موٹی گالیاں دیتے تھے۔ قواعد۔ عروض۔ اور محاورات کا کچھ خیال نہ تھا کیونکہ مسیح ایرانی کی طرح الفاظ کو قیود قواعد سے آزادی دینے کیلئے مبعوث ہوئے تھے اردو نظمیں آپ نے لکھیں جو دثمین میں جمع ہیں ان میں ہر جگہ پنجابیت کی بو آتی ہے۔ اور بعینہ ان میں وہی رنگ ہے جو پنجابی شاعر اپنی کتابوں میں غزلیات یا مناجات لکھکر دکھایا کرتے ہیں جس کا نمونہ ہم پہلے دکھا چکے ہیں (دیکھو ص۲۷) فارسی نظم بھی اپنی ہی تعلیات سے پر ہوتی تھی ورنہ مذاق شاعرانہ اور آمد سے بالکل خالی تھی اگر آپ کی نظم فارسی قرۃ العین کے سامنے رکھی جائے تو ادبیت کے لحاظ سے بالکل شاخ بے برگ نظر آتی ہے۔ عربی نثر میں تو آپ نے وہ گل کھلائے ہیں کہ قیامت تک بہار دکھلاتے رہینگے جسکا نمونہ ہدیہ ناظرین ہے:۔

۴۸۵ اوّل سیف چشتیائی ص۲ پر حضرت پیر صاحب قبلہ نے اعجاز المسیح[۴۸۵] (تفسیر فاتحہ) پر یوں تنقید کی ہے کہ فی سبعین یوما من شہر الصیام۔ من شہر النصاری (۲۰ فروری ۱۹۰۱ء) کل امرھم علی التقوی۔ و عندی شہادات من ربی و وجہ کوجہ الصائمین۔ واکفرو معرحبا بہ۔ یریدون ان یسفکوا قائلہ۔ جعل کلمی و قلمی منبع المعارف۔ تنکرون باعجازی پیر صاحب اسی طرح تنقید کرتے ہوئے دور تک چلے گئے ہیں ایک فاضل شیعی نے بھی اسی موضوع پر اعجاز المسیح پر تنقید کرتے ہوا اول سرقات حریری و بدیعی کا ذکر کیا ہے جنمیں مرزا صاحب نے کمال جرات سے کام لیا ہی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھدیا ہے کہ حریری اور بدیعی میرے

مقابلہ میں ہیچ ہیں دوم اغلاط کی فہرست دی ہے جن کا اقتباس درج ذیل ہے :-

لوى اليهم كزافرة (لوى متعدية) كفل امورهم كما هى عادة (هى بلا مرجع) اتخذ الخفافيش وكر الجنانهم
(جنانهم وكرا او اوكارا) الكفرة (كَفَرَة) شهداء الكرب (ذكر بلا تغيير ال) يريدون ان يسفكوا قائله ويغتالوه
(ان يسفكوا دم قائله ويغتالوه) فما تطرق الى عزم العدى خلل (لا ينسب الخلل الى العزم) تنكرون باعجازى (البأ
غلط) كاملائى (ليس معناه الكتابة) رجفت الالسنة (الرجف للقلوب) الى الاهود (وان هو وان هى) رائحة
من صدق الطوية (محاورة هندية) فتح الميدان (هندية) لهذا الوغى (هذه) ماء ليسيح (يجرى) ارم
جد (ان الاسلام ارحم) هذه الاضماد (هذا) يسعى (لا يستعمل مجهولا) عنين فى رجال الالسن (قبيح)
بازى الصبيان (قبيح) ما اكلوا الاسما (ما شربوا) وصل الامر الى مداها (مداه) تفريق الظلام والضياء (قبيح)
عفو عثار الناس (لا يستعمل العفو للعثار) سِتر عُوارة (قبيح) البئر يجيب ويتزلزله (البئر مؤنث) يفرى
كل طريق (قبيح) زاد اليراع (اليراع لا يستعمل زادا) سقطت صواعق (قبيح) لا يظهر الاعلى (على
للغلبة وليست مرادة) الى حجرات (آب) كالسهام او الحسام (قبيح) اسعفت الخصم (الحاجة) قبل
هذا الميدان (هندية) الانطباع من جنوبهم (عن جنوبهم) هذا المدى الحقير القليل (مدى مؤنث
ولا تكون حقيرة) لا شيوخ ولا شباب (قبيح) الطائفة اغلاق خزائنه (قبيح) صول الكلاب اهون من
صول المفترى (قبيح) طهارة البال لا بعدة الاقوال (العذرة لا تقابل الطهارة) يندمل جرحهم (قبيح
للجرح) مفتوحة شفتاه (اسنانه) لطفه قتبى (لا يحمل القتب للمسيح القادياني) ساقطا على صلات
(قبيح) وسخ مئين (قبيح) اروا من العجز اينابهم (هندية) من رمضان (شهر رمضان) مُلئ فيها
(مُلِئَت) تابطت كصدف (التابط ليس للصدف) كيفية ايلاف (الف) احر امر الامور (امضاها) من
ركب عليه (عليها) سورة قوى الصول (قوية والصول قبيح) وانه حق (انها اى السورة) اترك اللغوب
والاين (ليسا اختياريين) من عجائب هذه الصورة انها عرف الله (عرفت) الاخفاء والدعوى (قبيح)
للاضلال والافتنان (قبيح) الرجم بمعنى القتل (غلط) فى اللسان العربية (لا تطابق) كهف الظلام
(جديد) فاق العظام (من اين الكسرة) الزام (اسم اضحى) عنت به البلايا (عنته) الكفار (بمعنى

الزارعين جديد) انه مفيض لوجود الانسان باذن الله الكريم (لا ياذن الله نفسه) وما من دابة الا
على الله رزقها ولو كان في السماء (الدابة ليست في السماء وهي مونث) ذكر تخصيصا خاصة) ام بل
(تبيين الاستعمال) يحمده من عرشه (من فوق عرشه) لايتوب الى احد (لايتوب على احد) كم من الانعام تنجح
(كم من انعام) الحقيقة المحمدية هو مظهر الرحمانية (هي) ينتفع الناس من لحوم الجمال (ينتفع بلحوم) غذاً
احلى من منبع الرحمة (جديد) ام هذه الصفات تؤل (يؤل) سبيل الامتنان (سبيل المن على عباده) بعضهم
اعترفوا (اعترف) اسم احمد لا تجلى بتجلى تام (لايتجلى بتجل) طلوع يوم الدين (تبيين) مستغنية
من نص (عن نص) خصصا بالبسملة (خص البسملة بهما) ورثاء (تبيين) ما تورث يك (تبيين) تصد
انفسهم (لازم) كانو مظهر اسم محمد (مظاهر) صار واظل محمد (اظلال) منبي على المعلوم (للمعلى
ناطق لشكر النعماء (بشكر) ليذب جنود الشيطان (عن جنود) طرق الله ذا الجلال (ذي الجلال) تلك
الجنود يتحاربان (تتحارب) هدم عمارت البدعات (جديد) من ارائهم (تبيين) امر المعروف (امر بالمعروف)
النهي عن المنكر مانعم والتوجه الى الرب (اشد قبحا) قطع التعلق من الطريف (عن) التقى الجران في (على) انتن
عن الميتة (من) من العالمين زمان ارسل فيهم (فيه) تحشر الناس ليقبلوا (يحشر) النيران الخبية (جديد)
تكسر الملة بالانياب (جديد) انهدام قوة (وهن) قاموا عليه كالاعداء (اليه) عليك بالمودع (المودع)
بلا تدهم (دهمهم) تسل الآلام (تبيين) مدينة نقض اسوارها (انتقض) دنعى (فنعى فلا يسعى
عليها (لها) وجب علينا ان نشهد انها وسائله (شهد حضراتهم عالم) عطلت العشار (في القرآن
للشدة وههنا للرفاهية) لم يبق فيهم روح المعرفة الا قليل الذي هو كالمعدوم (قليل لا يوصف المعرفة)
الذوق والشوق (جديد) استجيب (اجيب) ظهوره للاستجابة (للاجابة) لا توذي اخيك (اخاك)
هذه الايات خزينة (خزائن) وجهة (وجه) توسل الائمه (بالائمة) لا يوثرون الا على الا) يقولون
على ولدها (لولدها) منهيات الى الصالحات (العدم التقابل) بعد من (عن) قطع العشيرة (جديد)
انهم نور الله (انواره) سواد (ليس مصدرا) على قدم الانبياء (اثر الانبياء) ما قال القران (ما قاله القرآن)
المحبيين (غلط) سالت عن ربك (غلط) فقدوا نور عينيهم (عيونهم) سورة بني اسرائيل تمنع (تمنع)

ایام البدر التام (لیالی البدر) ینہم دین بینھم) دعا صراط الذین انعمت علیہم (لیس دعا) صہوات المطایا (صہوات الخیول) الفار المنادر (المنادرۃ)

دوم ، براہین احمدیہ میں ایک الہام ہے کہ کتاب الولی ذوالفقار علی (اس میں مضاف پر ال موجود ہے)

حمامۃ البشریٰ میں مرزا صاحب اپنی مدت النوا انبوت یوں ظاہر کی ہے عشر سنۃ (بہت خوب!)

۴۸۶ سوم مرزا صاحب کے قصیدہ اعجازیہ میں چونکہ بڑی تحدی سے کام لیا گیا ہے اسلئے ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اسکی اصلیت کہاں تک درست ہے یہ قصیدہ موضع مُد کے متعلق لکھا گیا تھا موضع مذکور میں مرزا صاحب کے حواری مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے مقابلہ میں شکست کھا چکے تھے تو مرزا صاحب نے آتش غیظ و غضب میں داخل ہو کر ۵۳۳ شعر لکھ مارے تھے جنمیں اپنی دعاوی۔ مخالفین کو گالیاں اور بالخصوص مولوی صاحب کو ذئب۔ کلب وغیرہ کے منحوس الفاظ میں ذکر کیا تھا اور اظہار مطلب کے لیئے نیچے ترجمہ لکھ کر تشریح بھی کر دی تھی کیونکہ وہ کلام ایسا تھا کہ معناہ فی بطن الشاعر کا مصداق تھا اور اعلان کیا تھا کہ بہت جلد مخالفین جوابی قصیدہ شائع کریں مگر اس اطلاع کے پہنچنے تک مدت تحدی ختم ہو چکی تھی۔ تاہم مخالفین نے جوابی قصائد لکھے اور کلام مرزا پر تنقیدیں شائع کیں اور مرزا صاحب انکی کسی جوابی قصیدہ پر تنقید نہ کر سکے بہر حال ہمیں جو ذکر کرنا ہے وہ یہ ہے کہ مولانا محمد غنیمت حسین علی صاحب مرحوم مونگیری نے دو نو کام کیئے تھے ایک کتاب میں تنقید کرتے ہوئے کلام مرزا کو خلاف محاورات عربیہ۔ تعقید معنوی اور لفظی سے بھرا ہوا۔ سرقات شعریہ سے عیناک اور وزن عروضی سے گرا ہوا ثابت کیا تھا دوسرے حصہ میں معارضانہ قصیدہ عربی میں شائع کیا تھا کہ جسمیں انہوں نے بھی ایک مناظرہ کا ذکر کیا تھا جس میں مرزائیوں کو شکست فاش ہوئی تھی مولانا کی حیات مستعار نے مہلت نہ دی اور آپ کا انتقال ہو گیا تو مولوی اسمٰعیل جلالپوری مہاجر قادیان نے تردید میں قلم اٹھایا اور مولانا کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے رہبانیت اور غیر معروف۔ محاورات اغذبادہ تکلفات نادرہ اور متروکۃ الاستعمال زحاف و مطرودۃ الشعراء ضروریات شعریہ کی بنا پر مرزا صاحب کا کلام یوں صحیح کیا کہ عجلت، کی وجہ سے طبع اول میں سہو کاتب سے غلطیاں رہ گئی تھیں اور اعراب بھی غلط دیئے گئے تھے چنانچہ آپ نے نئے اعراب کی طرف توجہ دلا کر اس قصیدہ کو ... درست کرنے کی کوشش کی ہے جو تلفظ مرزا سے کوسوں دور ہے گویا نبی کی لغت یا ... اپنی ... کی لغزش اور تلفظ اور ہی جیسا کہ

ہم اس کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین طبع اول کا قصیدہ سامنے رکھ کر اندازہ لگائیں کہ کہاں تک جلالپوری
صاحب حق بجانب ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب آٹھویں شعر میں پڑھتے ہیں کہ مِن اِدضھم اور چونکہ وزن شعر غلط تھا اسلئے
جلالپوری نے اسے مِنْ ضِهِم پڑھا ہے اسی طرح اوجس خیفۃ شرّۃً (اوجس خیفۃً) ادمی الیھا
المعش (الیھا المعش) کان کاجمۃ (کاجمۃ) مدیٰ تدتشھّروا (تدتشھّروا) قالوا الیوسف (لیوسف)
تجنّ علیّ ابوالوفا ابن الھویٰ (علیّا بل وفا ابن الھویٰ) من بقۃ لیستنبئ (لیستنبئ) فلما اعتدیٰ
واحسّ (واحسّ) وعرہ لیبتھلن (لیبتھلن) لم یتحسّ (لم یتحسّ) الی ھنیۃ الصور (الصور)
لیظھر آیۃ (لیظھر آیۃ) واحذر (واحذروا) کیف اغبرّت السماء بابھا (اغبرّت السماء)
لا تخییر سبل عجی (سبل) فکر (فکروا) احضر (احضروا) من ھو مثل بکّ (منھو مثل بکّ)
معبّر (معبّر) اذا ابت محبّتہ (محبّتہ) الی ابلغ (الی ابلغ) اواعبر (اواعبروا) واخشوا
اقلامکم (اقلامکم) نحن اماماک (اماماک) لوجھک۔ بوجھک۔ یصغر۔ نصابوا (لوجھک
لوجھک۔ لیصغر۔ تصبروا) ان جمالک (جمالک) انظر (وانظروا) عفر (عفروا) ومن یشرب
الصھباء یصبح مسکرًا (مسکرًا) وھذا التصحیح فی موضعہ لکن التشدید لا یصلح ففی ھذہ الآیۃ
فی کل ثلثۃ منھا سقم نضرھم فی قلب اضطراما (قلب لضطراما) کان محل البحث اوکان میسرًا محل
البحث ..... میسر لنیل حسین اوظفر او اصغر (ظفر او اصغروا) مرشان جولکل (جولکل) واکرم
(واکرموا) وبعض من الدنیا وقلب مطھر (قلب مطھر) فسل قلبہ زاد الصفا او تکدّر (تکدّر)
واصل العبارۃ ازاد صفاءً او تکدرًا۔ وان کنت تحمد فاعلن واخبر (تحمدہ۔ واخبروا) فسیظھر
(فاستطروا) فاتمم وذکر (ذکروا) لا تستأخر (تستأخروا) الیک اردّ محامدی (اردّ محامدی)
من القول قول بیّنا (قولن بیّنا) ومن یکتمن شھادۃ (یکتمن شھادۃ) ترکت طریق کرام (طریقک
کرام) لتحقر (لتحقروا) ایھا المستکبر (مستکبروا) من ھو مرسل (منھو) لیستفسر (لیستفسروا)
اذیتنا (اذیتنا) کیف تدالکوا (کیف تداکوا) کیف رموا اسمھاما (کیف رموا) کان فی
اذیا لیھسر (فی یالھس) ولم اتحیّر (ولما تحیّروا) الی الخنجر (الی خنجر)

سَمَّوْنِ[١٦٢] أَبْتَرَ (أَبْتَرُوْا) وَاحْتَذَ[١٦٧] (وَاحْتَذَوْا) كَنَاطِفٍ[١٦٩] نَاطِفِيٍّ (نَاطِفٍ نَاطِفِيٍّ) بِلَيْل
مَسَرَّةٍ[١٦٩] (بِلَيْلِ مَسَرَّةٍ) كَيْفَ تُصْبِحُ[١٦٩] (وهذا اخر البيت ولم يقيد المصحح على تبديلها الى تصغير غيره
فاضطر الى تصحيح دوران واسه بالشواهد الغير المقبولة) مُسْتَحًا[١٧١] يَحُطُّ مِنَ السَّمَاءِ (يَحُطُّ نِسْمَاءِ)
لِلّٰهِ دَرُّ مُنْكِرٍ[١٧١] (دَرُّهُمْ ذَكَى) نُبَادِرُ[١٧٦] (وكان عليه ان يبدله الى نُبَدِّدُوْا) شَطَائِبُ جَاهِلِيْنَ[١٧٧] (شَطَائِبُ)
مُحَفٌ قَبْلَهُ (صُحُفٌ) لِيُعَزَّ[١٨٣] (لِيُعِزُّوْا) يَجُوْشُ وَلَيْسَ[١٨٤] فيه (يَجُوْشُوْا ولم يصح تجوش لان القدر
مونث) فكل بما هو عنده[١٩٤] (ما هو) يَسْتَبْشِرُ[١٩٣] (لَيْسَ يَبْشَرُ) فى كفه حمائم (حمائم) ولست[١١] كمثلك
(كمثلك) ففي هذه المائة نحو اربعين سقماً وتقسم من الاسقام بيان ونصف وعند فتنٍ[٢٠٢] شتى
(فتن) حدا ثَقِفْنَا[٢١١] (حَدَّ ثَقِفْنَا) جَزَاءِ اِهَانِهِمْ (اِهَانَتِهِمْ) اَتَاكَ[٢١٩] مُرْسَلٌ (لا اتيك) فضوا
مطاعن[٢٢٣] بينهم (مطاعن) وافيت مجمع[٢٣٣] لهم (مجمع) فتحا قول الله[٢٣١] بالرسل تواسا.
(بالرسل) اختن الكمي[٢٤٣] (اختن الكمي) بن كر قصوره[١١] (بذكر قصوره) زمرهم[١٥٢] (زمرهم)
ان اكابر القوم[٢٦٣] (انا اكابر القوم) كان سنا برقى اظهر[٢٧٦] (برقى اظهروا) كان الاقارب[١١] كالعقارب
(وكان الاقارب) فاحذر[٢٨٧] (فاحذروا) صرت اصغر[٢٩١] (اصغروا) ان تطلبني[٢٩٤] احضر (تطلبني
احضروا) الصالحين يوفقون[٢٩٩] (الصالحي ني وفقون) وفي هذه المائة نحو ستة عشر سقما
وتقسيمها من الاشعار ستة. ما يُبْطِرُ[٣١٣] (ما يُبْطِرُ) فَطَرَ القدير[٣١٧] (فطر القدير) افضل[٣٢٥]
الرسل (افضل الرسل) شفيع الانبياء (الانبيا) موثرا[٣٢٨] (موثروا) سبل الهدى (سبل)
اويلٌ[٣٣١] (اويل) اعصم[٣٣٢] (اعصم) اخبر[٣٣٨] (اخبروا) اطايبها[٣٤٠] (اطايبها) وريثت[٣٤٣] ولست
(ورثت لست) وان رسولنا[٣٤٥] (وان رسولنا) شانئهِ[١١] (شانئي هي) وَابتر[١١] (وابتروا) خلق السماء[٣٤٦]
(خلق) القمر[٣٤٨] (القمر) لن ونسب (نسب)[٣٥٢ و ٣٥٣ و ٣٥٥] فهو[٣٥٥] (فهو) سنن الله[٣٥٤] (سن الله) لن لك[٣٥٨]
(لن لك) بالمتقين[٣٦٣] (بل مت قتامين) موحشة[٣٦٦] (موحوشة) عامة الورى[٣٧٠] (عامة الورى)
اصغر[٣٧٥] (اصغروا) لم اتعد (لم اتعدوا) من سنن[٣٨٦] دينكم (سن دينكم) العمران[٣٨٨] (العران)
عظيم معذر[٣٩٢] (عظيم معذروا) احضر[٣٩٤] (احضروا) المهيمن (المهيمن) نبا[١١] (نبا) ففي هذه

المایة نحو خمسة وثلثین سقماً لکل ثلثة من الاشعار واحد کالزمع (کالزمع) انت تلامرین (تمرین) قال

المرف قد حذف ین فضمت الراء کاللذ فی الذین ولم یات فی تنوین من شاهد اذ لا قیاس فی السماع

الی تحابوا (الی تحابوا) وان تضربن علی الصلاة (لعلاة) سبل خفیه (سبل) من

حقائق (ق) رایت امرتسر (رای تمر تسروا) والقلم (القلم) کیف الفراغة (الفراغ)

افضل به النصاری (افضل به النصاری) والجاهلین تشیعوا (الجاهلین تشیعوا) فاحضر

(فاحضروا) باخ الحسین وولده اذا حضر (باخ الحسین ولده اذا حضروا) [455] شفیع النبی محمد

(شفیع النبی محمد) رسل الله (رسل الله) حدثنا سقانکم (سقانکم) فاجر وطریقکم [465]

(طریقتکم) افضل الرسل (الرسل) عند النوائب (النوائب) ورسل الله (رسل) فضا

من القتل برا معصفرا (معصفر) بناء علی ان الفعل تام لکنه بمعنی الوجود والبراء لم یخرج من العدم

الی الوجود والفضا صار الیه بمعنی رجع) لبیوت مبنیة (مبناة) وهو من التبنیه وهو کما تری) بک

واحب (احب) وکان الصحابة (الصحابة) قاموا لبن لنفوسهم (لبن لن فوسهم) من السیو

المغفر (مسن یوف المغفر) اودوا علیهم تسیوف لمغفروا) من الرسل اخر (من الرسل اخروا)

وان تظهر (تظهروا) فرایتها (فاریتها) سنا بک طرفنا (بکطرفنا) عظمة ایتی (عظمت ایتی) یا ابن تصلف

(یابنا تصلف) فیها فضیحتکم (فضیحتکم) لتوقر (لیتوقروا) ومن هو ینص (من هو ینصروا) لایتاخر (لا یتاخر)

ففی هذه المایة نحو اربعین سقماً لکل من الشعرین نصف سقم واحد) بالتحائف (بالتحائف) من عندکم (من عندکم)

این التصلف (این التصلف) خالصه (خالصه) یجهل (یجهلک) انت تسبح (تنبح) هو تستر (هو)

ذلتنا (ذلتنا) فیا حر (فیا حروا) جدره (جدره) یتبصروا (یتبصروا) لیظهر (لیظهروا) لو تتغیر (لو تتغیروا)

کا اللواقح (کا للواقح) النص (النصوا) ان قصیدتی (ان قصیدتی) فهذه المایة بلغت الی

٣٢ شعرا وفیها ستة عشر سقما لکل شعرین سقم واحد تقریباً۔

تقریباً ڈیڑھ سو شعر اس قصیدہ میں اصول جلالیہ کے مطابق سقیم ہے جس کی اصلاح ایسی بھونڈی صورت

میں کی گئی ہی کہ کراہت فی السمع تعقید لفظی. خلاف لغت نحویہ اور دخول فی اللغۃ الردیئہ سے

مرزا صاحب کی روح بھی ممکن ہو کہ ناراض ہو گئی ہو کیونکہ اس اصلاح میں تشدید متحرک کو زیادہ دخل ہے جو قصید

میں صرف ایک آدھ جگہ لانے سے ناظم کا عجز ظاہر کرتی ہے اور اگر اسے اپنا اصول ہی بنالیا جائے تو معاذ اللہ قصیدہ اس قابل نہیں رہ جاتا کہ قابل التفات بھی ہو۔ خمخانہ جاوید جلد اول میں اس اصول کی خوب دھجیاں اڑادی گئی ہیں جبکہ ایک
۴۸۷ نیم شاعر نے لفظ یلدا کو شدد باندھا تھا اور جناب مذکور[۴۸۶] صحت تشدید اڑ رہے تھے۔

نظم تشدید

چہ خوش گفت شائق فائق غرا
شود خواندہ بشک بمعنے نباشد
شنید این سخن را چو گرد سخن
چو من ہیچ مثل گویا نباشد
سند باد از استاد دست ما را

کہ چوں ذہن او ذہن ستانہ باشد
دراں لفظ یلدا بدال مشدد
زانشا کہ ہمسر کس اصلا نباشد
تو گلستاں را ندانی درست
بکلام ما ہیچ خطا نباشد
تشدید صحیح چرا نباشد

یکے شعر نادر کہ چند در وزن
نوشت ست و ایں غلط اصلا نباشد
بگفتا کہ من شاعر خوش قلم
ترا ہیچ شعور و ذکا نباشد
چو تشدید در شعر ضرورت افتد

قصیدہ اعجازیہ میں مرزا صاحب نے تصحیح جلالی سے پہلے ۱۵۸ شعروں میں وزن عروضی سے ناواقفیت ظاہر کی ہے ۳۲ جگہ اقواء ہے ۱۴ شعروں میں اصراف ہے دو شعروں میں تاسیس ہے اور ایک شعر میں اجازہ۔ سرقات کا الزام بھی تقریباً تیس شعروں میں نبھایا ہے خلاف محاورہ الفاظ کا استعمال متعدد جگہ اختیار کر رکھا ہے گندے مضامین اور تعلیات سے لبریز ہے اب کوئی مقابلہ کرے تو کیا کرے بہر حال اگر قدیم شاعری کے معیار پر اس قصیدہ کو رکھا جائے تو نو آموز شاعری کا کلام معلوم ہوتا ہے اور اگر جدید شاعری کی اصول سے تنقید کیجائے تو پھر بھی اس قصیدہ میں کوئی لطف ہے۔ نہ مزیدار استعارہ نہ معنے خیز عبارات۔ نہ تلمیحات شاعرانہ۔ نہ عذوبت الفاظ اور نہ رشاقت معانی۔ اسلیئے اگر اس کو شعر حُمینی سمجھا جائے جس میں اعراب کا چنداں خیال نہیں ہوتا اور آجکل مولدین کا مایۂ ناز بنا ہوا ہے تو بھی پھر شعر کی سخت ہتک ہوگی قرۃ العین کے عربی الفاظ اپنے اشعار میں شعر حمینی میں مگر ایسے ولولہ انگیز اور پر لطف ہیں کہ ایک دفعہ پڑھنے سے ذرا لطف آجاتا ہے اور یہاں انقباض اور بے لطفی سے انسان اس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ جس میاں کے یہ اشعار ہیں معلوم نہیں کہ اسکے دوسرے دعاوی کہانتک درست ہوں گے؟

(۴۸) اہل قرآن اور چودہویں صدی

اس صدی کے آغاز میں فرقہ بندی کا بڑا زور رہا۔ اور جس قدر فرقے پیدا ہوئے سب کا یہ دعویٰ تھا کہ فرقہ بندی چھوڑدو اٹھو خدا کا نام لو۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جس قدر اتحاد کی مختلف آوازیں اٹھائی جائیں اتنے ہی فرقے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک قوم اور ہر ایک مذہب ملت نے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بے شمار پیدا کر دی ہیں۔ ہندوستان کا میوہ پھوٹ صحیح طور پر ہمارے سامنے ہے اگر ان کو اتحاد مطلوب ہوتا تو سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ نئے عقائد نئے اصول، جدید امتیازات اور انوکھے اجتہادات پیدا نہ کرتے مگر تحریکات جدیدہ نے مسلمانوں کی مذہبی شیرازہ بندی کو ایک ایک جزو میں منتشر کر دیا ہے اور انکا اب ایک مرکز پر قائم کرنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے کیونکہ مسلک قدیم یا مرکز قدیم کو لوگوں نے ٹھکرا دیا ہے۔ اور اسے جمود و انحطاط کا الزام دیکر ترقی اور نئی روشنی کی راہ پکڑ لی ہے جس کا نتیجہ سوائے انشقاق و افتراق کے کچھ اثر نہیں ہوا۔ اور کھلم کھلا اسلامی تعلیم میں دست اندازی سے اور اس دستبرداری کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ گو بظاہر اللہ اکبر کا نعرہ عنوان مذہب بنایا ہوا ہے مگر جب غور سے دیکھا جائے تو تمام مذاہب جدیدہ کا مطمح نظر سوائے اسکے کچھ نہیں ہو کہ اسلامی قیود سے کسی بہانہ سے رہائی ہو اور تنفر و تفریح میں جذب ہو کر الناس علیٰ دین ملوکھم سالکون علے طرائق سلوکھم کا ثبوت دیں غالباً جن بزرگوں نے اس صدی کے متعلق کچھ پیشینگوئیوں میں اشارہ کیا تھا اس کا مطلب یوں ہے کہ اس صدی میں انقلاب مذہبی پیدا ہو کر سیاسی رنگ پکڑ کر ہندوستانیوں کو توحش اور تمرد کی طرف لے جائیگا نیز اسلامی ترقی آغاز صدی سے بند ہو چکی ہے اور اس وقت جو کچھ زعمائے قوم ہمیں امیدیں دلا رہے ہیں ان میں مذہب کا نام ونشان تک نہیں ہے بلکہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ روسی تحریک یہاں بھی مذہبی تحریکات کا خاتمہ کر دے گی کیونکہ جس قدر آجتک اس صدی کے مذہب پیدا ہوئے ان سب کا اصلی مقصد اسلام سے روکشی تھی اور یہی تلخ بیج آج تلخ بیل بوٹے پیدا کر رہا ہے اور تلخ پھل بہت جلد ہماری خوراک بنکر اسلامی حلاوت اور مذہبی عذوبت کو دور کرنے کو ہے جیسا کہ ذیل کی تفصیل سے معلوم ہو سکتا ہے

پہلا مذہب جو یہاں[۴۸۸] پیدا ہوا وہ دِتّے شاہیہ تھا جس میں **مساوات۔ محبت۔ دلداری۔** ۴۸۸
نفس کشی کے اصول پیش کیئے گئے تھے اور ان کو غلط طور پر یوں چلایا گیا کہ ہر ایک کی بیوی اور دیگر محرمات

مشترکہ جائدادہیں۔ محبت باہمی کاتقاضا ہے کہ اپنے پیر بھائی کا احترام کیاجائے اورغیر سے اس کی حمایت میں
دشمنی ہو۔ دلداری کا مقتضٰے ہے کہ اگر کوئی دوسرے سے بیوی بھی مستعار مانگے تو انکار نہ ہو اور نفس کشی کا یہ مطلب ہے
کہ عبادات اسلامیہ سے دستبرداری کی جائے کیونکہ اسلام پر عمل پیرا ہونے سے جمود و تکبر۔ نخوت اور تحقیر کا مادہ پیدا ہوتا
ہے اسلیئے یہ لوگ گالیاں سننے پر خوش ہوتے ہیں۔ بھنگ نوشی نعم الغذاء ہے بدن پر زن و مرد کے بال نہیں ہوتے
دونو کا ایک ہی لباس ہوتا ہے۔ ڈنڈہ ہاتھ میں سر ننگا اور ایک فراخ کوٹ قدم تک لٹکتا ہوا دکھائی دیتا ہے باہمی
ملاقات کے وقت **اللہ ھادی** کا نعرہ کسا جاتا ہے یہ فرقہ گجرات پنجاب میں موجود ہے۔ اور اندر ہی اندر خانقاہ
تکیہ نشینوں میں اپنی مقناطیسی تاثیر سے روس اور جرمنی تک بھی پہنچ چکا ہے انہوں نے گو طبی اصول سے سن بابا
شروع کیا ہے مگر اصول یہی ہیں جو ان میں تسلیم کیئے گئے ہیں۔

دوم حبیت[۴۸۹] **رامی فرقہ**۔ اسکے اصول بھی تقریباً یہی تھے مگر ان میں یہ کمال تھا کہ جس کی طرف نظر ۴۸۹
اٹھا کر دیکھتے اسی کو اپنا گرویدہ بنالیتے۔ مگر یہ فرقہ بہت جلد ختم ہو گیا۔

سوم نیچری مذہب۔ سرسید نے تحریک جدید کو کامیاب بنانے کی خاطر فلسفہ جدید کے دلائل سے اسلام
کے کئی ایک اصول کھوکھلے کردیئے۔ مہدی کا لقب پایا۔ اناجیل و قرآن کا تطابق پیدا کیا۔ وفات مسیح اور انکار مہدی
کا عقیدہ پھیلایا۔ معجزات کو بھونڈی صورت میں پیش کیا۔ نبوت کو دیوانگی کی قسم قرار دیا۔ اور امور غیبیہ میں وہ تاویلیں
کیں جو آئندہ کیلئے اصول مسلمہ بنکر تمدن جدید میں جذب ہونے کیلیئے شمع ہدایت کا کام دینے لگے اور مسلمانوں نے
اس مذہب کو کئی ایک طریق سے ظاہر کیا۔ جیسا کہ ذیل کے مذاہب سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

چہارم[۴۹۰] ایران میں **بہائی مذہب** نے اسلام سے نکلکر ایک جدید دستور العمل تیار کیا جس میں صاف طور پہ ۴۹۰
تمدن یورپ کی دعوت تھی مگر صفائی یہ کی کہ اسلام کا نام نہیں چھوڑا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ اور ایشیا میں لاکھوں
کی تعداد میں لوگ بہائی مذہب قبول کیئے ہوئے ہیں اور دوسرے مذاہب میں داخل ہو کر اندر ہی اندر مسلمانوں کو اسلام جدید
کی طرف راغب کر رہے ہیں ابھی ۱۹۲۵ء کا ذکر ہے کہ قادیان میں یہ لوگ محفوظ الحق علمی وغیرہ کی قیادت سے مرزائیوں
میں یہ مذہب پھیلا۔ مدت تک سلسلہ تعلیم اور سلسلہ نشر و اشاعت میں یہ لوگ داخل ہو کر اپنا کام کرتے رہے آخر جب
پردہ فاش ہوا تو خلیفہ محمود نے یکدم ان کو نکالدیا۔ مگر انہوں نے فوراً قادیانی مذہب کے خلاف کو کب ہند اخبار

دہلی میں شائع کر دیا جو آج اپنے اصول کی اشاعت میں بڑی جد وجہد سے کام کر رہا ہے اسکے معاوضہ میں مرزائیوں نے بھی یہ ٹھان لی ہے کہ مسلمانوں کے تعلیمی مراکز میں داخل ہو کر خواہ کتنی ہی مصیبت برداشت کرنی پڑے۔ مگر اپنی جماعت بندی اور تفرقہ اندازی میں سر توڑ کوشش کرینگے اور یہ مسلمان ہیں کہ رواداری کے اصول کو بے جا طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنی باقی ماندہ جمعیت کو بھی غیر کے ہاتھ سے ضائع کر رہے ہیں۔

۴۹۱ **پنجم مرزائی مذہب**[۴۹۱]۔ اس مذہب نے شروع میں مسلمانوں سے ملکر کام کیا مگر اخیر میں کئی ایک پلٹے کھاکر مسلمانوں سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ اور اپنی مذہبی امامت قائم کر کے مسلمانوں سے ترک موالات کا قانون پاس کرایا اور ایسے الگ ہو گئے کہ ہندوؤں کی طرح بوقت ضرورت اشتراک فی العمل کی دعوت بھی دیتے ہیں مگر خصوصیات میں غیر کا داخلہ ممنوع قرار دیا ہوا ہے۔ اور اس مذہب نے تفریق بین المسلمین کو یہانتک پہنچا دیا ہے کہ جس طرح ہندو مسلمانوں کو ملیکش اور ناپاک ہستی کا عقیدہ رکھتے ہیں یہ لوگ بھی ان کو یہودی۔ خنزیر۔ بوم۔ بندر۔ بچھو۔ احمق۔ کتے اور حرامزادے تصور کرتے ہیں۔ لیکن بھولے بھالے مسلمان پھر بھی انکے طرز عمل کو اسلامی جذبات کا نمونہ سمجھے ہوئے ہیں اور ان کی اصلی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے قادیان کو مایۂ ناز سمجھتے ہیں۔ مرزائی جماعت ایسی ہوشیار واقع ہوئی ہے کہ مرزا صاحب کی ابتدائی تعلیم کہ جس سے ان کی موجودہ تعلیم مسترد ہو سکتی تھی بالکل بند کر دی ہے اور اسکی نشر و اشاعت کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے درمیانی تعلیم جو ۱۳۰۰ھ سے شروع ہی البتہ اس کا اظہار جزوی طور پر کیا جاتا ہے کیونکہ اسمیں مرزا صاحب متردد نظر آتے ہیں کہ میں نبی ہوں یا کچھ اور۔ آخری تعلیم جو ۱۹۰۱ء سے شروع ہوتی ہے اس کی اشاعت پر بہت زور دیا جاتا ہے اور اسی کی بدولت اس مذہب میں بھی پھوٹ پڑی ہوئی ہے لیکن موجودہ تعلیم جو خیالات محمودیہ پر شامل ہے اس نے آخری رنگ بدل دیا ہوا ہے اور مرزائیت کا وہ مفہوم پیدا کیا ہے جو نہ خلیفہ اول حکیم نورالدین صاحب کو سوجھا تھا اور نہ خود مرزا صاحب ہی اس پر زور دیتے تھے اور خوبی یہ ہے کہ تعلیم محمودیہ بھی دو قسم ہے اول خاص تعلیم جو دائرہ بیعت تک ہی محدود رہتی ہے دوسری تعلیم کہ جس میں رواداری کا پہلو ظاہر کیا ہوا ہے اور مسلمانوں کو شکار کرنے کیلئے دام تزویر کا کام دیتی ہے[۴۹۲]

۴۹۲ **ششم اہل قرآن**۔ اس مذہب کا بانی مولوی غلام نبی المعروف عبداللہ چکڑالوی تھا موضع چکڑالہ

ضلع کیمبلپور میں جب حدیث کی تکمیل دہلی سے کر آیا تو وعظ و نصیحت میں عوام الناس کو کافر کہنا شروع کردیا۔ دو دفعہ
مخالفین نے اسے زہر بھی دیا مگر حسن قسمت سے بچ گیا۔ لاہور مسجد چینیاں میں جب مولوی رحیم بخش وفات پاگئے تو اسے امام
مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصہ تک تدریسی حدیث اور وعظ سے اہل حدیث کو خوش کیا مگر اخیر میں صرف صحیحین مسلم و بخاری کی
تعلیم پر تدریس کو محدود کردیا دوسرے سال اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری سنا کر صحیح مسلم کا درس بھی بند کردیا
چند ایام کے بعد قرآن شریف کے ساتھ صحیح و بخاری کا توازن شروع کردیا کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہے قابل تسلیم
نہیں ہی۔ اور اپنے خیال کے مطابق بہت سا حصہ ناقابل عمل قرار دیا۔ اسکے بعد اعلان کردیا کہ جب قرآن شریف میں ہر
ایک چیز کی تفصیل موجود ہے تو حدیث کی مطلقاً ضرورت ہی نہیں ہی۔ اب قرآن شریف سے احکام کا استنباط شروع
کردیا اور ایک تفسیر لکھی جس میں قرآنی شواہد سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور لوگوں کو صرف اپنے خیالات کی دعوت
دی اب مقتدی دو فریق ہوگئے۔ فریق مخالف نے دوسرا امام منتخب کرلیا۔ اب روزانہ جنگ و جدال شروع ہوگیا اور
ایک وقت میں دو جماعتیں ہونے لگیں مگر اہل قرآن کا نمبر اہلحدیث کے بعد تھا جمعہ بھی اسیطرح ادا کرتے رہے۔
جب حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرا اصلی مطلب تو عمل بالقرآن ہی تھا مدت تک کتوں کو ہڈی
ڈالتا رہا ہوں اب خدا نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ دیا ہے اس پر اہل حدیث بہت برہم ہوئے اور زبردستی
سے وہاں سے نکال دیا گیا۔ محمد بخش عرف میاں چھوٹو پٹولی کے مکان میں پناہ لی وہ مکان طویلہ کی شکل (بازار سریانوالہ)
میں تھا اس کو اپنی مسجد بنالیا۔ کچھ عرصہ بعد میاں چھوٹو بھی مخالف ہوگئے اور اعلان کیا کہ مولوی صاحب بھی تقلید قدیم
سے پورے طور پر نکلکر استنباط احکام نہیں کرسکتے اسلیئے مولوی صاحب ایک نواب صاحب کے پاس ملتان چلے
گئے وہاں جاکر لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو مشتبہ حالت میں دیکھا گیا تو سنگباری سے نیم مردہ ہوکر واپس چکڑالے آگئے
اور کچھ عرصہ بیمار ہوکر وہیں وفات پائی۔ بہرحال اس مذہب نے مختلف عنوات سے شیوع پکڑا۔ گوجرانوالہ میں اہل قرآن
کی جمعیت تیار ہوگئی جنہوں نے آپ سے بڑھ کر احکام میں تبدیلی پیدا کی۔ گجرات پنجاب میں بھی ایک جماعت کھڑی
ہوگئی جنہوں نے صرف تین نمازیں تجویز کیں۔ رفتہ رفتہ لاہور یا امرتسر میں اس مذہب نے قدم جمالیئے چنانچہ اب تک بازار
سریانوالہ میں امام مسجد طلا قرآنی کا خاندان ہی چلا آتا ہے اور امرتسر میں میاں احمد دین صاحب نے اپنی جماعت کا نام
امۃ مسلمہ رکھا اور ایک بسیط تفسیر لکھی کہ جس میں موجودہ خیالات کو داخل کیا اور قرآن شریف کا وہ مفہوم

تراش کر پیش کیا جو اسلامی تعلیم سے کوسوں دور تھا مگر چونکہ آپ متوسط الحال ہیں اسلیئے آپ کے اپنی تفسیر بیان للناس کی اشاعت رسالہ بلاغ کے ذریعہ سے بہتر معلوم ہوئی اور اس رسالہ میں دوسرے ہمخیال بھی اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگے تو ابتدائی اشاعتوں میں یہ ظاہر کیا گیا کہ اطاعت الرسول کوئی چیز نہیں ہے اور جو شخص خدا کے ساتھ حضور کو بھی حاکم یا شارع تصور کرتا ہے وہ شرک فی التوحید کا مرتکب ہے اور ایک تمثیل میں اطاعت رسول کو زنا کے برابر بھی ظاہر کیا جس پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے تحریری مباحثہ کیا جس میں ہر دو فریق نے اپنی اپنی جیت سمجھی بہر حال اس رسالہ کی اشاعت سے جو عقائد شائع کیئے گئے ہیں سب کا بنیادی اصول صرف یہی ہے کہ اطاعت رسول شرک فی التوحید ہے۔ نماز اس قدر فرض نہیں ہے جیسا کہ اسے سمجھا گیا ہے۔ وضو غسل جنابت زکوٰۃ اور جماعت بھی چنداں ضروری نہیں ہیں۔ مردہ کو جلا دینا بھی جائز ہے تعدد ازدواج ممنوع ہے دہلی کے اہل قرآن صرف تین روزے بتلاتے ہیں۔ بلاغ میں ایک دفعہ یہ بھی شائع ہوا تھا کہ سورج کو قبلہ بنایا جائے تردید احادیث میں تو ہر ایک اشاعت میں خاص اہتمام ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو صرف معمولی انسان سمجھ لیا گیا ہے اور بڑے زور سے ان کو گنہگار غلط کار اور جوابدہ تصور کیا گیا ہے جس سے آریہ مذہب کو بہت تقویت پہنچ گئی ہے اور یہ لوگ مقابلہ میں آکر آریہ کی تائید میں بہت کوشش کرتے ہیں انکے بیرونی خیالات بہت ولربا ہیں مگر جوں جوں اندرونی خیالات کا انکشاف ہوتا ہے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ جماعت اسلامی احکام اور اسلامی تفصیلات سے جی چرا کر کھڑی ہوئی ہے اور چونکہ قرآن شریف میں طریق تعمیل الحکام مذکور نہیں ہے اسلیئے اس کی آڑ میں تمام تفصیلات سے روگش ہو بیٹھے ہیں آیات قرآنی کے مفاہیم میں قطع و برید کر کے موجودہ تمدن یورپ کی اصلاحات کو قرآن شریف سے استخراج کر لیا ہے۔ بابی مذہب کی طرح انہوں نے بھی گویا اسلام کا خاتمہ کر دیا ہے اور وہی احکام جاری کر دیئے ہیں جو بابیوں اور بہائیوں نے جاری کیئے ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ انہوں نے صاف لفظوں میں قرآن کو منسوخ کر دیا ہے اور یہ لوگ تحریف کے ذریعہ سے اسلام کو خیرباد کہہ رہے ہیں ؎

۲۹۳ مذہب مصطفائی

۲۹۳ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے ہم خیال سلطان عبدالحمید کے عہد سے کوشش کر رہے تھے کہ اسلامی قیود سے کسی طرح رہائی حاصل کی جائے اس وقت اس جماعت کا اصول حریت۔ عدالت۔ اور مساوات تھا رفتہ رفتہ خلافت اسلامیہ کے نام مٹانے

میں انہوں نے بڑی جد وجہد کے ساتھ یہاں تک نوبت پہنچادی کہ مصطفےٰ کمال پاشا کو جو ایک سکول ماسٹر تھا اپنا بادشاہ مقرر کر دیا۔ اور چونکہ عرصۂ دراز سے اسلامی خون کی بجائے ترکوں میں آباؤ اجداد سے یورپین خون دورہ کر رہا تھا اور وہی لوگ انکے ممیال اور ننھیال بن چکے تھے اسلیئے انہوں نے اپنے اقتدار کے وقت اسلام کو چھوڑ دیا۔ اور صاف کہدیا کہ ہم یورپ کے صرف اسلیئے دشمن ہیں کہ ہمنے اسلامی قوانین کی پابندی کو رواج دیا ہوا ہے۔ فوراً روس اور اطالیہ سے سیاسی اور مذہبی اصول منگوا کر اپنا دستور العمل تیار کیا۔ اسلامی تعلیم اور قرآنی احکام کو یہ سمجھ کر چھوڑ دیا کہ مذہب اسلام چند روایات کا نام ہی جو خاص رفتار زمانہ سے وابستہ ہوتے ہیں اسلیئے آج قرآن کے اصول اس قابل نہیں ہے کہ انپر عمل پیرا ہو کر ترقی حاصل کی جائے۔ بہرحال جمہوریت کی آڑ میں **تجبر واستبداد** کے ذریعہ بہائی مذہب کے اصول اور یورپ کا تمدن واجب العمل قرار دیا گیا۔ غریب مسلمانوں کو قتل بیدریغ سے تباہ کیا گیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیووں کو اس بیدردی سے بے خانماں کر دیا کہ عیسائیوں نے بھی اندلس میں مسلمانوں سے ایسا برتاؤ نہیں کیا تھا۔ بزور شمشیر تعدد ازدواج کو بند کیا گیا۔ ہیٹ۔ اور پینٹ (پتلون) لازمی قرار دیکر نماز و روزہ سے روکدیا گیا۔ مذہبی تعلیم بند کر دی گئی۔ مسجدیں گرادی گئیں فریضہ حج کے ادا کرنے سے حکومت نے دستبرداری کی۔ پردے جلائے گئے۔ ایوان خلافت میں ناچ گھر تیار کیئے گئے۔ تھیٹر اور سینما کو فروغ دیا گیا! اسلامی پردہ کو جمود اور دشمن صحت تصور کر کے علانیہ مستورات کو نچایا گیا اب یہ حالت ہے کہ صبح کے وقت جہاں **اللہ اکبر** کی آواز سے اسلام کی شان نظر آتی تھی وہاں پیانو اور گراموفون یا گرجہ کی ٹن ٹن سنائی دیتی ہے اور جو لوگ ابھی تک نماز و روزہ کے پابند ہیں انکو اس تحقیر سے دیکھا جاتا ہے کہ عیسائی بھی مسلمانوں کو اس نظر سے نہیں دیکھتے یہ لوگ جب مر جائینگے تو حکومت کی طرح رعایا بھی عیسائی نما دعویدار اسلام باقی رہ جائیگی خدا کی شان ہے کہ فتنۂ ارتداد ہندوستان سے اٹھا تھا مگر اسکا نشو ونما ترکی میں جا ہوا۔ غازی امان اللہ نے بھی یہی بہائی مذہب افغانستان میں پھیلانا چاہا تھا مگر کامیاب نہ ہوسکا اور لوگوں کے دل میں یہ حسرت چھوڑ کر رخصت ہوگیا کہ ہائے اگر آہستہ آہستہ اسلام سے روکشی کرتا تو ضرور کامیاب ہو جاتا مگر عجلت سے اس کو اپنا تخت ہی چھوڑنا پڑا۔ حکومت ایران نے آہستہ آہستہ ترک اسلام کی تعلیم شروع کر دی ہی وہ دن دور نہیں ہے کہ ترکی اور ایران پورے طور پر دونو بہائی مذہب کے پیرو بن جائینگے ؂

ہشتم آزاد مذہب | اس دور انقلاب میں جدت پسند لوگوں نے اپنا شعار مذہبی نقطہ آزاد بنالیا ہے

جس کا مفہوم بہت وسیع ہے کچھ تقلید سے آزاد ہیں کچھ پابندی اسلام سے آزاد ہیں۔ کچھ افراد نسبت مذہبی سے آزاد ہیں جو صرف مسلمان کہلانے کے مشتاق ہیں انکے نزدیک مذہب تفرقہ کا نام ہے کچھ اسلام سے آزاد ہیں انکے نزدیک ہر ایک مذہب و ملت قابل تحسین ہے اور دستور العمل بننے کیلئے سوائے تمدن جدیدہ کے کوئی حقدار نہیں ہے۔ سب بانیان مذہب انکے ہاں لفظوں میں قابل احترام ہیں۔ لیکن واجب الاطاعۃ اس وقت صرف اپنی رائے ہے بہرحال آزادی کے شیدائی بہائی مذہب کے بہت مشابہ ہیں؟

(۲۵) تردید مذاہب جدیدہ

(۱) کیا قرآن شریف مفصل نہیں ہے؟ (ج) جس معنے میں اسے مفصل سمجھا جاتا ہو وہ یہ ہے۔ کہ اس میں احکام کی بجاآوری اور انکے صحت و سقم کے حالات بھی درج ہیں یہ بالکل غلط ہے ہاں اجمال کے مقابلہ میں اسے مفصل کہنا بیشک صحیح ہے کیونکہ جس مسئلہ کو قرآن نے لیا ہے اس میں اجمال نہیں رکھا یہی صفت توریت میں بھی تھی اسے بھی مفصل کہا گیا ہے ورنہ تمام تشریحات کی متکفل نہ وہ ہے نہ یہ ہے (۲) قرآن شریف کو تبیان لکل شیء کہا گیا ہے (ج) تبیان سے مراد یہ ہے کہ اس میں امر مشتبہ یا کوئی حکم ایسا مجمل نہیں چھوڑا گیا کہ جسکے سمجھنے میں ہمیں دقت ہو ورنہ خود قرآن میں دو قسم کے آیات مذکور ہیں محکم اور متشابہات مقطعات قرآنیہ ابھی تک لاینحل پڑے ہوئے ہیں حقیقۃ اور مجاز کے الفاظ بھی بکثرت موجود ہیں اب ان اقسام کے ہوتے ہوئے ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب ساری کی ساری مشرح ہے یہی وجہ تھی کہ حضور علیہ السلام کو لتبینہ للناس کا عہدہ سپرد ہوا۔ ورنہ ہر ایک کو خود احکام اخذ کرنیکا حکم ہوتا (۳) فہم اور عقل انسانی قرآن سے احکام اخذ کرنے میں کافی ہیں۔ (ج) سب سے پہلے خود حضور علیہ السلام کو حکم ہوا ہے کہ لتبینہ للناس پھر حضور کی شان بتائی ہے کہ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ پھر حکم ہوتا ہے کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون اب تعلیم نبوی، بیان نبوی، حکمت نبوی اور استنباط احکام وارشادات اہل علم کا ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے اسے نظر انداز کر کے ہم نئے سرے سے اگر فہم قرآن کی کوشش کریں گے تو خود قرآن کی خلاف ہوگا (۴) ولقد یسرنا القران للذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف آسان ہے (ج) اس میں کیا شک ہے مگر اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تمام تشریحات بھی اس میں مذکور ہیں اور اس کا یہ معنے بھی ہے۔ کہ

قرآن شریف حکمت و معرفت کا خزانہ ہے لالن کو اسی واسطے کہا ہے ورنہ للقراءۃ کا لفظ ہوتا (۵) تبیانا لکل شئ
بھی قرآن شریف ہی ہے تو پھر اور بیان کی کیا ضرورت ہوگی؟ (ج) اگر یہی مراد ہے تو اہل قرآن نے کیوں
تفسیریں لکھی ہیں اور انکی تفسیر بیان للناس اس قدر ضخیم ہے کہ ہزاروں صفحات تک چلی گئی ہے اہل بصیرت کا
قول ہے کہ واقعی قرآن شریف اپنے بیان میں ظاہر تھا مگر انہوں نے اسے خواہ مخواہ ظاہر سے پھیر کر ایک چیستان بنا دیا ہے
کوئی آیت نہیں چھوڑی کہ جس کو تحریف کر کے موجودہ اصول فلسفہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہو۔ اور ایسے معانی مراد
لئے گئے ہیں کہ جن کا تعلق بظاہر اسلام سے کچھ بھی نہیں ہے اور ایسے پیچیدہ ہیں کہ بڑی غور کے بعد معمّا کی طرح سمجھ میں
آتے ہیں اور انکے مراد لینے سے قرآن سب کا سب مشکل اور پہیلی بنگیا ہے اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ قرآن شریف اپنے
معانی میں ظاہر الدلالۃ ہے مگر مذاہب جدیدہ نے اسے پھیر کر خفی الدولہ بنا دیا ہے (۶) عہد نبوی میں یہی قرآن سب کچھ بتایا
کرتا تھا (ج) ہاں بتایا کرتا تھا کیونکہ اس کی مجسم تشریح حضور علیہ السلام کا وجود موجود تھا جو عملی صورت میں اس کے
معانی اور مطلب بیان کرتا تھا اور آپ کے بعد آپ کا فہم قرآن جو امت محمدیہ نے ہمارے تک پہنچایا ہے وہ بیان کرتا چلا
آیا ہے کیونکہ کتاب آسمانی کا بیان لتبینہ للناس کے حکم سے نبی کے سپرد ہے اب جو لوگ اس کا مفہوم بدلنے بیٹھے ہیں
یا تو خود نبی ہونے کے مدعی ہیں جیسا کہ مسیح ایرانی اور مسیح قادیانی گذرے ہیں اور یا اہل قرآن ہیں جو
یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فہم قرآن ان کو ہی خدا نے عطا کیا ہے بقول شخصے عبد اللہ چکڑالوی اپنے خاص مریدوں میں
یا نبی اللہ سے مخاطب ہوتا تھا۔ اور مولوی احمد دین صاحب بھی تفہیم الٰہیہ کے دعویدار ہیں "بلاغ" میں لکھتے ہیں۔ کہ
"جب ہمیں خدا نے فہم قرآن بخشا ہے تو ہم کیوں نہ دوسروں کے اغلاط کی تصحیح کریں"۔ اور یہ قرین قیاس بھی ہے کہ جو
شخص آج تحریف کرنے بیٹھتا ہے وہ ضرور مامور من اللہ ہونے کا مدعی ہوتا ہے خواہ اس کا اظہار کرے یا نہ کرے
کیونکہ اسنے منصب نبوت پر چھاپہ مارا ہے اور اپنی امت الگ تجویز کی ہے (۷) احادیث میں اختلاف ہے اسلئے
قابل ترک ہیں (ج) کیا اہل قرآن کے فہم قرآن میں اختلاف نہیں ہے؟ کسی نے قبلہ سورج تجویز کیا ہے کسی نے
شطر کعبہ۔ کسی نے ایک نماز تجویز کی ہے کسی نے دو یا تین اور کوئی پانچ نمازوں کا قائل ہے کوئی باجماعت پڑھتا ہے اور کوئی
راستہ میں چلتے چلتے پڑھنے کا قائل ہے کسی کے ہاں نماز جنازہ جائز ہے اور کوئی اسے انسان پرستی سمجھتا ہے
اور کوئی احادیث نبویہ کو تحریف کتاب اللہ سمجھتا ہے اور کوئی اپنے خیال میں بعض احادیث کو قرآن کی تشریح سمجھ کر

مان بھی لیتا ہے آپس میں ان مدعیان نبوت نے ایسا اودہم مچا رکھا ہے کہ غیر جانبدار کی نظر میں کتاب اللہ کی دھجیاں اڑانے والے ثابت ہو رہے ہیں اور غیر اقوام کی نظروں میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ قرآن کا کوئی صحیح مفہوم ابھی تک فیصلہ نہیں پا چکا اسلیئے وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتا اس لیے اسلام کا فیصلہ ہے کہ ایسے محرفین کی جماعت کا قلع قمع جب تک نہ ہوگا اسلام چین کی زندگی بسر نہیں کر سکیگا (۸) ایسا اختلاف تو پہلے ہی سے چلا آتا ہے (ج) مگر ساتھ ہی ایسے محرفین کا بھی علاج ہوتا رہا ہے اب اسلامی طاقت اور اسلامی خلافت مفقود ہو چکی ہے تو اسلامی اعمال سے دل چرانے والوں نے اپنے آزادی اور بد عملی کو چھپانے کی خاطر قرآن کو ہی اپنے طرز عمل کے مطابق گھڑنا شروع کیا ہے تاکہ ان کی غیر شرعی حالت پر کوئی معترض نہ ہو سکے اس کی بنیاد تمدن یورپ کی محبت ہے کہ جس نے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ قرآن کو توڑ موڑ کر اسکے مطابق کیا جائے اور یہ جرأت نہیں دکھائی کہ اس تمدن میں ہی اصلاح کریں۔ ہمارے اسلاف کرام نئے خیالات کا خوب مقابلہ کرتے چلے آئے ہیں اور یہ لوگ جو نئی روشنی میں جذب ہو چکے ہیں خود قرآن پر ہاتھ صاف کرنے بیٹھ گئے ہیں اور ثابت کر رہے ہیں کہ ان کو اسلام سے محبت ذرہ بھر نہیں ہے ورنہ یہ چابازی نہ دکھاتے (۹) ہم احادیث مانتے ہیں مگر جو قرآن کے مطابق ہو (ج) کسی حد تک اسلام نے بھی اس اصول کو تسلیم کیا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ تمدن یورپ میں جذب ہو کر یہ طریقت برتی جائے بلکہ اس کا یہ مطلب تھا کہ محبت اسلام میں اور عشق رسول میں اور اتباع سلف میں مستغرق ہو کر احادیث کا موازنہ کیا جائے۔ کہ آیا وہ اسوۂ حسنہ۔ اسوہ نبویہ اور سبیل المومنین کے مطابق ہیں یا نہیں؟ تاکہ صحیح اور موضوع احادیث میں فرق ظاہر ہو جائے اور یہ آپ کو معلوم رہنا چاہیئے کہ جب تدوین احادیث کا امر مہم پیش آیا تھا تو غیر اقوام نے بھیس بدلکر موضوع احادیث بھی گھڑنی شروع کر دی تھیں۔ لیکن اس وقت نقادان حدیث نے موضوعات کو الگ کر دیا تھا اور غیر موضوع احادیث کے ضعف و قوت پر اصول مقرر بھی کر دیئے تھے جس کی طفیل **اصول حدیث** کا علم ایجاد ہو کر ہمارے سامنے آج موجود ہے اور جس قدر احادیث کے متعلق بحث و تمحیص کی ضرورت تھی ائمہ اسلام نے اس کو اخیر تک پہنچا دیا تھا۔ اب کوئی حدیث ہمیں نہیں ملتی کہ ان کے زیر تنقید نہ آچکی ہو۔ یا جس کی تنقید وہ نہ کر چکے ہوں۔ جو شخص آج تنقید کا کام اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے وہ خادم اسلام نہیں ہے بلکہ وہ خادم تنصّر اور تابع احکام یورپ ہے وہ چاہتا ہے کہ اسلامی قیود سے نکلکر **دہریت آباد** میں اس طرح پہنچ جاؤں کہ میری بجائے اسلام مطعون ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ

میری متانت اور اظہار خلوص میں کوئی فرق نہ آنے پائے مگر تاڑنے والے بھی غضب کی نگاہ رکھتے ہیں وہ جھٹ تاڑ جاتے ہیں کہ میاں صاحب کو کونسا سانپ ڈس گیا ہی؟ (۱۰) اسلام میں مردہ دبانے کی رسم قرآن سے نہیں لی گئی۔ (رج) قرآن شریف میں صاف آیا ہے کہ فَاَقْبَرَہٗ خدا نے حکم دیا ہی کہ انسان کو قبر میں دفن کیا جائے لغت عرب[۴۹۴] میں ۴۹۴
اِقبَار کا معنے بھی کیا ہے کہ مردہ کو قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا جائے جیسا کہ قال ابن قتیبۃ "واقبرت الرجل امرت بان یُقبَر قال اللہ تعالیٰ عزوجل ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ وَقَبَرْتُہٗ دَفَنْتُہٗ" (ادب الکاتب ص ۲۹۰)

آج اگر ترکی نے یا اہل قرآن نے اسے غیر ضروری سمجھا ہے تو صاف قرآن سے انکار ہے جس کا اعتراف صاف لفظوں میں حکومت ٹرکی نے بارہا کر دیا ہوا ہے اور اہل قرآن اندر سے معترف ہو رہے ہیں (۱۱) اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ جب حکم صرف خدا ہی کا ہے تو حکم رسول کا کیا معنے؟ (رج) یہ اعتراض تو لاتقربوا الصلوٰۃ کی طرح ہی ورنہ صاف ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی طرف سے احکام شرعیہ کے رائج کرنیوالے نہ تھے حضور جس طرح وحی کے پہنچانے والے تھے اسی طرح مسلمانوں کے ولی برحق بھی تھے (النبی اولی بالمومنین من انفسھم) اور ایسے ولی برحق تھے کہ جن کا قبضہ مسلمانوں کی جان پر خود ان سے زیادہ تھا اسلیئے جس طرح چاہتے تھے اپنی ذاتی حیثیت سے بھی ہماری اصلاح میں قوانین وضع کرتے اسی طرح آپ ہم پر سلطنت کرنیکے بھی حقدار تھے۔ (اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ) بحیثیت سلطان وقت اور حاکم وقت ہونے کے ہم آپ کی رعایا ہیں آپ جیسے چاہیں اصلاح ملک اور اصلاح تمدن کے احکام جاری فرما سکتے تھے اسی طرح آپ ہمارے امام، پیشوا اور رہبر بھی ہیں (ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) ہمارا فرض ہے کہ جس طریق سے اور جس طرز عمل سے حضور نے وحی الٰہی کا خیر مقدم کیا ہے اسی طرح ہم بھی آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور جو ہدایات احادیث نبویہ نے یا جو طرز عبادات آپ سے منقول ہے اسے ہم شمع ہدایت سمجھ کر مدارج عبودیت کے راستے طے کرتے چلے جائیں اسی طرح آپ کا طرز عمل اور آپ کے ارشادات مبارکہ کی تابعداری ہماری عقیدتمندی اور ہمارے صحیح اسلام کا معیار قرار دیا گیا ہے (ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ) پس اگر اب ہم حضور سے نقل شدہ فہم قرآن یا طریق معاشرت میں ترمیم کرتے ہوئے سر مو بھی ادہر ادہر ہوئے یا سمجھو کہ خدا کے ہاں ہمیں قبولیت حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ لعنت کا طوق ہمارے گلے میں پڑجانیکا خطرہ ہے اسیطرح حضور کے تقدس اور ذاتی کمالات نبوت کا احترام

بھی ہم پر فرض ہی (تعزروہ وتوقروہ) اور اگر ہم حضور کے ذاتی ارشاد کے خلاف بھی کرتے ہیں تو حبط اعمال کا خوف
دامنگیر ہوجاتا ہے (ان تحبط اعمالکم) اور یہ درجہ صرف تقدس محض کا ہے جو درجہ حکومت اور سلطنت کے اوپر ہوتا
ہے کیونکہ حاکم وقت کے خلاف میں حبط اعمال کی تخویف نہیں دلائی گئی۔ اسی طرح ہمیں حکم ہے کہ حضور کی بلائے
لیتے رہیں (صَلُّوا عَلَیہِ وَسَلِّمُوا تَسلِیمًا) جس سے کمال محبت اور استغراق فی اتباع الرسول کا موازنہ ہوسکتا ہے انسان
جس قدر حضور کی محبت دل میں رکھتا ہے اسی قدر حضور پر درود وسلام پہنچنے پر اپنا وقت صرف کرتا ہے اور جس قدر آپکی
محبت سے دور ہوتا ہے اسی قدر اس کو درود وسلام سے نفرت ہوتی ہے کیا اہل قرآن یا مرزا کے تابعداروں میں یہ صفت موجود ہے جو
جواب صاف ظاہر ہے کہ ان کو تورات دن پیغمبران یورپ کی بلائیں لینے کا خبط سمایا ہوا ہے وہ کیا جانیں کہ شان
رسول کیا ہے؟ حضور صرف وحی رسان ہی نہیں ہیں بلکہ آپ کی شان کہیں بڑھ کر ہے لا اسئلکم علیہ اجرا
الا المودۃ فی القربیٰ پڑھو دیکھو کہ حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات اور حضور کے خویش و اقارب کے ساتھ کس طرح
مودت اور اتحاد کا حکم ہے قریش آپ سے بغض رکھتے تھے ان کو حکم ہوتا ہے کہ حضور اور آپکے اہل بیت تمہارے
قریبی رشتہ دار ہیں ان سے مودت اور محبت پیدا کردیا امت محمدیہ اس حکم سے سرتابی کرنے کی مجاز ہے؟ اگر حضور
کی محبت ہمارے دل میں نہیں ہے تو ہمارا ایمان قرآن پر مطلقاً نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور کی شان رسالت
ہمارے لیئے بہت کچھ ساتھ لیئے ہوئے ہے۔ امامت مطلقہ۔ سلطنت مطلقہ۔ ولایت عامہ۔ رحمت عامہ۔ رأفت۔ تعلیم
کتاب۔ تعلیم حکمت۔ تقدس ذاتی۔ استحقاق۔ مودت۔ اتباع میں ترقی درجات۔ خلاف ورزی میں حبط اعمال۔
روحانیت۔ ابوت۔ وجوب عزت وتوقیر۔ استحقاق سلام وتحیات امت اور ہر کام میں ہمارے لیئے معلم جہ منتہیں۔
صاحب اسوہ حسنہ۔ نمونہ اطاعت وحی۔ اور باب الوصول الی اللہ ہیں اگر آیت معراج میں غور کریں تو آپ کو معلوم ہوجائیگا
کہ حضور کی وہ شان ہے کہ شب معراج میں حضور کو آیات کبریٰ دکھلائی گئیں۔ قاب قوسین کا درجہ عطا ہوا
مازاغ البصر کا رتبہ پایا۔ ماکذب الفؤاد ما رای کا اعزاز حاصل کیا اور عبدہٖ کی شان حاصل کی۔
چند خصوصیات ہیں جو اس وقت سپرد قلم کیگئی ہیں ورنہ ہزاروں ایسے فضائل ہیں جو ہمارے اسلاف کرام نے مستقل
کتابوں میں بیان کیئے ہیں (دیکھو شفائے قاضی عیاض۔ مدارج النبوۃ۔ جذب القلوب۔ خصائص کبرٰی وغیرہ)
جنکے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضور کی شان درجہ رسالت کے علاوہ بھی ایسی ہے کہ ہم آپکے افعال اقوال

کی پیروی میں ہی نجات حاصل کر سکتے ہیں ورنہ ہمیں اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہ جاتا (۱۲آ) ما ارسلنا من
رسول الا لیطاع باذن (۴۹۵) اللہ وارد ہوا ہے کہ اطاعت رسول مشروط باذن اللہ ہے (ج) یہاں اذن ۴۹۵
بمعنے اجازت نہیں ہے بلکہ بمعنے علم کے ہے جیسے ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ اور یغلبوا مائتین
باذن اللہ کیا مصیبت کے وقت خدا کا حکم نازل ہوتا ہے یا کہ کفار پر غلبہ پانے کے وقت وحی آیا کرتی ہے یہ کلمہ تشریفی
ہے جیسا ما انت بنعمۃ ربک بمجنون خدا کے فضل سے آپ مجنون نہیں ہیں (۱۳آ) رسول کی ہستی بھی مسئول عنہ
ہے جیسے کہ امت مسئول عنہ ہے (ج) بیشک مسئول عنہ ہے مگر جو اختیارات آپ کو دیئے گئے ہیں ان میں حضور مسئول عنہ
نہیں ہیں نبی اور غیر نبی میں یہی فرق ہے (۱۴آ) لئن اشرکت لیحبطن عملک۔ لا تکن من المشرکین وغیرہ آیات میں
حضور کو امت کے ساتھ شامل کیا گیا ہے (ج) اول المؤمنین ہونا نبی کا فرض ہے اور جو شریعت نازل ہوتی ہے چونکہ
اس کا نمونہ بن کر دکھلانا ہوتا ہے اسلئے نبی کا اسپر کاربند ہونا سخت ضروری ہے مگر تاہم نبی کے تعلقات مختلف ہوتے ہیں
اول وہ تعلق جو نبی اور امت کے درمیان ہیں ان میں نبی مطاع واجب الاطاعۃ ہوتا ہے امت کو نبی کی اطاعت فرض
ہوتی ہے اور مسئول ہوتی ہے اسلئے نبی بھی حاکم ہوا۔ اور خدا بھی۔ اسکے علاوہ جن کو خدا تعالیٰ نے مطاع بنایا ہے
وہ سب ہی اپنے اپنے مدارج میں غیر مسئول ہیں چنانچہ والدین اپنے درجہ میں غیر مسئول ہیں۔ حکام اپنے درجہ میں
غیر مسئول اور مطاع ہیں اور ہر ایک افسر اپنے ماتحت کی نسبت غیر مسئول ہوتا ہے موجودہ حکومت میں گورنر آتے ہیں
شاہی احکام جاری کرنے کے علاوہ ذاتی اختیارات سے اصلاحی احکام اور آرڈیننس جاری کرتے ہیں اور غیر
مسئول واجب الاطاعۃ بھی ہوتے ہیں کیا خدائی احکام پہنچانیوالے یہ اختیار نہیں رکھتے (۱۵آ) لست علیہم بمصیطر
میں ذاتی اختیارات کی نفی ہے (ج) یوں تو لا اکراہ فی الدین میں بھی اسلام میں تبلیغ کی گنجائش نہیں رہتی
اصل مطلب ہے کہ کفار پر بزور شمشیر آپ مسلط نہ تھے کہ جبراً انکو اسلام میں لاتے اور زبردستی کا اسلام خالص نہیں
ہوتا اسلئے حکم ہوتا ہے کہ آپ اکراہ و اجبار سے کام نہ لیں مگر یہ مطلب نہیں کہ جو اسلام میں داخل ہو جائے اس پر
حقوق النبوۃ کا عائد کرنا بھی ممنوع ہے یا وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بھی آزاد ہے بلکہ داخلہ اسلام کے بعد
جس طرح مسلمان پر اطاعت الٰہی فرض ہے اسی طرح اطاعت رسول بھی فرض ہوگی۔ اور قبل داخلہ اسلام کی حالت میں
یہ احکام مطلق نہیں ہوتے۔ اب ایک حالت کا دوسری حالت پر قیاس کرنا جہالت ہوگا (۱۷) القی الشیطان فی

امنیۃ شیطان کا تسلط انبیاء پر ہوتا ہے وہ معصوم کیسے ٹھیرے؟ (ج) اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ تعلیم نبوی میں شیطان صفت آدمی یا خود شیطان اپنے اغواء کیساتھ فساد برپا کرتا ہے مگر (فینسخ اللہ) خدا تعالیٰ حق و باطل کا امتیاز کر دیتا ہے۔ بہرحال اس واقعہ کا کچھ بھی اطاعت رسول سے تعلق نہیں ہے (۱۷) حکومت تشریعی اور غیر تشریعی خدا ہی کی ہے دوسرا حاکم نہیں ہو سکتا (ج) ہاں اسکی ماتحتی میں سب کچھ جائز ہے۔ فابعثوا حکما من اھلہ میں معمولی تنازعات زوجین میں ثالث مقرر کرنیکا حکم ہے جو اپنے فیصلہ میں مطاع واجب الاطاعۃ اور غیر مسئول ہے تو کیا نبی جو اپنی امت کیلئے معلم کتاب ہو کر آتا ہے وہ ثالث سے بھی کم ہوگا؟ اصل بات یہ ہے کہ ایسے معترض احکام اسلام سے جی چراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام میں بھی داخل رہیں اور کرنا بھی کچھ نہ پڑے (۱۸) جنگ بدر میں آپ سے غلطی ہوئی کہ آپ نے فدیہ قبول کیا۔ (ج) اصلاحات میں غلطی ہونا عصمت یا اطاعت نبی میں نقص پیدا نہیں کرتا کیونکہ یہ تعلق قسم اول کا مسئلہ ہے جو خدا اور رسول کے درمیان میں قائم ہے تعلق قسم دوم کا مسئلہ نہیں ہے جو رسول و امت کے درمیان میں ہے بالفرض اگر مان بھی لیں تو وحی کے ذریعہ سے غلطی رفع ہو کر نقص اٹھ چکا تھا اور آپ کا حکم جو رفع غلطی سے پہلے صادر ہوا تھا اسکو جرم نہیں قرار دیا گیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی کا حکم ہر وقت واجب الاطاعۃ ہے خواہ اسکی ترمیم بعد میں کیوں نہ ہو جائے (۱۹) مسئلہ ظہار میں حضور نے غلط حکم دیا تھا (ج) دیکھنا یہ ہے کہ جس کو حرام ابدی کا حکم دیا گیا تھا آیا اسنے اس کو واجب التعمیل جانا تھا یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اسنے اس کو واجب التعمیل سمجھا تھا اور یہ بات الگ ہے کہ وہ منسوخ ہو گیا مگر جب تک تھا اسکی تعمیل فرض رہی اس اعتراض سے سائل کا یہ مطلب ہے کہ احادیث نبویہ اب بھی غلط ہو سکتی ہیں مگر ہم پوچھتے ہیں کہ ان احکام کی منسوخی یا ان کی تغلیط کیسے ممکن ہے؟ وحی نہیں آتی کہ احکام تبدیل کرے۔ کوئی رسول نہیں آیا کہ تفہیم الٰہیہ سے احکام بدل دے اب صرف اپنی رائے سے احکام تبدیل کرنا چہ معنے دارد؟ ہاں اگر مدعیان مذاہب جدیدہ نبوت کے مدعی ہیں تو ایسی اصلاحات کے رو سے خود بخود اسلام کے مقابلہ میں دوسرا مذہب اختراع کرتے ہیں مگر اس وقت مذہب کا نام اسلام رکھنا دھوکہ بازی ہوگا (۲۰) احادیث میں مذکور ہے کہ یہودی نے حضور پر جادو کیا تھا تو اب حضور کی عصمت کیسی رہی؟ (ج) قرآن شریف میں مسحور کی نفی بمعنے مجنون کے ہے کیونکہ اس کا اشتقاق سحر سے ہے اور جس کا پھیپھڑا بیمار ہوتا ہے تو ابخرات سے دماغ مختل

ہوجاتا ہے اسے مرضِ جنّہ کہتے ہیں جس کی نفی ام بہ جنۃ میں موجود ہے لیکن جادو وغیرہ سے بیمار ہونا
شانِ نبوت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اسلام میں جادو کو باقی اسباب مرض کی طرح تسلیم کیا گیا ہے اس سے حضور
کو جنون پیدا نہیں ہوا تھا بالفرض اگر مان بھی لیں تو مدت قلیل کا عذر ساری زندگی پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتا۔
خصوصاً جبکہ اس حالت خاص میں اجرائے احکام کا ثبوت نہیں ملتا۔ تو تصریحات قرآنیہ کے خلاف نہ ہوگا (۲۱)
ماتقدم من ذنبك وماتاخر میں حضور کو مذنب کہا گیا ہے تو واجب الاطاعت کیسے رہے؟ (ج)۔ نبی
اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں اگر ذرہ بھی کوتاہی کرتا ہے تو خدا کے ہاں معتوب ہوتا ہے سورۃ فتح میں یہی
بتایا گیا ہے کہ فتح مبین کے بعد سب کوتاہیوں کا تدارک ہو جائیگا اور آپ کو کافی موقعہ مل جائیگا کہ پورے طور پر اگلی
پچھلی کسر نکال لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فتح مکہ کے بعد یدخلون فی دین اللہ افواجا کا ظہور ہوا۔ اور یہ پیشگوئی
پورے طور پر صادق نکلی۔ اس آیت میں ذنب سے یہ سمجھنا کہ نبی اپنی امت کی طرح مجرم تھا اور فتح کے بعد یہ جرم معاف
ہو جائینگے سخت توہین رسالت ہے اور کیسی بے جوڑ سی بات ہے کیا کبھی یہ بھی سنا ہے کہ حضور سے کوئی ناقابل گفتنی امر
سرزد ہوا تھا؟ اگر نہیں تو حضور کو عوام کی طرح مذنب قرار دینا سخت گناہ کبیرہ ہوگا! (۲۲) ووجدك ضالا
میں حضور کو ضال کہا گیا ہے (ج) چالیس سال سے اول آپ دین حق کی تلاش میں رہے بعد میں آپ کو نبوت عطا
ہوئی ہے اسلئے پہلی حالت کو جو نسبتہً حالت نبوت سے کمزور تھی ضلالت کہا گیا ہے اور اس میں یہ ثابت نہیں ہوتا
کہ منصب رسالت کے بعد بھی یہ کمزوری رفع نہیں ہوئی تھی لغت میں ضال گمنام کو بھی کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ حضور کو
شروع عمر میں کوئی نہیں جانتا تھا اعطائے نبوت کے بعد آپ کا شہرہ ہوا اور موجودہ تراجم سادگی سے کیے گئے ہیں ترجمین
کے وقت مذاہب جدیدہ نہ تھے ورنہ وہ بھی سنبھل کر ترجمہ کرتے (۲۳) نکاح زینب میں آپ سے غلطی ہوئی؟
(ج) مگر اسکا تدارک بھی ہو گیا حضرت زید نے آپ کے فیصلہ کو واجب التعمیل سمجھا اور حضرت زینب بھی اذا قضی اللہ
ورسولہ کا حکم سنکر ما کان لھم الخیرۃ کی تعمیل میں خاموش رہیں گو یہاں احکام میں تبدیلی ہوئی اور تبدیلی کو
بے ایمان غلطی سمجھتے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ فریقین نے کس طرح حکم رسول کو واجب الاطاعۃ سمجھا تھا اب اس واقعہ میں
تاریک پہلو لینا بے ایمانی ہوگی۔ (۲۴) قصہ ماریہ میں آپ سے کوتاہی ہوئی؟ (ج) دیکھنا یہ ہے کہ جسنے حکم رسول
سے سرتابی کی تھی اس کو سرزنش ہوئی تھی یا نہ ہوئی؟ اگر ہوئی ہے تو ہمارا مطلب ثابت ہے کہ حقوق مصطفٰے کی تعمیل

واجب ہے باقی واقعہ پر نکتہ چینی کرنا ہمارا حق نہیں ہے کیونکہ قسم اول سے تعلق رکھتا ہے اور اگر اس واقعہ کو ہم اپنے
درمیان تصور کر لیں۔ تو ذرہ بھر بھی عیب کی بات نہیں ہے مگر یہ شان نبوت ہی ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ بات پر بھی اصلاح
جاری ہوتی ہے۔ (۲۵) وحی متلو اور غیر متلو کہاں سے پیدا ہو گئے؟ (ج) قرآن شریف نے مکالمہ الٰہیہ کے
۴۹۶ اقسام بیان کیئے ہیں جنمیں سے قسم اول فرشتہ کے وساطت سے نبی کو خدا کا کلام نازل ہوتا ہے اسے وحی متلو کہتے
ہیں جو قرآن شریف ہے دوم من وراء حجاب جو تفہیم الٰہی انبیاء کو الٰہی احکام القاء ہوتے ہیں اسے وحی غیر متلو
کہتے ہیں تعلیم کتاب اللہ اور بیان حکمت اور اصلاح عالم کے متعلق جو حضور کے اقوال یا افعال منقول ہیں وہ سب اسی قسم
کے ہیں سوم انبیاء کے ذریعہ عوام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ کام کرنا ہے اور یہ نہیں کرنا تو اُمت براہ راست خدا سے
احکام حاصل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی اسلئے جو شخص امتی بنکر نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا تشریعی احکام نافذ کرتا ہے یا
حضور کے تشریعی احکام جاری کردہ پر نکتہ چینی کرتا ہے وہ کم از کم قرآن کی خلاف ورزی کرتا ہے اسے چاہیئے کہ اعلان کر دے
کہ اب ہمیں قرآن قدیم کی ضرورت نہیں تاکہ لوگ اس کی اندرونی چال سے واقف ہو جائیں۔ (۲۶) اگر یہ مانا جائے کہ
نبی بھی واجب الاطاعۃ ہے تو مخالفین کا یہ قول ماننا پڑیگا کہ حضور نے اپنی تن پروری کیلیئے (معاذ اللہ) یہ تعلیم پھیلائی تھی
(ج) بیشک ع ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است۔ اگر مخالفین اپنے بانیان مذہب پر نظر دوڑائیں تو وہ بھی اس
تنقید سے رہائی نہیں پا سکتے اور جن لوگوں نے انکے جواب میں یوں کہنا شروع کیا ہے کہ رسول اپنی طرف سے کچھ نہیں
کہتے کسی حد تک گو درست ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُمت پر **نبی کے حقوق بھی نہیں ہوتے** جب والدین کے حقوق
اور حکام وقت کے حقوق یا ثالث فیصلہ کے حقوق ذاتی طور پر تسلیم کیئے گئے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ امت پر نبی کی
حقوق تسلیم نہ کیئے جائیں؟ (۲۷) نبی اپنی شخصیت کی رو سے مطاع اور واجب الاطاعۃ نہیں ہوتا ورنہ لازم آتا ہے
کہ قبل از بعثت بھی واجب الاطاعت ہوتا (ج) (من حیث ھو) ذاتی حیثیت سے بشر اور انسان ہے گو اس حیثیت سے کوئی
انسان بھی دوسرے کیلیئے واجب الاطاعۃ نہیں نہ والدین کی اطاعت اس درجہ میں فرض ہے اور نہ حاکم وقت اس درجہ میں
واجب الاطاعۃ ہو سکتا ہے مگر خدا کی طرف سے جب حقوق حاصل ہوتے ہیں تو اس وقت بھی پہلی حیثیت کے خیال سے سرتابی کرنا سرکشی
ہوگی (۲۸) خدا غیور ہے جب ایک خاوند اپنی بیوی کیلیئے دوسرا خاوند تجویز نہیں کر سکتا تو خدا دوسرا حاکم کیسے
تجویز کر سکتا ہے (ج) اس سوال میں اگر حاکم سے مراد دوسرا خدا لیا جائے تو تب خاوند کی تمثیل بھی درست بنیگی

اور مطلب بھی صاف ہو جائیگا کہ خدا اپنی بادشاہت میں کوئی دوسرا خدا حاکم نہیں بنا سکتا ورنہ یہ معنے ہوگا کہ خدا احکم الحاکمین بھی نہیں ہے کیونکہ جب وہی حاکم ہے تو حاکمین کا وجود کہاں ہو سکتا ہے اب معترض بتائے کہ الیس اللّٰہ باحکم الحاکمین میں خدا نے دوسرے حاکموں پر اپنی حکومت تسلیم کرانے کیلئے کیوں زور دیا ہے؟ (۲۹) نبی اگر مطاع ہو تو اسکی بندگی بھی کرنی پڑیگی (ج) ہاں اگر نبی خدائی درجہ میں مطاع سمجھا جاتا ہے تو معترض کے نزدیک اسکی عبادت فرض ہوگی مگر ہمارے نزدیک تو نبی اپنے درجہ نبوت میں مُطَاع غیر مسئول فی حقوقہ ہے ہم کیسے غیر خدا کی عبادت کر سکتے ہیں (۳۰) جب اذن الٰہی سے نبی کی اطاعت فرض ہے تو ہم حق رکھتے ہیں کہ کلام رسول کو قرآن کے مطابق پائیں تو اطاعت کریں (ج) کلام نبوت پر حق تنقید کسی امتی کو حاصل نہیں ہے اور اذن الٰہی کا مفہوم قرآن شریف میں توفیق الٰہی سے کئی جگہ مراد لیا ہے (دیکھو مفردات راغب) اور جو تطابق کرنے کے لائق تھا امت محمدیہ کر چکی ہے اب نئے تطابق کی اسلام کو ضرورت نہیں رہی۔ ہاں اگر اسلامی قیود سے رہائی پانے کی خاطر تطبیق جدید کا سلسلہ شروع کرنا ہے تو بسم اللّٰہ آپ کو ہی مبارک رہے (۳۱) کلام رسول اگر وحی الٰہی ہے۔ تو نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی سفارش کیوں کرنی پڑی کیوں رد کا گیا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کو قوم لوطؑ کی سفارش پر کیوں سرزنش ہوئی تھی جنگ بدر میں حضور کو کیوں فہمایش کی گئی ہے اور تابیر النخل کا قصہ کیوں غلط ہوا کیا وحی بھی غلط ہوتی ہے (ج) غلطی کا لفظ یہاں پر عائد کرنا سخت غلطی ہے کیونکہ ایک وحی دوسری وحی کی ناسخ ہو سکتی ہے اور نبی پہلی وحی غیر متلو کی بنیاد پر کوئی حکم دیتا ہے تو وحی متلو اگر اسے تبدیل کر دیتی ہے تو یہ نہیں کہا جائیگا کہ پہلا حکم غلط تھا بلکہ یوں کہا جائیگا کہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ ہاں مخالفین جو نسخ احکام کے قابل نہیں ہیں وہ بیشک اس دہوکہ میں پھنسے ہوئے ہیں کہ انبیاء غلط کار ہوتے ہیں ذرہ نوح علیہ السلام کا قصہ دیکھ لیں تو معلوم ہو جائے کہ آپ کس طرح سے عذر کرتے ہیں کہ ان وعدك الحق اس موقعہ پر یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ نبی بحیثیت نبی ہونے کے جو کچھ فرماتا ہے وحی متلو یا غیر متلو ہوتی ہے اور جو کچھ بشریت کی وجہ میں آکر فرماتا ہے وہ وحی نہیں ہے مثلاً نبی کسی سے یہ کہے پانی کا لوٹا بھر لاؤ تو گو یہ فقرہ بحیثیت آقائے امت ہونے کے واجب التعمیل ہوگا مگر اس کو وحی غیر متلو نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس حکم کو منصب رسالت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی مکالمہ الٰہیہ اور تفہیم الٰہیہ سے تعلق رکھتا ہے معترضین نے درجہ رسالت اور درجہ بشریت میں فرق نہیں کیا اسلیئے سب کے سب احکام نبویہ کو غیر وحی قرار دیا ہے حالانکہ ہر ذی عقل کو اس میں امتیاز

کرلینا فرض تھا۔ گو فرق مراتب نکنی زندیقی۔ (۲۳۲) آدم علیہ السلام کو خطاکار اور غلط کار کہا گیا ہے موسیٰ
علیہ السلام قتل عمد کے مرتکب ہوئے تھے کیا یہ بھی وحی تھی؟ (ج) یہ فعل بشریت کے درجہ میں سرزد ہوئے تھے مگر پھر بھی
ہم اسے گناہ یا جرم قرار نہیں دے سکتے کیونکہ قتل کافر جو قتل مسلم پر آمادگی ظاہر کرتا ہو اصولی طور پر گناہ نہیں ہے۔
قتل قبطی کا واقعہ بھی اسی اصول کے ماتحت تھا۔ ہاں حکومت فرعون کا قانون یہ تھا کہ قبطی کی بے ادبی بھی نہ کی جائے
تو بیشک اس قانون کی خلاف ورزی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ضرور گناہ کا اقرار کیا ہے مگر خود ہی سوچ لیں کہ
کیا یہ گناہ سیاسی ہے یا مذہبی؟ آدم علیہ السلام کا گندم کھانا اپنے اختیار سے نہ تھا۔ بلکہ آپ کو مغالطہ دیا گیا تھا قرآن شریف نے
بھی آپ کو معذور سمجھکر معصوم قرار دیا ہے یہ بے ایمانی ہے کہ ہم خواہ مخواہ انبیاء کی تحقیر میں لگے رہیں اور واقعات کا روشن
پہلو چھوڑ دیں ورنہ اس سے بڑھ کر عصمت انبیاء کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ جو افعال یا اقوال ہمارے خیال میں صحیح اور درست ہیں
درجہ نبوت میں وہ گناہ عظیم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور تقرب میں استغفار کے سبب بنتے ہیں مگر یہ کہیں سے بھی ثابت
نہیں ہوتا کہ ایسے واقعات سے کسی نبی کے وہ حقوق بھی سلب کر لئے گئے ہوں جو جناب الٰہی سے آپکو عطا ہوئے تھے
امت کے لئے تو نبی ہر حالت میں واجب الاطاعت رہتا ہے خواہ اس سے ایسے واقعات سرزد ہوں یا نہ ہوں ع تجھکو پرائی کیا پڑی
اپنی نبیڑ تو۔ (۲۳۳) ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ مشہور ہیں کیا وہ بھی وحی تھے؟ (ج) یہ تینوں واقعات
منصب رسالت سے وابستہ نہ تھے انکا تعلق صرف بشریت سے تھا اسلئے انکے متعلق وحی غیر متلو کا خیال کرنا ہی غلط ہوگا
باقی رہی یہ بات کہ آپ کی حالت مخدوش ہو گئی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجبوری کے وقت اپنا بچاؤ کرنے کی اضطراری
حالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انسان سب کچھ کر گذرتا ہے من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونہما قاعدہ ہے کہ جب انسان
دو مصیبتوں میں گرفتار ہوتا ہے تو ہلکی مصیبت اسے اختیار کرنی پڑتی ہے اسلئے حالت اضطراری کو حالت اختیاری
۴۹۷ پر قیاس کرنا سخت بے ایمانی ہو گی۔ (۲۳۴) قرآن شریف جب مصدق[۴۹۷] توریت اور مصدق انجیل ہے تو وہ کیوں قابل عمل
نہیں ہیں (ج) اول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع علیہ السلام تھے آپ کے بعد منسی نبی کا وقت آیا جس نے بت پرستی
شروع کرا دی تھی اور انجیل ضائع ہو گئی یا بقول بعض ہیکل قدس میں دفن کر دی گئی تھی ورنہ اس سے پیشتر ہیکل
میں انجیل محفوظ رہتی تھی ہر سات سال کے بعد یہودیوں کو حکم تھا کہ اسے آ کر دہرائیں ۶۲۴ سنہ قبل میلاد میں یوسیاہ
کے عہد میں ہیکل از سر نو تعمیر ہوئی تو کسی کنارہ میں توریت کا نسخہ دستیاب ہوا۔ (۲ سلاطین ۲۲) منسی اور

یوسیا کا زمانہ ۶۷ سال تھا۔ بقول بعض یہ نسخہ بھی حضرت موسےٰ علیہ السلام کا دستخطی نسخہ نہ تھا بلکہ اسکی نقل تھی کیونکہ
وہ پہلے ہی ضائع ہوچکی تھی اور یہ بھی تعیین نہیں کہ کس نے نقل کرکے دفن کیا تھا کسی دشمن نے یا کسی دولتمند نے کسی
بادشاہ نے یا کسی راہب یا کاہن نے؟ بہرحال نسخہ مدفونہ نہایت مشکوک تھا (دوم) ۶۰۰ سنہ قبل میلاد عیسےٰ بخت نصر
نے تمام یہودی اور شلیم سے نکالکر بابل میں ستر (۷۰) سال قید کردیئے تھے اور اپنی زبان بھول کر کلدانی زبان بولا کرتے
تھے (۲ تواریخ ص ۲۷) اس وقت بخت نصر نے ہیکل کو آگ لگادی اور تورات منقولہ بھی جل گئی ۴۴۵ سنہ یا ۴۵۶ سنہ قبل
میلاد میں حضرت عزیر علیہ السلام نے پھر تورات لکھی (مفتاح الکتاب ص ۳۵) اسکی دوسری زندگی ڈیڑھ سو سال کے بعد
شروع ہوئی اور یہودی اسکے تسلیم کرنے میں مختلف ہوگئے اور ۶ جماعتیں بن گئیں چنانچہ سامری اور صدوقی
حضرت موسےٰ کی صرف پانچ کتابوں کو مانتے تھے جو بذریعہ الواح آپ نے مرتب کی تھیں۔ فاسدیم بعد کی الحاقی روایات ۴۹۸
کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ فریسیین اقوال علماء کو بھی مانتے ہیں۔ لبسینیہ فرقہ ایمان بیوم القیامۃ رکھتے ہیں مگر حشر اجساد
کے قائل نہیں ہیں۔ فقہاء علم تورات تسلیم کیئے گئے ہیں۔ ہیرودیہ فرقہ ہیرودس بادشاہ کی تابعداری میں بت پرستی
بھی کرتا تھا جلوتیہ سیاسی جماعت تھی جو ہیرودس کو چین نہیں لینے دیتی تھی لبرتینی منتظمہ جماعت تھی کہ جنہوں
نے اپنے شیوخ کے حکم اور شلیم میں دوسری جگہ ایک ہیکل تیار کی تھی (سوم) ۱۷۰ سنہ قبل میلاد میں ملک سوریا
(انیتوکس ایپی فینس) نے ہیکل کو گرادیا اور بت پرستی پر یہودیوں کو مجبور کیا چنانچہ اسفنیوس وہاں مسلح ہوکر
آیا اور اسنے منکرین بت پرستی کو لاکھوں کی تعداد میں مار ڈالا۔ اور کچھ یہودی غلام بنائے اور ہیکل کا خزانہ ۵۹۶۰۰۰۰
روپے مالیت کا لوٹ لیا۔ یہودی پھر ایک روز عبادت کیلئے جمع ہوئے تو جرنیل اپالونیوس نے انپر چھاپا مارا بہت سے یہودی
مارے گئے اور جو بچے پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے پھر اس نے ہیکل کا ملبہ سے مذبح کی جگہ اپنے بت جوپیٹر کی
ہیکل تیار کرائی (مفتاح ص ۳۴) تعلیم الایمان مطبوعہ ۱۸۶۹ سنہ میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے اڑہائی سال تک یہودیوں کو نئی
ہیکل تعمیر کرنے سے روکدیا تھا۔ اور تورات کو جلاکر حکم دیا تھا کہ جسکے پاس تورات کا کچھ حصہ بھی ملے اسے مار ڈالو
(چہارم) ۱۶۵ سنہ قبل میلاد میں یہوداہ مقابیس نے روایات کے ذریعہ سے تورات جمع کرکے ہیکل میں رکھی مگر طیطس
رومی نے ۷۰ سنہ بعد میلاد میں اور شلیم کو گرادیا اور تمام اشیاء کو جلاکر راکھ کردیا جن میں تورات بھی جل گئی یہودی کچھ
مارے گئے کچھ آگ میں جل گئے اور کچھ گرفتار ہوئے (مفتاح ص ۳۶) وجہ یہ تھی کہ یہودیوں نے بغاوت کی تھی طیطوس کو

بھیجکر اوریشلیم کو فتح کیا تھا۔ یہودی ہیکل میں پناہ گزین ہوئے تو کسی سپاہی نے آگ لگادی جسمیں وہ سب جل گئے۔ بقول بعض توریت بچاکر روما کو لے گیا تھا قیصر روم ادرین نے حکم دیا کہ کوئی یہودی اوریشلیم میں داخل ہونے نہ پائے۔ وہاں رومیوں کو بسا دیا اور ہیکل کی جگہ ہل چلوا دیئے اور اپنے بت جوپٹر کی ہیکل تعمیر کرائی اور کوہ کلوری پر ایک مجسمہ حجریہ کھڑا کیا جس کا نام وینس (حسین رکھا) بستی کا نام پہلے اوریشلیم تھا اب ایلیا کے نام سے تبدیل کردیا (تفسیر اسکاٹ صفحہ ۱۵۵) (پنجم) ۴۰۰ سنہ عیسوی میں روما پر اقوام شمالی نے دھاوا بول دیا اور جو کچھ مذہبی یا تعلیمی سامان یا کتب خانے تھے سب کو آگ لگادی جس میں توریت اور انجیل بھی جل گئی (آفتاب صداقت صفحہ ۲۳۷) (ششم) شاہ ایران نے عیسائیوں پر حملہ کیا اور گرجے گرادیئے دس دفعہ یہی حالت ہوتی رہی حملہ آوروں کے نام یہ ہیں

نیرو۔ دومیشیان۔ تراجن۔ اورین۔ لوکی بیر سبت می سیبر۔ مکسمیان۔ دیکی۔ بلوریان۔ اریلیان۔ لاماشر۔ دیوکلیشیان (ہفتم) دافع العقبان مطبوعہ الہ آباد ۱۸۴۵ء میں ہے کہ جب یہودیوں نے ہیکل تعمیر کی تو سامریہ فرقہ نے کہا کہ ہمیں دوسری جگہ ہیکل بنانے کا حکم ہوا ہے حضرت عیسیٰ سے سوال ہوا کہ ان دونوں میں کونسی ہیکل اپنی جگہ پر واقع ہے تو آپنے سکوت اختیار کیا۔ بہرحال توریت پانچ دفعہ مری اور پانچ دفعہ زندہ ہوئی اسلیئے حضرت موسیٰ کی اصلی توریت جو پانچ الواح میں تھی آج نہیں ملتی (۳۵) انجیل مقدس تو صحیح طور پر ملتی ہے اسے کیوں واجب العمل نہیں بتایا جاتا؟ (ج) انجیل کا حال بھی معلوم ہوچکا ہے کہ وہ دس دفعہ مرچکی تھی (۳۶) کیا بائیبل خدا کا کلام نہیں ہے؟ (ج) کتاب ہارن جلد چہارم میں ہے کہ صحیفہ عیسیٰ ابن مریم عبرانی میں تھا متی نے وہاں سے بہت نقل کیا اور لوقا و مرقس نے کم نقل کیا ہے نورتن اپنی کتاب علم الاسناد ۱۸۳۷ء میں لکھتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت مسیح کا زمانہ نہیں پایا تھا۔ انکے لیئے ایک مختصر سیرت مسیح لکھی گئی تھی جس میں سے متی، لوقا، مرقس نے اپنی اپنی انجیل میں مضامین نقل کیئے ہیں اور یہ انجیلیں مقبول ہوئیں۔ باقی اناجیل غیر معتبر ٹھیریں کیونکہ ان کا ماخذ وہ صحیفہ نہ تھا ان میں بھی جو نقص باقی رہ گئے تھے مصنفین نے انکو اپنی طرف سے دو تین دفعہ پورا کردیا۔ تاریخ موشیم جلد اول ۱۸۳۹ء میں ہے کہ ناصریہ اور ابیونیہ کی پاس ایک اور انجیل ہے جو ان اناجیل کے خلاف ثابت کرتی ہے کہ مسیح انسان تھے اس کو انجیل حوارین کہتے ہیں اور یہ انجیل پہلی صدی عیسوی میں مرتب ہوئی تھی (رومن تواریخ کلیسیا صفحہ ۹۷ ۳۱/۳۶) (۳۷) اناجیل اربعہ

بطریق نقل تو صحیح ہیں (ح) یہ امر بھی مشکوک ہے کیونکہ واقعہ صلیب کے بعد آٹھویں سال ۴۱ء میں یا چار سال بعد ۳۰ء میں) متی نے انجیل اول عبرانی زبان میں بھوڈیہ میں آکر عبرانی عیسائیوں کے لئے لکھی تھی اور اسکا یونانی ترجمہ ۶۱ء میں ہوا یہ معلوم نہیں کہ خود متی نے یہ ترجمہ کیا یا کسی اور نے؟ (رومن تفسیر ص مفتاح ص۲۲) انسائیکلوپیڈیا برٹینکا جلد ۱۹ میں ہے کہ انجیل متی کے سوا دوسری اناجیل یونانی میں لکھی گئی تھیں۔ متی نے رسالہ عبرانیین بھی عبرانی میں ہی لکھا تھا بہرحال اب عبرانی انجیل بالکل نہیں ملتی۔ **مرقس** تابعی ہے پطرس اور پولس کا شاگرد تھا انہوں نے ہی اسے عیسائی بنایا تھا اسنے انکے مرنے کے بعد روما میں آکر **لاطینی** زبان میں **انجیل دوم** مرتب کی جسکے متعلق یہ امر ابھی تک مشتبہ ہے کہ اسنے اپنے خیالات کو اپنے شیوخ کے سامنے پیش بھی کیا تھا یا نہیں (طلوع آفتاب صداقت ص۲۶۹) مفتاح ص۲۴۸ میں لکھا ہے کہ لاطینی انجیل کی کچھ ورق کتب خانہ **وینس** میں موجود ہیں اور اسکا ترجمہ **یونانی** ملتا ہے اصل کتاب نہیں ملتی" اسکاٹ دیباچہ میں لکھتا ہے کہ اس کا سن تالیف معین نہیں مگر غالباً ۵۶ء اور ۶۳ء کے درمیان لکھی گئی ہے **انجیل سوم لوقا** تابعی کی ہے پولس حواری جب تروآس میں آیا تو لوقا طبیب جو انطاکیہ کا رہنے والا تھا ساحل بحیرہ روم میں اُسے آملا اور اسکے ہاتھ پر عیسائی ہوا۔ اور اسکے ساتھ ہی سفر کرتا رہا۔ تھیوفلس مصری کی فرمائش سے لوقا نے اپنی انجیل ۶۳ء میں مرتب کی جبکہ وہ دیار اخایہ میں مقیم تھا اور ایک سال بعد کتاب **اعمال الرسل لکھی** (مفتاح ص۱۴۱ و تواریخ کلیسیا) **نوید جاوید** میں لکھا ہے کہ پطرس اور پولس دو نو اسکے استاد تھے اسلیے اپنی کتاب میں جمع متکلم کی ضمیر میں لکھتا ہے مگر یہ حیرت ہے کہ حواری انجیل نہیں لکھ سکے۔ انجیل لکھی تو انکے شاگرد نے لکھی۔ دوسرا تعجب یہ ہے کہ پطرس شیخ مرقس مخلص حواری نہ تھا اور پولس عہد مسیح میں آپکا دشمن رہا۔ مگر واقعہ صلیب کے بعد یہ دونو مخلص ثابت ہوتے ہیں اور انکے شاگردوں سے سن کر انجیلیں لکھتے ہیں۔ **انجیل چہارم** یوحنا یہودی کی تالیف ہے جو واقعہ صلیب کے ستر سال بعد ۱۰۰ء میں لکھی گئی وہ اپنی کتاب مکاشفات ۹۵ء میں تالیف کر چکا تھا بعض کا خیال ہے کہ کسی اور نے لکھی ہے کیونکہ اس میں عبرانی الفاظ کی تشریح غیر زبان میں موجود ہے ورنہ یہودی کو اس تشریح کی کیا ضرورت تھی؟ برٹشنیڈر معترف ہے کہ دوسری صدی عیسوی میں کسی عیسائی نے یہ کتاب لکھی تھی **اسٹارلن** کا خیال ہے کہ اسکندریہ میں کسی طالب علم نے لکھی تھی اُرینیوس تلمیذ پولی کارپ اور پولی کارپ تلمیذ یوحنا ہے ارینیوس سے پوچھا گیا کہ کیا یہ کتاب

کی ہے تو خاموش ہا (نوید جاوید ۔ کاتلک ہرلڈ ۱۸۴۴ء ہفتم ص۵۵) **(۳۸)** بائیبل تو مسلمہ کتاب ہے جس میں
سب کی تصدیق موجود ہے (ج) نوید جاوید میں لکھا ہے کہ توریت کا ذکر تاریخ قدیم میں ہیرودوٹس نے نہیں کیا۔
جو ۴۰۰ سنہ قبل میلاد میں ملاکی نبی کا ہمعصر تھا اور نہ ہی گھیومرس ہمعصر یسعیا نبی نے کہا ہے جو ۷۵۰ سنہ قبل میلاد
مسیح ہو گذرا ہے و ھسیئیڈ معاصر الیاس بھی اسکا ذکر نہیں کرتا جو ۹۰۰ سنہ قبل میلاد میں تھا گھیومرس اور
ھسیئیڈ مذہبی مباحثات میں معبودان باطلہ کا ذکر کرتے ہیں مگر توریت کے متعلق کچھ نہیں لکھتے اسلیئے یہ بھی وید
کی طرح بلا ثبوت روایت ثابت ہوتی ہے مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ ہسم ستی ۳۳۳ سنہ ق م ۔ اسکندر کے زمانہ میں
تھی یہ قول نصاری کا ہے کہ توریت ۱۵۰۰ سال قبل مسیح لکھی گئی تھی جو صرف ایک جلد میں تھی ۲۸۴ سنہ ق م میں ۷۲ اشخاص
کی معیت میں اسکو یونانی زبان میں ترجمہ کیا گیا اور پانچ کتابیں بنائی گئیں (مفتاح ص۳۳) ہدایۃ المسلمین مطبوعہ ۱۸۶۸ء
لاہور ص۱۵۶ میں ہے کہ ۷۲ عالموں نے ۲۰۰ سنہ ق م میں اس کا ترجمہ کیا تھا تو اب یہ تاریخ بھی مشکوک ٹھیری ۔ہارن جلد ۲
میں ہے کہ اسحاق یہودی نے ۱۵۰۰ء میں اسپر علامات آیات مقرر کیں۔ مفتاح ص۱۲ میں ہے کہ کارڈنل ھوگو نے
۱۲۴۰ء میں اسکے باب مقرر کیئے اور رابرٹ اسٹیفینٹس ناظم مطبعہ سلطانیہ فرانس نے انجیل پر ۱۵۴۹ سنہ میں
علامات آیات لکھے اور باب مقرر کیئے **(۳۹)** الرسول کا لفظ بمعنے کتاب اللہ ہے (ج) جب اطاعت کے ساتھ
آتا ہے تو اس کا معنے نبی ہوتا ہے کیونکہ اطاعت کتاب کوئی محاورہ نہیں ہے کتاب اللہ کے ساتھ ایمان کا لفظ آتا
۴۹۹ ہے (یومنون بالکتاب) اور یوں نہیں آیا کہ یطیعون الکتاب والقرآن[۴۹۹] اسلیئے یہ خیال غلط ہے کہ اطاعت
نبی کا حکم نہیں ہے **(۴۰)** نبی صرف حکم رساں ہوتا ہے (ج) بشرطیکہ نبی کے حقوق امت پر نازل نہ ہوں ورنہ وہ
سارے حقوق بھی پانے کا مستحق ہوتا ہے۔ بالخصوص ہمارے نبی تو شارع بنکر بھی آئے ہیں یحل لھم الطیبات اور یضع
عنھم اصرھم۔ یخرجھم من الظلمت الی النور میں اس کا ثبوت ملتا ہے **(۴۱)** قرآن شریف میں ہے کہ عیسائی انجیل کی
عمل کریں اور یہودی توریت پر تو پھر تبلیغ کیسی؟ (ج) پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اصلی توریت اور انجیل ضائع ہو چکی
تھیں اور جس قدر بھی انکے پاس قلمی نسخے موجود تھے ان میں لوگوں نے سنی سنائی باتیں جمع کی ہوئی تھیں اور ان روایات
کا اسناد انبیاء تک مرفوع نہ تھا بلکہ تمام احادیث مرسلہ یا منقطعہ اور موضوعہ کی طرح تھیں اسلیئے حدیث متواتر کی
طرح واجب التعمیل نہ رہی تھیں عیسائی بھی مانتے ہیں کہ موجودہ بائیبل تواریخ انبیاء ہے ورنہ یہ کلام الٰہی نہیں ہے

گو کسی کسی جگہ بطریق روایت احکام بھی آئے ہیں مگر وہ بلفظ وحی محفوظ نہیں ہیں ان میں راویوں نے اپنی طرف کے کافی الحاقی عبارتیں درج کر دی ہیں قرآن شریف بھی بار بار ذکر کرتا ہے کہ انہوں نے تحریف سے کام لیا تھا اور اپنی طرف سے حواشی لکھ دیئے تھے جنکو قرآن شریف نے اھواء کا لقب دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ لا تتبع اھواءھم کہ تم انکے خود ساختہ مسائل کی پیروی مت کرو۔ انکو بھی دعوت دی گئی تھی کہ نبی امیؐ کی پیروی کرو۔ اور حضور کو بھی حکم تھا کہ اعلان کر دیں کہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی یعنی میں اور میرے تابعدار ہدایت پر ہیں اور یوں بھی حکم ہوا ہے کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعًا میں سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں اسلیئے گو شروع اسلام میں دعوت عامہ بھی مگر بعد میں سب کو دعوت دی گئی اور تورات و انجیل پر عملدرآمد کرنا منسوخ ہوا۔ اور حضور علیہ السلام جب مدینہ میں بادشاہ تسلیم کیئے گئے تھے تو غیر مذاہب سے معاہدہ کیا گیا تھا کہ اپنے اپنے اصول مذہبی کے مطابق پابند رہیں ورنہ اسلام مجبور نہیں کرتا کہ ایک یہودی یا عیسائی کو اصول اسلامی کے مطابق عمل پیرا ہونے کو کہا جائے عادل بادشاہ کی یہ صفت ہوتی ہے کہ غیر مذاہب سے بھی رواداری کا سلوک رکھتے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام بھی عیسائیت اور یہودیت کو تسلیم کرتا ہے اور اپنی تبلیغ نہیں کرتا؟ (۲۶۲) قرآن شریف میں حضور کا کوئی معجزہ نہیں ہے (ج) انجیل اور تورات میں بھی کوئی معجزہ نہ تھا اور جو معجزے پیش کیئے جاتے ہیں وہ تواریخی روایات میں پیش کیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کے معجزے بھی تواریخ محمدی۔ احادیث نبویہ اور کتب سیر میں موجود ہیں انکار کی وجہ نہیں ہو سکتی اور تائیدی نشان ہر ایک نبی کو ضرور ملتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ کو ید بیضا اور عصائے موسوی دیا گیا حضرت عیسےٰ کو احیاء موتی اور ابراء مرضی عطا ہوا حضرت صالح علیہ السلام کو ناقہ دی گئی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو غرق حضرت شعیب کو حرق۔ ابراہیم علیہ السلام کو نجات من النار بخشی گئی اور حضرت لوطؑ کو اہلاک قریٰ عطا ہوا اسی طرح سے حضور علیہ السلام کو تائیدی نشان کلام الٰہی کی نظم بندی عطا ہوئی جسکے مقابلہ میں فصحاء عرب عاجز آ گئے اور آجتک اسکے مقابلہ میں ایک آیت بھی نہ لکھ سکے گو مسیلمہ کذاب نے فرقان اول اور فرقان ثانی لکھا جسمیں یوں لکھا کہ الذین یغسلون الثیاب بایدیھم اولٓئک ھم المفلسون۔ الفیل وما ادراک ما الفیل لہ ذنب قصیر وخرطوم طویل۔ والنساء ذات الفروج الخ ابو العلاء معری نے بھی قلم اٹھایا اور کہا اقسم بخالق الخیل۔ والریح الھابۃ بلیل۔ بین الشرط ومطالع سہیل۔ ان الکافر بطویل الویل۔ وان العمر

لمکفوف الذیل۔ آتی مدارج السیل۔ وطالعۃ توبۃ من قبیل۔ تنجو وما اخالک بناج۔ مگر وہ بات جو قرآن
میں ہے بیان کرسکے آخر مٹ کر رہ گئے۔ زمانہ حال میں گو بہائی اور بابی مذہب نے الہامی کتب لکھکر قرآن شریف کو
منسوخ قرار دیا ہے مگر مقابلہ پر ہتھیار ڈالدیئے ہیں مرزائی الہامات اور اعجازیہ قصائد بھی قرآن کے مقابلہ میں ہیچ
ہیں اسلیئے یہ کہنا کہ دوسرے انبیاء کیلیئے معجزے تھے اور حضور علیہ السلام کا معجزہ کوئی نہ تھا غلط ہے بلکہ سخت
بے انصافی ہے (۴۳) معجزہ شق القمر مذکور ہے مگر اسکی تائید نہیں ملتی (ج) ید بیضا۔ احیاء اموات۔
وغیرہ کی تائید کب تواریخ میں ملتی ہے؟ شق القمر کا واقعہ اس وقت ہوا جبکہ وہ افق کے قریب تھا کفار مکہ نے آقراجی
معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ان میں کوئی منکر نہ رہا۔ بلکہ یوں کہنے لگے کہ ھذا سحر مستمر یہ زبردست جادو ہے دوسرے
ملکوں میں اس وقت وہ منظر موجود نہ تھا کیونکہ اختلاف مطالع سے کسی جگہ چاند غروب ہو چکا تھا کسی جگہ طلوع ہی
نہیں ہوا تھا اور کسی جگہ ابھی رات ہی نہیں پڑی تھی لوگ بے خبر تھے اور وہ معجزہ آنی فانی تھا اسلیئے تواریخ
میں مذکور نہیں ہوا۔ تو اسلام اس کا ذمہ دار نہیں ہے اور جو لوگ اس معجزہ کو تحریف کر کے قیامت سے وابستہ کرتے
ہیں یا اس کو ادیان سابقہ کی منسوخی بتاتے ہیں وہ قرآن کے خلاف کرتے ہیں کیونکہ اس میں صاف مذکور ہے کہ کفار
نے اس واقعہ کو زبردست جادو تصور کیا تھا (۴۴) قرآن شریف بھی تو بعد میں مرتب ہوا تھا۔ (ج) قرآن
شریف کے بعینہ وہی الفاظ وحی حضور کے وقت سے موجود تھے جنکو بعد میں جمع کر کے کتابی صورت میں شایع کیا گیا
تھا اور تورات وانجیل کے الفاظ وحی ضائع ہو چکے تھے اسلیئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن شریف بعینہ وہی ہے جو
حضور پر نازل ہوا۔ اور وہ نہیں کہہ سکتے کہ بائیبل وہی ہے جو انبیاء پر نازل ہوئی تھی (۴۵) جمع حدیث سے
منع کیا گیا تھا پھر احادیث کیوں جمع کی گئیں؟ (ج) جمع قرآن سے پہلے خطرہ تھا کہ وحی متلو اور وحی غیر متلو آپس
میں خلط ملط ہو جائے اسلیئے جب قرآن سے فراغت حاصل کرنیسے یہ اندیشہ جاتا رہا تو جمع احادیث کی طرف توجہ کیگئی
کیونکہ وحی غیر متلو کا جمع کرنا بھی ضروری تھا بائیبل یوں جمع نہیں ہوئی کیونکہ وحی متلو ضائع ہو جانے کے بعد ایک
ایک کمیٹی نے تاریخی طور پر اپنے الفاظ میں اس کو جمع کیا تھا اور جن انبیاء کی طرف اسکے حصے منسوب ہیں وہ بھی
انبیاء کی تصنیف نہیں ہیں کیونکہ ہر جگہ صیغہ غائب کے لفظ استعمال کیئے گئے ہیں۔ نبی کی اپنی کتاب میں اپنی موت کا
ذکر ہے اور ایسے مقامات اور واقعات کا ذکر ہے جو نبی کی اپنی زندگی کے بعد موجود ہوئے تھے اور طرز تحریر ایسا ہے کہ

صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص حالات سابقہ بیان کر رہا ہے اور قرآن شریف ایسے نقائص سے بالکل منزہ ہے (۴۶س) معصوم نبی حضرت مسیح کے سوا کوئی دوسرا نہیں نظر آتا (ج) اناجیل کی رو سے آپ کی زندگی بھی مخدوش ہے اور قرآن شریف میں بھی فہرست انبیاء آپ کو یبتغون الی ربھم الوسیلۃ میں درج کیا گیا ہے کہ جس کا یہ مطلب ہے کہ یہ تمام تقرب الٰہی کا وسیلہ ڈھونڈتے تھے اور خوف الٰہی سے لرزاں تھے تو اب جس خیال سے آپ کو معصوم کہا جاتا ہے وہ بات جاتی رہی دوسری بات یہ ہے کہ قرآن شریف نے حضرت مسیح کی پاکدامنی بیان کرنیکا ذمہ لیا تھا اسلئے وہ حالات نظر انداز کر دیئے ہیں کہ جنمیں کمزوری کو دخل تھا تو کیا جس کی بابت قرآن شریف افراط و تفریط میں اعتدال بیان کرتا ہے اس کا یہ معنے ہو سکتا ہے کہ تمام انبیاء پر اسکو افضل تسلیم کرتا ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ تفریط کے لحاظ سے آپ کو صف انبیاء میں کھڑا کر دیا ہے جو ایک بڑا احسان ہے جس کا معاوضہ عیسائی تعلیم قیامت تک نہیں دے سکتی! (۴۷س) اسلام مانع ترقی ہے جو جمود پیدا کرتا ہے اور اسکی پابندی آج ہمیں ہر کام سے رکاوٹ پیدا کرتی ہے (ج) یہ صرف اسلام سے روکشی کا سبب ہے ورنہ اسکے عبادات ہر جگہ ادا ہو سکتے ہیں اور اگر انسان یہ ارادہ کر لے تو موجودہ خوراک و پوشاک میں اسکی خاطر اصلاح سے کام لے سکتا ہے یا اس کو ترک بھی کر سکتا ہے ننگا یورپ سے اپنے لباس کو تبدیل نہیں کیا وہ برسر ترقی نہیں ہیں؟ معاملات میں بھی اگر حکومت سے اصلاح طلب کی جائے تو کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں ہو سکتی مگر مشکل یہ ہے کہ خود بخود لوگ تمدن یورپ میں جذب ہوتے چلے جاتے ہیں اب اسکا علاج ہو تو کیسے ہو؟ (۴۸س) تعدد ازدواج مکروہ فعل ہے! (ج) انسان کو اعتدال پر چلانے کیلئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے ایک عورت اگر حاملہ ہو تو اڑھائی سال تک زچہ کے قابل نہیں رہتی اور اس اثناء میں مرد کو ضروری ہے کہ یا تو صبر کرے اور بیماریوں میں مبتلا ہو اور یا محرمات کا مرتکب ہو یا دوسری عورت سے تعلق پیدا کرے وہ بھی اگر حاملہ ہو جائے تو تیسری سے صحت قائم رکھ سکتا ہے اسی طرح چار تک تو آدمی اپنی صحت قائم رکھ سکتا ہے قرآن شریف میں بھی جبر نہیں کیا گیا کہ ضرور چار ہی شادیاں ہوں بلکہ چار تک حسب طاقت اجازت ہے تاکہ صحت قائم رہ سکے ورنہ یا تو وہ بیمار اور بدچلن ہو جائیگا اور یا اولاد اور بیوی دق اور سل میں مبتلا ہو کر بیکار ہو جائیگی (۴۹س) حضور نے چار سے بڑھ کر کیوں نکاح کیئے تھے؟ (ج) حضور کیلئے قرآن شریف میں حد بندی نہیں کی گئی شباب میں حضور علیہ السلام نے ایک ہی نکاح کیا تھا بعد میں قبل از ممانعت شادیاں کی تھیں مگر چونکہ آپ کی مطلقہ عورت کسی کے گھر جانے کے لائق

نہ تھی اسلئے آپکو نو تک بیویاں رکھنی پڑیں اور نو کے بعد آپ کو بھی ممانعت ہو چکی تھی اور حضور علیہ السلام نے انکو بھی ایک دفعہ اختیار دیدیا تھا کہ چلی جائیں لیکن انہوں نے آپکا کو پسند کیا اور بطور کنیزک یا خدمتگاروں کے آپکے گھر رہتی تھیں (۵۰) نکاح صغیر سیوب ہے؟ (ج) حضور علیہ السلام نے خود صغیرہ سے نکاح کیا اور ام سلمہ کے بیٹے کا نکاح بنت حمزہ سے کیا اسلئے اسلام میں یہ نکاح جائز رکھا گیا تاکہ اولاد خود سر ہو کر غلطی کا ارتکاب کرے اور جائداد موروثی ہاتھ سے نکل نہ جائے (۵۱) وراثت کا قانون مضر ہے (ج) پوتے کو بیٹے کے ہوتے ہوئے حصہ نہیں ملتا۔ ہاں اگر اس کا باپ حصہ حاصل کر چکا ہے تو اس کا مستحق ہوگا۔ مسلمانوں کی یہ اپنی غلطی ہے کہ پشت در پشت تک مال متروکہ تقسیم نہیں کرتے ورنہ اسلام ایسی غلطی کا ذمہ دار نہیں ہے (۵۲) بیٹی کو اگر وارث بنایا جائے تو غیر کے گھر جائداد چلی جاتی ہے۔ (ج) اگر غیر کی لڑکی لینے سے آ بھی تو جاتی ہے اس تبادلہ سے کسی کو شکایت کا موقع نہیں رہ جاتا اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا اپنا ہی شیرازہ بکھرا ہوا ہے اسلام سے یوں ہی روٹھ رہے ہیں۔ (۵۳) شفاعت انبیاء قرآن سے ثابت نہیں ہے؟ (ج) شفاعت کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی عین حیات میں اپنی اپنی گنہ گار امت کے لیئے رحم کی درخواست بھی کرتے ہیں اور انہوں نے انکی ایذا رسانی سے تنگ آکر ان کی تباہی کا بھی مطالبہ کیا تھا چنانچہ حضرت نوح اپنے بیٹے کی بچاؤ کے لیئے لفظوں کی آڑ لیکر رحم کی درخواست کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام قوم لوط پر رحم کھا کر عذاب سے بچاؤ کی کوئی صورت ڈھونڈتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام مشرکین نصاریٰ کی سفارش کرتے ہیں کہ ان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم خود قرآن شریف میں مذکور ہے من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ الٰہی اجازت کے بغیر کوئی مجاز نہ ہوگا کہ سفارش کرے یوں بھی آیا ہے کہ اگر یہ لوگ آپ کے پاس معافی کی درخواست کیلئے آتے تو ضرور اپنے خدا کو غفور رحیم پاتے۔ بہرحال اس قسم کے متعدد واقعات ہیں۔ کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام مجاز ہیں کہ رحم کی درخواست یا تباہی کی تحریک کریں ورنہ شفاعت سے یہ مراد نہیں کہ کوئی شخص خدا پر اپنے تقدس یا قوت بازو کی وجہ سے مرعوب کر کے دباؤ ڈال سکتا ہے (۵۴) انبیاء علیہم السلام پر القاء شیطانی بھی ہوتا ہے تو ان کی تبلیغ صاف کیسے رہی؟ (ج) سورۃ

حج میں مذکور ہے کہ جو بھی رسول ہو گذرے ہیں جب وہ خدا کا کلام پڑھنے لگتے تھے تو بعض دفعہ شریر الطبع مخالفین اپنی آواز سے چند فقرے کہہ کر سامعین کو یہ وہم دلاتے تھے کہ یہ بھی خدا کا کلام ہے مگر بعد میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا تھا خود حضور علیہ السلام ایک دفعہ سورۂ نجم سنا کر تبلیغ فرما رہے تھے تو کسی مخالف نے وقفہ کا موقعہ پا اسی وزن پر چند فقرے یُوں کس دیئے تھے کہ (تلك الغرانیق العلی ان شفاعتہن لترتجی) یہ بُت بھی سفارش کرینگے جس سے سامعین نے تمسخر کے طور پر یوں اڑا دیا کہ لو جی آج تو حضور بھی ہمارے بتوں کو سراہتے ہیں - اور یہ کہکر تبلیغی مجلس کا رنگ بدل دیا تھا۔ مگر جن لوگوں نے وہ تمام سورت سنی تھی انہوں نے خود بخود ہی اس آمیزش کلام کا فیصلہ کر لیا تھا کہ ماقبل یا مابعد سے یہ فقرے تطابق نہیں کھاتے کیونکہ اس سورت میں پہلے خود حضور کے اوصاف مذکور ہیں اور تھوڑی دُور جا کر خدا کی وحدانیت مذکور ہوتی ہے اور پھر یہ مسئلہ حل کیا جاتا ہے کہ بت پرست فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بناتے تھے۔ اور بتوں کو خدا کی بیبیاں اور تردید کی گئی ہے کہ یہ لوگ اپنی طرف سے اپنے خداؤں اور فرشتوں کے نام خود عورتوں کے عنوانات سے تجویز کرتے ہیں ورنہ اس کی اصلیت کچھ بھی نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تمام کا پروردگار ہے خواہ تم ہو یا تمہارے معبود فرشتے ہوں یا بُت۔ اس مقام پر قاضی بیضاوی بھی لکھتے ہیں کہ القاء شیطانی سے مراد اس جگہ انسانی غفلت ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام چونکہ انسان ہوتے ہیں اس لیئے کسی وقت ذکر الٰہی اور تلاوت کلام اللہ میں نسیان بھی ہو جاتا ہے مگر انبیاء کی شان یہ ہے کہ ان کا خدا فوراً اس غفلت بشری کو رفع کر کے اپنے نبی کو اپنی طرف متوجہ کر دیتا ہے خود حضور علیہ السلام نے ایک دفعہ نماز میں چار کی بجائے تین رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا تھا تو بعد میں فوراً آپ نے حضور قلب کو قائم کر کے اس نماز کی تکمیل کر لی تھی اور یہ ضروری نہیں کہ دوسرے لوگ بھی فوری تدارک کر سکیں یا خود خدا انکے لیئے تدارک فوری کا ذمہ وار بنتا ہو۔ اور یہ عام تجربہ ہے کہ جب ذکر الٰہی کرنے والے کو حالات ماحول یا فوری خوشی یا غمی آدباتے ہیں تو اسے لطف نہیں رہتا اور نہ ہی جمعیت قلب قائم رہ سکتی ہے اور یہی اشارہ اس آیت میں بھی ہے ورنہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے

کہ جو بھی رسول آتے رہے ہیں ان کو القائے شیطانی بھی ہوتا تھا کہ جس میں شیطان ان کی زبان سے جو کچھ چاہتا تھا کہلا لیتا تھا جیسا کہ مشہور ہے کہ تلک الغرانیق کا فقرہ خود حضور کی زبان سے سنا گیا تھا۔ کیونکہ محققین اسلام نے اس طرز پر وجود واقعہ کو ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کیا اور صاف لکھدیا ہے کہ مخالفین نے حضور کو بدنام کرنے کے لئے یہ تہمت باندھی ہوئی ہے گو اسلامی پہلا مؤرخ ابن اسحاق اسکی تائید یا تردید میں بھی کچھ لکھتا ہے مگر امام رازی اور بیضاوی اور دوسرے محققین اس طرز واقعہ کی سخت تردید کرتے ہیں اسلئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ انبیاء کی تعلیم اور تبلیغ ہمیشہ سے بے لوث رہی ہے

(۵۵ک) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ مشہور ہیں (ج) مشہور مقولہ ہے کہ "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔" اور یہ تسلیم شدہ اصول ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات۔ انسان کی آزادانہ حالت میں جو باتیں نامناسب معلوم ہوتی ہیں۔ خطرۂ جان کے وقت وہی حکمت اور مصلحت بن جاتی ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم کو غدر کے وقت گرفتار کرنے والوں نے مسجد میں آپ سے ہی پوچھا تھا کہ مولوی صاحب کہاں ہیں تو آپ فوراً مسجد سے باہر ہو کر کہنے لگے "ابھی مسجد میں تھے یہ کہکر چلدیئے مگر وہ مسجد میں جاکر دیکھتے ہیں تو کچھ بھی نہیں پاتے اور آپ اتنے میں کہیں نکل گئے تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے ظریفانہ طور پر اپنی بت پرست قوم سے نجومی مسلمات کے طور پر انکے شامل نہ ہونے کی وجہ سے محض ٹالنے کی خاطر پہلے تو طالع پر نظر ڈالی تھی۔ تو پھر کہدیا تھا کہ تو آج میری بیماری کا دن ہے میں نہیں جا سکتا اسلئے وہ لاجواب ہو کر چلے گئے تو آپ نے موقعہ پاکر نمرود کے بتخانہ میں جاکر تمام پجاریوں سے بت خانہ خالی پاتے ہوئے بت توڑنے شروع کر دیئے۔ اور اخیر میں بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑہ رکھدیا اور آپ چلدیئے میلے سے واپس آکر قوم کے لوگ اپنے بت تباہ دیکھکر سوچنے لگے کہ یہ تباہی کس نے پھیر دی ہے آخر قرار پایا کہ یہ ابراہیم کا ہی کام ہے پوچھنے پر آپ نے ظریفانہ انداز سے یوں اقرار کیا کہ یہ آپس میں لڑ پڑے تھے تو بڑے نے سب کو تباہ کر دیا تھا اب وہ بجود دم ہو کر آپ کے جانی دشمن بنگئے اور تجویز کیا کہ ایک بھاری آتشکدہ بناکر اس میں آپ کو ڈال دیا جائے تاکہ ایک عبرتناک سزا آپ کو ملے مگر خدا نے آپ کو وہاں سے بچالیا تو آپ وہاں سے ہجرت پر آمادہ ہوگئے تو

آپ کی بیوی بھی ساتھ ہولی۔ راستہ میں ایک مقام پر آپ ٹھیرے تو وہاں کے بادشاہ نے زنا بالجبر کرنے کے لیئے پوچھا کہ تمہارا آپس میں کیا رشتہ ہے؟ تو ابراہیم علیہ السلام نے موجودہ کشمکش کو نظر انداز کرکے اضطراری حالت کو ملحوظ رکھ کر اپنی پہلی رشتہ داری کا اظہار کیا کہ ہم چچا زاد بہن بھائی ہیں اور یہ فقرہ زبان پر نہ آئے کہ اب ہم آپس میں میاں بیوی بھی ہیں تاکہ جان بچ جائے کیونکہ وہ بادشاہ نووارد کو قتل کرکے اس کی بیوی کو زبردستی زنا سے ملوث کردیا کرتا تھا بہرحال جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے ان تین مقامات پر آزادانہ طور پر ایسا طرزِ کلام کیوں اختیار کیا تھا کہ جس میں طبیعت کی شوخی پائی جائے۔ اور خلاف واقعہ امر کا چقمہ دے کر مخاطب سے قطع کلامی کا راستہ ڈھونڈا جائے وہ ہمیں بتائیں کہ اگر ایسے موقعہ پر خود (اعتراض کنندہ) مبتلا ہوتے تو کیا ایسے کلام سے اپنی جان نہ بچاتے؟ بلکہ ہمیں یقین ہے کہ ذومعنی لفظ تو کجا صاف جھوٹ بولنے پر بھی صبر نہ کرتے اسلیئے ہم کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السّلام نے جو کچھ کہا تھا ذومعنے کلام تھا جو ایک پہلو سے سچ ہوتا ہے اور دوسرے پہلو سے اس کا کچھ اور مطلب ہوتا ہے جس کو نہایت محتاط آدمی لفظ کذب سے تعبیر کرسکتا ہے۔ مگر کذاب کی تعریف میں نہیں آسکتا کیونکہ اس میں شرط ہے کہ کلام کا کوئی پہلو بھی صحیح نہ ہو اسکے علاوہ یہ تمام واقعات آغاز شباب میں گذرے ہیں جس میں تمام کمزوریاں عنفوانِ شباب پر چھا رہا کرتی ہیں تاہم پیغمبر کا شباب پھر بھی اعتدال سے تجاوز نہیں کرتا، بلکہ جس مطلب کو پیشِ نظر رکھتا ہے اسکے وسائل اختیار کرنے میں اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرتا (۵۶) نکاح زینب میں کمزوری پائی جاتی ہے (ج) آج شریف و وضیع اور کفو و غیر کفو کی حیثیت کو تمدن یورپ پر نثار کردیا گیا ہے اور تمام امتیازی مآثر و مفاخر کو خیرباد کہکر صرف دھرتی ماتا کی اولاد ہونے کو مساوی طور پر قومیت اور کفو تصور کیا گیا ہے اور صرف دو ہی قومیتیں رہ گئی ہیں مغربی قومیت اور مشرقی قومیت اور وہ بھی توالد و تناسل میں نظر انداز کردی جاتی ہیں۔ اب اس حالت میں جبکہ ہم اپنی قومیت اور امتیازات خصوصی کو بالکل کھو بیٹھے ہوئے ہیں ہمیں معذور سمجھا گیا ہے کہ ہم غیرت اور عصبیت یا کفو اور قومیت کے امتیازی مفاخر و مآثر کو بنظر تحقیر دیکھیں اسلیئے نکاح زینب میں موجودہ طرز معاشرت کو نظر انداز کرکے اگر خود مشرقی غیرت اور تعصب قومی کو جو آج سے دس سال قبل ہم میں خوب موجود تھی مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آجاتا ہے کہ اگر غیر قوم میں شادی ہوجائے۔ تو بیوی کی ناراضگی سے وہ

وہ معاہدہ نکاح فسخ کرانا ہی اخلاقی فرض ہو جاتا ہے۔ حضرت زینب قریشی اور ہاشمی النسل حضور کے بہترین
رشتہ داروں کی ایک پاکیزہ باغیرت پاکدامن عورت تھی وہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ زید سے جو صرف عربی النسل
ہی تھا اور غلامی کی کمزوری اسکے آثار و مفاخر کو کھا چکی تھی دیر تک نکاح قائم رکھتی گو شروع میں اس نے اپنی طبیعت
پر دباؤ ڈال کر بحکم اطاعت رسول سر تسلیم خم کر دیا تھا مگر فطرتی جذبات سے مجبور ہو کر اس امر کی متقاضی ہوئی
تھی کہ اپنی کفو کے اندر ہی دوسرے ہمعصر عورتوں کی طرح باعزت و توقیر زندگی بسر کرے اور اس قسم کا خدشہ خود
حضور علیہ السلام کے دل میں بھی پیدا ہو گیا تھا مگر ظاہری معاہدہ نکاح کی پاس خاطر کو ملحوظ رکھ کر حضور بھی فسخ
نکاح پر زور نہیں دیتے تھے لیکن جب دیکھا گیا کہ زینب اس تحقیر آمیز نکاح کو پسند نہیں کرتی تو اس کے عین منشاء
حضور نے اس کو اپنے نکاح میں لے لیا تاکہ جو کمزوری وہ دیکھ چکی تھی اس کا تدارک اور جبر نقصان مکمل طور پر ہو جائے۔
اور اخلاقی طور پر یہ معاملہ سدھر جائے۔ اب اگر اخلاقی کمزوری کا سوال پیش کیا جاتا ہے اور یا حضور علیہ السلام
کے متعلق شیفتگی کا الزام پیدا کیا جائے تو اس کی ذمہ وار وہ چند بے اصل روایات ہیں جو اسلام کے
نزدیک قابل تسلیم نہیں ہیں اور یا ہماری اپنی اخلاقی کمزوری ذمہ وار ہے جبکہ ہم مسئلہ کفو کو چھوڑ کر **سید**
مراسی، راجپوت، اور **جولاہہ** کو ایک درجہ سمجھکر رشتہ داری کر لیتے ہیں اور یا اہل ہنود کی پرانی
رسوم کا اثر ذمہ وار ہے کہ جس کو ہم اپنا بیٹا کہہ بیٹھیں وہ حقیقی طور پر بیٹا اور جائز وارث بن جاتا ہے لیکن اسلامی
اخلاق ایسی لفظی کارروائی کو بے اصل سمجھ کر سخت مخالفت کرتا ہے کیونکہ اگر صرف لفظی استعمال سے وراثت
کے حقوق پیدا ہو سکتے ہیں تو ج کو اختیار ہو گا کہ د کی بیوی یا ماں کو اپنی بیوی یا ماں تصور کر کے وراثت
کا استحقاق پیدا کرے ورنہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ جب دوسری رشتہ داریاں لفظوں سے پیدا نہیں ہو سکتیں تو
باپ بیٹے کا تعلق لفظوں سے کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے اسلئے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کا غلام زید یا در حقیقت
آپ کا بیٹا نہ تھا تاکہ یہ الزام بیجا ہوتا کہ حضور نے اپنے بیٹے کی منکوحہ سے نکاح کر لیا تھا اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے
کہ زید آپ کا اخلاقی بیٹا بن چکا تھا اور حقیقی بیٹے کی حیثیت اس میں پیدا ہو چکی تھی، تو پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابھی
تک زینب کی رضامندی پورے طور پر متحقق نہ تھی اسلئے یہ نکاح ابھی صحیح طور پر منعقد ہی نہیں ہوا تھا بلکہ زیر بحث
ہو کر امکانی صورت اختیار کر چکا تھا جس کو زینب نے مکمل نہ ہونے دیا تھا اور اپنی اجازت حضور علیہ السلام سے

وابستہ کردی تھی اسلئے ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضور نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں کیا بلکہ متنازع فیہ نکاح کا فیصلہ آپ کے حق میں ہوا ہے جو کسی طرح آج بھی باپ بیٹے کے درمیان ایسے متنازع فیہ نکاح کے بیں اخلاقی کمزوری ظاہر نہیں کرتا۔ (۵۷) حضور علیہ السلام نے بیویوں کے کہنے سے شہد چھوڑ دیا (ج) نبی چونکہ پاکباز ہوتے ہیں اسلئے کسی کے چقمہ میں آسکتے ہیں آدم علیہ السلام شیطان کے چقمہ میں آگئے تو گندم کا دانہ کھا لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سبطی کے کہنے پر قبطی پر حملہ آور ہوئے اور آخر کو وہاں سے بھاگنا پڑا اسی طرح بیبیوں کی باہمی کاوش سے ماریہ قبطیہ کے متعلق آپ کو چقمہ دیا گیا جس سے آپ کو بہت رنج ہوا اب یہ کہنا کہ آپ نے عائشہ اور حفصہ کی دلجوئی کیوں کی اور کیوں ان کے کہنے سے ماریہ قبطیہ سے قطع تعلق پر آمادگی ظاہر فرمائی صاف اس امر کی دلیل ہے کہ حضور کی نیک نیتی پر حملہ کیا گیا ہے ورنہ اس کی ذمہ واری آپ پر عائد نہیں ہوتی۔ (۵۸) قرآن شریف میں آپ کو عام لوگوں اور بندوں کی طرح خطاب کیا گیا ہے تو کیا اس سے شان نبوت میں فرق نہیں آتا (ج) حضور کا تعلق اپنے خدا سے عابد و معبود کا بھی ہے اور اعزاز و تکریم کا بھی اور حضور کا تعلق ہم سے مالک و ملوک کا ہے جس میں ہمیں پہلے تعلق کے متعلق لب کشائی کی بھی اجازت نہیں ہے اسلئے اس کو پیش نظر رکھ کر گستاخی کرنا اسلام کے سراسر خلاف ہوگا۔

(۲۶) مرزائی تعلیم پر چند سوالات

(۱) مرزائی تعلیم میں دو مسیح تصور کیے گئے ہیں اول مسیح ناصری جو حضور نے شب معراج میں دیکھے تھے دوم مسیح محمدی جو کسی خواب میں حضور نے دجال کے ساتھ طواف بیت اللہ کرتے خاموش دیکھا تھا جس سے مراد مرزا صاحب ہیں اب سوال یہ ہے کہ کب مسیح محمدی نے حضور سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمان سے اتروں گا لیکن مسیح ناصری کا بیان ہے کہ میں نازل ہو کر اشاعت اسلام کروں گا اب مرزا صاحب کا یوں کہنا کہاں تک درست ہے کہ میرے ظہور کی خبر قرآن و حدیث میں بھی موجود ہے (۲) قبر کشمیر کے متعلق آج تک یہی کہا جاتا ہے کہ "یوز آصف" کی قبر ہے جو "یسوع" سے بگڑا ہوا ہے اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ "یسوع" کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہے (دیکھو انجام آتھم) تو اب کیسے کہا جا سکتا ہے کہ "یسوع" کی قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے (۳) مرزا صاحب نے اپنی کتاب "سراجی

اصول کی فلاسفی میں بیان کیا ہے کہ (الف) خنزیر مرکب ہے خنز اور آ سے۔ یعنی میں اسکو بُرا جانتا ہوں (ب) سُوَّرْ، سُوْء اور آر سے مرکب ہے اس کا معنے بھی بُرا جانتا ہوں ہی ہے (ج) کافور کفر سے مشتق ہے کیونکہ اس سے شہوات کا مادہ پوشیدہ ہوجاتا ہے (د) فاران فار کا تثنیہ ہے دو بھاگنے والے وہاں حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے کو بھاگ کر لائی تھی (ہ) زنجبیل۔ زنا اور جبل سے مرکب ہے یعنی پہاڑ پر چڑھ گیا اس کے استعمال سے قوائے شہوانیہ بلند ہوتی ہیں۔ (و) برزخ بر اور زخ سے مرکب ہے یعنی اسکی کمائی اخیر تک پہنچ گئی (ف) زقوم۔ مختصر ہے ذق انک انت العزیز الکریم کا ذق کے بعد ام لگایا تو زقوم بن گیا۔ کثرت استعمال سے زقوم مشدد بن گیا ہمیں پوچھنا یہ ہے کہ اس تحقیق کی بنیاد عربی زبان ہے یا کوئی الہامی لغت ہے؟ (۴) عبداللہ آتھم کے متعلق جب بد دعا کی گئی تھی تو مرزا صاحب نے اس سے منظوری نہیں لی تھی اور دوسروں سے منظوری لینے کے خواہاں رہے اسکی کیا وجہ ہے؟ (۵) محمدی بیگم کی پیشگوئی کے پورے نہ ہونے کی ایک یہ بھی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ قیامت کے دن مرزا صاحب کا نکاح اس سے ہوگا لیکن حدیث شریف میں تو یوں وارد ہے کہ مسیح عندالنزول من السماء نکاح کریگا نہ یہ کہ قیامت کو نکاح کریگا اب جواب کیسے صحیح ہوگا (۶) حضور علیہ السلام کا آسیہ، مریم، کلثوم اخت موسیٰؑ سے نکاح قیامت کے دن بیان کیا جاتا ہے مگر اس روایت کی تصحیح نہیں کی گئی اس کی کیا وجہ ہے؟ (۷) حضرت یونسؑ کی قوم سے عذاب اسی وقت ٹل گیا تھا کہ انہوں نے آپ کو نبی حق تسلیم کیا تھا مگر نکاح کے معاملہ میں جن سے عذاب ٹل گیا تھا انہوں نے نہ تو مرزا صاحب کو نبی مانا اور نہ ہی بناء عذاب کو ترک کیا (۸) انا انزلناہ قریبا من القادیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کے قریب دارالوحی کے مقام پر دوسری دفعہ قرآن شریف اترا تھا مگر سوال یہ ہے کہ سارا اترا تھا یا اس کا کچھ حصہ؟ اس کا فیصلہ نہیں دیا گیا! (۹) مرزا صاحب چونکہ حضور کا بروز ثانی تھے اسلئے آپ کے الہامات قرآن شریف کے ضمیمہ ہوں گے تو اب سوال یہ ہے کیا قرآن شریف کا کچھ حصہ ابھی تک نہیں اترا تھا؟ اگر یہ صحیح ہے تو قرآن شریف مکمل وحی نہ تھی اگر الہام کو قرآنی درجہ نہیں دیا جا سکتا تو نزول ثانی نزول اول سے بہتر کیسے ہوا؟ (۱۰) مرزائی اپنی نماز میں الہامی عبارت کو کیوں نہیں پڑھتے حالانکہ وہ قرآن کے مساوی تصور کی گئی ہیں (۱۱) ختم نبوت کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ تمام نبوتیں منقطع ہوگئیں مگر نبوت محمدیہ قیامت تک جاری رہیگی مگر سوال یہ ہے کہ اس وقت حضور کو خاتم النبوت کا لقب ملنا مناسب تھا نہ یہ کہ خاتم النبیین کا لقب پاتے؟ (۱۲) قرآن شریف سے

معلوم ہوتا ہے کہ نبوت سلسلہ ابراہیمی سے مخصوص ہوگئی تھی تو پھر حضور کے بعد سلسلہ تیموریہ سے کس طرح وابستہ ہوگئی؟ (۱۳) بتاؤ کہ نبوت کا دروازہ چودھویں صدی میں صرف مرزا صاحب پر کیوں کھل کر بند ہوگیا؟ (۱۴) مرزا صاحب سے پہلے نہ کسی سچے مدعی نبوت کا پتہ چلتا ہے اور نہ ان کے بعد خود انکے سلسلہ میں کوئی نبی صادق تسلیم کیا جاتا ہے کیا کوئی اسلامی ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟ (۱۵) وفات مسیح کا مسئلہ قرآن شریف سے پیدا کرنا کیسے تسلیم کیا جاتا ہے جبکہ خود حضور علیہ السلام کی تصریحات اسکے سراسر خلاف ہوں کیا یہ تفسیر بالرائی نہ ہوگی؟ (۱۶) بدر جولائی سنہ ۱۹۰۶ء میں ہے کہ کسر صلیب کا معنے ہے "عیسائی مذہب کی تردید اور مسئلہ تثلیث کا صحیح انکشاف" اگر یہی معنے مراد لیا جائے تو یہ تو مرزا صاحب سے پہلے ہی حافظ ابن قیم، ابن تیمیہ، مولوی رحمت اللہ اور دیگر مناظران اسلام کے وقت ظاہر ہو چکا تھا کہ جنکی تصانیف سے مرزائی تعلیم نے بھی فائدہ اٹھایا ہے اب اسکی صداقت کیسی؟ (۱۷) انجام آتھم ص۲۷ میں مولوی ثناء اللہ صاحب پر مرزا صاحب نے لعنت بھیجی ہے اور قصیدہ اعجازیہ کے شروع میں دس لعنتیں بھیجی ہیں مگر اُن کا کچھ نہ بگڑا انی مھین من اھانک کا الہام کیا ہوا؟ (۱۸) ڈاکٹر عبدالحکیم اور مولوی ثناء اللہ کے بارے میں غیر مشروط اور مشروط بد دعائیں دونو قسم کی موجود ہیں تو پھر غیر مشروط بد دعاؤں کو بھی زیر بحث کیوں نہیں لایا جاتا؟ (۱۹) تفہیمات ص۶۲۸ میں ہے کہ مولوی ثناء اللہ ابوجہل ہے جو مرزا صاحب کے بعد زندہ رہا مگر ابوجہل تو جنگ بدر میں مارا گیا تھا پھر اب یہ تشبیہ کیسی؟ (۲۰) مرزا صاحب نے ترمیم مسائل شرعیہ میں اعجاز کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے الہامی اشعار میں عربی شاعریت کا وہ ستیاناس کیا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب جیسے زباندانی میں غلط گو تھے ویسے ہی اسلامی عقائد میں بھی غلط گفتار تھے دیکھیئے اعجازی کلام کے اشعار کس طرح اپنی ردیف اور قافیہ کو چھوڑتے ہوئے علم عروض کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ لگا رہے ہیں:۔

(اقتباس القصیدۃ الاعجازیۃ)

(۱)
بفضلک انا قد عصمنا من العدا — وان جمالک قاتلی فات ناظر

(۲)
دعوا حب دنیاکم وحب تعصب — ومن یشرب الصھباء یصبح مسکرا

(۳)
وان کان شان الامر ارفع عندکم — واین بھذا الوقت من شان جولرا

(۴)
دموا کل صخر کان فی اذیا لھم — بغیظ فلم اتلق ولم اتحیر

(۵)
سئمنا تکالیف التطاول من عدا — تمادت لیالی الجور یا دبی انصر

(۶)
ولا تحسب الدنیا کنا طف ناطفی — اقلری بلبل مسرح کیف تصبح

(۷)
وان شفاء الناس کان بیانہ — تھل لعلہ نحو الظنون نبادر

(۸)
وقد مزق الاخبار کل ممزق — فکل بما ھو عندہ یستبشر

(۹)
تفکر بجهدك خمس عشرة ليلة . فناد حسيناً وظفراً او اصغرا

(۱۰)
رميت سلاغنا لك وما كنت راميا ولكن رماه الله ربي ليظهرا

(۱۱)
ويوم فعلتم ما فعلتم لعند ركم باخر الحسين وولده اذا حصرا

(۱۲)
ووالله ان قصيدتي من مؤيدي فنثني على رب كريم ولنشكر

(۱۳)
وان كان هذا الشرك في الدين جائزا فبا للغو رسل الله بالدين يعثروا

(۱۴)
ويارب ان ارسلتني لعناية فايد وكمل كلما قلت وانصر

(۱۵)
وهذا العهد قد تقرر بيننا بمد فلم ننكث ولم نتغير

(۱۶)
ايا عنتي بالحمق والجهل والوغا ودين لك لا تبطل صنيعك تخذا

(۱۷)
وان حيوة الغافلين لذلة فسل قلبه زاد الصفا او نكدرا

(۱۸)
. تركت طريق كرام قوم وخلقهم
هجوت بمد عامدا لتحقرا

(۱۹)
ولليدين اطلال اراها كلاهف
ودمعي تدفن قصوركم تتحدر

(۲۰)
اتاني كتاب من كذوب يزور
كتاب خبيث كالعقارب يابر

(۲۱)
نقلت لك الويلات يا ارض جولر
لعنت بملعون فانت تدمرين

(۲۲)
فقال ثناء الله لو انت كاذب
نقلت لك الويلات انت مسحرا

یہ دونوں [illegible]

آئینہ حق اور **تنویر الابصار** میں ان نقائص کے رفع کرنے میں بہت کچھ لکھا ہے مگر چشم بینا کے سامنے سب ہیچ ہے کیونکہ جس قسم کے عیوب اور قافیہ یا ردی کی تبدیلیاں جس کثرت سے اس قصیدہ کے مذکورہ بالا اقتباس میں موجود ہیں آجتک کسی مستند شاعر کے کلام میں موجود نہیں ہیں اور نہ ہی کسی آئندہ شاعر کے کلام میں موجود ہونے کی امید ہو سکتی ہے عذر کیا جاتا ہے کہ کلام اللہ کے اغلاط بھی تو مخالفین نے لکھے ہیں تو اگر اسی قصیدہ کے اغلاط کسی نے لکھدیئے تو کونسی بڑی بات ہو گئی مگر گذارش یہ ہے کہ جو لوگ اس نظریہ کی تائید میں قلم اٹھاتے ہیں جب وہ خود ہی شعر و شاعری سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں تو ان کا یہ عذر اس بارہ میں کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ

(۱) احسن امروہی "شمس بازغہ" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:- (فی بحر التسکین)

و اولی العلم کلهم شهدوا — انه لا اله الا هو
ثم قال الرسول قولوا معی — انه لا اله الا هو
من شك فيه فقد كفر

(۲) مولوی غلام رسول راجیکی جواب مباہلہ نمبر (۲) میں لکھتے ہیں:- (فی بحر التحبیق)

(۱)
ايؤمنون ابرار البغير تبوتهم — اطفى الوشاة بتهمة ومكائد

(۲)
وحال التقي البار دينار بركة — كمال يبارك فيه لعيس بكاسد
(انفض فولك)

(۳)
اللام المقدس والمطهر خيبة
الشاعر اعيب نفقهم في الجرائد
ما ابلغه

وان البغاۃ بفسقہم وفجورہم (۴) یحبون سبل الغی طرق المفاسد	وسیدنا المحمود (۸) ابن مسیحنا
عشت یا غلام / ودعوی التقاۃ بغیر تقوی سفاہۃ (۵) ویبلی تقاۃ المرء عند الشدائد	عسے / بشیر وفخر الرہل لیس بطارد
یا افصح / وانا لانصار الخلافۃ بالہدی (۶) لاعلاء کلمتہا بحق کراشد	(۹) ما ابدع / البشر رب الکائنات مسیحہ
ما الدغم للشعر (۷) / وان الخلیفۃ صالح لبشونہ فلا تعزین الیہ عزی المفاسد	یا اصح دلیلا / خلافا للوحی لبشارۃ ومواعد

(۳) مولوی اللہ دتا صاحب اپنی کتاب تفہیمات ص ۱۲۹ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں :-

(ذو البحرین)

کاذب کو لمبی عمر ملتی ہے کہا ٗ کذب میں پکا تھا اپنے اسلئے زندہ رہا

مستفعلن مستفعلن مستفعلن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

(مولوی صاحب اگر پیمانہ رکھ کر ہی ناپ لیتے تو دوسرا مصرع اپنا طول نہ پکڑتا)

(۴) قاضی محمد یار صاحب پلیڈر استحقاق خلافت کے لیئے ٹریکٹ نمبر ۸ میں لکھتے ہیں :- ق حیرۃ الہند

چراغ شام آخر را صغیر لمے بیند (۱) طلوع صبح صادق را کبیر ہائے بیند	میری غلطی کو مٹا دے (۹) معاف کر
(۲) تعجب است تعجب است مصیبت است مصیبت کہ چشم زرد بینا را این نابینائے بیند	نعماھی / تو ہے دینے والا میں انسان نام
واہ سالی / شب تاریک ودرد دل وبا این کنج تنہائی (۳) این حال من امیر دستہ رفقائے بیند	(۱۰) حیدا / نازک مزاج بھی ہوں طبیعت کا سخت بھی ہوں
بیا قاضی مرنجاں دل وتکیہ بر خدا کن (۴) للہ درہ / کہ دست تو گرفتہ چون این مشکلہائے بیند	انتہی یہ دوتا / دیکھو جو غور سے تو یہی صفت اولیائے ہے
(۵) یا للتعقید / این شکیکہ معلق شد نہ ریزد نہ شدہ ولیس بیاد سخت طوفان حیف این دنیائے بیند	(۱۱) / جس دل میں ہو چنگاری الفت کی جلنا اسکا
(۶) / ابن مریم وہ مرادی تھا بتا ہے نزول اس کا مرادی تا مدام	ادجنی ادجنی قطعۃ وتینی / کیا جینا اسکا بہر دنیا ہی جو جیا ہے
ما افصح / اس کے بیٹے کیوں ہیں لفظونیر اٹے (۷) کیوں نہیں یہ سوچتے وقت خرام	(۱۲) / اب جم پر اسی کے ہے سارا تانا بانا
(۸) وحفظ اللہ / ہیں تو باتیں بہت پر کافی یہ ایک تیرا کچھ جائے نہ میرا اپنا کام	رات میں ہے ظلمت روز میں ضیا ہے

(۵) آئینہ حق نما ص ۱۹۷ میں ایک شاعر کی ہجو میں خود مرزا صاحب کے اشعار یوں منقول ہیں کہ (فی بحر القدس)

واہ سعدی دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی خوب ہوگی ہتروں میں قدر دانی آپ کی

بیت ساری آپ کی بیت الخلاء سے کم نہیں ہے پسند خاکروباں شعر خوانی آپ کی

اب ناظرین خود انصاف کرلیں کہ ایسے شاعروں کے سامنے اغلاط قرآنیہ اور اغلاط قصیدہ اعجازیہ کو ایک درجہ پر سمجھنا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے ہاں جو شعر وسخن سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ اس بات پر کبھی

([illegible])

متفق نہیں ہو سکتے کہ مرزا صاحب کے کلام پر جو اعتراضات کیئے گئے ہیں ویسے ہی تھے جو کلام الٰہی پر کیئے گئے تھے کیا مرزا صاحب شریعت محمدیہ میں مجدد ہو کر آئے تھے تو شریعت شاعری میں بھی آپ مجدد تھے؟ نہیں ہرگز نہیں ورنہ اسلام میں کئی ایک قصائد مُغنیہ اور بڑی بڑی لمبی نظمیں موجود ہیں کسی ایک میں سے ایسا اقتباس ہمارے سامنے پیش کریں جیسا کہ مرزا صاحب کے عیوب آمیز ننگ شاعری چند اشعار کو پیش کیا گیا ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ مرزا صاحب کے طرفدار ثابت کریں کہ وہ خود بھی شعر وسخن سے آشنا یا سخن فہم ہیں ورنہ جو کچھ آئینہ حق نما میں یا تنویر الابصار میں جواباً لکھا گیا ہے وہ اسلیئے بھی غلط ہے کہ یہ لوگ خود بھی شعر فہم نہیں ہیں کسی کی طرفداری میں کیا لکھیں گے (۲۱) بالآخرۃ یومنون میں آخری وحی مراد لینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جبکہ کسی نے مرزا صاحب سے پہلے کبھی قادیانی وحی پر ایمان کا اظہار نہیں کیا کیا وہ سارے ہی فرقے کافر تھے؟ یا یہ معنے مراد لینا غلط ہے؟ (۲۲) علماء سوٗ احمدی ہیں یا غیر احمدی جو رات دن تحریف کلام الٰہی اور تبدیل نصوص اسلام کرتے رہتے ہیں (۲۳) آریہ مذہب کے پیرو لکھتے ہیں کہ موجودہ چاروید چار رشیوں پر نازل ہوئے تھے جو حضرت آدم کی طرح پیدا ہوتے ہی شاعر اور جوان تھے۔ تبت کے پہاڑوں پر خدا کا کلام انپر نازل ہوا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب دنیا میں وید کی تعلیم سُست پڑ جاتی ہے تو وہی چار رشی خدا کا کلام حاصل کر کے از سر نو وید کی تعلیم دینے آجاتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے کسی جنم میں نیک کام کیئے تھے جنکا معاوضہ انکو یہ خدمت ملی اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ جب انسان کا باطن صاف ہو جاتا ہے تو براہ راست بھی خدا سے وید بانی حاصل کر سکتا ہے جیسا کہ اس زمانہ میں دیانند سرسوتی (معلم وید) نے وید حاصل کیئے تھے اور ان کو سنسکرت کے علاوہ دیسی زبانوں میں بیان کیا تھا تو گویا اس اصول کا یہ مطلب ہے کہ دنیا میں وید کئی دفعہ اترے اور حسب ضرورت وہ کئی زبانوں میں پڑھے گئے اور حسب ضرورت زمانہ ان کے احکام میں تبدیلی بھی ہوتی رہی۔ اور مرزائی تعلیم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی بھی دنیا میں ظلمت چھا جاتی ہے تو نبوت کا نور چمکتا ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ حضور علیہ السلام سے پہلے دنیا میں کئی نبوتیں جاری تھیں، اب خاتم الانبیاء کے بعد صرف نبوت محمدی کا ہی راج ہے یہی نبوت رُوپ بدلتی رہی ہے اور آئندہ بھی بدلتی رہے گی اور یہی قرآن حضور پر پہلے نازل ہوا تھا اب دوسری دفعہ مرزا صاحب پر بمعہ اضافات کے نازل ہوا ہے کیونکہ مرزا صاحب حضور کے بروز ثانی ہیں اسلیئے ضرورت زمانہ کے مطابق قرآن شریف کا مفہوم کچھ اور ہے اور اسکی زبان میں بھی اُردو، فارسی، اور انگریزی کا اضافہ ہو گیا ہے اب ہمیں پوچھنا یہ ہے کہ کیا بروز کا مسئلہ آریہ مذہب سے تو نہیں لیا اور کیا دیانند کی مقابلہ

میں آنے کی خاطر مرزا صاحب نے دعویٰ نہیں کیا تھا تاکہ یہ دکھایا جائے کہ اگر وید دیانند پر اردو میں اتر سکتے ہیں تو قرآن بھی اردو چھوڑ کئی زبانوں میں اتر سکتا ہے (۲۴) انی متوفیک میں چار وعدے ہیں جو اپنے اپنے موقعہ پر چسپاں ہیں توفی رفع تطہیر اور غلبہ تابعین مرزائی تعلیم کے رو سے ۷۰ سال کی روپوشی جو کشمیر میں ہوئی ہے واقعہ صلیب کا جزو اعظم ہے اس کا ذکر بھی ضروری تھا یہاں کیوں نہیں ذکر ہوا۔ حالانکہ یہ جزو اس واقعہ کی جان تھی اگر کہو کہ واوینھما الیٰ ربوۃ میں مذکور ہے تو دو سوال پیدا ہوتے ہیں اول یہ کہ اس آیت میں بطور وعدہ کے خبر کشمیر مذکور نہیں ہے دوم یہ کہ کشمیر میں توفی بالموت اور رفع روحانی ہونا جہاں مخالف نہ تھے محض بے فائدہ ہوگا (۲۵) تطہیر عیسیٰ سے مراد اگر نجات از واقعہ صلیب ہے تو مواعید اربعہ میں اس کا نمبر پہلا ہونا ضروری تھا اور اگر اس سے مراد تصدیق محمدی ہے تو غلبہ تابعین کے بعد ہونا چاہیئے تھا بہر حال اگر ہم پر ترتیب توڑنے کا الزام قائم ہے تو تم بھی بچ نہیں سکتے (۲۶) یہ کیا مخول ہے کہ یہودیوں سے نجات دینے کیلئے خدا نے مسیح سے پہلے ہی کہدیا تھا کہ میں تجھے موت دوں گا یعنی قتل یا صلیب سے نہیں مرنے دونگا کیا شہادت فی سبیل اللہ جو آپ سے پہلے کئی ایک انبیاء کو نصیب ہو چکی تھی حضرت مسیح کو محروم رکھنا تھا؟ اور کیا موت فی الفراش شہادت سے افضل تھی؟ (۲۷) اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ ۷۰ سال حضرت مسیح کشمیر میں روپوش رہ کر مر گئے تو کئی سوال پیدا ہوتے ہیں اول یہ کہ تین سال کی تبلیغ میں تو یہ اثر تھا کہ آج عیسائی مذہب سب سے بڑا ہے جو شام سے نکل کر یورپ میں جا گھسا تھا مگر کشمیر میں ۷۰ سال کی تبلیغ سے ایک عیسائی بھی نظر نہیں آتا دوم یہ کہ اگر آپ روپوش رہے تھے اور دشمن کا خوف بھی نہ تھا تو آپنے تبلیغ کیوں نہ کی سوم یہ کہ قیامت کو خدا کے سامنے کیسے کہیں گے کہ جبتک میں یہود میں رہا انکا نگران حال رہا کیا روپوش بھی نگران حال رہا کرتا ہے چہارم یہ کہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ کی عین حیات میں اور روپوشی کے لمبے عرصہ میں تثلیث پیدا ہو چکی تھی کیونکہ واقعہ صلیب کے بعد اسی سال کے اول اول ہی اناجیل مرتب ہو چکی تھیں جنمیں آپ کو ابن اللہ کہا گیا تھا حالانکہ تمہارے نزدیک تثلیث بعد الموت مانی گئی ہے اس لیئے ہجرت کشمیر کا نظریہ صرف خیالی مسئلہ ہے جس پر نہ کوئی تاریخی ثبوت ہے اور نہ آسمانی شہادت موجود ہے (۲۸) اولئک مع النبیین میں ثابت کیا جاتا ہے کہ مع بمعنے من ہے اور انت منی وانا منک میں تاویل کی جاتی ہے کہ انت من اتباعی تو پھر اولئک مع النبیین میں من اتباعھم کی تاویل کیوں کی جاتی ہے؟ (۲۹) اسلام میں حقوق والدین کو مانع وراثت تسلیم نہیں کیا گیا تو مرزا صاحب نے کہاں سے اس کا جواز حاصل کیا تھا؟ کیا اپنے الہام اور وحی سے تو پھر ناسخ شریعت

ٹھیرے ورنہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت دیا جانا ضروری ہے (دیکھو تفہیمات ص۴۹) (۳۰) جب براہین احمدیہ میں تین سو دلائل حقانیت اسلام پر دینے کا وعدہ دیا گیا تھا تو یہ بہانہ کرنا مناسب نہ تھا کہ اب ہم کچھ سے کچھ بن گئے ہیں اس لیئے ایفاء وعدہ واجب نہیں رہا کیونکہ اس وعدہ خلافی کا خواہ کوئی سبب ہو بہر حال اس سے مخالفین اسلام تو کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کہہ کر مکر گئے اگر یہی مبلغ علم تھا تو تین سو دلائل حقہ کی ڈینگ کیوں ماری تھی؟ (۳۱) دیباجہ براہین ۵ میں مذکور ہے کہ ہمارے خود معجزات تین سو سے زیادہ ہیں اس لیئے اب تین سو دلائل حقانیت اسلام کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی - یہ تاویل مریدوں میں تو خوب چل گئی ہے مگر اہل اسلام کو تو یہ وہم دلایا گیا تھا کہ خانہ زاد دلائل کے سواء خارجی دلائل ذکر کیئے جائیں گے اور اگر اپنی تعلیوں کو ہی دلائل اسلام بنالینا تھا تو پہلے ہی کہہ دیتے تاکہ لوگ بے چین ہو کر کتاب کی پیشگی قیمت تو واپس نہ لیتے (۳۲) حقیقۃ الوحی ص۲۱ میں لکھا ہے کہ میں نے لوگوں کو گالیاں دینے میں ابتدا نہیں کی اور جب میں نے سعد اللہ لدھیانوی کو گالیاں دیں تو واقعات کا ترجمہ کر دیا گالی وہ ہوتی ہے جو جھوٹ ہو اگر یہی بات ہے تو شروع میں جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مرزا صاحب کو مدعی نبوت ہونے کی بناء پر فتویٰ تکفیری تیار کرایا تھا تو وہ بھی واقعات پر مبنی تھا جھوٹ نہ تھا تو پھر بتاؤ گالیوں کی ابتداء کس کی طرف سے ہوئی؟ اور نہ ماننے والوں کو ذریۃ البغایا (حرامزادے) کس نے لکھا؟ گو اپنے اپنے خیال میں دعویٰ نبوت اور فتویٰ تکفیر جھوٹ نہ تھے مگر بعد میں مرزا صاحب نے لوگوں کو لومبڑی - خنزیر - سانپ - کتے - اور ملعون و حرامزادے وغیرہ کہنا شروع کر دیا تھا تو کیا ان گالیوں کا کوئی ثبوت شرعی انکے پاس موجود تھا؟ اگر نہیں تھا تو پھر گالیاں کیوں نہ ہوئیں؟ اور فتوے کے بعد آغاز کس سے ہوا؟ بلکہ فتویٰ سے پہلے ہی مرزا صاحب نے عملی طور پر روپیہ واپس نہ دینے سے جب لوگوں کو پاگل سمجھ لیا تھا تو یہ منحوس مضمون اسی دن سے شروع ہو گیا تھا (۳۳) ست بچن ص۱۶۵ میں ہے کہ مسیح کی تین دادیاں بقول نصاریٰ زنا کار تھیں الحکم ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء میں ہے کہ بقول یہود مسیح ایک عورت پر عاشق بھی ہو گیا تھا مگر ہم اس روایت کو صحیح نہیں سمجھتے اہل اسلام کے نزدیک توہین مسیح میں یہ باریک اشارہ ہے جنہیں مرزا صاحب نے سب کچھ کہہ دیا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ ہم ایک معزز کی بظاہر عزت کریں اور اسکے آباؤ اجداد کی برائیاں لکھ کر شائع کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس سے بہتر بھی سمجھیں اور اخیر میں کچھ مدت کے بعد کسی پوشیدہ تحریر میں یہ بھی کہہ دیں کہ یہ روایت صحیح نہ تھی - پھر دیکھیں ہتک عزت کا دعویٰ دائر ہوتا ہے کہ نہیں؟ (۳۴) فتح المسیح وغیرہ میں لکھا ہے کہ عیسائیوں نے ہمیں گالیاں دیں اسلیئے ہم نے بھی ان کے فرضی مسیح کو گالیاں دیں ورنہ میں جب مسیح کا مثیل ہوں اور اس کی جان سے ایک بجلی اٹھ کر میرے دل میں جاگزین ہو گئی ہے تو میں اس کو برا کیسے کہہ سکتا ہوں؟ ہاں جناب نے ذرہ یوں ہی کہا ہے عیسے

کجاست کو بہمہ پا بمنبرم؟ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے اور یوں بھی لکھا ہے کہ جب
عیسائیوں نے مسیح کو بڑھایا تو غیرتِ خداوندی نے چاہا کہ مجھے اس سے بہتر ثابت کرے (انجامِ آتھم) یہ تو وہی
مثل ہوئی کہ "پیر ما بہمہ صفت موصوف است لیکن قدرے کافر است" (۳۵) اشتہار اعلانِ نبوت میں لکھا ہے کہ
میں وجودِ مسیح کا ٹکڑا ہوں" پھر کشتی نوح ص۱۶ میں لکھا ہے کہ "میں اس سے بہتر ہوں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے احترام
تھا مگر جب مرزا صاحب مستقل نبی بنے تو وہ احترام جاتا رہا (۳۶) ازالہ اوہام ص۱۳ میں مرزا صاحب نے گالیوں کا
عذر یوں بیان کیا ہے کہ قرآن شریف میں بھی مخالفین کو سخت لفظ کہے گئے ہیں ہم نے اگر کہہ دیئے تو کونسی بڑی بات
ہوگئی ہے" انوار الاسلام ص۳۲ میں ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہمنے کسی نبی کی توہین کی ہے تو اس کا جواب ہے لعنۃ
اللہ علی الکاذبین مگر واقعات بتلا رہے ہیں کہ نصاریٰ کے مقابلہ میں حالاتِ مسیح کو اس بُری طرز پر بیان کیا ہے کہ
آخر مرزا صاحب کو مسیح سے خود بہتر بننا پڑا، اور قرآن میں کسی نبی کی ہتک موجود نہیں ہے ہاں کفار مکہ کو بیشک برا کہا گیا
ہے کیونکہ اسلام کے دشمن تھے مگر یہاں یہ معاملہ ہے کہ حامیان اسلام کو مشرک، دجال، علمائے سوٗ، مقلدین
شیطان کہا جاتا ہے جو صحیح روایات اسلام کی بنیاد پر مرزا صاحب کے دعاوی کی تکذیب کرتے ہیں اسلیئے یہ قیاس
غلط ہوگا۔ (۳۷) چونکہ نبی کا خواب بھی وحی الٰہی کا حکم رکھتا ہے اور مرزا صاحب کو بھی محاکاۃ کا شوق تھا۔
اسلیئے مرزائیوں کو یہ دکھانا پڑیگا کہ انا انزلناہ قریبًا من القادیان بھی قرآن میں موجود ہے؟ یا یہ تسلیم کرو کہ قرآن
کا کچھ حصہ ابھی نزولِ اول سے باقی رہ گیا تھا جو نزولِ ثانی میں حاصل ہوا ہے (۳۸) کشتی نوح ص۲۴ میں الہام ہے
کہ الخیر کلہ فی القرآن پھر ص۱۴ لکھا ہے کہ قرآن کو سب پر مقدم رکھو کیونکہ لا شفیع ولا نبی الا محمد ولا کتاب الا القرآن
ص۵ اور یہ بھی لکھا ہے کہ تائیدی حدیث کو نہ چھوڑو مگر اخیر پر ازالہ ص۸ میں یہ بھی لکھدیا ہے کہ بقول گلاب شاہ مجذوب مرزا صاحب
قرآن کی وہ غلطیاں دور کرینگے جو تفسیروں میں اس کی طرف منسوب ہیں گویا مرزا صاحب پہلی تفاسیر کو جو اہل زبان
صحابہ اور خاص عربوں سے منقول ہیں غلط قرار دیکر قرآن میں تحریف جدید کرینگے کیا یہ فعل یہود نہیں؟ کیا اسمیں
تمام مسلمانوں کی توہین نہیں؟ اور کیا اسمیں ضمنی تشریع کا ادعا موجود نہیں ہے؟ یا کیا اسمیں دیانند کے مقابلہ میں
وید کی طرح نئی شریعت کا دعوئی نہیں ہے؟ (۳۹) ازالہ ص۲۶۸ میں ہے کہ آج شائستہ دنیا میں رفع جسمانی کا عقیدہ رکھکر
اسلامی فتح ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ عقیدہ قرآن سے ثابت نہیں اور جن روایات پر اس کی بنیاد ہے وہ بھی غلط
ہیں "بہت خوب" مگر یہ کون ذی عقل تسلیم کرتا ہے کہ تیموری خاندان کا ایک فرد سید آل رسول بنکر باتوں باتوں
میں ہی فضل الرسل بن جائے اور باوجود مذہبی زبان کو پورے طور پر نہ جاننے کے مفسر قرآن بھی اعجازی طور پر
بن بیٹھے (۴۰) توضیح مرام ص۲۱ میں ہے کہ خدا سے انسان کی محبت "مادہ" ہے اور انسان سے خدا کی محبت "نر" اور دونوں
کے ملنے سے محبت کا بچہ پیدا ہوتا ہے پھر ص۷۶ لکھا ہے کہ جبرائیل اپنی جگہ پر قائم ہے اور انسان کے

دل میں جو **محبت کا بچہ** پیدا ہوتا ہے اس میں **جبرائیل کی تصویر ترقی ہے** اسلئے **محبت کا بچہ**
روح القدس بھی کہلاتا ہے اور انسان کیلئے خدا سے کلام سننے اور عجائباتِ عالم کو دیکھنے کا ذریعہ بن جاتا
ہے اور چونکہ جبرائیل خود خدا کے اعضا کی بجائے ہے اسلئے اس کا فوٹو (محبت کا بچہ) بھی وہی جبرائیل ہوتا ہے اور چونکہ
"محبت کا بچہ" خود روحِ انسانی ہے اسلئے ایسا انسان خدا کا بچہ بننے کا حقدار ہو سکتا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ یہ تثلیث
قرآن کی کس آیت سے حاصل کی گئی ہے اگر یوں کہا جائے کہ ان اللّٰہ خلق آدم علیٰ صورتہٖ سے یہ مضمون تراش لیا گیا ہو
تو ہم کہیں گے کہ اس کو غلط طور پر استعمال کرنے میں خیانت کی گئی ہے کیونکہ اس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ خدا نے
انسان میں سمع ۔ بصر ۔ علم وغیرہ پیدا کر دیئے ہیں جو اس میں بھی موجود ہیں ورنہ اس میں "محبت کا بچہ" پیدا
کرنے کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہمیں افسوس ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ بھی ایسی تک بندیوں پر ایمان لے آتے ہیں
ممکن ہے کہ فتوحات مکیہ باب ص ۵۵ میں ایسی تک بندیوں کی طرف ہی اشارہ ہو کہ انسان کے قلب پر جب شیطان اپنا
تسلط جما لیتا ہے اور دعویٰ آفرینی کے اصول اسکے ذہن نشین کرا لیتا ہے تو خود اس میں ایسی طاقت پیدا ہو جاتی
ہے جو نکتہ آفرینی اور موشگافی میں اس کی اس طرح دستگیری کرتی ہے کہ ملہم اول حضرت شیطان بھی دیکھ کر
دنگ رہ جاتے ہیں اور اس طاقت کا نام شیطانِ معنوی ہوتا ہے ممکن ہے کہ "محبت کا بچہ" بھی کچھ ایسا ہی ہو،
بہر حال ناظرین کا فرض ہے کہ تحقیق مرزائیہ کو اس کے مقابل رکھ کر ذرہ غور سے بتائیں کہ کیا یہی نتیجہ نکلتا ہے یا کچھ اور ؟

(۴۱) براہین ص ۵۵۵ میں ہے اعفی دینا و ارحم من السماء دینا عاج اس فقرہ کی ترکیب کر کے سمجھاؤ کہ اس کا مفہوم کیا ہے اور
یوں کہکر نہ ٹالو کہ یہ متشابہات میں سے ہے کیونکہ یہ جواب صرف احمدیوں کی تشفی کر سکتا ہے ورنہ ہم تو عاج کی تشریح
پر بھی پوچھیں گے کہ تفہیمات ص ۴۵۶ میں اگر اس کا معنے یتیم مرزائیوں کا شیر دہندہ یا آسمان و زمین میں انکی تشہیر کرنے والا صحیح
بھی ہو تو یہ سارا فقرہ پھر بھی بے جوڑ مرکب اتشراحی کی طرح رہ جاتا ہے کیا ایسے فقرے قرآن کے مقابلے میں وحی کہلانے
کے حقدار ہیں ؟ ارے کچھ تو خدا کا خوف کرو ! (۴۲) توضیح مرام ص ۵ میں ہے کہ خدا کو یوں سمجھو کہ ایک بڑا تیندوا ہے جسکی
بیشمار تاریں تمام عالم کو محیط ہیں۔ تفہیمات ص ۴۵ میں ہے کہ چونکہ قرآن میں ہے کہ مثل نورہٖ کمشکوٰۃ اسلئے یہ تفہیمی
تشکیل جائز ہوگی لیکن تاہم فرق ہے کیونکہ قرآن میں نور کی تمثیل ہے اور یہاں ذات باری کی تمثیل ہے اور قرآن
کلام الٰہی ہے خدا مجاز ہے کہ اپنی تمثیل کسی طرح ذکر کرے اور یہ کلام بشر کسی طرح بھی وحی نہیں ہے اور اگر
اس کو بھی وحی مان لیا جائے تو یہ لازم آئیگا کہ غلام اپنے آقا سے بڑھ کر وحی پاتا تھا ذرہ سوچ کر جواب دیں (۴۳)
تفہیمات ص ۵۵۵ میں ہے کہ بہشتی مقبرہ صرف شرک و بدعت سے بچنے والے متقی پرہیزگاروں کیلئے مخصوص ہے مبلغ غریبوں
کا داخلہ مفت ہے اور غیر مبلغ تصدیقی فارم داخل کرنے کے بعد جو دفتر سے ملتا ہے جائداد کا دسواں حصہ صیغہ تبلیغ
میں دیکر داخل ہو سکتا ہے ورنہ صرف عشر مال کافی نہ ہوگا صیغہ تبلیغ کیلئے گو اسی طریق سے خوب مدد پہنچتی ہے

مگر سوال یہ ہے کہ کیا محاکاۃ بالنبی کے سوا کوئی اور بھی اس کے جواز کی صحیح دلیل ہے یا صرف ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسہم بان لہم الجنۃ کہکر ٹال دیا جاتا ہے کیا مرزا صاحب خدا تھے؟ جو یہ تجارت کرنے بیٹھ گئے تھے؟ یا اپنے آقا سے بڑھ کر زیادہ تکمیل دین کیلئے یوں کہا تھا؟ تشریح سے بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ وفات مسیح۔ مسیح محمدی۔ پاک تثلیث حیات مسیح پر فتوی شرک۔ نزول مسیح سے مراد ظہور مرزا۔ قرآن کی جو یہ معنے طرازی ختم نبوت سے انکار اسلام قدیم پر مضحکہ اڑانا وغیرہ یہ سب کچھ مان کر انسان بدعتی بنتا ہے یا نہیں اسی طرح ابنیۃ اللہ عینیۃ اللہ - بروز و تناسخ کو ماننے والا مشرک ہے یا نہیں؟ کیا وہ شخص مسلمان رہ سکتا ہے جو یوں کہے کہ مسیح کو اب تک زندہ ماننے سے شرک لازم آتا ہے جس سے تمام مسلمان مشرک بن گئے ہیں (۴۴) ملکہ معظمہ کے حق میں مرزا صاحب نے دعا کی تھی کہ اس کا خاتمہ کلمہ توحید پر ہو (تحفہ قیصریہ ص۲۷) تبلیغی خط کو گو اس نے نہیں پھاڑا تھا مگر اس نے عملدرآمد نہیں کیا تھا اسلئے الہام ہوا کہ سہ مدت برطانیا تا ہشت سال * بعد ازاں ایام ضعف و اختلال (تفہیمات ص۳۶) مگر سب کو معلوم ہے کہ نہ تو ملکہ مسلمان ہوئی اور نہ اسکے بعد سلطنت برطانیہ کو زوال آیا۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ملکہ کے بعد توسیع ممالک زیادہ ہوئی اور اقتدار بڑھا۔ اسی سے باقی الہامات کا اندازہ ہو سکتا ہے رہا کانگرس کمیٹی کا خرخشہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رعیت و راعی میں شکر رنجی پیدا ہونا زوال سلطنت یا اختلال کا نشان نہیں ہوتا ہاں سلطنت کو زوال یا اختلال اور ضعف کا خطرہ اس وقت ہوتا ہے کہ غنیم بر سر پیکار ہو اسلئے ایسی تاویل کرنا کمال خوش فہمی ہوگی اسلئے ہم پوچھیں گے کہ الہام اور دعا کو کیا ہوا؟ (۴۵) پیغامی پارٹی کا سوال جب پیش ہوتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کو افضل المرسلین نہیں مانتے تو یوں کہکر ٹال دیا جاتا ہے کہ ع۔ آخر کنند دعوے حب پیمبرم (تفہیمات ص۴۲۷) مگر غیر احمدیوں کا سوال پیش ہوتا ہے تو صاف کفر کا فتوی لگ جاتا ہے حالانکہ آگے چلکر مرزا صاحب کا اعلان ہے کہ لا نبی الا محمد ولا کتاب الا فرقان کیا ایمان الرسول اور حب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تکفیر سے بچا نہیں سکتی؟ اور کیا حب مسیح حب نبیؐ سے زیادہ موثر ہے؟ (۴۶) ضمیمہ انجام آتھم ص۴۰ میں ہے کہ علی بن حمزہ طوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں لکھتے ہیں کہ مہدی کا ظہور کدعہ سے ہوگا اور اپنے صحابہ کے نام ۳۱۳ بمعہ ولدیت و سکونت کے صحیفہ مختومہ میں لکھیں گے ہم نے ان کے نام آئینہ کمالات میں درج کیئے تھے اور اب انجام میں بھی داخل کر لیئے ہیں۔ ہمیں تعجب اس سے تو چنداں نہیں آتا کہ روایت میں تو یوں ہے کہ یجمع اصحابہ من اقصی البلاد اور جناب نام لکھنے بیٹھ گئے جن میں اس وقت کچھ مر بھی چکے تھے اور چند برگشتہ بھی ہو گئے تھے مگر ہمیں یہ سمجھ نہیں آتا کہ اوپر تو مرزا صاحب سرے سے وجود مہدی کا ہی انکار کرتے ہیں اور لا مھدی الا عیسی پر اڑ جاتے ہیں اور ادہر ان روایات کو اپنے اوپر چسپاں کرنے کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں کہ جنمیں مستقل طور پر الگ وجود سے امام مہدی کا ظہور مراد ہے؟ علاوہ بریں کتاب مختوم مرزا صاحب کی کوئی تصنیف نہیں ہے اور جن کتابوں میں نام درج

کیئے ہیں وہ جناب کا آئینہ ہے یا انجام ہے (۴۷) ضمیمہ انجام ص۱۹ میں ہے کہ ہمیں تین چیزیں ملی ہیں قبولیت دعا عموماً
اطلاع علی الغیب۔ اور کشف معانی قرآن اسجگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر ایک دعا کے منظور ہونیکا ٹھیکہ نہیں تھا
تو جن کے بارہ میں مشروط و غیر مشروط دعائیں منظور نہیں ہوئی تھیں تو کیوں پیچھے پڑھ کر تاویلات کا سلسلہ شروع
کر دیا تھا صاف کہدیا تھا کہ لو صاحب یہ بد دعائیں منظور نہیں ہوئیں۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ پہلے زمانہ میں فرقہ
باطنیہ ہو گذرا ہے جس کی کچھ تشریح فرقہ قرامطہ میں مذکور ہو چکی ہے اور مرزا صاحب بھی باطن قران پر ہی زیادہ
زور دیتے تھے پس اب کیا یہ دونو ایک فرقے ثابت ہیں یا الگ الگ؟ اطلاع علی الغیب بھی ایسے طور پر تھی کہ
بغیر حواشی اور تشریح در تشریح معہ اضافات ملحقہ کے سمجھ میں نہ آتی تھی اور اگر واقعی اطلاع علی الغیب تھی تو
جابجا ترمیم و تنسیخ کی کیا ضرورت تھی؟ اس سے تو نجوم و رمل کے قواعد ہی اچھے ہیں (۴۸) ضرورت الامام ص۱۳ میں
ہے کہ الہام شیطانی کی دلیل تو یہ ہے تنزل علی کل افاك اثیم مگر انبیاء سے وہ فوراً دور کر دیا جاتا ہے لقولہ تعالیٰ وما
ارسلنا من رسول الایۃ۔ اس مقام پر نزول شیطانی اور القاء شیطانی میں فرق نہیں کیا اور آپ کو دعویٰ ہے کہ معارف
قرآنی ہم پر منکشف ہو گئے ہیں لیکن جناب کو اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ محققین اسلام نے کیا لکھا ہے اور جھٹ لکھ دیا کہ
انبیاء کو بھی شیطانی الہام ہوتا ہے کیا معاذ اللہ وہ بھی افاک اثیم کا مصداق تھے؟ (۴۹) مرزا صاحب کی پیشگوئی
جب پوری نہیں ہوتی تو ایک یہ بہانہ کیا جاتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی پیشگوئی صحیح نہیں نکلی تھی مگر اس محاکاۃ
(قیاس بحالت نبی) میں دو نقص ہیں اول کہ ایسے جواب صرف مریدوں کیلئے ہی مفید ہیں ورنہ ہمارے نزدیک جب
مرزا صاحب نبی ہی نہیں ہیں تو محاکاۃ کیسی؟ دوم یہ کہ قوم یونسؑ پر آثار عذاب پیدا ہو رہے تھے تو عام اصول کے
مطابق کہ **استغفار اور ایمان بالرسول** سے عذاب ٹل جاتا ہے انہوں نے آپ کی تصدیق بھی کی
اور استغفار بھی کی تو بچ نکلے۔ لیکن مرزا صاحب کے مقابلہ میں لوگ بد دعائیں ہضم کر جاتے ہیں اور مطلقاً تصدیق کے
روادار بھی نہیں ہوتے یہ کیا تماشا ہے؟ (۵۰) حقیقۃ الوحی ص۲۹ میں ہے کہ نزول مسیح کا مسئلہ عیسائیوں کی اختراع ہے
اور مطلب یہ ہے کہ مسیح کو نزول اول میں تو عزت حاصل نہیں ہوئی تھی اب دوبارہ تمام کسر نکال لیگا [illegible] اسلام
میں عیسائیوں نے بھی لکھا ہے کہ معراج جسمانی کا مسئلہ آتش پرستوں سے لیا گیا ہے خواجہ کمال الدین ینابیع المسیحیت
میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے بغیر باپ پیدا ہونیکا مسئلہ عیسائیوں نے پرانے بت پرستوں سے لیا تھا جو مسلمانوں نے بھی
اور مرزا صاحب نے بھی قبول کر لیا تھا اب بتائیے کہ مغربی اور مشرقی عیسائیوں کا قول کہاں تک صحیح ہوگا؟ اور عیسائیوں
کی تائید کس نے کی ہے؟ اور اپنے پیر پر حملہ کس نے کیا ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کہ کس کس کے کہنے سے ہم کیا کیا چھوڑتے
جائیں گے (۵۱) حقیقۃ الوحی ص۲۹ میں لکھا ہے کہ یہ خوب ہے کہ مسیح اتریگا۔ ہم مسجد کو جائینگے تو وہ گرجے کو دوڑیگا ہم
رو بقبلہ ہوں گے وہ بیت المقدس کو منہ کریگا خنزیر کھائیگا شراب پیئے گا اسلامی حلال و حرام کی اسے کچھ پرواہ نہ ہوگی

وہ اُمتی نہ ہوگا اگر اسے نومسلم بنایا جائیگا۔ تو اسے مسیح موعود ماننے میں اور بھی ذلّت ہوگی کیا اِس سے بڑھ کر اسلام کیلئے کوئی مصیبت باقی ہے اور جب یوں وارد ہے کہ یہی امت یہودی بن جائے گی تو ضرور ہے کہ اسی امت سے مسیح بھی پیدا ہو۔ ورنہ کیا ضرورت ہے کہ مسیح کو لاکر نبوت سے محروم کیا جائے تفہیمات ص۳۲۵ میں ہے کہ اس تقریر کا روئے سخن اندرسے عیسائیوں کی طرف ہے مگر یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ گو کتنی تاویلیں کی جائیں لیکن یہ بات ضرور ثابت ہوجاتی ہے کہ مرزا صاحب نے جس طرح اپنے رسالہ انجام میں یسوع کی آڑلے کر حضرت مسیح کی توہین کی تھی اسی طرح یہاں نزول مسیح کی آڑ میں نہ صرف مسیح کی توہین کی ہے بلکہ خود حضور علیہ السلام کی بھی ایسی توہین کی ہے کہ کسی مخالفِ اسلام سے بھی ایسی توقع نہیں ہوسکتی اب بتاؤ کہ کیا اسلام نزول کے بعد کے حالات اس طرح بیان کرتا ہے جس طرح کہ مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں؟ یا یوں کہیں کہ مرزا صاحب کو اسلامی واقفیت نہ تھی اور یا یوں کہیں کہ دیدہ دانستہ حضور علیہ السلام کی پیشینگوئیوں کی تکذیب کی ہے؟ (۵۲) حقیقۃ الوحی ص۳۳۰ میں ہے کہ مولوی اسمٰعیل علیگڑھی اور غلام اللہ صاحب تصوری نے مرزا صاحب کی ہلاکت کی دعائیں کی تھیں مگر وہ انہیں الٹی پڑیں اور خود ہلاک ہوگئے مگر افسوس کہ صوفی جماعت علی شاہ مدظلہٗ کی بددعا سے مرزا صاحب خود رخصت ہوگئے اور ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشینگوئی نے بھی پیچھا نہ چھوڑا مرزائی بتائیں کہ کیا موت وحیات کی جنگ اپنے اندر کچھ صداقت رکھتی ہے؟ (۵۳) نزول المسیح ص۲۹ میں ہے کہ چودھویں صدی کا ربع بھی گذر گیا مگر مسیح نہ اترا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ابتک چھ ہزار سال بھی پورے ہوگئے حج بند ہوگیا فتنہ ارتداد قائم ہوا۔ طاعون آگیا ہے مگر مسیح کا کوئی نشان نہیں ہے میرے نشانات کو دیکھنے والے ۲۹ لاکھ ہیں اگر ان کو ایک صف میں کھڑا کیا جائے تو کسی بڑی سلطنت کے لشکر کے برابر ہونگے جناب یہ سب کچھ درست! مگر سوال یہ ہے کہ کیا اب دورِ جدید شروع ہوگیا ہے؟ تو دورِ اوّل کی جزا و سزا کا معاملہ کیا ہوا؟ وہ سب کچھ اکارت ہی گیا؟ کہ آدمِ ثانی قادیان میں آبراجا۔ یہ بھی بتاؤ کہ ۲۹ لاکھ میں سے تصدیق کرنے والے کتنے تھے اور تکذیب کرنے والے کتنے تھے؟ کیا اس طرح کی عبارت آرائی مدعی صداقت کیلئے باعث شرم نہیں ہے؟ (۵۴) شہادۃ القرآن ص۴۱ میں ہے کہ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی رواہ البخاری اور ازالہ ص۲۲۵ میں ہے کہ امام مہدی کی روایات قابل اعتبار نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ شیخین نے امام مہدی کا ذکر نہیں کیا مستدرک اور ابن ماجہ کی روایات کے مطابق ممکن ہے کہ مسیح موعود کے بعد امام مہدی کا ظہور ہوجائے لیکن دیکھیئے ادہر تو یہ کہا جاتا ہے کہ امام بخاری نے امام مہدی کا ذکر نہیں کیا اور ادہر اس کی شہادت پیش کی جاتی ہے کہ آسمانی شہادت کی روایت بخاری میں موجود ہے اور لطف یہ ہے کہ جب یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ بخاری سے یہ روایت دکھایئے تو تین طرح کا جواب ملتاہے اوّل تقدس کے ضمن میں = کہ ممکن ہے کہ عالم کشف میں یا کسی اور جگہ آپ نے ایسی صحیح

بخاری بھی دیکھی ہو جس میں یہ روایت موجود ہو ورنہ دنیا میں کوئی صحیح بخاری ایسی نہیں ہے کہ جس میں یہ روایت موجود ہو دوم تنقیدی پردہ میں = کہ مرزا صاحب سے سہو ہو گیا تھا ورنہ روایت حجج الکرامہ ص۲۶۶ اور مستدرک وغیرہ میں موجود ہے سوم بطرز محاکات = کہ یکاثر بکو الاحادیث بعدی ذکرہ البخاری (تلویح ص۲۶) قال الملا علی القاری خیر السؤدان ثلثۃ۔ لقمان بلال و مھجع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری فی صحیحہ کن اذکرہ ابن الربیع ولکنہ لیس بموجود فیہ بل ہو فی المسند (موضوعات کبیر ص۴۴) مگر ہمیں یہ پوچھنا ہے کہ مرزا صاحب نے صحیح البخاری کو مستحضر رکھکر اگر یوں کیا ہے تو کذب ہے ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ آپ کو اس پر عبور نہ تھا اور یہ لکھنا بے سود ہے کہ یہ سہو ہے کیونکہ ایک مدعی رسالت سے ایسا سہو منسوب کرنا نسبت جہالت کے مساوی ہے کیا کسی نبی نے ایسی روایت پیش کی ہے جو اصل کتاب کے صحیح نسخہ میں موجود نہ ہو؟ محاکات بالمحدثین سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی تعلیمی اور علمی غلطی کسی نبی سے سرزد نہیں ہوئی تھی تب ہی تو غیروں سے پناہ لی تھی (۵۵) قصیدہ اعجازیہ میں تائید الٰہی کا دعویٰ ہے اور یہ بھی دعویٰ ہے کہ تاریخ اشاعت کے بعد بیس روز تک منع مانع من السما کے الہام نے تمام کے ذہن مقابلہ میں آنیسے روک دیئے تھے اور جن لوگوں نے بعد میں سر اٹھایا بھی تھا وہ مر گئے تھے یہ سب کچھ مانا مگر یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ یہ قصیدہ قابل جواب بھی تھا ہاں اگر مرزا صاحب یہ بھی شائع کر دیتے کہ جوابی قصیدہ لکھنے والے ننگ شاعری کا خیال نہ کریں تو غالباً تمام نیم شاعر بھی مقابلہ میں کھڑے ہو جاتے (۵۶) یہ فقرہ کہاں تک درست ہے کہ "قادیان لاہور سے جنوب و مغرب میں واقع ہے" (اشتہار چندہ منارۃ المسیح) شاید قادیانی جغرافیہ بھی تجدید کا مدعی ہو گا (۵۷) مرزا صاحب بقول محمود محمد ثانی تھے اور محمد اول سے افضل تھے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضور (لم یکن فحاشاً) فحش گوئی سے محترز تھے گو مخالفین حد اعتدال سے آپ کی مذمت بھی کرتے تھے مگر حضور نے ننگ اختیار نہیں کیا تھا لیکن یہاں یہ حال ہے کہ مرزا صاحب مزے لے لیکر فحش گالیاں دیتے ہیں اور گالیاں بھی ایسی کہ خدا کی پناہ۔ بطور نمونہ غور کیجئے فرماتے ہیں کہ "میری کتابوں سے ہر ایک محبت رکھتا ہے اور میری تصدیق کرتا ہے ہاں **حرامزادے** میری تصدیق نہیں کرتے (آئینہ کمالات) اے بدذات فرقہ مولویاں (انجام ص۲۱) نکاح محمدی بیگم کے خوارق بہت جلد ظاہر ہونگے اس دن ان احمقوں کیلئے جینا کیسا؟ **بندرون اور خنزیروں** کی طرح انکے منہ کالے ہونگے اور ناک کٹ جائیگی (ضمیمہ انجام ص۵۳) جب لوگوں نے کہا کہ آتھم کے متعلق الہام غلط نکلا تو جواب میں کہا کہ وہ (کہنے والے) **حرامزادے** ہیں (انوار الاسلام) ہمارے دشمن جنگلوں کے سؤر ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں (نجم الہدیٰ ص۱۰) رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی وسائر اتباعہ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ۔ (انجام) امیر المحدثین محمد نذیر حسین دہلوی **ابولہب** نالائق ہے اور اسکا **کمبخت شاگرد** محمد حسین بٹالوی **مفتری** ہے (مواہب الرحمن ص۱۲۷) مولوی سعد اللہ لدھیانوی فاسق شیطان خبیث منحوس نطفہ سفہاء رنڈی کا بیٹا اور ولد الحرام ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۲۰) پچھلے ورقوں میں حضرت مسیح کے متعلق سب وشتم اور توہین میں بھی مرزا صاحب نے ید طولیٰ حاصل کیا ہے اور یہ آپکا طرز کلام

طنز آمیز و ذو معنی لفظ اور کنایات آگین ہی اس فہرست میں شامل کر لیا جائے تو کون ثابت کر سکتا ہے کہ ایسا شخص بروز محمدی تو کجا معمولی **اعتدال** کا بھی مالک ہوگا اسکے علاوہ انکے پاس کیا ثبوت تہا کہ یہ لوگ حرامزادے ہیں (۵۸) دجال کے متعلق ازالہ میں لکھا ہے دجال معہود اقوام یورپین کا مورث اعلےٰ تھا اور علمائے سوء یا اقوام مغربی جو برسر اقبال ہیں اور یا پادری سب دجال لغوی طور پر ہیں اگر یہی اصول درست ہے تو پھر کوئی شکایت نہیں کہ مرزائی یا مرزا صاحب بھی اس کا مصداق بن جائیں (۵۹) عبد اللہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء میں مدت مقررہ کے بعد اسلیئے مرا کہ اُسنے خوف کے مارے فحش گوئی چھوڑ دی تھی (تفہیمات ص۵۷۹) مرزا صاحب نے الوصیۃ ص۲ میں لکھا تہا کہ میری موت قریب ہے ڈاکٹر عبد الحکیم نے یہ دیکھ کر پہلے لکھا تہا تین سال تک مرزا صاحب مرینگے پھر لکھا جولائی ۱۹۰۷ء سے لیکر چودہ ماہ کے اندر مرینگے پھر کہا کہ ۴ راگست ۱۹۰۸ء تک یہ بھی لکھا کہ تاریخ موت ۲۱ ساون سمت ۱۹۶۵ ہے (پیسہ اخبار ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء) بہر حال آتھم اور مرزا صاحب کی موت میں بالکل پوری مشابہت ہے اور جو عذر آتھم کے متعلق ہیں وہی عذر مرزا صاحب کے متعلق بھی ہوسکتے ہیں (۶۰) تفہیمات میں لکھا ہے کہ قطع وتین کی آیت میں یہ شرط ہے کہ مفتری مدعی مکالمہ الٰہیہ ہو یہ جانتا ہو کہ اس کا مکالمہ خدا سے نہیں ہوتا خدا کے وجود کا اقراری ہو اور اپنے دعوے کا اعلان بھی کرے تب خدا کا عذاب اسے جھٹ دبا لیتا ہے ورنہ جن کا دماغ خراب ہو اور دماغی کمزوری سے یہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ خدا ان سے باتیں کرتا ہے یا وہ خدا کے ہی منکر ہوں اور یا وہ اپنے دعوی کا اعلان نہ کریں تو ان تمام صورتوں میں ان پر ہلاکت کا آنا ضروری نہیں ہے مگر ہماری طرف سے ایک اور بھی شرط ایزاد ہو سکتی ہے کہ وہ تمام اقوال کو خدا پر افتراء نہ کرتا ہو بلکہ بعض اقوال کو خدا کی طرف سے منسوب کرتا ہو کیونکہ **بعض الاقاویل** کا لفظ بھی آیت میں مذکور ہے اب ان شرائط کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ایک غلطی کا ازالہ لکھ کر اعلان نبوت کیا ورنہ پہلے اپنے بیان کو مشتبہ ہی رکھتے تھے اس لیئے اس آیت کی زد میں چند سال کے اندر ہی آگئے اور اگر کہا جائے کہ آپنے براہین کے زمانہ سے اعلان نبوت کیا تہا تو دماغی کمزوری کا سوال پیش ہو جاتا ہے اور پیغامی پارٹی افضل المرسلین مستقل نبی ماننے کو تیار نہیں ہے بہر حال یہ آیت مرزا صاحب کی تائید نہیں کرتی (۶۱) ان عربی عبارتوں کی تفہیم میں جو تشریح کی گئی ہے۔ اس کو تحریف کہیں یا غلط؟ (1) انت منی بمنزلۃ اولادي كقوله عليه السلام الخلق عيال الله كقوله تع فاذكروا الله كذكركم اباءكم یعنے خدا کو باپ کہہ کر پکار سکتے ہو (تفہیمات ص۶۴) (2) اسمع ولدی (البشریٰ ص۴۹/۱) اللہ اُمّہ مجازاً (حقیقۃ الوحی ص۱۴۲) او الاصل اسمع وادری الفضل ص۹۶/۹ ایسے لفظ اس لیئے استعمال کیئے گئے ہیں تاکہ عیسائیوں کو معلوم ہو جائے کہ ایک اُمتی حضرت مسیح سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہے (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۸۶) (3) يريدون ان يروا طمثك لكن الطمث ليس فيك (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۴۳) والمراد الخبث (اربعین ص۴/۲۳) او حیض الباطل (روح البیان ص۲۳۶/۲) وانه

مو لیراذذاك (تفہیمات ص۶۵) (4) انت من ماءنا وھم من فشل یعنی تم اسلام پر قائم ہوا اور وہ لوگ فاسق وفاجر اور بدمعاش ہیں۔ (حاشیہ انجام ص۵۶) (5) بروایت قاضی محمد یار یہ الہام صار المرزا امرءۃ فتغشا ھا اللہ موضوع روایت ہے یا یوں مراد ہے کہ مریم کی طرح خدا نے نفخ روح عیسےٰ مجھ میں کیا اور استعارہ کے طور پر مجھے حمل ہو گیا (کشتی نوح ص۴۷) (6) فاجاءہ المخاض الی جذع النخلۃ ای جاءبی صعوبۃ التبلیغ الی اولاد المسلمین الذین لیس فیھم طراوۃ الایمان (براہین ص۵۳/۵) جذع سے مراد نادان اور احمق مراد ہیں یا بیوقوف مولوی مراد ہیں جنمیں ایمان نہیں ہے (کشتی نوح ص۴۷) (۷) حدیث میں ہے کہ امت محمدیہ میں بعض لوگ مریم کے مشابہ ہیں۔ اور سورہ تحریم میں یہ اشارہ ہے کہ ایک شخص مریم بنے گا تو اس میں عیسےٰ کی روح نفخ ہوگی تو عیسےٰ مریم سے پیدا ہوگا یعنی وہ خود ہی مریم ہونے کے بعد عیسےٰ بن جائیگا اور ابن مریم کہلائیگا (خوب سوجھی) (کشتی نوح ص۴۹) (8) رایتنی عین اللہ والقینت اننی ھو (آئینہ ص۵۶۴) قیل ھو رویۃ المنام کقولہٖ رایت ربی فی صورۃ شاب امرد قطط (موضوعات کبیر ص۴۶) لیس المراد ھہنا الحلول بل ما اشیر الیہ فی قرب النوافل (آئینہ ص۵۶۶) قال الاسی لیس المراد منہ دعوی الربوبیۃ ھل العابد یصیر امعبود العبادتہ؟ وقیل المراد بعین اللہ ارجوع الظل الی اصلہ (آئینہ ص۵۶۴) جب طور کی آگ سے انا اللہ کی آواز آسکتی ہے تو انسان سے کیوں نہیں آسکتی (صراط مستقیم ص۱۳) خدا صفت تکوین اپنے انبیاؤ اولیا کو دیتا ہے (فتوح الغیب مقالہ ۱/۱۶) (9) انی خلقت السماء والارض الخ بیوقوف مولوی کہتے ہیں کہ مینے خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمین سے مراد مریدوں کے دل ہیں اور آسمان سے مراد ہمارے نشانات ہیں اور انسان سے مراد حقیقی انسان ہیں (یعنے غیر احمدی انسان نہیں ہیں ؎ بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی + کوئی ہے روباہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار) افسوس کہ لوگ اس تجلی الٰہی سے انکار کرتے ہیں۔ (کشتی نوح ص) (10) لوگ بدمعاش ہو جاتے ہیں۔ اور معرفت الٰہی نہیں رہتی تو خدا اپنے پیارے کو انا منك وانت منی کہکر پکارتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص سچے دل سے میرا مرید ہو جائے گا میں اُسے **خدا دکھاؤونگا** (الحکم ۳۶/۷) وقیل معناہ انت ماموں منی وانا ظاھر بتبلیغك (الحکم ۲۶) وقیل منزاتبا عی اذمن انصالیۃ ای ھم متصلون بی (حاشیہ بخاری ص۶۲۹/۲) (11) کان اللہ نزل من السماء ای یظھر بہ الحق (حقیقۃ الوحی ص۹۵) (12) نموت فی مکۃ او المدینۃ ای یحصل لی فتح کفتح مکۃ والمدینۃ (میگزین ۱۹۰۶ء) (13) نرد علیك انوار الشباب ای یحصل لك قوۃ بھا تخدم الدین (تفہیمات) (14) ادحی الی اسقط من اللہ واصیبہ یعنے مبارک احمد بچپن میں ہی مرجائیگا (تریاق القلوب ص۴۰) (15) الارض

والسماء معك كما هو معی - ای یظهر قبولك فی الارض وتصدیقك فی السماء (براہین ۴۸۹) (16) انما انت بمنزلة توحیدی وتفریدی ای انی انت شہرتك کشہرتی (اربعین ۳ ص ۲۵) فیہ اشارة الی ان من لم یؤمن بالمولی المویٔمن بتوحید الله (تفہیمات ۱۹۰) جب خدا پوشیدہ ہو جاتا ہے تو اپنا بروز بھیجتا ہے (تفہیمات ۱۹۲) (17) الزلزلة لہا رکۃ ظہرت - ۱۴/ اپریل ۱۹۰۵ء (حقیقة الوحی ۲۳) لاتزینی زلزلة الساعة (ریویو ۱۹۰۶ء) اشارة الی حرب اور وبالان الزلزلة قد تجیٔی بمعنے الشدائد والاھوال وللالھام وجوه وبطون فیمکن ان یصدق بوجہ آخر (ضمیمہ براہین ۵ ص ۱۰۲) (18) سرك سری ظہورك ظہوری - لولاك لما خلقت الافلاك ای الافلاك الروحانیة (حقیقة الوحی ص ۹۹) چونکہ آپ بروز محمدی تھے اس لیے یہ حدیث آپکے حق میں صادق ہوئی - (تفہیمات ۱۹۵) من رضیت عنہ فانا راض عنہ ومن غضب علیہ غضبت علیہ کقولہ من عادی لی ولیا فقد عادیتہ (تفہیمات ۱۹۶) (19) رب سلطنی علی النار ای علی الطاعون - ان الذین یبایعونك - خاتم النبیین - ما رمیت (تفہیمات ۲۰۰) (20) مینے اپنی جماعت کے کاغذات پر خدا سے مہر تصدیق لگوائی - خدا نے سرخی سے اسپر منظوری دی اور قلم چھڑکی تو کرتے پر چھینٹیں پڑیں (حقیقة الوحی ۲۵۵) کقولہ رایت الله فی ثوب اخضر (کتاب الاسماء والصفات ۳۱۴) عبدالله بن جلا کہتے ہیں کہ میں نے مسجد نبوی میں خواب کے اندر حضورؐ سے روٹی مانگی تو آپنے دی - جاگا تو کچھ حصہ ابھی میرے ہاتھ میں تہا (منتخب الکلام فی تعبیر الکلام ابن سیرین)

ناظرین! یہ چند الہامات ہیں کہ جنکا جواب مرزائیوں کی طرف سے تشبث بالمحاکات کے ساتھ دیا گیا ہے - جو صرف مریدوں کیلئے ہی مفید پڑ سکتا ہے ورنہ غیر احمدیوں کے نزدیک جب مرزا صاحب کی شخصیت ہی مخدوش تھی تو ایسے جوابات کیا حقیقت رکھیں گے ؟ چھوٹا منہ بڑی بات - اور جو تاویلات پیش کی گئی ہیں وہ شطحیات میں داخل ہیں یا مردود روایات ہیں اسلیئے جس مدعی نبوت کی بنیاد ایسی کمزور اور غلط عبارات پر ہو گی وہ راسخین فی العلم کے نزدیک کب قابل توجہ ہو سکتا ہے (۶۲) تردید کلمہ فضل رحمانی میں ہے کہ مجسٹریٹ درجہ اول لدھیانہ نے ایک مقدمہ میں یوں فیصلہ دیا تھا کہ فضل احمد لدھیانوی ناقص التعلیم ہے جیسا کہ اسکی غلط عبارت سے ظاہر ہوتا ہے جو اس نے مرزا صاحب کے مقابلہ میں لکھی تھی اور اسپر اعراب صحیح نہیں لگا سکا اس میں بیشمار اغلاط ہیں تحریر بتاریخ ۲۱ جنوری ۱۹۰۸ء کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ وہی مجسٹریٹ اگر عجز مرزا پر مطلع ہوجاتا تو بعینہ یہی فیصلہ مرزا صاحب کے حق میں بھی دیتا جو مولوی فضل احمد کے حق میں دیا تھا ؟ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ اسی لیاقت کا ایک آدمی تو اس لیئے نالائق سمجھا جائے کہ اسنے موجودہ قواعد کے اعراب کے رو سے غلطیاں کی تہیں اور دوسرا اس سے بڑھ کر غلطیاں کرتا ہے تو اس کو محض تقدس کی وجہ سے عربی کے شیکسپیر کا لقب دیا جاتا ہے!

(۶۳) مرزا صاحب اپنی ایک تحریر معنون (اشتہار ایک عظیم الشان نشان کا پورا ہونا) میں کہتے ہیں کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے ۲۴ فروری سنہ ۱۸۹۹ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی سے یہ اقرار نامہ لیا تھا کہ وہ کادیاں (کافر) نہ کہے گا اور یہ بھی نہ کہے گا کہ مرزا دجال اور کذاب ہے اس پر مرزائی تعلیم میں مولوی صاحب کی ذلت کا ثبوت دیا گیا ہے مگر یہ خیال نہیں کیا کہ جس طرح مولوی صاحب سے دستخط لیے گئے تھے اسی اقرار نامہ پر اسی طرح مرزا صاحب سے بھی تو دستخط لیے گئے تھے کہ وہ بھی آئندہ ایسے الہام بند کر دیں گے کہ فلاں مر جائے گا یا فلاں شخص کافر ہے مگر افسوس کہ مرید ابھی تک یہ نہیں سمجھے کہ اگر ایسے الہام خدا کی طرف سے ہوتے تو مجسٹریٹ کو پہلے آڑے ہاتھوں لیتے کیونکہ اپنے خدا کے خلاف جنگ کی ٹھنی باوجود اسکے پھر جواب دیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب پہلے ہی بند کر چکے تھے ہم پوچھتے ہیں کہ پھر مجسٹریٹ کے سامنے عذر کیوں نہیں کیا کہ ہم چونکہ الہام پہلے ہی بند کر چکے ہیں اسلیئے ہم دستخط نہیں کر سکتے۔ بہر حال مولوی محمد حسین صاحب کی فرضی ذلتوں کے مقابلہ میں یہ ایک ہی ایسی ذلت ہے کہ سو سنیار کے مقابلہ پر ایک ہی لوہار کی کافی ہو جاتی ہے (۶۴) توضیح مرام ص۳۷ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ یہی تحقیق **قریب قیاس** ہے بھلا یہ کونسا محاورہ ہے اگر دنیا میں آج مذہبی زبان سے پوری آشنائی رکھنے والے ہوتے تو جھٹ تاڑ جاتے۔ کہ جس شخص کی ذاتی قابلیت ہے وہ باریک مسائل میں کب حق بجانب ہو سکتا ہے مگر نئی روشنی کے دلدادہ بانیم ملا صم بکم عمی ہو کر ایسے سطحی خیالات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ جنکی اصلیت کریدنے کے بعد کچھ بھی نہیں رہتی (۶۵) **پہلی صدی** کے مجدد حضرت عمر بن عبد العزیز۔ سالم۔ قاسم اور مکحول تھے **دوسری** میں امام محمد بن ادریس شافعی اور احمد بن محمد بن حنبل شیبانی۔ یحییٰ بن عون غطفانی۔ اشہب بن عبد العزیز ابو عمرو مکی۔ خلیفہ مامون۔ قاضی حسن بن زیاد حنفی۔ جنید بن محمد صوفی۔ سہل بن ابی سہل شافعی۔ حارث بن سعد بغدادی۔ احمد بن خالد خلال **تیسری میں** قاضی احمد بن شریح شافعی بغدادی۔ ابو الحسن اشعری متکلم شافعی ابو جعفر طحاوی حنفی۔ احمد بن شعیب۔ ابو عبد الرحمن نسائی۔ خلیفہ مقتدر باللہ عباسی۔ شبلی صوفی۔ عبید اللہ بن حسین۔ ابو الحسن کرخی حنفی۔ امام بقی بن مخلد القرطبی۔ ابو العباس احمد بن عمر بن شریح شافعی **چوتھی صدی** میں امام ابو بکر باقلانی۔ خلیفہ قادر باللہ عباسی۔ ابو حامد اسفرائنی۔ حافظ ابو نعیم۔ ابو بکر خوارزمی حنفی۔ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری۔ امام بیہقی۔ ابو طالب ولی اللہ صوفی صاحب قوت القلوب۔ حافظ احمد بن خطیب بغدادی۔ ابو اسحٰق شیرازی ابراہیم بن علی فقیہ محدث **پانچویں صدی** میں محمد بن محمد ابو حامد غزالی۔ راعونی حنفی۔ خلیفہ مستظہر باللہ عباسی۔ عبد اللہ بن محمد انصاری ہروی۔ ابو طاہر سلفی۔ محمد بن احمد شمس الدین حنفی **چھٹی صدی** میں محمد بن عمر فخر الدین رازی۔ علی بن محمد عز الدین بن کثیر۔ رافعی شافعی۔ یحییٰ بن حبش بن میرک شہاب الدین سہروردی امام الطریقہ۔ یحییٰ بن اشرف محی الدین نووی۔ حافظ عبد الرحمن جوزی۔ شیخ عبد القادر جیلانی **ساتویں صدی** میں احمد بن حلیم تقی الدین بن تیمیہ حنبلی

تقی الدین ابن دقیق العید - شاہ مخدوم فخر الدین سندھی - خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ - محمد بن ابی بکر - ابن قیم جوزی حنبلی
اسعد عبداللہ بن یافعی شافعی - حافظ زین الدین عراقی شافعی - قاضی صالح بن عمر بلقینی - علامہ ناصر الدین شاذلی نویں صدی
میں عبد الرحمن بن کمال الدین المعروف جلال الدین سیوطی - محمد بن عبد الرحمن سخاوی شافعی - سید محمد جونپوری - امیر تیمور گورگانی -
دسویں صدی میں ملا علی قاری - ابو طاہر گجراتی - علی بن حسام ہندی مکی گیارھویں صدی میں سلطان عالمگیر
آدم دینوری صوفی - شیخ احمد بن عبد الاحد بن زین العابدین فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ بارھویں صدی
میں سید محمد بریلوی - شاہ عبد الغنی محدث دہلوی تیرھویں صدی میں مولوی اسمٰعیل شہید - شاہ رفیع الدین - شاہ عبد القادر
(دیکھو عسل مصفٰے ومجالس الابرار) یہ فہرست مرزائیوں کے نزدیک مسلّمہ ہے جسے پیش کرکے وہ پوچھا کرتے ہیں کہ چودھویں صدی کا
مجدد کون ہے؟ پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ مرزا صاحب ہی اس صدی کے مجدد ہیں اور کون ہو سکتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے
کہ کیا مجدد کیلئے دعوے تجدید بھی ضروری ہے؟ کسی مجدد نے کیا اپنے منکر کو کافر قرار دیا ہے؟ جس فہرست میں تیمور جیسے
مجدد موجود ہوں اس میں اگر اس سے بہتر علمائے اسلام کا نام درج کیا جائے تو کیا اعتراض ہو سکتا ہے جیسے کہ نواب
صدیق الحسن خان - احمد رضا خان بریلوی - مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی - میاں نذیر حسین صاحب دہلوی وغیرہم
کا نام اپنے اپنے مریدوں کے نزدیک داخل ہو سکتا ہے اور اسوقت بھی حکیم الامۃ ومسیح الملّۃ بننے کے کئی ایک حقدار موجود
ہیں۔ اسکے علاوہ یہ فہرست ظاہر کرتی ہے کہ ہر ایک صدی میں ایک سے زائد مجدد ہو گذرے ہیں جو اپنے اپنے دائرہ تاثیر میں
تسلیم کئے گئے تھے اسلئے اگر اس صدی میں بھی اگر اپنے اپنے حلقہ تاثیر کے اندر متعدد مجدد تسلیم کرلئے جائیں تو کوئی نقص
پیدا نہیں ہو سکتا - یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آیا مرزا صاحب اخیر دم تک اس دعوے پر قائم تھے؟ حالات
بتلا رہے ہیں کہ آپ چند سال ہی چودھویں کے شروع ہونے سے پہلے مجدد بنے تھے - فوراً اس عہدہ سے ترقی پاکر مہدی
مسیح اور افضل المرسلین کا درجہ حاصل کیا تھا اسلئے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک ہی موجودہ صدی مجدد سے
خالی گذر رہی ہے۔ ہاں اگر تجدید کا معنے ترمیم اسلام ہو تو ضرور ماننا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب ہی اس صدی کے
مجدد اعظم تھے بشرطیکہ بہائی مذہب کے پیرو معترض نہ ہوں کہ حضرت بہاء اللہ نے سب سے بڑھ کر اسلام ترمیم کیا تھا

(۷۶) یہ کس کے عقائد ہو سکتے ہیں کہ مرزا صاحب اسلئے مسیح موعود ہوکر آئے تھے کہ اپنے مخالفین کو موت
کے گھاٹ اتاریں (عرفان الٰہی ص ۹۵ تقدیر الٰہی ص ۲۹۵) قادیان کا جلسہ حج کی طرح ہے (برکات خلافت ص ۵) قادیان
ام القریٰ (مکہ معظمہ) ہے اب اس کی چھاتیوں میں دودھ ہے اور مکہ مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو
گیا ہے (حقیقۃ الرویا ص ۴۶) دنیا میں نماز روزہ - قرآن اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم موجود تو تھے مگر انکی روح موجود
نہ تھی (خطبہ فضل المسیح ۱۹۳۰ء) مرزا صاحب کا ذہنی ارتقا حضور علیہ السلام سے زیادہ تھا (ریویو ۱۹۲۹ء) اگر مجھے
میری گردن پر تلوار رکھ کر یہ اقرار کرائے کہ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے (انوار خلافت ص ۶۵)

جو شخص بیعت مرزائیہ میں داخل نہیں وہ کافر ہے (انبیہ صداقت ص۲۵) (۶۷) منصب رسالت کو ایسا گرادیا ہے
کہ عبداللطیف گناچوری اور احمد نور افغانی بھی مدعی ہیں کہ ہم بھی نبوت کی کھڑکی سے گذر آئے ہیں اور مولوی
غلام رسول نے جواب مباہلہ نمبر۲ میں مرزا محمود صاحب کو فخر المرسلین کا لقب دیا ہے۔ اور پاکٹ بک قادیانیہ میں
ظاہر کیا گیا ہے کہ اب قادیان میں ہی نبوت جلوہ گر ہوا کرے گی اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ اسوقت مسلمان صرف ایک لاکھ ہیں
یا اس سے بھی کم ہیں اور کسی سیاسی استحقاق میں اپنے آپ کو پیش نہیں کرسکتے (۶۸) مرہم عیسیٰ سے وفات
مسیح ثابت کیجاتی ہے مگر تعجب ہے کہ شراب الصالحین کے مرکب سے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ سلف صالحین بھی شراب پیا کرتے
تھے۔ اپارجات پر نظر ڈال کر یہ بھی ثابت نہیں کیا گیا کہ خدا بھی کسی وقت بیمار تھا اور اتنا بھی نہیں لکھا کہ دہلی میں
بھی ایک مسیح ہو گذرا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے تمام الفاظ مبالغہ اور عزت افزائی کے طور پر تجویز کئے گئے ہیں
ورنہ انکے تحت میں کوئی مذہبی نکتہ مضمر نہیں ہے (۶۹) تفہیمات ص۱۱۴ میں ہے کہ چالیس دجال مرزا صاحب سے
پہلے ختم ہو چکے تھے مگر شرح بخاری میں یوں تصریح موجود ہے کہ ستر یا چالیس دجال وہ ہیں کہ جنکو ملکی
اقتدار حاصل ہونا مراد ہے ورنہ رعیت اور تقدس کے شکار غیر محدود ہیں مزید تشریح کیلئے دیکھو بحث حیات
المسیح وختم نبوت (۷۰) یہ کہاں تک قرین قیاس ہے کہ غیر احمدی اگر حیات مسیح پیش کرتے ہیں تو قانون قدرت
کے خلاف سمجھا جاتا ہے اور محال سے اڑایا جاتا ہے مگر جب خود قانون قدرت کو وسیع کرتے ہیں تو یوں لکھتے ہیں کہ
باپ کی چھاتیوں سے دودھ جاری ہوا اور اسکے بچہ نے پی کر نشو ونما پایا۔ ایک بکرا روزانہ ڈیڑھ سیر دودھ دیا کرتا تھا
اور ایک بیمار کو اپنی ایڑی سے پاخانہ آتا تھا (سرمہ چشم آریہ ص۲۰) ایک کا پھوڑہ چیرا گیا تو اس سے دو بچے نکلے
اور ایک آدمی کے پیٹ کا اپریشن کیا گیا تو ایک بچہ نکلا (فضل ۲۹ ۷ و ۳۰) ایک مرغی کے ۳۲ دانت تھے
(بدر) اور ایک درخت پر روٹیاں لگتی ہیں (فاروق) الزامی طور پر اگر یوں لکھا گیا ہے تو صداقت کے خلاف ہے
لیکن اس قول میں کوئی تاویل نہیں چلتی کہ مسیح ناصری نے اگر گہوارے میں ایکدفعہ کلام کیا تھا تو مسیح محمدی یعنے
مرزا صاحب کے بیٹے نے شکم مادر میں ہی دو دفعہ کلام کیا تھا۔ دیکھو تریاق ص۴۱ کیا اسمیں خلیفہ محمود صاحب کو
بھی حضرت مسیح سے برتر نہیں بتایا گیا۔ کیا اسلام میں اس سے بڑھ کر کوئی اور بھی مصیبت آنیوالی ہے کہ ایک ادنےٰ ہستی اعلےٰ
ہستی سے بڑھ کر قدم مارتی ہے (۷۱) اگر خاتم النبیین کا یہ معنے ہو کہ صرف نبوت محمدی جاری رہے گی تو یہ بھی ماننا
پڑے گا کہ خاندان مغلیہ میں سے صرف مرزا غلام مرتضےٰ مرحوم کے گھر ہی اولاد تھی باقی سب بے اولاد تھے یا کم ازکم یوں کہنا پڑیگا
کہ مرزا غلام احمد صاحب کی اولاد چلیگی دوسرے بھائیوں کا سلسلہ اولاد بند ہو جائیگا کیونکہ تریاق القلوب ص۱۵۷ میں ہے کہ مرزا صاحب
خاتم الاولاد میں یعنے والدین کے گھر آپکے بعد کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ فقرہ ظاہر کرتا ہے کہ خاتم کا لفظ بمعنے آخر ہے۔

تم الکتاب بفضلہ تعالیٰ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

فہرست ابواب کاویہ

فہرست اسمائے الرجال

فہرست مضامین کاویہ

اياكم والتنطع فى الدين واياكم والتبدع فيه واياكم والتعمق وعليكم بالعتيق (اوكما قال عبد الله بن مسعود رواه الدارمي) - وماذكره المصنف هو بالقبول حقيق - جعله الله رفيقا للذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولئك رفيقا -

(٨) صورة ما نمقه مولانا الحاج المولوى اصحاب الدين مدرس المدرسة السلفية امرتسر - الحمد لله هذه الرسالة مشتملة على الدلائل المسكتة للغاوين نافعة باحثة عن ما عليه الشرذمة القليلة المرزائية ناقضة لتسويلاتها - مغنية عن الكتب المشتملة على الاجوبة عن الاعتراضات الملاحدة المذكورة - و لله در المصنف اذ الفها بحيث تاخذ بقلوب المومنين جزاه الله خير الجزاء -

(٩) انموذج ما رقمه مولانا المولوى نيك محمد مدرس الحديث مدرسة تقوية الاسلام امرتسر - انى طالعت من الرسالة بحث فلما توفيتنى فوجدته كثير الجدواء فانه تحقيق انيق دبالنا ملحقيق فبناء عليه اقول ان هذه الرسالة مفيدة - كيف لا وان الامر بالمعروف والنهى عن المنكر باق الى قيام الساعة - جزى الله المصنف خير الجزاء عنى وعن سائر المسلمين -

(١٠) هذا ما كتبه مولانا العلام المولوى عبد الكبير الكاشميرى المدرس نصرة الحق امرتسر) قد طالعت هذه الرسالة فوجدتها كما قال الشاعر ؎ لله مجموع مضامينها - ابهى من الياقوت والعسجد - ما فى مجاميع الورى مثلها - ومثل ذا المجموع لم يوجد - وكما قيل ؎ فصلها ما صاغ من تبر ومن ذهب - وحاك ماحاك من وشى ودبياج -

(١١) قال مولانا الطبيب المولوى غلام محمد مولوى فاضل اسحاق كوتوى ابن اخى استاذنا المكرم المولوى غلام احمد المرحوم المغفور - انى طالعت هذه الرسالة فوجدتها مفيدة لمن يباحث المرزائية ومسكتة لمن يعترض على الاسلام من اهل الزيغ والالحاد - جزى الله المصنف خير الجزاء -

(١٢) صورة ما نمقه مولانا المولوى محمد حسين مولوى فاضل مناظر المرزائية ادام الله فيوضه مقيم كولوتارڑ من مضافات حافظ آباد ضلع گوجرانواله - فى زماننا هذا اتنبأ من المغول رجل فى فنجاب - تولى عنه الخير والنجاب - ثم استدرج فى دعاويه الى ان وصل الى ما وصل فقال انا خاتم الخلفاء فى السلسلة المحمدية كما ان المسيح عليه السلام خاتم الخلفاء فى السلسلة الموسوية كما يدل عليه قوله فى كتابه تعليم المهدي ص ٢٣ وهذا نص منه على ان لفظة الخاتم بمعنى اخر الخلفاء لاخليفة بعده والافليس لها معنى - آسى -) لكنه تحول فى اتى اليه وهدم ما كان بناه بيده - حيث قال فى كتابه كشتى نوح ص ١٤ لا شفيع ولا نجى لهذا الزمان الا محمد عليه الصلوة والسلام ولا كتاب الا القرآن فى هذا الزمان -) فادعى ان محمدا ابوز فيه والقران نزل عليه ثانيا فى قاديان بلحرث نبي دار الوحي - فنحن لا نمترى فيه انه من الظالمين - بل هو اكبرهم سقين - واخبثهم قولا واوحشهم فعلا اذ قتل مسيح ابن مريم عليه السلام بيد نفسه وازهق روحه سبا وطعنا فيه وتعليا عليه صراحة و كناية - فهام المسلمون فيه وردا وصدرا - وبينما فتوا فيه نصرة وردا - بين ان اهل الحق من العلماء الراسخين والهداة الربانيين ذبوه واذ بانه عن حريم الاسلام - واتبعوه واياهم بشهاب ثاقب عند خطفهم فى منهج النبى خير الانام - ثم انى اتفق لى ان طالعت الكاوية على الغاوية للآسي الوسيم فوجدتها على كاسمها تكوى بها جنوبهم وتحرق بها جباههم فلله در المصنف انه قد جاد واجاد - جمع الابحاث المختلفة ايجازا - ومن نظر فيها استفاد - جزى الله المؤلف خير الجزاء -

(١٣) صورة ما نمقه شيخ الجامعة المشرقية بلاهور ان هذا الزمان قد انتشر فيه البدعات وذاع فيه الخرافات - تقدم اراء الرجال على كتاب الله وسنة رسوله بتاويلهما بما لا يرضى به الشارع وفى الحديث من تمسك بسنتى عند فساد امتى فله اجر مائة شهيد قد برزت فى هذه الايام فتنة قدنية بروزا يشق على المسلمين بخرافاتها وزلت بخرافاتها اقدام المتوسطين اسلاما فجزى الله عنا مؤلف الكاوية فانه قد سلك فيها مسلك السلف الصالحين وذب عن الحق لا تاخذه لومة لائم - وحق تحقيقه الحق بالبراهين الساطعة كانه الهم فى الرد عليها الهاما صحيحا شكر الله سعيه وجزاه خير الجزاء - نجم الدين عفى عنه

(١٤) قال مولانا العلامة ولولسنا الفهامة موصيا للمسلمين اغتنموا هذه الصحيفة الغراء فانها مغنية عن سواها من الرسائل الوجيزة الباحثة عن مسئلة مسئلة فمن حصلها حصل كلها اذ كل الصيد فى جوف الفرا - و لله در المصنف اذ اتى فيها على جميع ما سولته نفوس قدنية - صاننا الله عن الحور بعد الكور - (عبد الغفور الجهلمى عفى عنه) -

اشتہار

کتاب النحو جدید } عربی زبان میں جس قدر قواعد نحویہ کی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں یا تو اختصار کر کے زیادہ کارآمد ضروری مسائل کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ یا ان کو اس بسط اور طول طویل طرز بیان سے لکھا گیا ہے کہ دیکھنے والے کی طبیعت دیکھ کر ہی گھبرا جاتی ہے اور چند ماہ کی محنت سالوں کی محنت نظر آتی ہے اس لیئے ان دونوں امور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عربی نحو کے تمام مسائل کو صرف چودہ اصول میں درج کیا گیا ہے جو ذی فہم اور ذکی الطبع طالب علم کے لیئے خضرِ راہ کا کام دیتے ہیں۔ پھر ہر ایک کے اصول کے بعد جس قدر مثالیں مروج ہیں۔ سب درج کر دی گئی ہیں۔ اور ان کو ترجمہ اور ترکیب سے حل کر دیا گیا ہے اس کے بعد ہر ایک اصول کی تشریح نمبروار درج ہے جس میں مشکل سے مشکل مسائل کو سادہ اردو میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور شروع میں اس کتاب کے پڑھنے اور یاد کرنیکا طریق بھی لکھدیا گیا ہے اور انہی خوبیوں کو ملحوظ رکھ کر مشاہیر اہل علم نے اس کتاب پر حوصلہ افزا تقریظیں بھی لکھی ہیں۔ جو عدم گنجائش کی وجہ کسی اور جگہ درج ہیں جنمیں سے حضرت مولنا علامہ الدہر مولوی **اصغر علی صاحب روحی** بی، او، ایل، پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور۔ اور جناب مولنا مولوی **صدرالدین** صاحب ایم، اے، پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کا نام نامی خصوصیت سے لیا جا سکتا ہے مگر قیمت صرف ۸ آنے بیجلد اور مجلد ۱۲ آنے بغیر محصول ڈاک۔

رموز الاجزاء یہ کتاب دو دفعہ چھپ چکی ہے اب تیسری دفعہ زیرِ طبع ہے اس میں اب کی دفعہ شرح مایۃ عبد الرسول کو اردو شعروں میں بیان کیا گیا ہے ÷

نقشہ باب اوّل } یہ نقشہ یکجائی نظر ڈالنے کیلیئے از حد مفید ہے اسمیں مختصر قواعد ابتدائی ابواب ثلاثی مجرد کی صرف صغیر اور باب اول کی تمام گردانیں معہ ترجمہ و شناخت صیغہ درج ہیں ÷ قیمت صرف ۲ آنے **ملنے کا پتہ**:۔

آسی۔ مدرسۃ المسلمین۔ امرتسر